تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوٰی رضویہ

جلد 23

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَن یُرد اللہ بہ خیرًا یُفقّہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۲

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ○ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۶۵۰۰۲ ۷۶۵۷۳۱۴

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵
نماز و طہارت ۹۵
روزہ و زکوٰۃ و حج ۱۰۵
جنائز و زیارت قبور و مزاراتِ اولیاء ۱۰۹
ایصالِ ثواب و صدقہ و خیرات و سوال ۱۱۵
ذکر و دُعا ۱۹۱
نکاح و طلاق ۱۸۳
نسب ۱۹۶
رسم و رواج ۲۵۶
حدود و تعزیرات ۳۲۳
آداب ۳۳۵
زینت ۴۸۱
کسب و حصولِ مال ۵۰۶
علم و تعلیم ۹۲۳
مجالس و محافل ۷۲۱

فہرست رسائل

○ رادالقحط ۱۳۵
○ اراءۃ الادب ۲۰۱
○ ھادی الناس ۲۶۶

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳
تصنیف ——— اعلیٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فیضان کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سرپرستی ——— مولانا صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ
اہتمام ——— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت
ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ
ترتیب فہرست ——— . . . .
تبویب جدید ——— . . . .
تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسن
کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات ——— ۷۶۸
اشاعت ——— ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء
مطبع ———
ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ———

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ — ۷۶۶۵۶۴۳
- مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

○ الكشف شافيا ———— ٣١١
○ ادلة الطاعنه ———— ٣٤١
○ حلك العيب ———— ٣٩٥
○ خير الأمال ———— ٤٠٣

○

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم علمی اور فقہی ذخائر کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ و بعنایۃ رسولہ الکریم تقریباً تیرہ[۱۳] سال کے مختصر عرصہ میں تیئیسویں[۲۳] جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعۃ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحۃ کے حصہ اول و دوم پر مشتمل بائیس[۲۲] جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

نمبر جلد	عنوانات	سلسلہ روایات	تعداد [illegible]	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۶۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	"	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	"	۳۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۶۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۳۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۲۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخری ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	" (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۳۳۲	۳	جمادی الاولی ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

www.alahazratnetwork.org

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۳	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۶۹
۲۲	" " " (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلٰی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارہ سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائل حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا، راقم نے متوکلا علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر عنایت اور اعلٰیحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا الحمد للہ علٰی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

(ا) حظر واباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے کے اعتبار سے یکجا تبویب کردی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ہ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔

(ز) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلٰیحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شاملِ اشاعت کردیا ہے۔

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلٰیحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے، پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول فاضلِ جلیل، محققِ شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد السبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث

(کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبد السبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف ارباب علم میں معروف ہیں، مناظرہ ورد بدمذہباں خصوصاً رد وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

تیئیسویں جلد (۲۳)

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا تیسرا حصہ ہے جو ۳۰۹ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیر بحث لایا گیا وہ یہ ہیں،

طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنائز و زیارت قبور، ایصال ثواب، صدقہ وخیرات، سوال، ذکر و دعا، نکاح وطلاق، نسب، رسم و رواج، حدود و تعزیر، آداب، زینت، کسب وحصول مال، علم وتعلیم اور مجالس ومحافل۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہٰذا راقم الحروف نے مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں وقت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (۱۳۲۸ھ)

فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم

(۲) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (۱۳۰۷ھ)

سیاہ خضاب کی حرمت کا سولہ حدیثوں اور اقوال ائمہ سے ثبوت

(۳) رادّ القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء (۱۳۱۲ھ)

مشترکہ طور پر مسلمان محلہ داروں کے صدقہ وخیرات کی ایک صورت کا بیان

(۴) اراءة الادب لفاضل النسب (۱۳۲۹ھ)

فضیلتِ نسب کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا بیان

(۵) ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ)

شادیوں کی بعض رسوم مثلاً سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان

(۶) الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه (۱۳۰۶ھ)

روافض کی اذان اہلِ سنّت وجماعت کو سننا کیسا ہے

(۷) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (۱۳۱۸ھ)

روپیہ کمانا کسب فرض، کسب مستحب، کسب مکروہ، کسب حرام اور سوال کرنا کسب جائز اور کسب ناجائز ہے

ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی پانچ رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔ مسئلہ سیدہ سے متعلق ایک انتہائی اہم فتوی بھی اس جلد میں شامل کیا گیا ہے جو صفحہ ۵۹۰، پر مسئلہ ۲۰۹ زیرِ عنوان "مجالس و محافل" مذکور ہے۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ
فروری ۲۰۰۳ء

فہرست مضامین مفصل

نماز و طہارت

(امامت، جماعت، استنجا، وضو، غسل، تیمم وغیرہ) ۹۵

ہندوؤں کے ہاں کھانا کھانے والے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنے والے مولوی کی امامت کیسی ہے۔ ۹۵

ہندوؤں کے یہاں کا گوشت وغیرہ کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۹۵

کیسی عورت سے معمولی خدمت لینا جائز ہے ۹۵

ایک مجمل سوال اور اس کا جواب۔ ۹۶

آج کل وہابیہ وغیرہ مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے۔ ۹۶

غیر سنی امام منافقت کر کے سنیوں کی مسجد میں

امامت کرتا ہو تو اس کے اخراج کی تدبیر فرض الاخراج فاسق ہے۔ ۹۶

کون سی غیبت ممنوع اور کونسی غیر ممنوع ہے۔ ۹۶

ایک جاہل، فاسق و فاجر مرتکب کبیرہ شخص کے امام بننے کے بارے میں سوال۔ ۹۷

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ۹۷

پائنچے ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی یعنی صرف خلاف اولیٰ ہیں جبکہ نیت تکبر نہ ہو ۹۷

کس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی اور کس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ ۹۸

ولد الزنا کی امامت کا حکم۔ ۹۸

انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے۔ ۹۸

داڑھی کترواکر مشت سے کم کرنا اور سیاہ خضاب

لگانا حرام ہے۔ ٩٨
فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے
پڑھ لی تو اعادہ واجب ہے۔ ٩٨
ڈھول بجا کر رقص کرانا ممنوع ہے۔ ٩٨
مسلمان پر جھوٹی تہمت زنا لگانا، گناہ کبیرہ ہے اس کے
مرتکب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ٩٨
ڈھول بدعت، رائج مرثیے معصیت اور ساختہ کربلا
مجمع بدعات ہے ان کے مرتکب کو امام بنانا گناہ ہے ٩٩
ناٹک میں جانے والے امام، واعظ اور شیخ کے
بارے میں سوال۔ ٩٩
ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا
نامہذب ہونے کی دلیل ہے۔ ٩٩
بے نماز سخت شقی، فاسق، فاجر، مرتکب کبائر
مستحق جہنم ہے۔ ٩٩
انگریزی بال رکھنا خلاف سنت وضع فساق ہے ١٠٠
آج کل کے روافض اسلام سے خارج ہیں۔ ١٠٠
بلا نکاح کسی کے پاس رہنے والی عورت
فاسقہ ہے۔ ١٠٠
فاسقوں کے یہاں کا کھانا فی نفسہ حرام نہیں۔ ١٠٠
فاسقوں سے میل جول نہ چاہیے خصوصاً مقتدا کو۔ ١٠٠
فال کھولنا کبھی کفر اور کبھی معصیت ہوتا ہے۔ ١٠٠
اگر کوئی کسی کا گھڑا توڑ دے تو اس کا تاوان دے ١٠١
کوئی چیز ہاتھ سے پاک کی جائے تو اس کے
پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ ١٠١
جس لباس کا پہننا ناجائز ہو اس میں نماز
مکروہ تحریمی ہے۔ ١٠١
چار سوالوں پر مشتمل استفتاء۔ ١٠١
قصداً حلال شرعی کو حرام کرنے والا، غیر مقلدوں
کی غیر شرعی امداد کرنے والا، بکلف جھوٹی شہادت
دینے والا اور منکر حق سے منحرف ہونے والا
سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہے اس کے پیچھے نماز
ناجائز ہے۔ ١٠٢
ایک جعلی پیر اور درویش کے بارے میں
سوال۔ ١٠٢
مشکوۃ شریف کو جھٹلانے والا اور غیر سید کو
سید ظاہر کرنے والا فاسق و فاجر اور مرتکب کبائر
ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ١٠٢
سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا
مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ١٠٣
جو شخص سود خور ہے اور حلال کمائی بھی رکھتا ہے
اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے
اگرچہ اس میں فتویٰ جواز ہے۔ ١٠٣
جمعہ کے فرضوں اور سنتوں کی نیت کا بیان۔ ١٠٣
شوہر کا حکم مانے تو نماز کا وقت ختم ہو جائیگا
ایسی صورت میں نماز پڑھے شوہر کا حکم ماننا
حرام ہے۔ ١٠٣
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین
کرنے والوں کو کافر جاننا حق ہے ایسے شخص
پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح ضرور
لازم نہیں۔ ١٠٣

جماعتِ مسنونہ سے پہلے الگ الگ نماز پڑھنے والے گنہگار ہیں مگر فرض ادا ہو جائے گا۔ ۱۰۳

جماعتِ اولیٰ سے کچھ لوگ اتفاقاً رہ جائیں تو مصلیٰ سے ہٹ کر جماعت کرا لیں۔ ۱۰۳

ضمیمہ نماز و طہارت

گلی کوچوں میں کھلی پھرنے والی مرغی کے جوٹھے سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۷

عوام کو صلوٰۃ عند الطلوع سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۰

ایک رکعتی نماز جس طرح جواہر خمسہ میں مذکور ہے مذہبِ حنفی میں ممنوع ہے۔ [illegible]

جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے اور اس پر نماز جائز ہے۔ ۱۸۱

نکاحِ حرام سے پیدا ہونے والے کی امامت جائز ہے۔ ۱۹۱

دو بہنوں کے ایک مرد کے ساتھ نکاح کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ۱۹۲

باپ کے غیر کی طرف نسب کو منسوب کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ ۲۰۰

امامتِ صغریٰ کی ترتیب میں شرفِ نسب بھی وجہ ترجیح ہے۔ ۲۰۲

احق بالامامۃ کون ہے۔ ۲۰۲

فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ ۲۴۹

اگر کسی کی قراءت بلاقصد اوزانِ موسیقی سے کسی وزن کے موافق ہو تو اصلاً حرج نہیں حتیٰ کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز ہے۔ ۳۵۸

روافض کی مسجد میں سُنّی کی نماز کا حکم ۳۸۰

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت چلّے میں کب پاک ہوتی ہے۔ تفصیلی فتویٰ۔ ۳۸۳

سودی پیسے سے بنائے ہوئے تالاب سے وضو کرنا جائز ہے۔ ۵۳۲

خطبہ جمعہ کے وقت سلام و کلام مطلقاً حرام ہے ۵۹۰

جمعہ و عیدین کے خطبہ میں ساتھ ترجمہ پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ ۶۰۹

علماء کے پیچھے نماز سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکمِ شریعت کا ملنا ہے۔ ۶۱۵

تفریقِ جماعت و ترکِ جماعت دونوں حرام ہیں۔ ۶۱۷

راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۶۲۲

فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ۶۲۶

روزہ و زکوٰۃ و حج

روزۂ عصر اور اس کے فوائد ۱۰۵

حدیث و فقہ میں روزۂ عصر کی اصل نہیں بعض مشائخ کے معمولات سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں۔ ۱۰۵

زکوٰۃ و فطرانہ مسجد میں دے تو ادا نہ ہوں گے۔ ۱۰۶

خلافت فنڈ میں زکوٰۃ و فطرانہ دینا درست نہیں۔ ۱۰۶

زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ ۱۰۶
تعمیر کا روپیہ کرتا شرکی اجرت سے قطعی
حرام ہے۔ ۱۰۶
زکوٰۃ و فطرہ اور تعمیر کی آمدنی خلافت فنڈ میں
دینے سے متعلق سوال کے بے منشا ہونے کا
بیان۔ ۱۰۶
کیا عورت بلا اذن شوہر حج کے لئے جا سکتی ہے
یا نہیں۔ ۱۰۶

ضمیمہ روزہ و زکوٰۃ و حج

ایک یتیم خانہ میں وہابی نیچری وغیرہ بدمذہب
شامل ہیں سنی مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا
چاہئے یا نہیں، اس میں زکوٰۃ کی مد سے چندہ دیا
تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور وہ چندہ باعث اجر و
ثواب ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۰
زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے۔ ۱۳۱
حالت روزہ میں حقنہ لگانا منع ہے۔ ۴۸۹
سودی روپیہ سے حج کرنا جائز نہیں، ہاں فرض
حج ذمہ سے ادا ہو جائے گا۔ ۵۲۲
حج کو جانے کے لئے مسلمان کمپنی کے ہوتے ہوئے
انگریزی کمپنی جو کہ سودی معاملہ کرتی ہے کے ذریعے
سفر کرنا کیسا ہے، اس سے متعلق چند سوالات
پر مشتمل استفتاء۔ ۵۹۸
کس طرح سے استنجا کرنا روزہ کو توڑ دیتا ہے ۶۸۰
جبر کا روزہ رکھنے کی وجہ۔ ۶۵۳

جنازہ و زیارت قبور و مزارات اولیاء

زیارت اولیاء اللہ کے واسطے جانا قطعت
جائز ہے۔ ۰۹
مردہ پیدا ہونے والے بچے کو نال کاٹے بغیر
دفن کیا جائے گا۔ ۰۹
مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا درست نہیں۔ ۱۱۰
سوائے روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے عورتوں کا مزارات اولیاء و دیگر قبور پر
جانا پسندیدہ نہیں۔ ۱۱۱
تین سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۱۱۱
سارق، بدمعاش اور فاسق و فاجر جبکہ
مسلمان ہو تو اس کی نماز جنازہ فرض ہے ۱۱۲
چوری اور جوئے وغیرہ سے حاصل شدہ مال
پر ختم پڑھنا حرام، اس کا کھانا حرام اور اس کو
کھانے والا قابل امامت نہیں۔ ۱۱۲
مال حرام کو صدقہ کرکے امید ثواب رکھنے والا
اس کو قبول کرکے دعا کرنے والا اور آمین
کہنے والا کافر ہے۔ ۱۱۲
جس شخص کے پاس مال حرام و حلال مخلوط
ہوں اور اس کا خاص حرام ہونا معلوم نہ ہو یا
زر حرام سے کوئی چیز خریدی جس کی خریداری میں
زر حرام پر نقد و عقد جمع نہ ہوئے ہوں تو اس
پر ختم و فاتحہ پڑھنے اور اس کو کھانے میں حرج
نہیں اگرچہ خلاف احتیاط ہے۔ ۱۱۳

ضمیمہ جنازہ و زیارت قبور و مزارات اولیاء

نماز جنازہ میں فاتحہ کا بارادہ ثنا پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۳۳۸
قبر پر اذان دینے کا حکم شرعی۔ ۳۴۳
مزارات پر چادر چڑھانا اور اس سے پھول وغیرہ توڑ کر نعت خوانوں کو بار ڈالنا کیسا ہے۔ ۴۰۲
ایام موت کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ ۵۸۵
زوجہ کا کفن دفن شوہر پر فرض ہے۔ ۹۱۱
عزیز و اقارب کا کفن دفن کب فرض ہے۔ ۹۱۱
ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے تو فرض عین ہو جاتا ہے۔ ۹۱۱

ایصال ثواب، صدقہ و خیرات، سوال

بزرگان دین کی نذر و نیاز کے لئے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی خریدنا کیسا ہے۔ ۱۱۵
ہندو عموماً ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں لہذا ان کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ سے پرہیز چاہئے۔ ۱۱۵
"الاصل الطہارۃ" قاعدہ کلیہ ہے۔ ۱۱۵
"الیقین لا یزول بالشک" ضابطہ عام ہے۔ ۱۱۶
"المرء یقیس علی نفسہ" (ہر شخص دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہے) ۱۱۶
مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۶
گلی کوچوں میں کھلی پھرنے والی مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۷
میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شیرینی پر پنج آیت پڑھ کر تقسیم کرنا جائز ہے اور پنج آیت میں شادی و غمی کا تفرقہ اور اسے مجلس غم سے مخصوص ماننا باطل و بے اصل ہے۔ ۱۱۸
اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو کسی ایک سے قرآنی سورت کی تلاوت کراتے۔ ۱۱۸
مسئلہ کی تائید احادیث مبارکہ سے۔ ۱۱۸
مجلس میلاد و مساکین میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمول علماء کرام و بلاد اسلام ہے۔ ۱۱۹
اقوال و عبارات ائمہ سے مسئلہ کی تائید۔ ۱۱۹
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کلام پاک کا ثواب پہنچانا جن بزرگوں کے نزدیک جائز ہے ان میں سے چودہ کے اسماء گرامی۔ ۱۲۰
ایصال ثواب کا طریقہ ۱۲۱
اہداء ثواب کے عدم جواز کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ کا نظریہ درست نہیں۔ ۱۲۱
سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کئی عمرے کئے۔ ۱۲۲
حضرت علی ابن موفق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ستر حج کئے۔ ۱۲۲

ابن سراج علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دس ہزار سے زائد قرآن ختم کے اور دس ہزار کے قریب قربانیاں کیں۔ ۱۲۲

حضرت ابو المواہب درود شریف کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرتے جس کی برکت سے ایک لاکھ افراد کے شفیع بنائے گئے۔ ۱۲۲

درود پاک کی فضیلت و برکت۔ ۱۲۳

شریعت میں ثواب پہنچانے کے لئے کوئی دن مقرر نہیں جب چاہیں کریں۔ ۱۲۳

کسی کھانے یا شیرینی پر بچے کی فاتحہ دلا کر تقسیم کرنا جائز اور اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ ۱۲۳

بچہ اہل ثواب میں سے ہے۔ ۱۲۴

تقریب نکاح وغیرہ میں آکر مانگنے والے نقالوں کو کچھ دینا کس صورت میں جائز ہے۔ ۱۲۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک شاعر سائل کو کچھ دینے کے بارے میں حضرت بلال کو حکم۔ ۱۲۵

مختلفی حلوہ شب برات کی تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔ ۱۲۵

اجناس سے ایک ایک مٹھی ہر کھانے کے موقع پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے الگ کرلینا جائز و مستحب ہے، ایسا کرنے والے اور اس کے مؤیدین سب کے لئے اجر جزیل ہے۔ ۱۲۶

علم عبادت سے افضل ہے۔ ۱۲۶

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۶

امور خیر کے لئے چندہ کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ۱۲۷

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۷

مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے کے متعدد واقعات۔ ۱۲۸

بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو بخش کر مساکین کو دینا جائز و مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے۔ ۱۲۹

میت کے سیوم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا پھر ان کو اور بتاشوں کو مساکین وغیر مساکین میں تقسیم کرنا جائز مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دئے جائیں۔ ۱۲۹

زید کے پاس کچھ روپیہ وجہ حلال کا اور کچھ حرام کا ہے زید یہ بھول گیا ہے کہ اس میں وجہ حلال کا کتنا روپیہ ہے اب اگر زید اس روپیہ سے خیرات کرنا چاہے تو کیسے کرے۔ ۱۳۰

ایک یتیم خانہ میں وہابی نیچری وغیرہ بدمذہب شامل ہیں سنی مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں، اس میں زکوٰۃ کی مد سے چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، اور وہ چندہ باعث اجر و ثواب ہوگا یا نہیں۔ ۱۳۰

احکام غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں نادر و موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ۱۳۰

جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ۱۳۱

زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے۔ ۱۳۱
خیرات کی فاتحہ جائز، یونہی بزرگوں کا عرس اگر
منکرات شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے۔ ۱۳۲
شعبان کی چودہ تاریخ کو حلوہ پکا کر حضرت اویس
قرنی اور سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰے
عنہما کی فاتحہ دلانے کے بارے میں استفتاء۔ ۱۳۳
شریعت اسلامیہ میں ایصال ثواب کی اصل ہے ۱۳۳
صدقات مالیہ کا ثواب باجماع ائمہ اہلسنت
پہنچتا ہے۔ ۱۳۳
تخصیصات عرفیہ از روئے حدیث جائز ہیں۔ ۱۳۳
جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری
نہیں۔ ۱۳۳
منع خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری
ہے۔ ۱۳۳
جو بات اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے منع نہیں فرمائی کسی اور کو منع کا
حق نہیں۔ ۱۳۴
رسالہ ردّ القحط والوباء بدعوۃ
الجیران ومواساۃ الفقراء ۱۳۵
(مشترکہ طور پر مسلمان محلہ داروں کے صدقہ و
خیرات کی ایک صورت کا بیان) ۱۳۵
ایک علاقے کا رواج ہے کہ جب وہاں ہیضہ
چیچک اور قحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا
کے واسطے اہل محلہ مل جل کر دعوت پکاتے ہیں
فقراء وعلماء کو بھی کھلاتے ہیں اور خود اہل محلہ
بھی اس میں سے کھاتے ہیں، کیا ایسی صورت
میں طعام مطبوخہ کا کھانا محلہ داروں کو جائز ہے
یا نہیں۔ ۱۳۵
مشترکہ دعوت میں سے اہل دعوت کو کھانا
جائز ہے۔ ۱۳۶
بے منع شرعی ارتکاب ممانعت جہالت و
جرأت ہے۔ ۱۳۶
اہل محلہ کا مل جل کر کھانا تیار کرنا تاکہ اس میں سے
مساکین وفقراء، علماء وصلحاء، اعزاء و
اقارب اور پڑوسی سب ہی کھائیں ابواب
جنت کی تعداد کے برابر آٹھ خوبیوں کا حامل
ہے۔ ۱۳۶
اہمیت وفضیلت صدقہ وخیرات سے متعلق
احادیث کریمہ۔ ۱۳۷
صدقہ اللہ تعالٰے کے غضب کو بجھاتا اور بری
موت کو دفع کرتا ہے۔ ۱۳۷
آدھا چھوہارا صدقہ کرنا بھی دوزخ سے بچنے
کا سبب ہوسکتا ہے۔ ۱۳۷
مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے۔ ۱۳۸
اللہ تعالٰے صدقہ کے سبب سے بری موت
کے ستر دروازے دفع فرماتا ہے۔ ۱۳۸
صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ ۱۳۸
صدقہ ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں سب سے
ہلکی جذام وبرص ہیں۔ ۱۳۹
صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقے سے آگے قدم
نہیں بڑھاتی۔ ۱۳۹

صدقہ بری قضا کو ٹال دیتا ہے۔ ۱۳۹

خفیہ و ظاہر کثرت سے صدقہ کرنے سے رزق دیا جاتا ہے اور بگڑیاں سنور جاتی ہیں۔ ۱۴۰

مومن اور ایمان کی کہاوت ۱۴۰

اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ ۱۴۱

جو رزق میں وسعت اور مال میں برکت چاہتا ہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ ۱۴۱

تقویٰ و صلہ رحمی سے رزق وسیع، عمر دراز اور بری موت دور ہوتی ہے۔ ۱۴۲

تمام نیکیوں سے جلد تر ثواب صلہ رحمی کا ہے۔ ۱۴۳

صلہ رحمی کرنیوالے محتاج نہیں ہو سکتے۔ ۱۴۳

بھلائی کے کام بری موتوں اور آفتوں سے بچاتے ہیں جو دنیا میں احسان والے ہیں وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے۔ ۱۴۳

بھلائی کے کام کرنے والے سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ ۱۴۴

مسلمان بھائی کا دل خوش کرنا موجب مغفرت اور عند اللہ بعد از فرائض محبوب ترین عمل ہے۔ ۱۴۴

جو اپنے مسلمان بھائی کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے۔ ۱۴۶

قریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا جنت کو واجب کر دیتا ہے۔ ۱۴۶

اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والی اشیاء یہ ہیں:
(۱) سلام کو پھیلانا،
(۲) لوگوں کو کھانا کھلانا،
(۳) رات کو نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں۔ ۱۴۷

لوگوں کو کھانا کھلانے والے کے فضائل۔ ۱۴۸

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے۔ ۱۵۰

دینی بھائیوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت ۱۵۱

کھانا مل کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ ۱۵۱

تین چیزوں میں برکت ہے۔ ۱۵۲

ایک آدمی کی خوراک دو کو اور دو کی چار کو کفایت کرتی ہے۔ ۱۵۲

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ ۱۵۲

پسندیدہ ترین کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس پر ہاتھوں کی کثرت ہو۔ ۱۵۲

مشترکہ طور پر کھانا تیار کر کے کھانے اور علماء و صلحاء و مساکین و اقرباء کو کھلانے سے پچیس ۲۵ فوائد حاصل ہونے کی امید ہے۔ ۱۵۳

بغرض حصول شفاء و دفع بلایا متفرق اشیاء کو جمع کرنے کا ایک عجیب نسخہ نافعہ۔ ۱۵۴

بزرگان دین اور اسلاف کرام سے منقول متفرقات کو جمع کرنے کی مبارک ترکیبیں۔ ۱۵۵

جمع متفرقات کی کامل نظیر۔ ۱۵۶

کرامات اولیاء و رویائے صالحہ سے لا علاج

مرض درست ہوگئے۔ ۱۵۴
سات برس سے بہنے والا پھوڑا ٹھیک ہوگیا۔ ۱۵۴
امام حاکم صاحب مستدرک کے منہ پر نکلے پھوڑے درست ہوگئے۔ ۱۵۶
صدقہ و خیرات کو زیادہ نافع بنانے کے لیے چند امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ۱۵۷
قحط سالی کے زمانہ میں مسلمانوں کا مل جل کر مشترکہ طور پر کھانا تیار کرکے خود بھی کھانا اور دوسروں کو بھی کھلانا بہت ہی مناسب ہے۔ ۱۶۰

ضمیمہ ایصال ثواب صدقہ و خیرات سوال

صدقہ واپس نہیں لیا جاتا۔ ۵۲۹
اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام ہے۔ ۵۶۲

ذکر و دعا

میت کو جہراً کلمہ پڑھتے ہوئے قبرستان لے جانا پھر واپسی پر کلمہ پڑھتے ہوئے میت کے گھر تک آنا اور اس کلمے کا ثواب میت کو بخش دینا جائز ہے یا نہیں، اور اس کو کفر و شرک کہنے والا خاطی ہے یا نہیں۔ ۱۶۱
مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقات قرآن مجید و ارشادات احادیث کثیرہ جانب جواز و ندب ہیں۔ ۱۶۱
چالیس احادیث مقدسہ سے مسئلہ کی تائید اور ذکر الٰہی کی فضیلت۔ ۱۶۲
نفس ذکر خدا و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حد ذاتہٖ اصلاً متعلق نہی و قبح نہیں۔ ۱۶۸
اللہ و رسول کا ذکر اہم و اعظم مقاصد شرع مطہر ہے۔ ۶۸
نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی نہ عائد بذکر بالتقیید عارض تا خصوصِ عارض مختص بافراد مختصہ بعارض۔ ۱۶۹
محل ریا و سمعہ میں ذکر جہر ممنوع ہے۔ ۱۶۹
مواضع نجاسات میں ذکر لسان ناجائز ہے۔ ۱۶۹
حدیث خیر الذکر الخفی کا مطلب۔ ۱۶۹
جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بنا پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اسارۃ ظن بالمسلمین ہے۔ ۷۰
جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر و مندوب ہو اور کراہت جاوہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربہ اس کا ترک مجرہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصد شرع سے بعید ہے۔ ۱۷۰
عوام کو صلوٰۃ عند الطلوع سے منع نہ کیا جائے ۱۷۰
ذکر الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحت شرعیہ نہیں۔ ۱۷۱
عوام کو مسجد میں ذکر بالجہر سے منع نہ کیا جائے۔ ۱۷۱
تائید میں عبارات ائمہ کرام۔ ۱۷۱
عبارات علماء سے واضح ہوگیا کہ ذکر جہر میں کراہت بھی ہے تو صرف اس قدر کہ خوبی ذکر کی

مقاومت کرسکے۔ ۱۷۳

کراہت تنزیہہ کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔ ۱۷۳

یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں منکر شدہ انکو کا مرتکب کر دیتا ہے۔ ۱۷۳

وقت پھیلنے وباء و بلیات و آندھی و طوفان شدہ وغیرہ کے اذان کہنا شرعاً جائز ہے۔ قرآن و حدیث سے دلیل۔ ۱۷۴

مجلس میلاد شریف سے روکنا ذکر خدا سے روکنا ہے۔ ۱۷۵

کس صورت میں مجلس میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔ ۱۷۵

مزدور وقابلۂ مزدوری میں نفل نماز ادا ذکر ہے۔ ۱۷۵

اپنے تحفظ کی دعا ہر مخالف کے مقابل جائز ہے۔ ۱۷۶

دعاء شر کافر و بد مذہب پر کی جائے۔ ۱۷۶

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت و عداوت رکھنے والا کامل مومن ہے۔ ۱۷۶

سنی صحیح العقیدہ کے لئے بد دعا نہ کی جائے چاہے وہ کتنا ہی مخالف ہو۔ ۱۷۷

جواہر خمسہ کیسی کتاب ہے اور اس میں وارد اعمال کیسے ہیں۔ ۱۷۷

ایک رکعتی نماز جس طرح جواہر خمسہ میں مذکور ہے

مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ ۱۷۷

بعد نماز باواز بلند کلمہ شریف پڑھنا کیسا ہے اور اس سے روکنے والا امام کیسا ہے۔ ۱۷۸

کلمہ طیبہ اصل الاصول اور افضل الاذکار ہے جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل چاہنا شارع کی ضد ہے۔ ۱۷۹

ذکر بالجہر کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ۱۷۹

جہر مفرط کیا ہے، جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً کیسا ہے۔ ۱۸۰

اجتماعی طور پر ذکر کرنا حسن ہے یہی یہ ہے ذکر جہر جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ۔ ۱۸۰

عام راستوں میں عدہ نعت سے متعلق سوال۔ ۱۸۱

جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے اور اس پر نماز جائز ہے۔ ۱۸۱

جو لوگ نماز کے بعد ذکر جلی کرتے ہیں ان پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ۱۸۱

بد دعا کرنا گنہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام۔ ۱۸۲

ذکر جلی جائز ہے۔ ۱۸۲

حد معین ذکر جلی کی یہ ہے کہ اتنی آواز سے نہ ہو جس میں اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔ ۱۸۲

ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا، سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا اور روتا وغیرہ افعال اگر بجالتِ وجد صحیح ہیں تو حرج نہیں اور اگر ریاء کے لئے ہیں تو حرام ہیں۔ ۱۸۲

ضمیمہ ذکر و دعا

ذکر شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز ہے جبکہ استخفاف کی نیت نہ ہو۔ ۴۳۵

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے۔ ۴۳۵

نکاح و طلاق

(محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت)

عورت نے خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے سے شادی کی تو جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی۔ ۱۸۳

کسی عورت کا خاوند دوسرے ملک چلا گیا اور عورت کی خبرگیری نہیں کرتا، اب عورت نے سنا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا ہے تو یہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ ۱۸۳

نکاح پر فسادِ طاری کی خبر کن شرطوں کے ساتھ مقبول ہے۔ ۱۸۳

مجرد اخبارِ عن الاخبار کوئی شئی نہیں۔ ۱۸۳

تحری قلب بابِ احتیاط سے ہے۔ ۱۸۳

ایک کا قول دوسرے کے حق میں کافی نہیں خود اپنے دل کی شہادت چاہیے۔ ۱۸۹

فتاویٰ ہندیہ وغیرہ سے مسئلہ کی تائید اور اخبار عن الاخبار کی متعدد صورتیں۔ ۱۸۹

نکاحِ حرام سے پیدا ہونے والے کی امامت جائز ہے۔ ۱۹۰

جو نکاحِ حرام سے پیدا ہوا اس کو نکاح میں بیٹی دینا اور اس کی شادی میں لوگوں کا شامل ہونا جائز ہے۔ ۱۹۱

نکاحِ حرام میں دانستہ شریک ہونے والے سخت گنہگار ہیں۔ ۱۹۱

سنی لڑکی کا غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے۔ ۱۹۱

غیر مقلد سے نکاح پر مجبور کرنے والے سخت ظالم اور زنا کے ساعی ہیں۔ ۱۹۱

ایک عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح قطعی حرام، اس کو درست کہنا کلمۂ کفر ہے۔ ۱۹۲

دو بہنوں کے ایک مرد کے ساتھ نکاح کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ۱۹۲

دو بہنوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنے والے قاضی اور گواہوں نے اگر حلال جان کر ایسا کیا تو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کریں۔ ۱۹۲

قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں، ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ ۱۹۳

ماہِ محرم میں نکاح کیا جائز ہے۔ ۱۹۳
نسبی، رضاعی اور صہری محارم کی تفصیل۔ ۱۹۴
عورتوں کا آپس میں جنسی مذاق مشروط طور پر
جائز ہے۔ ۱۹۴
تین طلاق کے بعد بے حلالہ عورت کو رکھنا حرام،
اس سے وطی زنا، اور اولاد ولد الزنا ہے۔ ۱۹۵

ضمیمہ نکاح و طلاق

بلا نکاح کسی کے پاس رہنے والی عورت
فاسقہ ہے۔ ۲۰۰
سیدزادی کا غیر سید سے نکاح شرعاً
کیسا ہے۔ ۲۰۶
چند باطل نکاحوں کی مثالیں۔ ۲۰۶
نکاحوں میں کثرت مصارف کچھ ضروری نہیں۔ ۲۰۲
بیوہ کو دورانِ عدت کوئی گنا اور کسی طرح کا
سنگار جائز نہیں۔ ۲۰۳
بعد ختم عدت اگر بیوہ نتھ وغیرہ نہ پہنے تو حرج نہیں
مگر اس کو ناجائز سمجھنا ممنوع ہے۔ ۲۰۳

نسب

ایک مجہول النسب شخص کے بارے میں سوال
جو خود کو سید کہلاتا ہے۔ ۱۹۷
غیر سید جو دیدہ و دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے
اس کا فرض و نفل قبول نہیں۔ ۱۹۸

باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسب منسوب
کرنے والے کے لئے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۹۸
لفظ شیخ کے معانی۔ ۱۹۹
جولاہا کس معنی میں خود کو شیخ کہلا سکتا ہے۔ ۱۹۹
اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے
والے کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۰۰
مسلمانوں کو دھوکا دینے والے کے لئے
سخت وعید۔ ۲۰۰
باپ کے غیر کی طرف نسب کو منسوب کرنیوالے
کی امامت مکروہ ہے۔ ۲۰۰

رسالہ اراءۃ الادب لفاضل
النسب ۲۰۱
(نسب کے شرعاً معتبر ہونے یا
نہ ہونے کا بیان) ۲۰۱
جو اصل کسی کا کاشتکار یا نوربافت یا ماہی فروش
ہو اس کی اولاد کو ماشا، جولاہا یا مشاری
وغیرہ کہہ کر پکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہو
درست ہے یا نہیں۔ ۲۰۲
علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا
روا ہے یا نہیں۔ ۲۰۲
مولوی محمد لطف الرحمٰن صاحب کا جواب۔ ۲۰۲
اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا
وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ ۲۰۲
جس نے شریعت کے مطابق کام کرنا چھوڑ دیا
اس کا نسب کام نہ دے گا۔ ۲۰۲

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ۔ ۲۰۴

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلاحاجت شرعیہ ایسے لفظ سے پکارنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اور اس کو ایذا پہنچے شرعاً حرام ہے اگرچہ فی نفسہ وہ بات سچی ہو۔ ۲۰۴

ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں۔ ۲۰۴

جو شخص کسی کو بُرے لقب سے پکارے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۲۰۴

مسلمان کو ایذا دینے والا رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ ۲۰۴

مدارِ نجات تقویٰ پر ہے نہ کہ محض نسب پر۔ ۲۰۵

حدیث "من ابطأ به عمله لم يسرع به نسبه" کے معنی۔ ۲۰۵

شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے۔ ۲۰۵

سلسلہ طاہرہ و ذریت عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نافع ہے۔ ۲۰۶

سیدزادی کا غیر سید سے نکاح شرعاً کیسا ہے

چند باطل نکاحوں کی مثالیں۔ ۲۰۶

امامتِ صغریٰ کی ترتیب میں شرفِ نسب بھی وجہ ترجیح ہے۔ ۲۰۶

احق بالامامت کون ہے۔ ۲۰۶

قریش کی خلافت ۲۰۶

امامتِ کبریٰ قریش کے ساتھ مخصوص ہے ۲۰۶

اہلِ قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ۔ ۲۰۸

اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ ۲۰۸

فقط ذکرِ قریش پر مشتمل قرآنی سورۃ۔ ۲۱۳

قریش برکت کے درخت ہیں۔ ۲۱۳

عزت دار اور بہتر قریش ہیں۔ ۲۱۳

اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند۔ ۲۱۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۱۸

قبیلہ معد بن عدنان کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی وحی۔ ۲ ۸

سب سے بہترین جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ ۲۱۹

اول با آخر نسبتے دارد ۲۲۰

اشکالات و نکات ۲۲۰

عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے ۲۲۱

مشرکینِ عرب پر جزیہ نہیں رکھا جائے گا۔ ۲۲۱

عربوں کی زمین پر خراج کبھی نہیں لگایا جائے گا وہ بہرحال عشری ہے۔ ۲۲۱

اعلیٰ درجہ کے اشراف علماء و سادات ہیں ۲۲۲

لغزشیں ۲۲۲

کریموں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ ۲۲۲

تعدیل، تعظیم ۲۲۳

اخلاقِ فاضلہ ۲۲۳

مشاہدہ شاہد ہے کہ شریف میں دیگر اقوام سے حیاء و حمیت و تہذیب و مروت وغیرہا بکثرت

اخلاق حمیدہ موہوبہ و مکسوبہ میں زائد ہیں۔	۲۲۴
قوم فارس کی فضیلت۔	۲۲۵
اولادِ کسریٰ ہزار سال صاحب تخت و تاج رہی۔	۲۲۵
امام اعظم اور امام بخاری علیہما الرحمۃ فارسیوں میں سے ہیں۔	۲۲۵
شرافت و دناءت کسی شہر کی سکونت پر نہیں۔	۲۲۶
ان دونوں باتوں میں فرق ہے کہ فلاں امام نے نساجی کی اور فلاں نساج امام ہوگیا۔	۲۲۶
انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائیں مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا۔	۲۲۶
امانت دار	۲۲۷
چار خصلتیں	۲۲۸
نیک عورتیں	۲۲۹
کفو میں شادی	۲۲۹
نفع آخرت	۲۳۱
روزِ قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر قریش ہوں گے	۲۳۲
ترجیح قریش کی ہوگی۔	۲۳۳
حضور علیہ السلام سے قرابت کا نفع۔	۲۳۳
جنت میں بلند درجہ والا کون۔	۲۳۶
شفاعت و مغفرت۔	۲۳۷
دو یتیموں کی دیوار اور اصلاح اعمال	۲۳۹
واقعہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام۔	۲۳۹
مومن کی اولاد کا ثواب اور اس کا اجر	۲۴۱
صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات۔	۲۴۲
فضائل اہلبیت۔	۲۴۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہلبیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں۔	۲۴۵
آیت کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ" کی تفسیر۔	۲۴۵
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چار افراد قدسی۔	۲۴۶
حوضِ کوثر پر سب سے پہلے کون آئے گا۔	۲۴۶
تنبیہ نبیہ اور تقیہ۔	۲۴۷
آیات و احادیث مذکورہ سے حاصل ہونے والے پانچ فوائد جلیلہ۔	۲۴۷
حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیۂ کریمہ "الحقنا بهم ذريتهم" میں تطبیق۔	۲۴۷
نفی نفع مطلق اور نفی مطلق نفع میں فرق ہے	۲۴۷
سلب فضل کل اور سلب کل فضل میں فرق	۲۴۸
رد تقویۃ الایمان	۲۴۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ و علاقہ مضبوط تر اور غیر منقطع ہے۔	۲۵۰
تفاضل انساب ثابت اور شرعاً معتبر ہے۔	۲۵۲
آلِ رسول، انصار اور عرب کی تعظیم نہ کرنے والے پر سخت وعید۔	۲۵۳
نسب پر فخر کرنا جائز نہیں۔	۲۵۵
لفظ شیخ کے معانی اور اطلاقات۔	۲۵۵
ابتداءً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔	۲۵۵
جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے	

اس پر جنت حرام ہے۔ ۲۵۶

رسم و رواج

(ریاء و تفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ)
لیلۃ القدر کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا،
روشنیوں کا اہتمام کرنا، میلاد شریف کی تقریبات
میں مکانوں کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا
عرسوں کے موقع پر شامیانوں اور حضور انور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار پر ایسا بندوبست
کرنا کیسا ہے۔ ۲۵۷
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد
"زوّقت مساجد ناموس اللہ قد برلٹ
یا ابن الخطاب"۔ ۲۵۸
پیران پیر کا پیوند دینا کیسا ہے، اور اس کی
کیفیت کا بیان۔ ۲۵۹
دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور
مسلمان کو ممانعت ہے۔ ۲۶۰
مذکر جانور یعنی بیل اور بھینسا کو ہل جوتتے وقت
اور مادہ کو بیاہتے وقت قیمت کا دسواں حصہ
نکالنا، درختوں کو پیر صاحب کا کر کے استعمال
میں لانا حرام سمجھنا، کھیتوں سے پیر صاحب کا حصہ
دینا کیسا ہے نیز پیر صاحب کی بودی، مدار پیر کی
چُٹیا وغیرہ رسوم کا کیا حکم ہے۔ ۲۶۱
کھیت میں حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کے نام کا حصہ دینا کس صورت میں جائز اور
کس میں ناجائز ہے۔ ۲۶۱
ریاء و تفاخر کی نیت سے برادری کو کھانا کھلانا
حرام ہے اور صلہ رحمی کی نیت سے مستحب ہے ۲۶۲
سات گز سے بلند مکان بنانا کیسا ہے۔ ۲۶۳
طاق شبید اور طاق پرستی کی رسموں کا کیا حکم ہے؟ ۲۶۴
نومولود کی ولادت سے قبل نیا مکان بنوانا اور
پرانے کو منحوس سمجھنا کیسا ہے۔ ۲۶۴
بدفالی اور بدشگونی مشرکوں کا طریقہ ہے ۲۶۵
مکان مسکونہ میں درخت پپیتا لگانا شرعاً ممنوع و
منحوس نہیں۔ ۲۶۶
خواب میں سفر دلیل ظفر و صحت ہے۔ ۲۶۷
سودی قرض لے کر شادی بیاہ پر کھانا کھلانا
اور اس کو کھانا کیسا ہے، کیا ایسے لوگوں کا جنازہ
پڑھا جائے گا۔ ۲۶۸
بچہ کی ناری چھپانا سنت ہے اور اس کی
خصوصیت کوئی نہیں۔ ۲۶۹
آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس
دن صحتیابی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض وفات کی ابتداء
اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ ۲۷۱
ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو ساتوں سلام
بے معنی بات ہے۔ ۲۷۱
خاتون جنت سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی طرف منسوب کُونڈوں کی رسم محض بے اصل
ہے۔ ۲۷۱

کچھ مخصوص تاریخوں کو شادی کے لئے نقصان دہ سمجھنا باطل و بے اصل ہے ۔ ۲۷۲

از روئے شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے یا نہیں ۔ ۲۷۲

شادی کے موقع پر ہندوؤں کی رسم کے مطابق گانے باجے، پیشانی پر ہلدی کا ٹیکا لگانے اور لڑکے کی سالگرہ کے روز گلے میں عمر کی گرہ لگانا ناجائز وگناہ ہے ۔ ۲۷۳

عیدین کے روز مسلمانوں کا شان و شوکت اسلام ظاہر کرنا، توپوں کے فیر کرنا، نشان و گھوڑا اور تاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جانا کیسا ہے ۔

اظہار شوکت کی اصل حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رمل و اضطباع اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دینا ہے ۔ ۲۷۳

رسالہ ھادی الناس فی رسوم الاعراس ۔

(شادیوں کی بعض رسوم مثلاً سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان)

شادی کے موقع پر آتشبازی، بندوق چھوڑنا، لکڑی کھیلنے، گانے بجانے اور نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے دلہن کے گھر تک لے جانے کا سوال ۔ ۲۷۷

تین کے سوا تمام لہو مسلمان کے لئے ممنوع ہیں۔ ۲۷۷

شادیوں اور شب برات پر آتشبازی حرام ہے ۔ ۲۷۹

فضول خرچی کی مذمت اور اس پر وعید شدید ۲۷۹

مروّج گانے بجانے ممنوع ہیں ۔ ۲۸۰

ایک ناپاک وملعون رسم کا بیان جس پر صدہا لعنتیں اللہ تعالیٰ کی اترتی ہیں ۔ ۲۸۰

غیر شرعی حرکات پر شادی میں مسلمان ہرگز شریک نہ ہوں ۔ ۲۸۰

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ ۔ ۲۸۱

اعلان نکاح کے لئے دف بجانے کے جواز کی شرطیں ۔ ۲۸۱

شادی وغیرہ کے موقع پر کیسے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے ۔ ۲۸۱

بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں اور رنڈیوں ڈومنیوں وغیرہا کو ہرگز گھر میں قدم نہ رکھنے دیا جائے ۔ ۲۸۱

صحبت بد زہر قاتل ہے ۔ ۲۸۲

عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنٰی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے ۲۸۲

مسائل مذکورہ پر احادیث کریمہ سے دلائل (دف بازی کا مشروط جواز) ۲۸۳

شادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یا نہیں ۔ ۲۸۹

اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنے کے بارے میں سوال۔ ۲۸۹

آتشبازی بنانا اور چھوڑنا کب جائز اور

کب ناجائز ہے۔ ۲۹۰
ایک مرتکب محرمات شخص کے بارے میں
سوال (بزبان فارسی) ۲۹۱
لہو ولعب میں مستغرق شخص کی مذمت قرآن و
حدیث سے۔ ۲۹۲
آیۂ کریمہ "ومن الناس یشتری لہو الحدیث"
کی تفسیر۔ ۲۹۳
مغنیات کی بیع وشراء ممنوع ہے۔ ۲۹۳
"واستفزز من استطعت منہم بصوتک" (الآیۃ)
میں آواز شیطان سے مراد غنا، ومزامیر ہے ۲۹۴
(بالجملہ) خلاصہ یہ کہ اجنبیہ عورت کا بے حجابانہ
مردوں کی مجلس میں آنا آٹھ خرابیوں کا باعث ہے ۲۹۶
جس کی حرمت ضروریات دین سے ہو اس کو
حلال جاننے والا کافر ہے۔ ۲۹۶
بعض لہو ایسے ہیں جو کبیرہ اور بعض ایسے صغیرہ
ہوتے ہیں جو اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ ۲۹۶
تمام کھیل باطل ہیں سوائے تین کے کہ وہ حق
ہیں، تیر اندازی، اسپ تازی اور بازن خود بازی۔ ۲۹۷
دنیا کب ملعون ہے۔ ۲۹۷
فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ ۲۹۹
قلیان کشیدن یعنی حقہ نوشی کا شرعی حکم۔ ۲۹۹
بوقت نکاح خوشبو لگانا اور گلے میں پھول
ڈالنا جائز ہے۔ ۳۰۰
خوشبو لگانا سنت اور اس کے پسندیدہ ہونے
پر دلائل حدیثیہ۔ ۳۰۰

چار چیزیں سنن مرسلین میں سے ہیں علیہم الصلوٰۃ
والسلام۔ ۳۰۱
اعلان نکاح وغیرہ کے لئے دف بجانے کے بارے
میں مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ
سلامت اللہ کا فتویٰ اور مصنف علیہ الرحمہ کا
اس پر محققانہ تبصرہ۔ ۳۰۳
خلاصہ جواب المولوی ریاست علی خان۔ ۳۰۴
خلاصہ جواب الشاہ سلامت اللہ
فی تائیدہٖ۔ ۳۰۶
جواب از مصنف علیہ الرحمۃ۔ ۳۰۹
اعلان نکاح کے لئے اور دیگر انواع مستحبہ
میں اظہار سرور کے لئے کب اور کس کو دف
بجانا جائز ہے اور کس کو ناجائز ہے۔ ۳۰۹
احادیث کریمہ سے استدلال۔ ۳۱۰
اللہو حقیقۃ حرام کلہا۔ ۳۱۲
مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ سلامت اللہ
علیہما الرحمۃ کی تحسین۔ ۳۱۴
جس کام سے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اس
سے منع کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ ۳۱۶
وہابیہ تمام جاہل ہوتے ہیں۔ ۳۱۶
وہابی مفتی کو اسراف کا معنی معلوم نہیں۔ ۳۱۶
غرض محمود اور غرض مذموم میں اتفاق کے
درمیان بون بعید ہے ۳۱۷
ہر اتفاق اسراف نہیں۔ ۳۱۷

پھولوں کا سہرا جس میں کلیاں اور پتی وغیرہ ہو جائز ہے یا نہیں۔ ۳۱۹
شرعِ شریف کا قاعدہ کلیہ ہے جس چیز کو اللہ ورسول اچھا بتائیں وہ اچھی، جس کو بُرا بتائیں وہ بُری ہے، اور جس سے سکوت فرمائیں وہ اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے۔ ۳۲۰
آجکل کے مخالفِ اہلسنت کی روش ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک و بدعت و ضلالت کہہ دیا۔ ۳۲۰
کسی چیز کو جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں بلکہ ناجائز کہنے والا قرآن وحدیث سے دلیل لائے۔ ۳۲۰
سوال میں مذکور سہرے کا حکم شرعی۔ ۳۲۰
کون سی نئی بات کو بدعت کہا جاتا ہے۔ ۳۲۰
حدیث شریف "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی تشریح و توضیح۔ ۳۲۰
بربنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت کا قاعدہ۔ ۳۲۱
خلاصۂ حکم۔ ۳۲۲

ضمیمہ رسم و رواج

دلدل بدعت، رائج مرثیے معصیت اور ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے ان کے مرتکب کو امام بنانا گناہ ہے۔ ۹۹
ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں حصہ لینا بدمذہب ہونے کی دلیل ہے۔ ۹۹

حدود و تعزیرات

حدِ قذف کے بارے میں طویل استفتاء کا جواب۔ ۳۲۴
حدِ قذف اسّی کوڑے ہیں۔ ۳۲۴
غیر سلطان کو حد جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ ۳۲۴
تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۳۲۴
منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۳۲۴
مجمع میں گناہ ہو تو مجمع ہی میں توبہ کی جائے۔ ۳۲۴
کسی کی منکوحہ کو اپنے پاس رکھ کر زنا کرنے والے کو مسلمان برادری سے نکال دیں۔ ۳۲۵
مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ ۳۲۶
ثبوت زنا کے لئے چار گواہ مرد ثقہ متقی درکار ہیں۔ ۳۲۶
بوڑھے زانی کی سزا کیا ہے۔ ۳۲۶
اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے دشمن تین شخص ہیں۔ ۳۲۶
زنا کاری اور ناچ گانے کو پیشہ بنانے اور اس کی کمائی کھانے والوں کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ۳۲۷
مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادۃ اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہے۔ ۳۲۹
گناہ سے توبہ کرلے تو پچھلے گناہ سے عیب

لگانا سخت حرام ہے۔ ۳۲۹

زن وشو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے۔ ۳۲۹

ایک شخص صاحب علم ہے مگر نماز روزے کا تارک ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے۔ ۳۳۰

کسی مجرم پر زجر آیا گیا روپیہ حرام ہے، تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۳۳۱

منسوخ پر عمل حرام ہے۔ ۳۳۱

آداب

(مجلس وعظ، مسجد، قبلہ، اذان واقامت، تلاوت، خطبہ، درود وسلام، اوراد ووظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، حاجت، سفارش، مصحف، کتب اور سونے سے متعلق آداب) ۳۳۵

معلمین چارپائی پر بیٹھے یا لیٹے ہوں اور لڑکے کتابیں لئے نیچے بیٹھے ہوں تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۵

نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں۔ ۳۳۶

بلاضرورت کتاب پر دوات رکھنا منع ہے۔

کتابوں والے صندوق کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ ۳۳۶

حروف تہجی کلام اللہ ہیں کیونکہ ہود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ۳۳۷

کتب وغیرہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں۔ ۳۳۷

کتابوں کے شروع میں بسم اللہ بطور تبرک لکھی جاتی ہے نہ کہ بطور آیت قرآنی۔ ۳۳۷

تغییر قصد سے تغییر حکم ہو جاتا ہے۔ ۳۳۷

جنب کو آیات قرآن بہ نیت ذکر ودعا پڑھنا جائز ہے۔ ۳۳۷

نماز جنازہ میں فاتحہ کا بارادۂ ثنا پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۳۳۸

بوسیدہ قرآن مجید اور دیگر اوراق کو جلا دینا کیسا ہے۔ ۳۳۸

مصاحف بوسیدہ کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنے کا طریقہ۔ ۳۳۹

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احراق مصحف کے وقوع کی وجہ۔ ۳۳۹

بعض کتب حنفیہ کی طرف منسوب عبارت "کہ پیشاب سے آیت قرآنی کا لکھنا جائز ہے" کا متعدد وجوہ سے رد اور معترض کی دھوکا دہی کا پردہ چاک۔ ۳۴۰

فتاوی بزازیہ معتبر کتابوں میں معدود نہیں۔ ۳۴۱

رمل کے بارے میں حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توضیح وتشریح۔ ۳۴۵

حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ اصل مذہب ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۳۴۷

حوالہ جات ۳۴۸

جو ائمہ حقنہ کے لئے بھی ناپاک چیز کا استعمال

جائز نہ جانیں وہ آیات قرآنیہ کو ناپاک چیز سے لکھنا کیسے جائز بتائیں گے۔ ۳۴۹

قبلہ رو برہنہ ہو کر اپنی عورت سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ ۳۴۹

بحالتِ برہنگی قبلہ کو منہ یا پشت کرنا مکروہ ہے کچھ آدابِ قبلہ کا ذکر۔ ۳۵۰

رنڈیوں کا مسجد میں چراغ جلانا کیسا ہے۔ ۳۵۰

ایک مجلس میں باآوازِ بلند یا خفی چند اشخاص کا تلاوت کرنا اور تھوڑا تھوڑا بانٹ کر پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۵۱

آدابِ تلاوتِ قرآن کا بیان۔ ۳۵۲

بوقتِ قراءتِ قرآن مجید استماع و انصات فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ، ثانی اوسع اور اوّل احوط ہے۔ ۳۵۲

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق اور دونوں قولوں میں تطبیق۔ ۳۵۲

ہر خطبہ کی سماعت واجب ہے۔ ۳۵۳

چند افراد کا اونچی آواز سے قرآن پڑھنا کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۳۵۴

وعظ کے درمیان میں واعظ کا اشعارِ مدحیہ اور حدیثوں کا ترجمہ خوش الحانی سے پڑھنا اور قرآنی آیات کو لحنِ عرب میں پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۵

خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید تلاوت کرنے کی ترغیب میں دس حدیثیں۔ ۳۵۵

اگر کسی کی قراءت بلا قصد اوزانِ موسیقی سے کسی وزن کے موافق ہو تو اصلاً حرج نہیں حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز ہے۔ ۳۵۸

فتاوٰی خیریہ سے تائید۔ ۳۵۸

بالقصد راگنی پر قرآن عظیم کو درست کرنا یعنی گانے کی طرح پڑھنا ضرور حرام ہے۔ ۳۶۰

حمد و نعت، ذکرِ موت، تذکیرِ آخرت اور احوالِ قیامت وغیرہ سے متعلق اشعار پڑھنا جائز ہیں۔ ۳۶۳

سیدنا حضرت حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھایا جاتا۔ ۳۶۳

بارگاہِ رسالت میں حدی خوانی کے لئے صحابہ مقرر تھے۔ ۳۶۴

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب۔ ۳۶۴

حضرت انجشہ حبشی، عبداللہ بن رواحہ اور عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہم حدی خوانِ بارگاہِ رسالت ہیں۔ ۳۶۴

روز عمرۃ القضاء دخولِ مکہ کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے آگے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجزیہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔ ۳۶۵

بالکل ممانعت گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں۔ ۳۶۵

حدیث میں عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ

کیوں دی گئی۔ ۲۶۸
امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کی تصنیف "کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع" کا حوالہ۔ ۲۶۹
ایک ہی مکان میں دو بیویوں سے بے پردہ مباشرت کرنا کیسا ہے۔ ۲۷۰
قبر پر اذان دینے کا حکم شرعی۔ ۲۷۳
احکام مسجد سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۲۷۴
بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا فضول ہے۔ ۲۷۵
مسجد کے روپیہ سے چونے کی قلعی کرنا حرام ہے ۲۷۵
مسجد میں تلاوت قرآن جائز ہے، اگر نمازیوں میں خلل نہ آتا ہو تو بلند آواز سے بھی جائز ہے۔ ۲۷۵
بے اعتکاف مسجد میں سونا ممنوع ہے۔ ۲۷۵
بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے قبل تلاوت قرآن مجید جائز ہے۔ ۲۷۵
راستے میں چلتے ہوئے قرآن مجید پڑھنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ ۲۷۵
بیدار ہو کر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے۔ ۲۷۵
حقہ پیتے ہوئے سبق پڑھانا برا ہے۔ ۲۷۶
کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوار مسجد کے سہارے بیٹھنا نامناسب ہے۔ ۲۷۷
بوسیدہ مصحف شریف کو جلانا ممنوع ہے دفن کرنا چاہیے۔ ۲۷۶
اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ ۲۷۶
بیوی کا پستان منہ میں لے کر جماع کرنا کیسا ہے ۲۷۶
عورت خود اپنا پستان منہ میں لے کر پیتی ہے تو کیا حکم ہے۔ ۲۷۷
محراب کی دیواروں پر آیات کریمہ اس طرح کندہ ہیں کہ جب سے پیٹ اور پیچھے پڑتی ہیں، کیا حکم ہے ۲۷۷
محراب میں کوئی شے شاغل نظر نہ ہونی چاہیے۔ ۲۷۸
مسجد میں وعظ کس کی اجازت سے ہونا چاہیے۔ ۲۷۸
جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے ۲۷۸
جس شخص کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو اس کو مسجد سے روک سکتے ہیں ۲۷۸
مسجد کی چھت ہمیشہ محل علماء اسلام ہے ۲۷۹
حائضہ بیوی سے صحبت جائز ہے۔ ۲۷۹
مسجد میں چندہ مانگنا کن صورتوں میں جائز ہے۔ ۲۸۰
روافض کی مسجد میں سنی کی نماز کا حکم۔ ۲۸۰
علماء اور نعت خوانوں کی نقدی وغیرہ میں جو خدمت کی جاتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۲۸۰
روزانہ دو پارے تلاوت کرنا افضل ہے یا ترجمہ کے ساتھ پارے کا ایک ربع۔ ۲۸۲
قرآن پاک کا کون سا ترجمہ پڑھنا چاہیے۔ ۲۸۲
تلاوت قرآن کتنی آواز سے کرنا چاہیے۔ ۲۸۲
جوتے مسجد کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۸۲
مقبروں کے در و دیوار پر آیات قرآنی یا اسمائے الٰہیہ لکھنا کیسا ہے۔ ۲۸۲

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت چلے میں کب پاک ہوتی ہے۔ تفصیلی فتوی۔ ۳۸۴

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونے میں کوئی حرج نہیں۔ ۳۸۵

کعبہ کی طرف پاؤں کرکے لیٹنا کیسا ہے۔ ۳۸۵

بیوی سے ہمبستری کس طرح سنت ہے۔ ۳۸۵

دن میں بیوی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے۔ ۳۸۵

تکبر و عناد کے طور پر یہ کہنا کیسا ہے کہ ہماری چارپائی مجلس وعظ سے دور بچھاؤ تاکہ کان میں وعظ کی آواز نہ آئے۔ ۳۸۶

ہاتھوں پر اللہ اور محمد گُدوانا شرعاً کیسا ہے۔ ۳۸۷

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر ترف (م) لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۸۸

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہیے۔ ۳۸۸

ایک پتھر پر "رمضان المبارک" کندہ ہے اسکے اوپر سے گزرنا کہ اس پر پاؤں آئیں کیسا ہے ۳۸۸

رمضان اسماء الہیہ سے ہے۔ ۳۸۸

حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ ان میں کچھ لکھا ہو۔ ۳۸۸

مسجد کی تاریخ پتھر پر کندہ کرا کے مغربی دیوار میں نصب کرنا نیز چندہ دینے والے کا نام پتھر پر کندہ کرانا درست ہے یا نہیں۔ ۳۸۹

حضرات انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام، صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالی عنہ اور اولیاء و علماء کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کہنے کا کیا حکم ہے نیز غیر صحابی کے ساتھ رضی اللہ تعالی عنہ کہنا کیسا ہے۔ ۳۸۹

اخبار روزنامہ صحیفہ حیدر آباد دکن کے نام اور آیت قرآنی پر مشتمل مونوگرام بنوانے سے متعلق استفتاء۔ ۳۹۰

تعظیم قرآن عظیم ایمان مسلم ہے۔ ۳۹۱

تعظیم اور بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے۔ ۳۹۱

زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا علماء کرام نے سخت مذموم و خلاف ادب قرار دیا ہے۔ ۳۹۱

نقشۂ انگشتری مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم۔ ۳۹۲

مجلس وعظ و نصیحت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام سن کر سامعین کو درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۳

وہ مقامات جہاں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۳۹۵

مسجد بنانا خیر کثیر ہے۔ ۳۹۶

نکاحوں میں کثرت مصارف کچھ ضروری نہیں۔ ۳۹۶

گم شدہ شئی کی دریافت کیلئے یٰسٓ شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طریقے سے چور کا پتا معلوم کیا جاتا ہے، یہ طریقہ ٹھیک

ہے یا نہیں۔	۳۹۶	بوسیدہ قرآن مجید اور مقدس اوراق کو لحد	
فال کیا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں۔	۳۹۶	بنا کر دفن کیا جائے نہ کہ غرق۔	۴۰۳
انگریزی قلم و روشنائی سے تعویذ لکھنے سے		جس مکان میں آیات کریمہ و اذکار لکھے گئے ہوں	
اجتناب چاہیے۔	۳۹۷	اس میں جانا و برہنگی بے ادبی ہے۔	۴۰۴
غیر مذہب کو آیات قرآنی لکھ کر نہ دی جائیں۔	۳۹۷	آیات قرآنی پر مشتمل کچھ کارڈوں پر لکھا ہوتا ہے	
اعمال میں ایام و وقت اور زکوٰۃ و ورد کی کچھ		کہ ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر لوگوں میں تقسیم کرو ورنہ	
اصل ہے یا نہیں۔	۳۹۷	نقصان ہوگا، یہ محض بے اصل بات ہے۔	۴۰۴
اعمال حُب و بغض و حاجات وغیرہ مسجد میں		دوران تلاوت کسی معظم دینی کی تعظیم کے لئے کھڑا	
پڑھے جائیں یا خارج۔	۳۹۸	ہونا۔	۴۰۵
جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس کی		تماشا گاہوں اور شادی وغیرہ کی مجلسوں میں	
حالتیں دو ہیں۔	۳۹۸	حمد و نعت وغیرہ پڑھنا کیسا ہے۔	۴۰۵
اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ سے وضو		صحن مسجد مسجد ہے فقہاء اس کو مسجد صیفی	
پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، ناغہ کی صورت میں ان		کہتے ہیں اور سقف کو مسجد شتوی۔	۴۰۶
کی قضا ہے یا نہیں۔	۳۹۹	تعویذات یا آیات قرآنیہ کا نقش جداول میں	
دوران وظیفہ خوانی سلام کا جواب دیا جا سکتا		لکھنے کا حکم۔	۴۰۶
ہے یا نہیں۔	۳۹۹	شفاعت حسنہ اور شفاعت سیئہ سے کیا	
سفر کو جانے کے کس قدر دن ہیں۔	۴۰۰	مراد ہے۔	۴۰۷
اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح		مسجد میں امام کو بدن دبوانا جائز ہے۔	۴۰۷
سفر کی حد میں نہیں آتا۔	۴۰۰	گیارھویں شریف میں تعظیم کے لئے اٹھنا	
اردو اخبارات ردی میں فروخت کر دینا کیسا ہے؟		کیسا ہے۔	۴۰۷
مسجد کے اندر سوال کرنا اور سائل کو دینا کیسا ہے	۴۰۱	ماتم و نوحہ محرم وغیر محرم میں حرام ہے۔	۴۰۷
آداب مسجد سے متعلق دو حدیثیں۔	۴۰۱	رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے۔	۴۰۷
مزارات پر چادر چڑھانا اور اس سے پھول		مزارات اولیاء پر شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے۔	۴۰۷
وغیرہ توڑ کر نعت خوانوں کو بانٹنا کیسا ہے	۴۰۲	نیک کام سے روکنے والا مناع للخیر ہے اور	
ناقابل استعمال بوسیدہ قرآنی اوراق سے متعلق حکم	۴۰۳	مناع للخیر ہونا شیطانی کام ہے۔	۴۰۷

زمین پر قرآنی آیت لکھنا ناجائز اور بے ادبی ہے ۲۰۸
منبر شریف پر بیٹھ کر میلاد پڑھنا جائز ہے، منبر
وعظ و خطبہ کے لیے مختص نہیں۔ ۲۰۸
منبر مسند رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ۲۰۹
جاہل اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی کتاب
پڑھ کر سنائے۔ ۲۰۹
جاہل کا وعظ کہنا حرام اور اس کا سننا بھی
حرام ہے۔ ۲۰۶

○ رسالہ الکشف شافیا حکم

فونو جرافیا۔

(فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز
اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم) ۲۱۱
فونوگراف اور فونوگراف میں فرق۔ ۲۱۲
فونوگراف کی تصویر اپنی ذی الصورۃ سے مباین
اور اس کی محض ایک مثال و شبیہ ہوتی ہے۔ ۲۱۲
فونوگراف سے جو سنا جاتا ہے وہ خود اصل قاری
کی آواز ہوتی ہے نہ کہ اس کی حکایت و تصویر۔ ۲۱۲
یہاں دو دعوے ہیں جن کو ثابت کرنا مطلوب ہے ۲۱۴
دعویٰ اول ۲۱۴
فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ
کی آواز ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری
و متکلم ہو یا آلہ طرب وغیرہ۔ ۲۱۴
دعویٰ دوم ۲۱۴
بذریعہ تلاوت جو فونو میں ودیعت ہوا پھر
تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا

حقیقۃً وہ قرآن عظیم ہی ہے۔ ۲۱۴
مقدمہ اولیٰ ۲۰۴
آواز کیا ہے، کیونکر پیدا ہوتی ہے، کیسے
سننے میں آتی ہے، ذریعہ حدوث کے بعد
باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا
ہو جاتی ہے، کان سے باہر بھی موجود ہے یا
کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ ۲۰۴
آواز کنندہ کی طرف آواز کی اضافت کیسی ہے
اور اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے
یا نہیں۔ ۲۱۴
قرع و قلع کا معنی۔ ۲۱۴
آواز کی تعریف ۲۰۴
اللہ تعالیٰ نے آواز کو گوش سامع تک پہنچنے
کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔ ۲۱۵
ہوا لینت و رطوبت میں پانی سے زائد تر ہے ۲۰۵
قرع اول سے متحرک و متشکل ہونے والی ہوا سے اول
کا وہی سلسلہ قرع بر قرع سوراخ گوش میں
بچھے ہوئے پٹھے تک پہنچ کر اس کو بجاتا ہے
جس سے اس میں وہ اشکال و کیفیات پیدا
ہوتی ہیں جن کو آواز کہا جاتا ہے پھر اس
ذریعے سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس
ناطقہ کے سامنے حاضر ہوتی ہیں۔ ۲۱۵
اور ادراک سمعی محض باذن اللہ حاصل ہوتا ہے۔ ۲۱۵
ہر شئی کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ
عزوجل ہے۔ ۲۱۵

عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی قرع وقلع ہے۔ ۲۱۵
آواز سننے کا سبب عادی تموج وتجدد قرع وقلع تا ہوائے جوف صماخ ہے۔ ۲۱۵
جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے۔ ۲۱۵
دور کی آواز کم کیوں سنائی دیتی ہے اور ایک حد کے بعد بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۱۵
تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ ۲۱۵
زمین سے مخروط ظلی، آنکھ سے مخروط شعاعی اور آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے۔ ۲۱۶
مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہو ایک ایک تنہا سب تک پہنچے گا اور سب اس آواز کو سنیں گے جو کان ان مخروطوں سے باہر ہے وہ نہ سنیں گے۔ ۲۱۶
تھپیڑوں کے تعدد سے آواز میں تعدد لازم نہ آئے گا۔ ۲۱۶
آواز اس شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے۔ ۲۱۶
پانی میں غوطہ لگانے والے دو شخصوں میں سے ایک کی آواز دوسرا سن سکتا ہے۔ ۲۱۶
پانی اتنا لطیف نہیں جتنی ہوا ہے۔ ۲۱۶
تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر نہ موقوف علیہ۔ ۲۱۶
آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قرع وقلع ہے۔ ۲۱۷
مصنف علیہ الرحمہ نے سبب آواز کے بارے میں قدماء سے اختلاف کیوں کیا۔ ۲۱۷
فلاسفہ غلط کاری وخطا شعاری کے عادی ہیں۔ ۲۱۸
اس بات کا اثبات کہ حدوث آواز کو قرع وقلع بس ہے تموج کی حاجت نہیں۔ ۲۱۸
دلیل اول (اولاً) ۲۱۸
قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں۔ ۲۱۸
دلیل دوم (ثانیاً) ۲۱۹
اگر شکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور شکل ختم ہو جائے اور یہ باطل ہے۔ ۲۱۹
سلسلۂ تموج میں تسلسل باطل ہے۔ ۲۱۹
سبب سے مسبب کا تخلف ہونا باطل ہے۔ ۲۱۹
حدوث آواز سے متعلق نظریات فلاسفہ کا ابطال اور ان کے استدلالات کا جواب۔ ۲۱۹
تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہے ۲۲۲
حروف کی تین قسمیں ہیں، لفظیہ، فکریہ، خطیہ۔ ۲۲۶
سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز

ہوتا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اُسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچتا ہے۔ ۴۲۷
ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ تشکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں۔ ۴۲۷
آواز کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ ۴۲۷
آواز آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ حاملِ متکیف کی صفت ہے، ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ ۴۲۷
آواز کنندہ کی موت کے بعد آواز ثبت رہ سکتی ہے۔ ۴۲۸
انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہو سکتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا۔ ۴۲۸
تموج کے دوبارہ حدوث سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ دوسری آواز پیدا ہوگی۔ ۴۲۸
وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے۔ ۴۲۸
واقع میں تمام الفاظ و جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوق میں سے ایک امت ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ۴۲۸
کلمات ایمانی تسبیح رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸
کلمات کفر اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸
لطافت و رطوبت جس طرح باعث سرعت انفعال ہے یونہی مورث سرعت زوال بھی ہے۔ ۴۲۹
کیفیات اشکال اصوات کے تحفظ کا پہلے کوئی ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا اب بمشیت الٰہی یہ آلہ ایجاد ہوگیا جس میں آوازیں ایک زمانہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ۴۲۹
متقدمین یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموج ہوا ختم ہوتا ہے آواز محفوظ و مخزون رہتی ہے ۴۲۹
حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ۴۳۰
آواز ملاہی کی علت تحریم تشخصات نہیں بلکہ اس کا لہو ہونا ہے ۴۳۱
آواز ملاہی میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلے سے بھی پیدا ہوں گی اپنا رنگ لائیں گی۔ ۴۳۳
جب علت حرمت قطعاً حاصل ہو تو حکم حرمت کیونکر زائل ہو سکتا ہے۔ ۴۳۳
یہ بات بداہت کے خلاف ہے کہ فونو سے سازوں کی آوازیں مورث طرب نہیں۔ ۴۳۳
لذت کلی مشکک ہے۔ ۴۳۳
طرب کا معنی۔ ۴۳۳
علامہ سید محمد عبدالقادر الاہدل شافعی کے توقف کا دس وجوہ سے رد۔ ۴۳۳
اولاً تا عاشراً۔ ۴۳۳
مقدمہ ثانیہ۔ ۴۳۶

وجودِ شئی کے چار مراتب ہیں (۱) وجود فی الاعیان (۲) وجود فی الاذہان (۳) وجود فی العبارۃ (۴) وجود فی الکتابۃ ۴۳۹

حق حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ بانفسہا ۴۴۰

ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدۂ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی ہواطن وجود و تحقیقی مجالِ شہود ہیں۔ ۴۴۰

تعریف قرآن مجید اور اس کے مناقب۔ ۴۴۰

صورت جبرائیل ۴۴۱

کلام اللہ واحد لاتعدد لہ بحال۔ ۴۴۲

جس طرح کاغذ کی رقم میں وہی قرآن مرقوم ہے اسی طرح جو فونو میں بھر اگیا اور اب اس سے ادا ہوتا ہے بالکل وہی قرآن ہے نہ کہ غیر قرآن۔ ۴۴۳

فونو سے آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت واجب کیوں نہیں ہوتا۔ ۴۴۴

طوطی و مینا کو آیت سجدہ سکھا دی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۶

مجنون کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ ۴۴۶

سوتے میں کسی نے آیت سجدہ پڑھی تو کیا سجدہ تلاوت کا وجوب ہوگا۔ ۴۴۷

صدا کس کو کہتے ہیں۔ ۴۴۸

صدائے سنائی دینے والی آواز پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۸

صدا میں ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے۔ ۴۴۸

حق علماء نے معنی ثانی کو ترجیح دی ان کے ہاں پھر اس کے بیان میں عبارات مختلف ہیں۔ ۴۴۸

مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ بصورت صدا پہاڑ وغیرہ سے ٹکرا کر ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے نہ کہ ہوائے اول۔ ۴۵۰

پہلی دلیل (اولیٰ) ۴۵۱

دوسری دلیل (ثانیاً) ۴۵۱

اگر تموج دو ہیں (۱) تحرک (۲) تشکل۔ جو صدمہ تحرک کو روک دے وہ تشکل کو بھی نہیں رہنے دیتا۔ ۴۵۱

ایک اعتراض اور اس کا جواب۔ ۴۵۲

وجوب سجدہ تلاوت سماع اول پر ہے نہ کہ سماع معاد پر۔ ۴۵۲

سماع صدا سماع معاد ہے۔ ۴۵۲

فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہے۔ ۴۵۲

مقدمہ جلیلہ مہدہ کے بعد تنقیح اصل مسئلہ۔ ۴۵۲

مسئلہ کی صور عدیدہ و وجوہ شتی کا بیان۔ ۴۵۲

وجہ اول ۴۵۲

اگر فونو کی پلیٹیں نجس مسالا کی بنی ہوتی ہیں تو اس میں قرآن مجید کا بھرنا حرام قطعی اور سخت گناہ ہے اور اس پر مطلع ہونے کے باوجود اس میں قرآن بھروانے والے،

سنانے والے اور اس پر راضی ہونے والے
سب گنہگار ہوں گے۔ ٣٥٢
اسپرٹ قطعاً شراب ہے اور حرام ہونے کے
ساتھ پیشاب کی طرح نجس بھی ہے۔ ٣٥٣
نجس کاغذ پر قرآن مجید لکھنا حرام و
گناہ ہے۔ ٣٥٣
نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ ٣٥٣
حمام میں تلاوتِ قرآن مکروہ ہے۔ ٣٥٣
غسلِ میت سے قبل اس کے پاس تلاوتِ قرآن
کا حکم شرعی۔ ٣٥٣
وجہ دوم ٣٥٥
فقہیات میں ظن یقین کے ساتھ ملحق ہوتا ہے
خصوصاً احتیاط فی الدین کے معاملہ میں۔ ٣٥٥
محرمات میں شبہ ملحق بہ یقین ہے۔ ٣٥٥
قرآن کا عام طور پر بجانا، سننا، سنانا سب
کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے اور قرآن عظیم
کھیل تماشے کے لئے نہیں اترا۔ ٣٥٥
قرآن مجید کو کھیل تماشے کے طور پر سننے والوں
اور دین کو کھیل تماشا بنانے والوں کے لئے
وعید شدید۔ ٣٥٥
وجہ سوم ٣٥٧
جس مجلس لہو و لغو میں کھیل تماشے کے طور پر
قرآن مجید سنا جا رہا ہو وہاں اگر کوئی شخص
تذکر و تفکر کے طور پر بھی سنے تو گناہ سے بری
نہ ہوگا۔ ٣٥٧

مجلس لہو و لعب میں شریک ہونا ناجائز ہے
اس پر آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ ٣٥٧
وجہ چہارم ٣٥٨
مثلاً کسی نے خاص جلسہ کر کے فونو سے کسی اچھے
قاری کی آواز میں بطور تذکر و تفکر قرآن مجید
سنا اور سنانے والا بھی صالح ہے تو اس
میں دو نظریں ہیں۔ ٣٥٨
نظر اول ٣٥٨
کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج
نہیں اگرچہ ان ہی کی ایجاد ہو۔ ٣٥٨
فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں۔ ٣٥٨
فونو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہرگز نہ
آواز کی طرف اسی کی ہے جیسے اذان یا وعظیہ
کی کلام کی طرف بلکہ حروفِ ہجا کے معنی کی
طرف۔ ٣٥٨
حروفِ ہجا من حیث ہی حروف الہجاء علوم
رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے وضع نہیں
کئے گئے بلکہ وہ آلۂ تادیۂ معانی مختلفہ ہیں ان
سے اچھے برے جیسے معانی چاہیں ادا
کر سکتے ہیں۔ ٣٥٨
فونو اس حیثیت سے کہ وہ ایک آلہ مطلقہ
ہے اس کو حسن یا قبح سے موصوف نہیں
کر سکتے بلکہ وہ حسن و قبح، مدح و ذم، منع و
اباحت اور ثواب و عتاب میں اس چیز کے
تابع ہے جو اس سے ادا کی جاتی ہے۔ ٣٥٨

تصویر بہت اچھی بھی ہے اور سخت بری بھی۔ ۲۵۸
شعر اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ ۲۵۹
نظر دقیق ۲۶۱
شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے حرام کو مدد پہنچے اس کو بھی حرام فرما دیتی ہے۔ ۲۶۱
جو چیز بنانا ناجائز ہو اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ممنوع ہے۔ ۲۶۱
خواجہ سراؤں کا خریدنا اور ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہے۔ ۲۶۱
بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز نیز گھوڑی سے خچر لینا بھی جائز ہے۔ ۲۶۲
جن کو بھیک مانگنا حرام ہے ان کو بھیک دینا بھی گناہ ہے۔ ۲۶۳
جس چیز کو بنانا ناجائز اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ناجائز ہے، اور جس چیز کو خریدنا اور کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کو بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔ ۲۶۴
ایک خیال باطل کا دفعیہ ۲۶۴
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کی کمسن بچیوں کو یہ کہنے سے کیوں منع فرمایا "وفینا نبی یعلم ما فی غد"۔ ۲۶۵
اللہ تعالیٰ کے بتانے سے احاطۂ غیب کا جاننا نبوت کی شان ہے۔ ۲۶۶
حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نعتیہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا جس میں تا قیامت علوم غیبیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت مانا۔ ۲۶۶
بالجملہ خلاصہ حکم، یہاں تین چیزیں ہیں: مصنوعات، مصنفات، مباحات۔ ۲۶۷
اول یعنی مصنوعات کا حکم۔ ۲۶۷
دوم یعنی مصنفات کا حکم۔ ۲۶۷
سوم یعنی مباحات کا حکم۔ ۲۶۸

رسالہ الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ۔
(روافض کی اذان اہلسنت وجماعت کو سننا کیسا ہے)

اہل تشیع نے جو اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کلمہ "خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل" کہنا اختیار کیا ہے اہلسنت وجماعت کے لئے یہ کلمہ صریح سننا تبرا ہے۔ ۲۷۲
تبرا کے معنی اظہار براءت وبیزاری ہیں ۲۷۲
"علی خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل" کہنے میں بالتصریح خلافت راشدہ حضرات خلفاء ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی نفی ہے۔ ۲۷۲
روافض کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا، اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی المرتضیٰ کا یہ حق چھین لیا تھا۔ ۲۷۲

روافض نے گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ سخت نامرد، بزدل، تارک حق اور مطیع باطل بتایا۔ ۲۷۲

دوستی بے خرداں دشمنی است ۲۷۲

حضرات خلفاء ثلثہ کی ثناء و مدحت اور ادب عقیدت اہلسنت کے اصول مذہب میں داخل ہے۔ ۲۷۳

اذان میں "خلیفہ بلافصل" کا اضافہ خود رافضیوں کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۲۷۳

مصنف علیہ الرحمہ نے روافض کی اپنی کتابوں سے تین امور پر سندیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) روافض کی حدیث و فقہ کی رو سے اذان ایک محدود عبارت اور معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔ ۲۷۳

(۲) ان کے نزدیک بھی اذان منقول ہیں اور عبارت بڑھانا ناجائز و گناہ ہے اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔ ۲۷۳

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتوں کی موجد ایک ملعون قوم ہے جنہیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔ ۲۷۳

سند امر اول ۲۷۴

سند امر دوم ۲۷۶

سند امر سوم ۲۷۶

تنبیہ لطیف ۲۷۸

کلمہ "خلیفہ بلافصل" کے تبرا ہونے کا ثبوت

کتب شیعہ سے۔ ۴۶۸

ہاں اب داد انصاف طلب ہے۔ ۴۶۹

ضمیمہ آداب

فال کھولنا کبھی کفر اور کبھی معصیت ہوتا ہے۔ ۱۰۰

موضع نجاسات میں ذکر لسانی ناجائز ہے۔ ۱۶۹

وقت پھیلنے وبا و بلیات و آندھی و طوفان شدید وغیرہ کے اذان کہنا شرعاً جائز ہے۔ ۱۷۲

نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع ہے ۴۵۳

حمام میں تلاوت قرآن مکروہ ہے۔ ۴۵۳

غسل میت سے قبل اس کے پاس تلاوت قرآن کا حکم شرعی۔ ۴۵۳

سودی پیسہ سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے۔ ۵۲۲

وظائف و اعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں۔ ۵۵۸

مصنف علیہ الرحمہ کے یہاں کی جملہ اجازات وظائف و اعمال و تعویذات میں نماز پابندی سے باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی شرط ہے۔ ۵۵۸

طوائف نے حرام کمائی سے مکان خرید کر

اس کی آمدنی مسجد کے نام لگادی گیا اس کو مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے۔ ۵۸۱
دوران عدت نکاح ہوا، گواہوں کو جو روپے ملے وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، لے جائیں یا نہیں۔ ۵۸۳
طوائف کے کسب سے خریدکردہ جانوروں کی آمدنی کو مصارف مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے۔ ۵۸۹
قرآن مجید کا احترام نہ کرنے والے معلم سے پڑھنا حرام۔ ۵۸۸
معلم اپنے احباب کے ساتھ تخت پر بیٹھتا ہے اور شاگرد قرآن مجید لے کر نیچے، تو یہ سب گستاخ ہیں۔ ۶۰۹

زینت

(کنگھی، سُرمہ، مِسّی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ)
عورتوں کے ناک چھیدنے اور مِسّی پہننے کے بارے میں پانچ سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۴۸۱
نتھ یا بلاق کے لئے عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے۔ ۴۸۲
کان کے گہنوں کے لئے عورتوں کا کان چھیدنا جائز ہے ۴۸۲
کان چھیدنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں متعارف و مشہور تھا۔ ۴۸۲
عورتوں کے لئے ناک اور کان چھیدنے کا جواز دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ ۴۸۲
ناک چھیدنا عورتوں کے لئے امر مباح ہے فرض، واجب و سنت اصلاً نہیں۔ ۴۸۳
جو مباح بنیت محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ ۴۸۳
مِسّی لگانی عورت کو مباح ہے اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب ہے ۴۸۳
جو دلالۃ النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ ۴۸۳
بیوہ کو دوران عدت کوئی گہنا اور کسی طرح کا سنگار جائز نہیں۔ ۴۸۳
بعد ختم عدت اگر بیوہ نتھ وغیرہ نہ پہنے تو حسرج نہیں مگر اس کو ناجائز سمجھنا ممنوع ہے۔ ۴۸۳
سیاہ خضاب ہر طرح کا سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ ۴۸۳
سُرخ مہندی کا سرخ خضاب سنت مستحب ہے۔ ۴۸۴
حدیث اور عبارات فقہاء سے مسئلہ کی تائید۔ ۴۸۴
روزانہ کنگھی کی ممانعت سے متعلق احادیث کو اور ان کا مطلب۔ ۴۸۵
بنیت صالحہ دن میں کئی بار کنگھی کرنے میں کوئی ممانعت و کراہت نہیں۔ ۴۸۶
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر دن میں دو بار سر کے بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔ ۴۸۶

مرد کو تنہا مہندی سے داڑھی میں خضاب کرنا یا اس میں کتم کی پتیاں ملانا جائز ہے۔ ۴۸۸
سیاہ خضاب وسمے کا ہو یا کسی اور چیز کا مطلقاً حرام ہے، مگر مجاہدین کو جائز ہے۔ ۴۸۸
احادیث کے حوالجات ۴۸۸
مہندی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاج دندان یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے جائز ہے۔ ۴۸۹
حالت روزہ میں مسی لگانا منع ہے۔ ۴۸۹
مرد یا عورت کو سر میں گھی ڈالنا، پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا جائز ہے۔ ۴۸۹
مہندی میں نیل ملا کر لگانا مرد کو کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔ ۴۹۰
ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے داڑھی اور سر میں مستحب۔ ۴۹۰
سیاہ خضاب حرام ہے۔ ۴۹۱
سیاہ خضاب کی ممانعت پر احادیث کثیرہ۔ ۴۹۱
سیاہ مقبول بالتشکیک ہے۔ ۴۹۲
سیاہ خضاب کو کبوتر کے پوٹے سے حدیث میں کیوں تشبیہ دی گئی۔ ۴۹۲
جو سیاہ خضاب لگائے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ ۴۹۲
تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثناء ہے۔ ۴۹۲
زوجہ جواں کے لئے سیاہ خضاب کا جواز ایک روایت مرجوحہ میں آیا ہے۔ ۴۹۲
مرجوح پر فتویٰ کا حکم جہل وخرق اجماع ہے۔ ۴۹۲
اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۴۹۳
جنگ دھوکا ہے (حدیث)۔ ۴۹۴

رسالہ حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب۔

(سیاہ خضاب کی حرمت کا سو[19] حدیثوں اور اقوال ائمہ سے ثبوت)
صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ ۴۹۶
حدیث اول ۴۹۶
حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاہ خضاب سے منع کر دیا گیا۔ ۴۹۶
حدیث دوم ۴۹۶
پیری کی سفیدی کو سیاہ رنگ کے علاوہ کسی رنگ سے بدلنے کی اجازت۔ ۴۹۶
حدیث سوم ۴۹۶
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنے والی قوم کی خبر دی۔ ۴۹۶
سیاہ خضاب لگانے والوں کیلئے وعید شدید۔ ۴۹۶
حدیث چہارم ۴۹۷
اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیاہ خضاب کرنے والوں کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ ۴۹۷
حدیث پنجم ۴۹۷
اللہ تعالیٰ بوڑھے کٹنے کو دشمن رکھتا ہے ۴۹۷

حدیث ششم	۴۹۷
نور خضاب مومن کا، سرخ خضاب مسلمان کا اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔	۴۹۷
حدیث ہفتم	۴۹۸
سپیدی نور ہے جس نے اس کو چھپایا اس نے نور کو زائل کیا	۴۹۸
سفید بال اکھاڑنا منع ہے۔	۴۹۸
حدیث ہشتم	۴۹۸
جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہے جب تک اسے بدل نہ ڈالے۔	۴۹۸
حدیث نہم	۴۹۸
سب سے پہلے بالوں کو مہندی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگائی۔	۴۹۸
سب سے پہلے خضاب سیاہ فرعون نے لگایا۔	۴۹۸
مہندی کے مستحب اور خضاب کے حرام ہونے کی وجہ۔	۴۹۹
حدیث دہم	۴۹۹
سیاہ خضاب کرنے والوں کا چہرہ اللہ تعالٰی قیامت کے روز کالا کرے گا۔	۴۹۹
حدیث یازدہم	۴۹۹
داڑھی منڈانے یا سیاہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالٰی کے یہاں کوئی حصہ نہیں۔	۴۹۹
داڑھی منڈانا اور اس کو سیاہ کرنا مثلہ ہے۔	۴۹۹
حدیث دوازدہم تا پانزدہم	۴۹۹
آخر عمر والوں میں سے بڑائی جیسی صورت بنانا دغا اور بدترین ہے۔	۴۹۹
سیاہ خضاب سخت حرام ہے۔	۵۰۰
حدیث شانزدہم	۵۰۰
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔	۵۰۰
عامۂ مشائخ کرام و جمہور ائمۂ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔	۵۰۰
علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں اس سے مراد کراہت تحریم لیتے ہیں۔	۵۰۱
کراہت تحریم کا مرتکب گنہگار اور مستحق عذاب ہوتا ہے۔	۵۰۱
سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے۔	۵۰۱
بالجملہ قول مذکور ہی مختار و منصور و مذہب جمہور اور ثابت بارشاد حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔	۵۰۱
احادیث و روایات میں مطلق سیاہ رنگ کی ممانعت ہے خواہ نیل ہو یا مہندی کا میل یا کوئی تیل سب ناجائز ہے۔	۵۰۱
سیاہ خضاب میں کس قدر مہندی ملانے سے حرمت جاتی رہتی ہے۔	۵۰۲
صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کیسا خضاب لگاتے تھے۔	۵۰۲
کون سا خضاب جائز و محمود ہے۔	۵۰۲
کتم کس چیز کا نام ہے اسکے معنی کی تحقیق۔	۵۰۲

مصنف کی تحقیق کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ ۵۰۳

وسمہ کا معنی ۵۰۴

اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں کہ رنگ میں ایک گونہ پختگی آجائے تو جائز ہے۔ ۵۰۵

شراب میں کس قدر نمک ملنے سے سرکہ ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ ۵۰۵

مال حرام مدار رنگ پر ہے جو کچھ سیاہ رنگ دے سب حرام ہے۔

کسب وحصول مال

(خرید و فروخت، اجرت، رشوت، سود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب، ذرائع آمدنی، حلال و حرام و مشتبہ سے متعلق مسائل) ۵۰۶

رنڈیوں اور ڈومنیوں کے ہاں مزدوری کرنا اور نصاریٰ کے پاس نوکری کرنا جائز ہے یا ناجائز ۵۰۶

اصل مزدوری فعل جائز پر سب کے ہاں جائز اور فعل ناجائز پر سب کے ہاں ناجائز ہے۔ ۵۰۶

اس کی تفصیل کہ جائز مزدوری پر زر اجرت، مال حرام سے لینا کیسا ہے وہ اکل حلال ہے یا نہیں۔ ۵۰۶

رنڈی وغیرہ کی ناجائز آمدنی ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتی ہے۔ ۵۰۷

وہ صورت کہ رنڈی کو ملنے والا مال رشوت قرار پاتا ہے۔ ۵۰۸

ایک صورت میں طوائف کی آمدنی مثل موہوب ہوتی ہے۔ ۵۰۸

رنڈیاں اور ڈومنیاں ایک صورت میں حاصل ہونے والی آمدنی کی مالک ہو جاتی ہیں۔ ۵۰۸

گانے والے کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کس صورت میں ہبہ اور کس صورت میں رشوت بنتا ہے۔ ۵۰۸

زر حرام بعینہٖ پر عقد و نقد کا اجتماع ہو تو اس کا لینا کیسا ہے۔ ۵۱۰

مال حرام و حلال اس طرح مل گئے کہ تمیز دشوار ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ ۵۱۲

اگر جیر کو کچھ خبر نہیں کہ زر اجرت مال حرام سے تو فتوی جواز ہے۔ ۵۱۵

اصل حلت ہے۔ ۵۱۵

بادشاہ کے انعام و عطیات کا حکم شرعی۔ ۵۱۵

ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں۔ ۵۱۶

اگر معلوم ہو کہ مستاجر کا مال اکثر حرام ہے تو متقی کا کام اس سے بچنا ہے۔ ۵۱۷

آدمی کہ حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں تصوف کی چاشنی سے لبریز ایک مختصر اور انتہائی مفید مضمون۔ ۵۱۷

حدیث مبارک الحلال بین، الخ کی تفصیل و تشریح۔ ۵۱۸

حمی کا معنی ۵۱۸

بعض علماء نے درصورت غلبہ حرام عدم جواز کی تصریح فرمائی۔ ۵۱۹
ازالۂ شبہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ صاحب مال یا خود بیان کرے کہ یہ مال ہمارے پاس وجہ حلال سے آیا ہے تو اب اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۵۲۰
جسے اپنے دین کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے۔ ۵۲۱
کافر کے لئے رہن کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں۔ ۵۲۲
نفس تحریر رہن نامہ میں کوئی حرج نہیں مگر سودی معاملے والا کاغذ لکھنا موجب لعنت ہے ۵۲۲
کفار کے میلہ میں بقصد فروخت اسباب تجارت جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ۵۲۲
ہر مکروہ تحریمی صغیرہ گناہ ہے۔ ۵۲۲
ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ۵۲۲
معابد کفار میں مسلمان کو جانا جائز نہیں کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں۔ ۵۲۲
مسئلہ کی تائید میں عبارات ۲ ۵۲۲
ہندوستان عند التحقیق دار الحرب نہیں ہے۔ ۵۲۴
مسلمان دار الحرب میں کیا کچھ بیچ فروخت کیا سکتا ہے ۵۲۴
کتب فقہ سے حوالہ جات۔ ۵۲۵
مسلمانوں کا کافروں کے محلے سے گزر ہو تو شتابی کرتا ہوا گزر جائے۔ ۵۲۵
ہر ملزوم معصیت معصیت ہوتا ہے۔ ۵۲۶
انگریزی نوکری خصوصاً باجا بجانا کیسا ہے اور اس سے حاصل شدہ کمائی کا کیا حکم ہے۔ ۵۲۷
رزق اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔
حلال روزی تلاش کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ۵۲۹
طلب الحلال واجب علی کل مسلم۔ ۵۳۰
جھوٹے حیلے حوالے اللہ تعالیٰ کے حضور کام نہ آئیں گے۔ ۵۳۰
حرام کی کمائی پر نذر و نیاز کرنے والے اس کو کھانے اور اس پر فاتحہ دینے والے کے بارے میں سوال۔ ۵۳۱
ڈاک کی نوکری ڈپٹی پوسٹ ماسٹری تک جائز ہے۔ ۵۳۲
ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے تو اجر پائے گا۔ ۵۳۳
حساب، اقلیدس اور جغرافیہ وغیرہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۵۳۳
جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔ ۵۳۳
وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ درج ہیں ان کا پڑھنا روا نہیں۔ ۵۳۳
حالت صحت میں وارث کے ہاتھ کچھ فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز ہے۔ ۵۳۳
تنہا ایک وارث کو کوئی کشتی بخش دینا اور

دوسروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت کرنا کب مکروہ و ممنوع ہے اور کب نہیں۔ ۵۲۲
طالب علم بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ۵۲۲
کسی شخص نے سود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا تو اس کے بیٹے کے لئے وہ مال حلال ہوگا یا نہیں۔ ۵۲۵
وارث کو صرف اتنا معلوم ہے کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز اور نہ ہی مستحق معلوم تو دیانۃً احتراز افضل ہے اور حکم جواز ہے۔ ۵۲۵
عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اسی طرح ہے جیسے لفظ سے شرط کر دی جائے ۵۲۶
تلاوت قرآن مجید اور ذکر الٰہی پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ ۵۲۶
گناہ پر ثواب کی امید زیادہ سخت واشد ہے ۵۲۷
اجرت پر قرآن وغیرہ پڑھوانے میں جواز کی صورت ۵۲۷
عورت کے نکاح کے بدلے میں لئے ہوئے روپے محض رشوت و حرام ہیں۔ نہ ان کا کھانا جائز اور نہ ہی مسجد میں لگانا جائز بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اس کو واپس دیں۔ ۵۲۸
غیر مسلموں کو کرائے پر کرسیاں دینا مسلمان کے لئے جائز ہے۔ ۵۲۸
چند جانورانِ ذیل کے بارے میں شرع کیا حکم دیتی ہے (۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر۔ ۵۲۹
عوام میں مشہور ایک غلط حدیث کی نشاندہی۔ ۵۲۹
ہندہ کو بعاوضۂ زنا جو وظیفہ ملتا تھا وہ حرام قطعی اور تائبہ ہوجانے کے بعد اگر بلا معاوضہ ملتا رہے تو حلال ہے۔ ۵۲۹
اصحاب الرقیم کا قصہ ۵۲۹
جس چیز کا لینا حرام ہو اس کا دینا بھی حرام ہوتا ہے۔ ۵۳۰
سود کے روپیہ سے جو کار نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں۔ ۵۳۱
حدیث سے تائید۔ ۵۳۱
سود خوار پر شرعاً فرض ہے جتنا سود جس جس سے لیا ہے اسے یا اس کی اولاد کو واپس کرے، وہ نہ مل سکیں تو اتنا مال تصدق کرے۔ ۵۳۱
سود خوری سے توبہ کا طریقہ۔ ۵۳۲
سودی روپیہ سے حج کرنا جائز نہیں، ہاں فرض حج ذمہ سے ادا ہوجائے گا۔ ۵۳۲
قبولیت شئی اور چیز ہے اور سقوطِ فرض اور چیز۔ ۵۳۲
سودی پیسہ سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے۔ ۵۳۲
سودی پیسہ سے بنائے ہوئے تالاب سے وضو کرنا جائز ہے۔ ۵۳۲
بیع فاسد سے خریدے ہوئے گھر پر قبضہ کرنے کے بعد خریدار نے فقیروں پر وقف کردیا تو وہ وقف ہوگیا۔ ۵۳۲

ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں۔ ۵۲۳
مالِ ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں رہتا صرف خبث ملک ہوتا ہے۔ ۵۲۳
خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں۔ ۵۲۳
سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ ۵۲۴
سود خوار اور راشی کے ہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا اور کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ ۵۲۴
شادی کے وقت دولہا والے لڑکی کے ساسے ور بخوشی جو کچھ دیں اس کا لینا جائز ہے اور مجبوری سے دیا تو حرام ہے۔ ۵۲۵
زید کا نابینا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت بازار میں سامان فروخت کرنے جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اور اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و ناعاق ہے۔ ۵۲۵
باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدرِ رضا تک حلال ہے ورنہ حرام۔ ۵۲۶
باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے یونہی بیٹے کا حق باپ پر۔ ۵۲۶
بیٹا جب جوان ہو جائے تو باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ ۵۲۶
ایک مسلمان عورت پندرہ بیس سال ایک انگریز کے ساتھ رہی اب تائب ہوتی ہے کیا اس کا مسلمان ہونا ٹھیک ہے۔ ۵۲۶
اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ۵۲۶
حدیث سے تائید ۵۲۶
گھوڑا یا گدھا کہ بے ذبح مر جائے اس کی کھال کہ پکائی رنگی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اسکی دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ ہے ایسا کرنے والے کے ہاں کھانے سے احتراز اولیٰ ہے۔ ۵۲۷
حدیث میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کو حرام کیوں کہا گیا۔ ۵۲۸
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ ۵۲۸
رنڈی جو مال اس حرام و ناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی ملک نہیں ہوتا حکم غصب رکھتا ہے۔ ۵۲۸
اموالِ ضائعہ کا مصرف۔ ۵۲۸
اموالِ ضائعہ کو اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر صدقہ کر دینا حلال ہے۔ ۵۲۸
غیر منقسم ہونا صدقہ کو نقصان نہیں دیتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ۵۲۹
صدقہ واپس نہیں لیا جاتا۔ ۵۲۹
کوئی شخص سودی کاروبار سے اموالِ کثیرہ جمع

کر کے مر گیا تو وارثوں کے لئے وہ حلال ہے یا نہیں۔ ۵۵۰

مورث کے سود سے حاصل شدہ ترکہ کو وارث کیا کریں۔ ۵۵۰

جو مال کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اس سے کوئی جائداد خریدی یا تجارت پر لگایا تو اب اس جائداد یا تجارت کی آمدنی اس شخص یا اس کے لواحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں۔ ۵۵۱

کسی ذریعہ حرام سے حاصل کردہ مال سے سبکدوشی کا طریقہ۔ ۵۵۱

مالِ سود اور مالِ رشوت وغیرہ کے حکم میں فرق ۵۵۱

مسئلہ استبدال یعنی حرام مال کے عوض کوئی دوسری چیز خریدنا۔ ۵۵۲

زرِ حرام پر عقد ونقد کے جمع ہونے کی صورت اور اس کا حکم۔ ۵۵۲

سود یا عقود فاسدہ کے ذریعے جو مال حاصل کیا اس سے خریدی ہوئی شئی میں خباثت نہیں آئے گی۔ ۵۵۲

وکیل نے مؤکل کی اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ملا دیں تو وکیل پر ضمان لازم ہے، اور ضمان میں مؤکل کا تصرف جائز ہے۔ ۵۵۳

شراب فروشی سے تائب ہونے والا اب اس کی حاصل شدہ مال کا کیا کرے۔

مالِ حرام کے تصدق میں مساکین کا غیر اصولی

فروع ہونا شرط نہیں۔ ۵۵۵

باجا بجانا ناجائز، ہندوؤں کے ہاں بجانا اور سخت ناجائز اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام ہے۔ ۵۵۶

ہندو کے تہوار میں باجا بجانے والا اگر باز نہ آئے تو اس کی مسلمان برادری اس سے بائیکاٹ کرے۔ ۵۵۶

ہندوؤں کے سودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنے والے کا استفتاء اور مصنف علیہ الرحمہ کا حکیمانہ جواب اور اس پیشہ کو فوراً ترک کرنے کی تلقین اور قضائے حاجات کے لئے اعمال مجربہ کی تعلیم۔ ۵۵۶

وظائف واعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں۔ ۵۵۸

مصنف علیہ الرحمہ کے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف واعمال وتعویذات میں نماز پابندی سے باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی شرط ہے۔ ۵۵۸

تاوان کا روپیہ جمع کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۸

بلا ضرورت شرعیہ ومجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ ۵۵۹

عقد فاسد سے حاصل شدہ روپیہ خبیث ہے اسے واپس دینا اور عقد کو فسخ کرنا واجب ہے ۵۵۹

جو روپیہ عقد فاسد سے حاصل ہوا اس کو امور خیر یا اپنے کسی مصرف میں خرچ نہیں کر سکتا۔ ۵۵۹

قرض کی ادائیگی ناپاک روپے سے کی تو قرض دہندہ کیلئے وہ روپیہ پاک رہا یا نہیں۔ ۵۵۹

ناپاک روپیہ دو قسم پر ہے۔ ۵۵۹

چندہ دے کر واپس لیا اس میں ایک روپیہ زائد آگیا اس کو کھا لیا اب کیا حکم ہے۔ ۵۶۰

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بر وجہ صحیح ہو۔ ۵۶۰

جو قوالی یہاں رائج ہے ناجائز ہے۔ ۵۶۰

وعدہ خلافی پر قرآنی وعید۔ ۵۶۰

تائبہ رنڈی کا ناجائز کمائی سے بنایا ہوا مکان اس کو جائز ہے یا ناجائز۔ ۵۶۰

ناپاک مال کو پاک کرنے کا حیلہ ۵۶۱

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر کچھ لے سکتا ہے۔ ۵۶۲

جس کو قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے وہ کوئی شرعی حق نہیں۔ ۵۶۲

بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے۔ ۵۶۲

اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام ہے۔ ۵۶۲

بت کا چڑھاوا پجاری سے مفت یا شراء سے ملے تو اس کا لینا کیسا ہے۔ ۵۶۲

مشرکوں سے ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ ۵۶۲

مزارات طیبہ پر جو کچھ بطور ایصال ثواب پیش کیا جاتا ہے اسے خدام سے بطور ہدیہ و شراء لینا جائز ہے۔ ۵۶۳

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کی ملک رہتا ہے ۵۶۳

جس کام کے لئے چندہ دیا گیا ہے اگر اس میں صرف نہ ہو تو اس کے لئے حکم شرعی کی تفصیل۔ ۵۶۳

وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود قاضیوں کا لوگوں سے زبردستی یا گڑگڑا کر کچھ لینا کیسا ہے۔ ۵۶۴

گورنمنٹ کی طرف سے محکمہ آبکاری میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۶۵

شراب بنانا، بنوانا، بیچنا، بکوانا اور ہر طرح کا تعاون حرام ہے اور ایسے کام میں نوکری ناجائز ہے۔ ۵۶۵

ایک عورت پر جن آتا ہے جس کو وہ علانیہ دیکھتی ہے اور وہ عورت کو روپے نوٹ وغیرہ دے جاتا ہے وہ عورت ان نوٹوں کا کیا کرے۔ ۵۶۶

درخت تار سے تاڑی نکال کر فروخت اور اس کی قیمت لینا ممنوع ہے۔ ۵۶۷

درزی لوگوں کے کپڑے سے تھوڑا سا بچا کر ٹوپیاں بنالیں تو ان کا خریدنا معصیت و حرام ہے۔ ۵۶۷

بیاج (سود) کو جائز کر لینے کا حیلہ مسلمان کی شان نہیں، البتہ بیاج سے نجات حاصل کرنے کا حیلہ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ ۵۶۸

حاکم نے اپنے محکوم سے قرض لیا، اس پر سود دیا یا اپنے مطالبات سے کچھ چھوڑ دیا تو اس میں کیا حکم ہے۔ ۵۶۸

حرام سے جتنا بچ سکے بچنا لازم ہے۔ ۵۶۹

بحالتِ اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے۔ ۵۶۹
تخویف وقتی کا اعتبار ہے نہ کہ زبانی دھمکی کا ۵۶۹
امام نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھا دی اور ان کا دیا ہوا نذرانہ قبول کیا اس پر کیا حکم ہوگا۔ ۵۷۰
جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے سچے مدعی سے لینا حرام ہے اور مدعی سچا ہو یا جھوٹا مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا۔ ۵۷۱
بھنگی مسلمان ہوا مگر پیشہ ترک نہیں کیا ایسے کے ہاں دعوت پر جا کر کھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۵۷۱
پنڈت کو جو اناج پن میں ملتا ہے وہ جمع کرکے بازار کے بھاؤ سے کم پر فروخت کر دیتا ہے اس کا خریدنا جائز اور اس پر نیاز شریف کی مباح ہے ۵۷۲
روپے کا نوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے۔ ۵۷۳
افیون کی تجارت اور خرید و فروخت کے بارے میں حکم شرعی۔ ۵۷۳
رشوت میں حاصل شدہ مال واپس کرنا یا معاف کرانا از قبیل محال ہو گیا ہو تو برات و توبہ کی کیا صورت ہوگی اور مال کس مصرف میں صرف کیا جائے۔ ۵۷۴
ایک گاڑی جانور کے بجائے انسان کھینچتا ہے مناسب معاوضہ کے بدلے اس پر سواری جائز ہے۔ ۵۷۵
حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہو تو اس کو خریدنا مطلقاً حرام، اگر تمیز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال ہے اور یہ حرام ہے تو صرف حلال کو خریدنا جائز ہے۔ ۵۷۶
بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۷۶
جس چیز سے بعینہٖ اقامت معصیت ہو اس کا بیچنا جائز نہیں جیسے مزامیر۔ ۵۷۶
ایک قوم کنجڑی سے متعلق استفتاء۔ ۵۷۶
دراہم کی مقدار ۵۷۸
سود لینے اور دینے والے کی مذمت حدیث سے۔ ۵۷۸
عورتوں کا بے پردہ پھرنا حرام اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہیں تو دیوث ہیں۔ ۵۷۸
حسد کار شیطان ہے۔ ۵۷۹
جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت کا حکم ہے۔ ۵۷۹
حرام روپیہ کا مصرف اور اس کے پاک ہو جانے کی صورت۔ ۵۸۰
طرفین سے شرط لگانا کیسا ہے اور اس میں جو مال جیتا اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۰
چونگی کی نوکری جائز ہے۔ ۵۸۱
نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام۔ ۵۸۱
کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً جرم ہے۔ ۵۸۱

طوائف نے حرام کمائی سے مکان خرید کر اس کی آمدنی مسجد کے نام لگادی کیا اس کو مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا جائز ہے۔ ۵۸۱
ایک مکان اہل محلہ مسجد کی آمدنی کے لئے خریدنا چاہتے ہیں ایک شخص اس میں حارج ہے وہ خود خریدار ہے اس پر کیا حکم ہے اور مالک مکان کیا کرے۔ ۵۸۲
ناچنے گانے کا پیشہ ملعون اور حرام قطعی ہے اسکو حلال جاننا کفر ہے، اس سے حاصل ہونیوالا مال حرام ہے۔ ۵۸۳
بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ ۵۸۳
دوران عدت نکاح ہوا، گواہوں کو جو روپیہ ملا وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، لئے جائیں یا نہیں۔ ۵۸۳
کس کس ضرورت سے سودی قرض لینے کی اجازت ہے ۵۸۳
حاکم صاحب کو کھانا کھلانے اور فائدہ لینے کیلئے بلایا واپسی پر کچھ ہدیہ دیا تو یہ لینا دینا کیسا ہے ۵۸۴
ایام موت کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ ۵۸۵
قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ کرے۔ ۵۸۵
نادار مدیون کو قرض حسنہ کی صورت میں مہلت دینا فرض ہے۔ ۵۸۶
جو فیدیا نیوتا دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اسکا ادا کرنا لازم ہے، اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا۔ ۵۸۶
بغیر اجازت مالک درخت سے مسواک کاٹنا، مٹی کا ڈھیلا لینا، چھپر سے تنکا کھینچنا کیسا ہے ۵۸۷
جس کے پاس سودی پیسہ کے ساتھ جائز آمدنی بھی ہے اس کے ہاں کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۷
چوری کا مال خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا دونوں حرام ہیں۔ ۵۸۸
تاجر سے تجارت کے لئے سودی قرض لینا اور اس سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اس کا نفع کیسا ہے۔ ۵۸۸
سود کھانے، کھلانے اور تعاون کرنے والوں پر لعنت۔ ۵۸۸
طوائف کی ماں کی آمدنی ور جائیداد کا مصرف کیا ہو سکتا ہے، اس کے لئے وہ کس صورت میں جائز ہو سکتی ہے۔ ۵۸۸
طوائف کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا یا جائز شئی کو کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زر حرام سے اجرت یا قیمت میں لینا حرام ہے ۵۸۹
طوائف کے کسب سے خرید کردہ جائیداد کی آمدنی کو مصارف مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا کیسا ہے۔ ۵۸۹
چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہے جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد میں تقسیم کیا جائے وہ مساوی تقسیم کیا جائے، اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے وہ بعض کو دیا جائے۔ ۵۹۰

مضمون	صفحہ
خواتین کہتی ہیں کہ ہم نے کسب کے دام بدل کر مٹھائی خریدی ہے تو اس پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے۔	۵۹۰
عشرہ محرم میں تخت بنانا بے معنی اور فضول بات ہے۔ اس کے لئے چندہ لینا دینا ناجائز ہے۔	۵۹۱
کافر اصلی کی نوکری جس میں کوئی غیر شرعی کام نہ کرنا پڑے جائز ہے۔	۵۹۱
دنیوی معاملہ پر کافر اصلی سے بات چیت کرنا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں، نہ ہی اس سے کفر و فسق لازم آتا ہے۔	۵۹۱
مرتد کی نوکری، اس سے بات چیت اور کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا منع ہے۔	۵۹۱
کافر کے عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہو جائے گا۔	۵۹۲
بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ ہے بلکہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔	۵۹۲
زنا کی کمائی مثل مغصوب حرام ہے، فرض ہے کہ تمام فقراء پر تصدق کر دے تب ہی اس کی توبہ مکمل ہوگی۔	۵۹۲
مسئلہ کی تائید میں حوالہ جات	۵۹۲
مال حرام سے بچنے اور اس سے سبکدوش ہونے کا طریقہ۔	۵۹۲
جان کے بیمہ کی صورت	۵۹۳
جس کمپنی سے بیمہ کا معاملہ کیا گیا ہے اگر اس میں کوئی مسلمان شریک ہے تو یہ حرام قطعی ہے۔	۵۹۵
بیمہ قمار یعنی جوا ہے۔	۵۹۵
غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر ملے تو حلال ہے۔	۵۹۵
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین قریش کے ساتھ شرط لگائی اور جیتی۔	۵۹۵
جیلوں میں قیدیوں سے جو اشیاء تیار کرائی جاتی ہیں ان کا خریدنا اور استعمال کرنا کیسا ہے۔	۵۹۶
رشوت کی تعریف اور اس کا حکم	۵۹۷
تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی جائز ہے، مگر بیش قیمت ہونا مکروہ اور سونے چاندی کی حرام ہے۔	۵۹۷
خطبہ جمعہ کے وقت سلام و کلام مطلقاً حرام ہے۔	۵۹۷
کافروں کی فوج میں نوکری جائز ہے یا نہیں۔	۵۹۷
ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔	۵۹۷
حدیث سے تائید۔	۵۹۷
قادیانی مرتد ہیں ان کے ساتھ خرید و فروخت اور بات چیت کی اجازت نہیں۔	۵۹۸
حج کو جانے کے لئے مسلمان کمپنی کے ہوتے ہوئے انگریز کمپنی جو کہ سودی معاملہ کرتی ہے کے ذریعے سفر کرنا کیسا ہے۔ اس سے متعلق چند سوالات پر مشتمل استفتاء۔	۵۹۸
افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ	

بچھانا جائز ہے۔ ۶۰۱

زندگی کا بیمہ جائز ہے یا نہیں۔ ۶۰۱

بیمۂ زندگی کی صورت ۶۰۱

بیمۂ زندگی کا حکم شرعی۔ ۶۰۱

○ رسالہ خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال۔ (روپیہ کمانا کسب فرض، کسب مستحب، کسب مکروہ، کسب حرام اور سوال کرنا کب جائز اور کب ناجائز ہے)

کسب کے لئے ایک مبدأ ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے اور ایک غایت ہے یعنی وہ غرض کہ تحصیلِ مال سے مقصود ہو۔ ۶۰۳

کسب کے مبدأ وغایت دونوں میں احکام پنجگانہ جاری اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلف طاری ہیں۔ ۶۰۳

نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔ ۶۰۳

ذرائع کسب میں حرام کی مثالیں۔ ۶۰۳

اذانِ جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۳

کسب مکروہ تحریمی پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے۔ ۶۰۳

دوسرے کے سودے پر سودا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۵

بیع من یزید جائز ہے۔ ۶۰۵

تلقی جلب اور شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۵

نصریٰ وضع کے جوتے یا کپڑے سینا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۵

تانبے اور پیتل وغیرہ کے زیور فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۶۰۵

ذرائع کسب میں اساءت کی مثالیں۔ ۶۰۵

اساءت کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور مکروہ تحریمی سے کم تر ہے۔ ۶۰۵

جانب فعل میں ہر مرتبۂ طلب کے مقابل جانب ترک میں ایک مرتبۂ نہی ضرور ہے۔ ۶۰۶

فرض کے مقابل حرام، واجب کے مقابل مکروہ تحریمی، مندوب کے مقابل مکروہ تنزیہی اور سنت کے مقابل اساءت ہے۔ ۶۰۶

سنت کا رتبہ مندوب سے برتر اور واجب سے کم تر ہے۔ ۶۰۶

ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے بیع وشراء کا حکم شرعی۔ ۶۰۷

طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے خرید وفروخت کیسی ہے۔ ۶۰۷

ذرائع کسب میں مکروہ تنزیہی کی مثالیں۔ ۶۰۷

ذرائع کسب میں مباح کی مثالیں۔ ۶۰۸

ذرائع کسب میں مستحب کی مثالیں۔ ۶۰۸

خدمت اولیاء وعلماء کی نوکری مستحب ہے۔ ۶۰۸

گھاٹ، چونگی یا بندوبست کی نوکری کسب مستحب ہے۔ ۶۰۸

ذرائع کسب میں سنت کی مثالیں۔ ۶۰۸

هدیۂ احباب قبول کرنا اور عوض دینا سنت ہے ۶۰۸
افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطانِ اسلام کے زیر نشان جہادِ شرعی ہے۔ ۶۰۹
جہاد کی فضیلت و اہمیت ۶۰۹
انواعِ کسب میں بہترین جہاد پھر تجارت پھر کاشتکاری پھر صنعت ہے۔ ۶۱۰
ذرائعِ کسب میں واجب و فرض کی مثالیں۔
عطیۂ والدین قبول کرنا کب واجب اور کب فرض ہے۔ ۶۱۰
ہدیۂ قضاء قبول کرنا کب فرض، کب مکروہ اور کب حرام ہے۔ ۶۱۰
غایاتِ کسب میں فرض کی مثالیں۔ ۶۱۰
کس قدر خورد و نوش اور لباس فرض ہے ۶۱۰
کفایت اہل و عیال اور ادائے دیون و نفقات ضروریہ فرض ہے۔ ۶۱۱
قرض سے بری الذمہ ہونا فرض ہے۔ ۶۱۱
مقدمۂ فرض بھی فرض ہوتا ہے۔ ۶۱۱
زوجہ کا کفن دفن شوہر پر فرض ہے۔ ۶۱۱
عزیز و اقارب کا کفن دفن کب فرض ہے۔ ۶۱۱
ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے تو فرض عین ہو جاتا ہے۔ ۶۱۱
غایاتِ کسب میں واجب کی مثالیں۔ ۶۱۱
کس قدر کھانا پینا اور لباس واجب ہے ۶۱۲
غایاتِ کسب میں سنت کی مثالیں۔ ۶۱۲

غایاتِ کسب میں مستحب کی مثالیں۔ ۶۱۲
غایاتِ کسب میں مباح کی مثالیں۔ ۶۱۳
غایاتِ کسب میں مکروہِ تنزیہی کی مثالیں۔ ۶۱۳
غایاتِ کسب میں اساءت کی مثالیں۔ ۶۱۳
غایاتِ کسب میں مکروہِ تحریمی کی مثالیں۔ ۶۱۳
غایاتِ کسب میں حرام کی مثالیں۔ ۶۱۴
احکامِ کسب ۶۱۴
فرض و واجب میں طلب جازم اور سنت و مستحب میں غیر جازم ہے۔ ۶۱۷
مکروہ تنزیہی سے نہی ارشادی اور مکروہ تحریمی و حرام سے حتمی ہے۔ ۶۱۵
مباح نہی و طلب دونوں سے خالی ہے۔ ۶۱۵
سبب و غرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہوں تو کسب پر بھی وہی حکم ہوگا اور اگر مختلف اقسام سے ہوں تو کسب میں تین صورتیں ہیں۔ ۶۱۷
حرام کا ترک فرض اور فرض کا ترک حرام ہے۔ ۶۱۸
بعض فرض بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں اور بعض حرام، بعض دیگر سے اشنع و اشد ہوتے ہیں۔ ۶۱۸
شرع میں مامورات کی بنسبت منہیات کا اعتبار شدید تر ہے۔ ۶۱۸
جب طلب و نہی میں سب وجوہ سے تساوی
قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں جانب نہی کو
ترجیح ہوگی اور اگر دونوں کی قوت کم و بیش ہو

تو اقوی کا ارتکاب ہوگا۔ ۲۱۸

خوک و خمر کی حرمت مال غیر بے اذن غیر لینے کی حرمت سے زائد ہے اور سد رمق و دفع جوع قاتل و عطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاکت دفع ہو لازم ہوا۔ ۲۱۹

اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض یعنی دفع ہلاک سے اقوی ہے۔ ۲۱۹

احکام کسب سے متعلق تحقیق جمیل و ضبط جلیل پر مشتمل تقریر منیر مصنف علیہ رحمۃ کی اس تحریر کے ضمیمہ میں ملے گی۔ ۲۱۹

مسئلہ سوال کے حکم کی وضاحت ۲۱۹

غرض ضروری نہ ہو یا ضروری ہو مگر بغیر سوال کے کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے تو سوال کرنا حرام ہے۔ ۲۱۹

جیسے سوال کرنا حرام ہو اس کو دینا بھی ناجائز کہ یہ کسب حرام کا مؤید ہوتا ہے۔ ۲۲۰

سوال حلال ہونے کی صورتیں ۲۲۰

ضمیمہ کسب و حصول مال

کیسی عورت سے ٹہل خدمت لینا جائز ہے ۹۵

تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اجرت ہے قطعی حرام ہے۔ ۱۰۶

بزرگان دین کی نذر و نیاز کے لئے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی خریدنا کیسا ہے۔ ۱۰۵

مزدور اوقات مزدوری میں نفل نماز ادا نہ کرے۔ ۱۷۵

سفتجات کی بیع و شراء ممنوع ہے۔ ۲۹۳

علماء اور نعت خوانوں کی نقدی وغیرہ میں جو خدمت کی جاتی ہے اس کی تین صورتیں ہیں ۳۸۰

اردو اخبارات ردی میں فروخت کر دینا کیسا ہے۔ ۴۰۰

اذان جمعہ کے وقت تجارت مکروہ تحریمی ہے ۴۰۳

دوسرے کے سودے پر سودا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۰۵

بیع من یزید جائز ہے۔ ۴۰۵

تلقی جلب اور شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۰۵

نیچری وضع کے جوتے یا کپڑے سینا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۰۵

تانبے اور پیتل وغیرہ کے زیور فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۴۰۵

ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض پڑھ کر مشغول ہے

بیع وشراء کا حکم شرعی۔ ۶۰۰
طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے خرید و فروخت کیسی ہے۔ ۶۰۶
خدمت اولیاء و علماء کی نوکری مستحب ہے۔ ۶۰۸
کمائش، چونگی یا بندوبست کی نوکری کب مستحب ہے۔ ۶۰۸
ہدیۂ احباب قبول کرنا اور عوض دینا سنت ہے۔ ۶۰۸
عطیۂ والدین قبول کرنا کب واجب اور کب فرض ہے۔ ۶۱۰
مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اجرت ناجائز و حرام ہے۔ ۶۲۲
طاعت وعبادات پر فیس لینا حرام ہے۔ ۶۲۲
شعر خوانی و زمزمہ سنجی کی فیس لینا محض حرام ہے ۶۲۵

علم و تعلیم

(عالم، متعلم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم و فنون، تعلیم گاہ) ۶۲۳
حدیث "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة" میں کون سا علم مراد ہے ۶۲۳
کون سے علوم کا سیکھنا فرض عین ہے۔ ۶۲۳
کچھ علوم فرض کفایہ یا واجب یا سنت یا مستحب ہیں۔ ۶۲۶
فضیلت و ترغیب والے علوم کا ضابطہ۔ ۶۲۶
علماء وارث انبیاء ہیں۔ ۶۲۶
جو علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ترکہ میں چھوڑا وہ محمود ہے جو مذموم وبد یا لغو و فضول یا دنیا کا کام ہے۔ ۶۲۷
عالم و مولوی کہلانے کا مستحق کون ہے۔ ۶۲۷
فلسفی و نجومی عالم کہلانے کے مستحق نہیں۔ ۶۲۷
اگر کوئی شخص علماء شہر کے لئے وصیت کر جائے تو کون سے علماء اس میں داخل اور کون سے خارج ہوں گے۔ ۶۲۸
مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں۔ ۶۲۸
جو فنون علوم دینیہ کے لئے آلات و وسائل ہیں وہ بھی مورد فضائل ہیں۔ ۶۲۸
متعلم وہ ہے جو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ سے نہ کہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ ہے ۶۲۸
علم تین ہیں، قرآن، حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کے ہمسر ہو اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول ہے (حدیث) ۶۲۹
حدیث کی تشریح اشعۃ اللمعات کے حوالے سے۔ ۶۳۰
خلاصۂ حدیث بزبان امام شافعی علیہ الرحمہ۔ ۶۳۰
تعلیم و تعلم فنون عقلیہ جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۱
نفس منطق ایک علم آلی ہے اس کے اصل مسائل سیکھنے میں اصلاً حرج شرعی نہیں۔ ۶۳۱
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ ۶۳۱
جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اس کے علوم ناقابل اعتبار و ناقابل اعتماد ہیں۔ ۶۳۱

منطق کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں۔ ۶۳۲
امام غزالی علیہ الرحمہ نے منطق کا نام معیار العلوم رکھا ہے۔ ۶۳۲
علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے۔ ۶۳۲
بہت سے اجزاء حکمت وفلسفہ شریعت مطہرہ سے معارضت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلا واسطہ اور بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع و معین ہیں۔ ۶۳۲
علم ریاضیات و توقیت کے فوائد اور احکام شرعیہ میں ان کے منافع۔ ۶۳۳
علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو مطلقاً ناجائز بتانا اور بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح تلویح جیسی کتب جلیلہ عظیمہ وغیرہ کے پڑھانے سے منع کرنا جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے۔ ۶۳۳
کفریات فلاسفہ۔ ۶۳۳
علوم عقلیہ و فلسفیہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے لئے شرائط۔ ۶۳۵
فلسفہ کی کتب کو درس نظامی میں کیوں شامل کیا گیا۔ ۶۳۶
منطق بلا شبہ مفید و کار آمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ۔ ۶۳۶
کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی پھر دیکھا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ ۶۳۷
شاگرد کے ذمے استاد کے حقوق کس قدر ہیں؟ ۶۳۷
استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے، شاگردنات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی۔ ۶۳۷
استاد کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم ہے۔ ۶۳۸
عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ۶۳۸
جس سے اس کے استاد کو اذیت پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ ۶۳۹
تعلیم اردو کو وقت ضرورت کچھ چند شرائط کے ساتھ بلا تعاقب جائز ہے۔ ۶۴۰
امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر مزار امام اعظم پر پڑھی تو آواز با دعائے قنوت نہ پڑھی۔ ۶۴۰
زن مفقود کو چار سال کے بعد امام مالک علیہ الرحمہ جو اجازت نکاح دیتے ہیں اس کا مطلب۔ ۶۴۱
آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ ۶۴۱
حفظ قرآن فرض کفایہ، سنت صحابہ و تابعین اور عمدہ قربات میں سے ہے۔ ۶۴۲
قاری قرآن کے فضائل۔ ۶۴۳
قرآن مجید بھول جانے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ۶۴۵
علم دین کس قدر فرض ہے۔ ۶۴۷

فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونے والے کی مذمت۔ ۶۴۸
عالم یا حافظ کو بلا قصور بدنام کرنے والا اور خود کو لوگوں کے سامنے عالم اور نیک ظاہر کرنے والا کیسا ہے۔ ۶۴۸
علمائے حق کی تحقیر معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے۔ ۶۴۹
تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ ۶۴۹
بلا وجہ شرعی کسی سنی المذہب کو برا کہنا یا اسکی تحقیر کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۹
مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کی ایذا ہے۔ ۶۴۹
ہر ایک کو برا وہی کہے گا جو خود نہایت برا اور بدتر ہوگا۔ ۶۴۹
اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اور متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ۶۵۰
جس عبارت میں صرف لفظ مکروہ ہو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا، تحریم یا تنزیہ۔ ۶۵۰
جو شخص عالم و حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو انگریزی تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے نکاح غیر شرع سے کرے حشر کے دن اس سے ضرور بازپرس ہوگی۔ ۶۵۱
بوقت ضرورت بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اُجرت و عدم اجرت استاد کا شاگرد کو بدنی سزا دینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی کے بجائے ہاتھ سے ہونی چاہئے، اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زیادہ پٹائی نہیں ہونی چاہئے۔ ۶۵۲
عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً کیسا ہے۔ ۶۵۲
عورتوں کو لکھائی سکھلانے کی ممانعت سے متعلق احادیث کریمہ۔ ۶۵۳
حدیث اول ۶۵۴
عبد الوہاب متروک ہے۔ ۶۵۵
حدیث دوم ۶۵۵
حدیث سوم ۶۵۵
جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ۶۵۶
حفص قاری، حفص بن سلیمان ابو داؤد قراءۃ کے امام ہیں۔ ۶۵۶
حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے راویوں میں سے ہیں۔ ۶۵۶
لیث صدوق ہے، مسلم وسنن اربعہ اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہے۔ ۶۵۶
لیث کی جرح و تعدیل سے متعلق ائمہ حدیث کے مختلف اقوال۔ ۶۵۷
ابن خراش کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال۔ ۶۵۸
احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت ہے۔ ۶۵۸
محمد بن ابراہیم میں توقف پایا جاتا ہے، اسکے

بارے میں اقوال ائمہ۔ ۶۵۹
واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ ۶۶۰
محدثین جب کہیں "فلاں کذاب" تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ ۶۶۰
محمد بن ابراہیم کے فضائل ۶۶۱
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۶۶۲
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث واقدی کے مخالف کیوں ہوئے۔ ۶۶۳
عقیل ثقہ، حافظ اور حجت ہے۔ ۶۶۴
ابن مریم ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے۔ ۶۶۴
نافع بن یزید ثقہ اور عابد ہے۔ ۶۶۴
معرفت تامہ اور ورع تام کے بغیر اسماء الرجال میں کلام کرنا جائز نہیں۔ ۶۶۴
حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاتا ہے۔ ۶۶۹
ابراہیم بن مہدی مصیصی کیسا راوی ہے۔ ۶۷۱
بارہا اختلاف زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے اس کی کچھ مثالیں۔ ۶۷۵
قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز۔ ۶۷۸
ایک بدعقیدہ جاہل واعظ کا وعظ سننے سے متعلق استفتاء۔ ۶۷۹
جاہل کا وعظ کہنا حرام اور اس کو سننا بھی حرام ہے۔ ۶۸۵
الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے، اس پر دلائل۔ ۶۸۰
تقویت الایمان سخت بددینی و ضلالت کی کتاب ہے۔ ۶۸۰
کس طرح سے استقاء کرنا روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ ۶۸۰
عالم دین سنی المذہب جو اپنے شہر کے اہل علم میں اعلم ہو وہ ضروریات کا حاکم شرعی ہے۔ ۶۸۱
نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں۔ ۶۸۱
دعوت کھانی فی نفسہ حلال ہے جب تک معلوم و تحقیق نہ ہو کہ جو کھانا ہمارے سامنے آیا ہے بعینہ حرام ہے۔ ۶۸۱
عوام کو علماء دین کی شان میں حسن ظن و حسن عقیدت لازم ہے۔ ۶۸۱
وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا حرام ہے۔ ۶۸۲
غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔ ۶۸۲
سنی پر دیدہ و دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ، عبارات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ، علماء کو اساتذہ کو دھوکا دینا تیسرا کبیرہ ہے۔ ۶۸۲

مسئلہ کی تائید قرآنی آیات سے۔ ۶۸۲

مسئلہ علم کوئی چیز نہیں، علم ہونا چاہیے، اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا۔ ۶۸۳

جو علم سے عاری ہو اس کے فتوی پر عمل جائز نہیں۔ ۶۸۳

بغیر علم کے فتوی دینے والے کی مذمت میں احادیث کریمہ۔ ۶۸۳

علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم و تعلم اور اس کی اعانت سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۶۸۴

قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم کے دخل بشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ۶۸۵

غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ۶۸۵

عقائد اہل سنت وجماعت کا بیان۔ ۶۸۵

عقائد شیعہ کا بیان ۶۸۵

رنڈی کو قرآن مجید پڑھانا کیسا ہے۔ ۶۸۶

عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے ۶۸۶

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کر لیتا ہے اور ان کو گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ ۶۸۷

عالم دین کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے۔ ۶۸۷

مسلمان بچیوں کو تعلیم دلوانے کے بارے میں فتوی۔ ۶۸۷

فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب اور مستحب کا مستحب ہے۔ ۶۸۷

جو خود صحیح خواں نہ ہو اس کو جائز نہیں کہ اوروں کو پڑھائے۔ ۶۸۸

قرآن مجید کا احترام نہ کرنے والے معلم سے پڑھنا حرام۔ ۶۸۸

جمعہ وعیدین کے خطبہ میں ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ ۶۸۸

عالم پر زبانی بیان علم فرض ہے لکھ کر دینا ضروری نہیں۔ ۶۸۹

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے۔ ۶۹۰

بچیوں کو کتابت سکھانا اور عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع ہے۔ ۶۹۰

کوئی شخص کہے کہ میں درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا کیا جواب ہے۔ ۶۹۰

جاہل کو عالم مان لینا جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت ہے۔ ۶۹۰

لزوم مناظرہ کی شرائط کا ذکر۔ ۶۹۰

علم حدیث، تفسیر، اصول اور فقہ کے بغیر فتوی دینے والا مجرم ہے۔ ۶۹۱

عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ ۶۹۱

حضرت لقمان علیہ الصلوۃ والسلام نے مکتب میں ایک لڑکی کو تعلیم دلاتے دیکھ کر فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جا رہی ہے۔ ۶۹۲

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے۔ ۶۹۲

عمران بن حطان رقاشی کا قصہ۔ ۶۹۲

کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو پردہ لازم ہے ۶۹۲
بہشتی زیور وغیرہ جیسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے ۶۹۲
بے ضرورت محض فخر وحسد کی بناء پر دوسرا مدرسہ قائم کیا ہے تاکہ پہلا بند ہو جائے کیا وہ مسجد ضرار کی طرح ہے۔ ۶۹۳
ایک شخص منکر قیامت و تبعہ ہے تعلیم جدید میں ترقی پسند اور تعلیم دینی میں تنزل پسند ہے۔ اس کے قائم کردہ دینی مدرسہ میں تعلیم و تعلم کے بارے میں کیا حکم ہے ۶۹۳
کتب فقہاء کرام کا منکر گمراہ ہے۔ ۶۹۳
حل لواطت کا قائل کافر ہے۔ ۶۹۳
علم نجوم و جفر و طلسم وغیرہ سے متعلق ایک طویل استفتاء۔ ۶۹۵
جفر ایک نہایت نفیس فن اور حضرات اہلبیت علیہم الرضوان کا علم ہے۔ ۶۹۷
کتاب "جفر جامع" میں امام جعفر صادق علیہ الرحمہ نے ماکان و مایکون تحریر فرمادیا۔ ۶۹۸
علم جفر میں لکھی گئی تصانیف اسلاف کا ذکر۔ ۶۹۸
نجوم کے دو ٹکڑے ہیں، علم اور فن تاثیر۔ ۶۹۸
علم نجوم سے متعلق قرآن مجید سے استنباط۔ ۶۹۸
نجوم کا فن تاثیر باطل ہے۔ ۶۹۹
حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں۔ ۶۹۹
قرآن مجید سے تائید۔ ۶۹۹
نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہے۔ ۷۰۰
علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے۔ ۷۰۰
طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں۔ ۷۰۰
نیرنج شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام ہے۔ ۷۰۰
طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام ہے ۷۰۰
پیر و استاذ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔ ۷۰۱
والد کی رضامندی کے بغیر دوسرے شہر میں علم دین حاصل کرنے کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۲
ماں باپ محتاج ہوں ان کی ہلاکت کا خدشہ ہو تو بیٹے کو سفر پر نہیں جانا چاہئے۔ ۷۰۳
بیٹے کو سفر سے روکنا باپ پر کس صورت میں لازم ہے۔ ۷۰۴
مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔ ۷۰۵
علم طب کے استاد اور علم حساب کے استاد میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے۔ ۷۰۵
ماں باپ تحصیل علم دین سے منع کریں تو کیا کرنا چاہئے۔ ۷۰۵
تعلیم انگریزی و ہندی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں۔ ۷۰۶
فلسفہ قدیمہ و جدیدہ کے خلاف اسلامی عقائد کا بیان۔ ۷۰۶
علوم دینیہ کے بعد علوم آلیہ سیکھنے کی ممانعت نہیں۔ ۷۰۶
نفس زبان سیکھنا کوئی حرج نہیں رکھتا۔ ۷۰۶

بدمذہب استاد کا صحیح المذہب شاگرد پر کیا
حق ہے۔ ۶۰۶
بڑا بھائی والد کے مشابہ ہے۔ ۶۰۷
استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے۔ ۶۰۷
کفرانِ نعمت موجب سزا و عقوبت ہے۔ ۶۰۷
علماء و مشائخ پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں
پہنچتا۔ ۶۰۸
نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن صحیح ہے نہ ایمان، وہ
منکرِ خدا تھا ۶۰۸
معلم اپنے احباب کے ساتھ تخت پر بیٹھتا ہے
اور شاگرد قرآن مجید لے کر نیچے، تو یہ سب
گستاخ ہیں۔ ۶۰۹
قرآن شریف میں عربی عبارات کے نیچے ترجمہ و
شانِ نزول و قصص کا لکھنا جائز ہے۔ ۶۰۹
جن فنون و کتب میں انکار وجود آسمان و
گردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو ان کو
پڑھنا حرام ہے۔ ۶۰۹
انگریزی اور جائز فنون نوکری کے لئے پڑھنا
جائز ہے۔ ۶۱۰
دیوبندی کا وعظ سننا، اس سے فتویٰ لینا،
میل جول رکھنا جائز نہیں۔ ۶۱۰
مسئلہ دریافت کرنے پر عالم کی خفگی
کیسی ہے۔ ۶۱۰
عالم کی خفگی پر بددل ہو کر ترکِ عمل
کیسا ہے۔ ۶۱۰

عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض
حرام ہے۔ ۶۱۱
جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت کبیرہ ہے۔ ۶۱۱
جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔ ۶۱۲
سنی عالمِ دین کی تعظیم باعثِ اجرِ عظیم و رضائے
خدا ہے۔ ۶۱۲
مفتی فتویٰ دینے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو اس پر
عمل کرے۔ ۶۱۳
کتب دینیات کی طالب علم کو تعلیم دینے سے
کسی مدرس کو منع کرنے والوں کا کیا حکم ہے ۶۱۳
کسی نااہل کو اس کی قابلیت سے باہر مسئلہ
سکھانا اس کو فتنہ میں ڈالنا ہے۔ ۶۱۳
جاہلوں کو عالم شرع بتانا حرام ہے۔ ۶۱۴
کافروں کی تعظیم حرام ہے۔ ۶۱۴
عالمانِ دین کی اہانت کفر ہے۔ ۶۱۴
عالمِ دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں خوفِ کفر ہے ۶۱۵
علماء کے پیچھے نماز سے منع کرنا اور جاہلوں کو
امام بنانا حکمِ شریعت کا بدلنا ہے۔ ۶۱۵
عالم کا یہ کہنا کہ میں نے مسئلہ صحیح بتایا تھا یا
غلط مجھ کو پتا نہیں کسی اور سے پوچھ لو،
درست ہے یا نہیں۔ ۶۱۵
کسی عالم سے پوچھا کہ آپ مسئلہ صحیح و غلط
بھی بیان کرتے ہیں، اس پر اس کا جواب دینا
کہ ہاں، درست ہے یا نہیں۔ ۶۱۵
فتویٰ کے لئے سند حاصل کرنا ضروری نہیں

البتہ باقاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے۔ ۶۱۲
بے علم فتویٰ دینے والا فضق ہے۔ ۶۱۲
علما سے دین کی توہین کرنیوالے منافق ہیں۔ ۶۱۲
تفریق جماعت و ترک جماعت دونوں حرام ہیں۔ ۶۱۷
وعظ کہنا عالم کا منصب ہے، جاہل کو وعظ
کہنے کی اجازت نہیں۔ ۶۱۶
کسی نے غلط مسئلہ بیان کیا اور دوسرے نے
بغرض اصلاح سوال کیا تو بیجا نہیں۔ ۶۱۷
علماء و سادات کو رب العزت نے اعزاز و
اقتیاز بخشا ہے قرآن کا عام مسلمانوں سے
زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال ہے۔ ۶۱۸
حفظ مراتب کو ملحوظ رکھنے سے متعلق احادیث کریمہ ۶۱۹
علماء و سادات کو ملحوظ ہے کہ اپنے لئے امتیاز چاہیں ۶۱۹
کسی شخص کا لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام
ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کیلئے قیام مستحب ۶۱۹
کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کریگا۔ ۶۲۰

ضمیمہ علم و تعلیم

جہاں منتہی کا میسر ہوں مجرد ہوا یعنی خفیہ قلبیہ کی
بنا پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اساءۃ ظن
بالمسلمین ہے۔ ۶۰۰
فتاویٰ بزازیہ معتبر کتابوں میں معدود نہیں۔ ۶۲۱
جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے۔ ۶۲۸
روزانہ دو پارے تلاوت کرنا افضل ہے یا
ترجمہ کے ساتھ پارے کا ایک ربع۔ ۶۲۲

۶۱۲ قرآن پاک کا کون سا ترجمہ پڑھنا چاہیے۔ ۳۸۲
۶۱۲ مرتجا پر فتویٰ کا حکم جہل و خرق اجماع ہے۔ ۳۹۲
۶۱۲ ذی علم مسلمان اگر بنیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے
۶۱۷ تو اجر پائے گا۔ ۵۳۳
حساب، اقلیدس اور جغرافیہ وغیرہ جائز علم
۶۱۶ پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۵۳۳
جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے ۵۳۳
۶۱۷ وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ درج
ہیں ان کا پڑھنا روا نہیں۔ ۵۳۳
کتاب و قاری کا نیچے اور کافروں کا بچوں پر ہونا
۶۱۸ سخت بے تعظیمی ہے۔ ۶۲۴
۶۱۹ اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب
لکھنا کراہ ہے۔ ۶۲۹
جاہل کو وعظ گوئی گناہ ہے۔ ۶۲۰
۶۱۹ بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام و گناہ ہے ۶۳۳
۶۲۰ بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ تفسیر و حدیث
بطور وعظ بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔
روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام اور سننا بھی حرام ۶۳۳

مجالس و محافل

۱۰۰ (میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے ذکر شہادت وغیرہ)
۶۲۱ امردوں سے مجالس میلاد پڑھوانا درست ہے یا نہیں ۶۲۱
۶۲۸ وہ کونسی حالتیں ہیں جن کے سبب سے
مولود کا پڑھنا سننا ناجائز ہو جاتا ہے۔ ۶۲۱
۶۲۲ عورت کے ساتھ دو اور امرد کے ساتھ
ستر شیطان ہوتے ہیں۔ ۶۲۱

امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔ ۴۲۱
اباحتِ سماع کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔ ۴۲۲
دس خرابیوں پر مشتمل مجلس میلاد کے بارے میں استفتاء۔ ۴۲۲
اہل ہنود میلاد میں چندہ دیں تو لینا چاہیے یا نہیں۔ ۴۲۲
دینی بات میں مشرکوں سے مدد لینا اور دینی کام کا دارومدار ان کی اجازت پر رکھنا حرام ہے۔ ۴۲۳
حقوق عامہ میں دست اندازی ناجائز ہے۔ ۴۲۳
راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۴۲۳
کتاب وقاری کا نیچے اور کافروں کا اونچوں پر ہونا سخت بے تعظیمی ہے۔ ۴۲۳
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا۔ ۴۲۳
مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اجرت ناجائز و حرام ہے۔ ۴۲۳
ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل عبادات سے ہے۔ ۴۲۳
طاعت و عبادت پر فیس لینا حرام ہے۔ ۴۲۴
شعر خوانی و زمزمہ سنجی کی فیس لینا محض حرام ہے ۴۲۵
فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہیں۔ ۴۲۶
اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا گناہ ہے۔ ۴۲۶
جاہل کو وعظ گوئی گناہ ہے۔ ۴۲۷
جاہل کا پیر بننا حرام و ناجائز ہے۔ ۴۲۸
مشرکوں کی تعریف کرنا اور انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ ۴۲۹
قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یا مستحب اور اس پر حرف زنی درست ہے یا نہیں۔ ۴۲۹
ذکر میلاد شریف کے وقت جیسا کہ آجکل قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ ۴۳۰
خوش الحان چھوکروں سے محفل میلاد میں فارسی اردو غزلیں اور اشعار گانے کی طرز پر پڑھوانا ممنوع ہے۔ ۴۳۲
بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام گناہ ہے ۴۳۲
بے قاعدہ و بے اجازت اساتذہ تفسیر و حدیث بطور وعظ بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔ ۴۳۳
ایسے شخص کو برسر منبر میلاد پڑھنا جو تارک صوم، شارب خمر، داڑھی کترا اور داڑھی والوں کا مذاق اڑاتا ہو کیسا ہے اور سننے والے گنہگار ہیں یا نہیں۔ ۴۳۳
روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام اور سننا بھی حرام۔ ۴۳۴
لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانے والے کا اجر اور برائی کی طرف بلانے والے کا وبال۔ ۴۳۴
ذکر شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز ہے جبکہ استخفاف کی نیت نہ ہو۔ ۴۳۵

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے۔ ۲۵

یہ کلمہ طعنہ کر داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کفر ہے۔ ۲۶

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ ۲۶

جس کے بارے میں مشہور ہو کر وہ حرام کار ہے اس سے میلاد پڑھوانا اور چوکی پر بٹھانا کیا ہے۔ ۲۷

ہندو میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا وہ خود میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۷

گیارھویں شریف کرنا اور مجلس مبارک میلاد میں قیام کرنا جائز ہے۔ ۲۸

شہداء کربلا کے فضائل ومناقب اور ذکر شہادت جائز ہے جبکہ ماتم کی مجلس نہ بنائی جائے۔ ۲۸

بطریق روافض واقعات کربلا بیان کرنا اور ذکر صحابہ سے بدمذہبی کی دلجوئی کی وجہ سے اعراض کرنا کیسا ہے۔ ۲۹

واقعات کربلا بیان کرنے کو امام غزالی وغیرہ اکابر نے کن وجوہ سے حرام کہا۔ ۳۰

اہلسنت اور روافض کے طریقہ ذکر شہادت میں فرق۔ ۳۱

روافض حضرات ابوبکر و عمر و عثمان اولاد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کیوں ترک کرتے ہیں جہاں صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جائے تو وہاں ان کے فضائل بیان کرنا واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے۔ ۳۱

مجلس میلاد میں شیرینی کی تقسیم سے متعلق سات سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۳۲

مجلس میلاد و شب برات میں حلوہ تقسیم کرنا، خوشی منانا، آتشبازی چھوڑنا، دن مقرر کرنا اور قیام کرنا کیسا ہے۔ ۳۳

میلاد شریف کی محفل میں لوگوں کا وجد میں آکر ہاتھ پاؤں مارنا کیسا ہے۔ ۳۴

وجد کی تین صورتیں ہیں۔ ۳۵

مجلس ذکر شہادت اور تجدید سرور و غم روا ہے یا نہیں ۳۵

فاتحہ گیارھویں شریف میں ایک رباعی پڑھنے اور طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کے بارے میں سوال۔ ۳۶

مجلس میلاد شریف میں ذکر حضرات حسنین بغیر ذکر فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیسا ہے۔ ۳۶

جس مجلس کا ممبر ہر مذہب کا ہو سکتا ہے اس میں شرکت جائز نہیں ۳۷

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے۔ ۳۸

محفل مولود شریف اور مجالس خیر میں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری۔ ۳۸

مجلس میلاد میں وقت ذکر ولادت مقدس قیام مستحب و مستحسن ہے۔ ۳۹

طوائف کے ہاں مجلس میلاد پڑھنا اور اس کی

حرام آمدنی سے منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۰
مجلس میلاد میں بعد بیان مولود کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۵۰
محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہداء کرکے سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا حرام ہے۔ ۵۵۱
ذکر میلاد مبارک بہ تعیین ایام و تخصیص ربیع الاول یا بہ تقرر یازدہم و دیگر تواریخ اعراس بزرگان یا دوازدہم شریعت تک ہر روز مجلس میلاد کرنا اور حاضرین میں مشائی یا کھانا تقسیم کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۲
ذکر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے۔ ۵۵۲
حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں بروز پیر ہوئی۔ ۵۵۳
پیر کا روزہ رکھنے کی وجہ۔ ۵۵۳
اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ مندوب و مطلوب ہے۔ ۵۵۳
شیرینی کی تقسیم کے فوائد۔ ۵۵۳
ایک گنہگار شخص اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر مجلس میلاد کرے تو اس میں جانا چاہیے یا نہیں۔ ۵۵۴
جس کو اچھے لوگ اچھا سمجھیں وہ بد باطنوں کے برا سمجھنے سے برا نہیں ہو جاتا۔ ۵۵۵
ماہ محرم میں ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں واقعات صحیحہ بیان کرنا۔ ۵۵۵
قرآن مجید میں تمام ماکان و مایکون کا بیان ہے۔ ۵۵۵
حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے۔ ۵۵۵
غم پروری ممنوع ہے۔ ۵۵۵
رافضیوں کی مجلس میں جانا اور مرثیہ سننا حرام۔ ۵۵۶
روافض کی نیاز نہ لی جائے۔ ۵۵۶
محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ ۵۵۶
مروج میلاد شریف اور سادات اطہار کی نذر و نیاز جائز ہے۔ اس میں شرکت ثواب ہے۔ ۵۵۶
رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے۔ ۵۵۷
مجالس روافض اور ان کی خرافات میں شرکت حرام ہے۔ ۵۵۷
غوث پاک کو ایصال ثواب کے لئے گیارہویں شریف کی مجلس میں کلمہ، درود، اور سورۂ اخلاص کے بعد "یا غوث" کے ساتھ تسبیح پڑھنا جائز ہے۔
وجود افضل وجہ منع مفضول نہیں ہوتا۔ ۵۵۸
انبیاء و اولیاء کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے۔ ۵۵۸
غیر اللہ کے لئے تواضع کے حرام ہونے کی توجیہ۔ ۵۵۸
مجلس میلاد مبارک سے اہل محلہ کو منع کرنا کیسا ہے۔ ۵۵۹

محفلِ میلاد شریف و قیام بوقتِ ذکرِ ولادت مبارکہ کیسا ہے، کچھ لوگ اس وجہ سے اس کو ناجائز کہتے ہیں کہ قرونِ ثلثہ میں نہ تھا، ثقات علمائے خاص اس بارے میں منع وارد ہے چنانچہ سیرت شامی میں ہے ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا" ان اقوال کا کیا حال ہے ۶۵۹
اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے اظہار و بیان اور اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ ۶۵۹
ولادتِ صاحبِ لولاک سب نعمتوں کی اصل ہے ۶۶۰
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبیاں کے بیان و اظہار کا حکم نصِ قطعی سے ہے۔ ۶۶۰
مجلس و محفلِ میلاد کس کا نام ہے۔ ۶۶۰
قرون و زمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں ۶۶۱
نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت ہو بُرا ہے ۶۶۱
حدیث "مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً" کی توضیح کونسی بدعت ضلالت ہے، نیز اقسامِ بدعت کا بیان۔ ۶۶۱
بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے میلاد شریف منانا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بدعت حسنہ ہے۔ ۶۶۲
المطلق یقتضی الاطلاق۔ ۶۶۳
ذکرِ نبی ذکرِ خدا ہے۔ ۶۶۳
قیام بوقتِ ذکرِ ولادت کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ ۶۶۳
قیام مذکور کے مستحسن ہونے کا ثبوت ۶۶۳
نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے۔ ۶۶۴
تعظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بجمیع انواعہ امر مستحسن ہے۔ ۶۶۵
قیام ذکرِ ولادت شریف ہی کے وقت کیوں۔ ۶۶۵
کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا عدمِ جواز کی دلیل نہیں۔ ۶۶۶
عبارت شامی کا مطلب۔ ۶۶۶
ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔ ۶۶۷

ضمیمہ مجالس و محافل

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شیرینی پر پنج آیت پڑھ کر تقسیم کرنا جائز ہے اور پنج آیت میں شادی و غمی کا تفرقہ اور اسے مجلسِ غم سے مخصوص ماننا باطل و بے اصل ہے ۱۰۸
اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو کسی ایک سے قرآنی سورت کی تلاوت کراتے۔ ۱۱۸
مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمول علماء کرام و بلاد اسلام ہے۔ ۱۱۹
مجلس میلاد شریف سے روکنا ذکرِ خدا سے روکنا ہے۔ ۱۲۰

کسی صورت میں مجلس میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔	۱۴۵	مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو۔	۵۶۰

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام وسیر

آج کل کے روافض اسلام سے خارج ہیں۔ ۱۰۰
نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرنیوالوں کو کافر جاننا حق ہے، ایسے شخص پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح ہرگز لازم نہیں۔ ۱۰۴
مال حرام کو صدقہ کرکے امید ثواب رکھنے والا، اس کو قبول کرکے دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا کافر ہے۔ ۱۱۲
اللہ تعالٰی کے لئے محبت وعداوت رکھنے والا کامل مومن ہے۔ ۱۶۲
سنّی لڑکی کا غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے دو بہنوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنیوالے قاضی اور گواہوں نے اگر حلال جان کر ایسا کیا تو تجدید اسلام و تجدید نکاح کریں۔ ۱۹۲
مدار برکات تقوی پر ہے نہ محض نسب پر۔ ۲۰۵
شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر رکھا ہے۔ ۲۰۵
سلسلۂ طاہرہ وذریت عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نافع ہے۔ ۲۰۵
قریش کی خلافت۔ ۲۰۶
امامت کبرٰی قریش کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۲۰۶
عرب کبھی بحال کفر بھی غلام نہ بنائے جائینگے ۲۲۱
مشرکین عرب پر جزیہ نہیں رکھا جائے گا۔ ۲۲۱
عربوں کی زمین پر کبھی خراج نہیں لگایا جائیگا وہ بہرحال عشری ہے۔ ۲۲۱
حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور آپ کے اہلبیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں۔ ۲۴۵

جس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہو اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ۲۹۶

تعظیمِ قرآنِ عظیم ایمانِ مسلم ہے۔ ۳۹۱

ادراک بھی محض باذن اللہ حاصل ہوتا ہے۔ ۴۱۵

ہر شیئ کا سبب حقیقی ارادہ اللہ عزوجل ہے ۴۱۵

تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً مؤثر نہ موقوف علیہ۔ ۴۱۶

واقع میں تمام الفاظ وجملہ اصوات بجائے خود مخلوق ہیں وہ بھی امم مخلوق میں سے ایک امت ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ۴۲۰

کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۰

کلماتِ کفر اپنے رب کی تسبیح کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت بھی کرتے ہیں۔ ۴۲۸

کلام اللہ واحد لا تعدد لہ بحال۔ ۴۳۳

حضرات خلفاء ثلٰثہ کی ثناء ومدحت اور ادب عقیدت اہلسنت کے اصول مذہب میں داخل ہے ۴۶۳

کراہت تحریم کا مرتکب گنہگار اور مستحق عذاب ہوتا ہے۔ ۵۰۱

کافر کے لئے رہن کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں۔ ۵۲۳

کفار کے میلہ میں بقصد فروخت اسباب تجارتی جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ۵۲۳

معابد کفار میں مسلمان کو جانا جائز نہیں کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں۔ ۵۲۳

ہندوستان عند التحقیق دار الحرب نہیں ہے ۵۲۳

مسلمان دار الحرب میں کیا کچھ بدلے فروخت لیا جاسکتا ہے۔ ۵۲۳

مسلمان کا کافروں کے محلہ سے گزر ہو تو شتابی کرتا ہوا گزر جائے۔ ۵۲۵

گناہ پر ثواب کی امید زیادہ سخت واشد ہے ۵۳۰

سود کے روپیہ سے جو کار نیک کیا جائے اس میں استحقاق ثواب نہیں۔ ۵۳۱

ایک مسلمان عورت ہندو بیس سال ایک انگریز کے ساتھ رہی اب تائب ہوئی ہے، کیا اس کا مسلمان ہونا صحیح ہے۔ ۵۳۶

اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ۵۳۶

بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے۔ ۵۴۲

ناچنے گانے کا پیشہ ملعون اور حرام قطعی ہے اس کو حلال جاننا کفر ہے اس سے حاصل ہونے والا مال حرام ہے۔ ۵۸۳

کافر اصلی کی نوکری جس میں کوئی غیر شرعی کام نہ کرنا پڑے جائز ہے۔ ۵۹۱

دنیوی معاملہ پر کافر اصلی سے بات چیت کرنا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں نہ ہی اس سے کفر وفسق لازم آتا ہے۔ ۵۹۱

مرتد کی نوکری، اس سے بات چیت اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا منع ہے۔ ۵۹۱

کافر کے عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ ۵۹۲
بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ ہے بلکہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے ۵۹۲
غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر لے تو حلال ہے۔ ۵۹۵
قادیانی مرتد ہیں ان کے ساتھ خرید و فروخت اور بات چیت کی اجازت نہیں۔ ۵۹۸
کفریات فلاسفہ ۶۲۳
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۶۶۲
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے، اس پر دو دلیل۔ ۶۸۰
قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم کے دخل بشری سے ایک نقطہ کی کمی و بیشی نہیں ہو سکتی۔ ۶۸۵
غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ۶۸۵
عقائد اہل سنت و جماعت کا بیان۔ ۶۸۵
عقائد شیعہ کا بیان ۶۸۵
کتب فقہاء کرام کا منکر گمراہ ہے۔ ۶۹۳
حل لواطت کا قائل کافر ہے۔ ۶۹۳
فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ کے خلاف اسلام عقائد کا بیان۔ ۷۰۶
جن فنون و کتب میں انکار وجود آسمان و گردش آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو ان کو پڑھنا حرام ہے۔ ۷۰۹
عالمان دین کی اہانت کفر ہے۔ ۷۱۲
عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں خوف کفر ہے ۷۱۵
مشرکوں کی تعریف کرنا اور انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔ ۷۲۹
یہ کلمہ طعنہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھنے والوں سے بہتر ہیں کفر ہے۔ ۷۳۲
جس مجلس کا ممبر ہر مذہب کا ہو سکتا ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ ۷۴۷
محفل میلاد شریف اور مجالس خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری۔ ۷۴۸
مجلس میلاد میں وقت ذکر ولادت مقدس قیام مستحب و مستحسن ہے۔ ۷۴۹
ذکر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے۔ ۷۵۲
اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ مندوب و مطلوب ہے۔ ۷۵۳
جس کو اچھے لوگ اچھا سمجھیں وہ بد باطنوں کے برا سمجھنے سے برا نہیں ہو جاتا۔ ۷۵۵
انبیاء و اولیاء کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے۔ ۷۵۸
غیر اللہ کے لئے تواضع کے حرام ہونے کی توجیہ۔ ۷۵۸

فوائد تفسیریہ

آیۂ کریمہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کی تفسیر ۲۴۵

آیت کریمہ "ومن الناس یشتری لہو الحدیث" کی تفسیر۔ ۲۹۲

"واستفزز من استطعت منہم بصوتک" (الآیۃ) میں آواز شیطان سے مراد غناء و مزامیر ہے۔ ۲۹۳

شفاعت حسنہ اور شفاعت سیئہ سے کیا مراد ہے۔ ۳۰۸

قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز۔ ۴۰۸

نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن کیسا ہے نیز ایمان وہ منکر خدا تھا۔ ۴۰۸

فوائد حدیثیہ

حدیث "خیر الذکر الخفی" کا مطلب۔ ۱۶۹

حدیث "من ابطأ به عمله لم يسرع به نسبه" کے معنی۔ ۲۰۵

حدیث شریف "من تشبہ بقوم فہو منہم" کی تشریح و توضیح۔ ۲۲۰

دل کے بارے میں حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توضیح و تشریح۔ ۲۲۵

حدیث میں عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ کیوں دی گئی۔ ۲۶۸

روزانہ کنگھی کی ممانعت سے متعلق احادیث کریمہ اور ان کا مطلب۔ ۲۸۵

سیاہ خضاب کو کبوتر کے پوٹے سے حدیث میں کیوں تشبیہ دی گئی۔ ۴۹۲

حدیث مبارک "الحلال بین الخ" کی نفیس تشریح۔ ۵۱۸

عوام میں مشہور ایک غلط حدیث کی نشاندہی ۵۳۹

حدیث میں پچھنے لگانے والے کی کمائی کو حرام کیوں کہا گیا۔ ۵۴۵

حدیث کی تشریح اشعۃ اللمعات کے حوالے سے ۶۳۰

علامت حدیث بزبان امام شافعی علیہ الرحمہ۔ ۶۳۰

حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاتا ہے۔ ۶۷۹

فوائد اصولیہ

"الاصل الطہارۃ" قاعدہ کلیہ ہے۔ ۱۱۵

"الیقین لا یزول بالشک" ضابطہ عام ہے۔ ۱۱۲

المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہے) ۱۱۶

جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری نہیں۔ ۱۳۴

منع خصوص کے لئے دلیل خصوص کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۳۴

جو بات اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمائی کسی اور کو منع کا حق نہیں۔ ۱۳۳

بے منع شرعی ارتکاب ممانعت جہالت وجرأت ہے ۱۳۶
نفس ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فی حد ذاتہ اصلاً مستحق نہی وقبح نہیں۔ ۱۶۰
اللہ ورسول کا ذکر اہم واعظم مقاصد شرع مطہر ہے ۱۶۸
نہی عارض بوجہ عارض راجح بعارض ہوگی
نہ عامہ بخیر یا بلقید عارض تا مورد عارض
مختص با فراد مختصہ بعارض۔ ۱۶۹
مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شئی نہیں۔ ۱۸۳
تحری قلب باب احتیاط سے ہے ۱۹۳
ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں
خود اپنے دل کی شہادت چاہیے۔ ۱۸۳
ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں۔ ۲۰۳
اول با آخر نسبتے دارد۔ ۲۲۰
حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیہ کریمہ
الحقنا بهم ذريتهم میں تطبیق۔ ۲۳۰
نفی نفع مطلق اور نفی مطلق نفع میں فرق ہے۔ ۲۳۰
سلب فضل کلی اور سلب کلی فضل میں فرق۔ ۲۳۸
لاطاعة لاحد فی معصية الله تعالى
صحبت بد زہر قاتل ہے۔ ۲۸۲
بعض لہو ہائے ممنوعہ کبیرہ اور بعض ایسے
صغیرہ ہوتے ہیں جو اصرار سے کبیرہ ہوجاتے ہیں ۲۹۶
اللهو حقيقة حرام كله۔ ۳۱۲
جس کام سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اس
سے منع کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ ۳۱۶
ہر انفاق اسراف نہیں۔ ۳۲۰
شریعت شریف کا قاعدہ کلیہ ہے جس چیز کو اللہ
ورسول اچھا بتائیں وہ اچھی اور جس کو برا بتائیں
وہ بری ہے، اور جس سے سکوت فرمائیں وہ
اباحت اصلیہ پر رہتی ہے۔ ۳۲۰
کسی چیز کو جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں
بلکہ ناجائز کہنے والا قرآن وحدیث سے دلیل لائے۔ ۳۲۰
کو نسی نئی بات کو بدعت کہا جاتا ہے۔ ۳۲۰
پر بنائے تشبیہ کسی فعل کی ممانعت کا قاعدہ۔ ۳۲۱
منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ ۳۲۲
مجمع میں گناہ ہو تو مجمع ہی میں توبہ کی جائے۔ ۳۲۳
تغیر قصد سے تغیر حکم ہوجاتا ہے۔ ۳۲۷
تعظیم اور بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف
کا ہے ۳۹۱
تسبب سے مسبب کا تخلف ہونا باطل ہے۔ ۴۱۹
حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ۴۳۱
آواز ملاہی کی علت تحریم تشخصات نہیں بلکہ اس کا
لہو ہونا ہے۔ ۴۳۱
آواز ملاہی میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل
نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے بھی پیدا ہوں گی
اپنا رنگ لائیں گی۔ ۴۳۳
جب علت حرمت قطعاً حاصل ہو تو حکم حرمت
کیونکر زائل ہوسکتا ہے۔ ۴۳۳
فونو اس حیثیت سے کہ وہ ایک آلہ مطلقہ ہے
اس کو حسن یا قبح سے موصوف نہیں کرسکتے بلکہ
وہ حسن وقبح، مدح وذم، منع واباحت اور

ثواب و عقاب میں اسی چیز کے تابع ہے جو اس سے ادا کی جاتی ہے۔ ۴۵۸

شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے حرام کو مدد پہنچے اس کو بھی حرام فرما دیتی ہے۔ ۴۶۱

جس چیز کو بنانا ناجائز اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ناجائز ہے اور جس چیز کو خریدنا اور کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کو بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔ ۴۶۳

جو مباح بنیت محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ ۴۸۳

جو دلالۃ النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ ۴۹۳

علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں اس سے مراد کراہت تحریم لیتے ہیں۔ ۵۰۱

اصل حلت ہے۔ ۵۰۵

ہر مکروہ تحریمی صغیرہ گناہ ہے۔ ۵۲۲

ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ۵۲۴

ہر لزوم معصیت معصیت ہوتا ہے۔ ۵۲۹

عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے جیسے لفظاً شرط کر دی جائے۔ ۵۳۷

جس چیز کا لینا حرام ہو اس کا دینا بھی حرام ہوتا ہے۔ ۵۴۰

کتب مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے ۶۰۳

اساءۃ کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور مکروہ تحریمی سے کمتر ہے۔ ۶۰۵

جانب فعل میں ہر مرتبۂ طلب کے مقابل جانب ترک میں ایک مرتبۂ نہی ضرور ہے۔ ۶۰۶

فرض کے مقابل حرام، واجب کے مقابل مکروہ تحریمی، مندوب کے مقابل مکروہ تنزیہی اور سنت کے مقابل اساءت ہے۔ ۶۰۶

سنت کا رتبہ مندوب سے بڑا اور واجب سے کمتر ہے۔ ۶۰۹

مقدمۂ فرض بھی فرض ہوتا ہے۔ ۶۱۱

فرض و واجب میں طلب جازم اور سنت و مستحب میں غیر جازم ہے۔ ۶۱۶

مکروہ تنزیہی سے نہی ارشادی اور مکروہ تحریمی حرام سے ملحق ہے ۶۱۶

مباح نہی و طلب دونوں سے خالی ہے۔ ۶۱۷

حرام کا ترک فرض اور فرض کا ترک حرام ہے۔ ۶۱۸

بعض فرض بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع و اشد ہوتے ہیں۔ ۶۱۸

شرع میں مامورات کی نسبت منہیات کا اعتناء شدید تر ہے۔ ۶۱۸

منطق کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں۔ ۶۳۲

علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہیے۔ ۶۳۲

بارہا اختلاف زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے اسکی کچھ مثالیں۔ ۶۴۵

مفاسد کا دفع مصالح کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔ ۷۰۵

کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت ہے۔ ۱۰۰

وجودِ افضل وجہِ منعِ مفضول نہیں ہوتا۔ ۱۵۸

فوائدِ فقہیہ

زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے۔ ۱۰۹

تیجہ اہلِ ثواب میں سے ہے۔ ۱۲۲

تخصیصِ حلوہ شبِ برات کی تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔ ۱۲۵

احکام غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں نادر و موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ۱۳۰

جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ۱۳۱

شریعتِ اسلامیہ میں ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔ ۱۳۲

صدقاتِ مالیہ کا ثواب باجماعِ ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے۔ ۱۳۲

تخصیصاتِ عرفیہ از روئے حدیث جائز ہیں۔

مشترکہ دعوت میں سے اہلِ دعوت کو کھانا جائز ہے۔ ۱۳۴

مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقاتِ قرآن مجید و ارشاداتِ احادیثِ کثیرہ جانبِ جواز و ندب ہیں۔ ۱۴۱

جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر و مندوب ہو اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربۃً اس کا ترک منجر بہ منہیاتِ اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصدِ شرع سے بعید بعید ہے۔ ۱۸۰

۱۷۲ ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحتِ شرعیہ نہیں۔

۱۷۱ عوام کو مسجد میں ذکر بالجہر سے منع نہ کیا جائے۔

۱۷۳ عباراتِ علماء سے واضح ہو گیا کہ ذکرِ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبیِ ذکر کی مقاومت کر سکے۔

۱۷۳ کراہتِ تنزیہیہ کا حاصل خلافِ اولیٰ ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز۔

۱۷۶ اپنے تحفظ کی دعا ہر مخالف کے مقابل جائز ہے۔

۱۷۶ دعائے شر کافر و بدمذہب پر کی جائے۔

۱۷۷ سُنی صحیح العقیدہ کے لئے بددعا نہ کی جائے چاہے وہ کتنا ہی مخالف ہو۔

۱۷۹ مجلس جیسی کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل چاہنا شارع کی ضد ہے۔

۱۷۹ ذکر بالجہر کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۸۰ جہرِ مفرط کیا ہے۔ جہرِ مفرط کے ساتھ ذکر شرعاً منع ہے

۱۸۲ حدِ معین ذکرِ جلی کی یہ ہے کہ اتنی آواز سے نہ ہو جس میں اپنے آپ کو ایذاء ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔

۱۸۳ نکاح پر فساد و طاری کی خبر کن شرطوں کے ساتھ مقبول ہے۔

تمام کھیل باطل ہیں سوائے تین کہ وہ حق ہیں:
(۱) تیر اندازی
(۲) اسپ تازی، اور
(۳) با زنِ خود بازی۔ ۲۹۷
دنیا کیوں ملعون ہے۔ ۲۹۷
غرضِ محمود اور غرضِ مذموم میں انفاق کے درمیان بونِ بعید ہے۔ ۳۱۷
تعزیر بالمال منسوخ ہے۔ ۳۲۳
بعض کتبِ حنفیہ کی طرف منسوب عبارت کہ "پیشاب سے آیتِ قرآنی لکھنا جائز ہے" کا متعدد وجوہ سے رد اور معترض کی دھوکا دہی کا پردہ چاک۔ ۳۳۰
بوقتِ قراءتِ قرآن مجید استماع و خاموشی فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ، ثانی اوسع او اول احوط ہے۔ ۳۵۲
مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق اور دونوں قولوں میں تطبیق۔ ۳۵۲
فال کیا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں۔ ۳۹۰
صحن مسجد مسجد ہے، فقہاء اس کو مسجد صیفی کہتے ہیں اور مسقف کو مسجد شتوی۔ ۴۰۶
فونو سے آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیوں واجب نہیں ہوتا۔ ۴۲۶
طوطی و مینا کو آیتِ سجدہ سکھا دی جائے تو اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا ۴۲۶
مجنون کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ۴۴۶
سوتے میں کسی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو کیا سجدۂ تلاوت کا وجوب ہوگا۔ ۴۴۶
صدائے سنائی دینے والی آواز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ ۴۴۸
وجوبِ سجدۂ تلاوت سماعِ اول پر ہے نہ کہ سماعِ معاد پر۔ ۴۵۲
سماعِ صدا سماعِ معاد ہے۔ ۴۵۲
فونو کی وضع ہی اعادۂ سماع کے لئے ہے۔ ۴۵۲
خصوصاً احتیاط فی الدین کے معاملہ میں۔ ۴۵۵
قربات میں شبہ ملحق بیقین ہے۔ ۴۵۵
اسپرٹ قطعاً شراب ہے اور حرام ہونے کے ساتھ پیشاب کی طرح نجس بھی ہے۔ ۴۵۸
فقہیات میں ظن یقین کے ساتھ ملحق ہوتا ہے
کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ ان کی ایجاد ہو۔ ۴۵۸
فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں۔ ۴۵۸
جو چیز بنانا ناجائز ہو اس کو خریدنا اور استعمال میں لانا بھی ممنوع ہے۔ ۴۶۱
خواجہ سراؤں کا خریدنا اور ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہے۔ ۴۶۱
بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز نیز گھوڑی سے خچر لینا بھی جائز ہے۔ ۴۶۲
جن کو بھیک مانگنا حرام ہے ان کو بھیک دینا بھی گناہ ہے۔ ۴۶۳

مہندی کے مستحب اور خضاب کے حرام ہونے کی وجہ۔ ۴۹۹
سیاہ خضاب منہی عنہ ہے۔ ۵۰۰
عامۂ مشائخ کرام وجمہور ائمۂ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔ ۵۰۰
سیاہ خضاب میں کس قدر مہندی ملانے سے حرمت جاتی رہتی ہے۔ ۵۰۲
کون سا خضاب جائز ومحمود ہے۔ ۵۰۲
اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں کہ سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے تو جائز ہے۔ ۵۰۵
شراب میں کس قدر نمک ملانے سے سرکہ ہوجاتا ہے اور اس کی حقیقت بدل جاتی ہے ۵۰۵
رنڈی وغیرہ کی ناجائز آمدنی ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتی ہے۔ ۵۰۷
وہ صورت کہ رنڈی کو ملنے والا مال رشوت قرار پاتا ہے۔ ۵۰۸
ایک صورت میں طوائف کی آمدنی مثل موہوب ہوتی ہے۔ ۵۰۸
ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں۔ ۵۱۶
قبولیت شئی اور چیز ہے اور سقوط فرض اور چیز۔ ۵۲۲
مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں رہتا صرف خبث ملک ہوتا ہے۔ ۵۲۳
خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں۔ ۵۲۴
اموال ضائعہ کا مصرف ۵۴۸
غیر منقسم ہونا صدقہ کو نقصان نہیں دیتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ۵۴۹
مال سود اور مال رشوت وغیرہ کے حکم میں فرق۔ ۵۵۱
مسئلہ استبدال یعنی حرام مال کے عوض کوئی دوسری چیز خریدنا۔ ۵۵۲
زر حرام پر عقد ونقد کے جمع ہونے کی صورت اور اس کا حکم۔ ۵۵۴
مال حرام کے تصدق میں مساکین کا غیر اصول و فروع ہونا شرط نہیں۔ ۵۵۵
ناپاک روپیہ دو قسم پر ہے۔ ۵۵۹
حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر کچھ لے سکتا ہے۔ ۵۶۲
جس کو قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے وہ کوئی شرعی حق نہیں۔ ۵۶۲
جس چیز سے بعینہٖ اقامت معصیت ہو اس کا بیچنا جائز نہیں جیسے مزامیر۔ ۵۷۶
درہم کی مقدار۔ ۵۷۸
جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت کا حکم ہے۔ ۵۷۹
حرام روپیہ کا مصرف اور اس کے پاک ہوجانے کی صورت۔ ۵۸۰
طرفین سے شرط لگانا کیسا ہے اور اس میں جو مال جیتا اس کا کھانا کیسا ہے۔ ۵۸۰
کس کس ضرورت سے سودی قرض لینے کی

اجازت ہے۔ ۵۸۳
رشوت کی تعریف اور اس کا حکم ۵۹۰
بحرِ زندگی کی صورت ۶۰۱
کسب کے لئے ایک مبدأ ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے اور ایک غایت ہے یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو۔ ۶۰۲
کسب کے مبدأ و غایت دونوں میں احکام پنجگانہ جاری اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں۔ ۶۰۲
نفس کسب بے لحاظ مبادی و غایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔ ۶۰۲
کس قدر خورد و نوش اور لباس فرض ہے ۶۱۰
کفایت اہل و عیال اور ادائے دیون نفقۂ مفروضہ فرض ہے۔ ۶۱۱
فرض سے بری الذمہ ہونا فرض ہے۔ ۶۱۱
کس قدر کھانا پینا اور لباس واجب ہے۔ ۶۱۱
سبب جو فرض دونوں اقسام قسمہ سے ایک ہی قسم کے ہوں تو کسب پر بھی وہی حکم ہوگا اور اگر مختلف اقسام سے ہوں تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ۶۱۴
جب طلب و نہی میں سب وجوہ سے تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں جانب نہی کو ترجیح ہوگی اور اگر دونوں کی قوت کم و بیش ہو تو اقوی کا اتباع ہوگا۔ ۶۱۸
خوک و خمر کی حرمت مال مجبے اذن غیر لینے کی حرمت سے زائد ہے اور سدِ رمق و دفع جوع قائل

عطش ہلاک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہٰذا حالتِ مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اُسی قدر جس سے ہلاکت دفع ہو لازم ہوا۔ ۶۱۹
اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگر اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض یعنی دفع ہلاک سے اقوی ہے۔ ۶۱۹
غرض ضروری نہ ہو یا ضروری ہو مگر بغیر سوال کے کسی طریقہ حلال سے دفع ہوسکتی ہے تو سوال کرنا حرام ہے۔ ۶۱۹
جسے سوال کرنا حرام ہو اسے کو دینا بھی ناجائز کہ یہ کسب حرام کا مدد ہوتا ہے۔ ۶۲۰
سوال حلال ہونے کی صورتیں ۶۲۰
اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے وصیت کر جائے تو کون سے علماء اس میں داخل اور کون سے خارج ہوں گے۔ ۶۲۸
زنِ مفقود کو چار سال کے بعد امام مالک علیہ الرحمۃ جو اجازت نکاح دیتے ہیں اس کا مطلب ۶۳۱
آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا ائمۂ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں۔ ۶۳۱
جس عبارت میں صرف لفظ مکروہ ہو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہ۔ ۶۵۰
فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب اور مستحب کا مستحب ہے۔ ۶۸۶

سیرت فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحتیابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض وفات کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ ۲۷۱

نقشِ انگشتری مبارک رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم۔ ۳۹۲

حضور علیہ السلام نے انصار کی کمسن بچیوں کو یہ کہنے سے کیوں منع فرمایا "وفینا نبی یعلم ما فی غد" ۳۲۵

اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے۔ ۳۶۶

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنا نعتیہ قصیدہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا جس میں تاقیامت علوم غیبیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت مانا۔ ۳۶۶

سرکارِ دو عالم نے آنے والی قوم کی خبر دی۔ ۳۹۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ ۵۲۰

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں بروز پیر ہوئی۔ ۷۵۳

تصوف وطریقت واخلاق

کچھ لوگ نماز کے بعد ذکر جلی کرتے ہیں، ان پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ۱۸۱

ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا، سینے پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لیٹ جانا اور رونا وغیرہ افعال اگر بحالت وجد صحیح ہیں تو حرج نہیں، اور اگر ریا کے لئے ہیں تو حرام ہیں۔ ۱۸۲

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے والے کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ ۲۰۰

آدمی کو حظوظ نفس کی وحشتیں خراب کرتی ہیں۔ ۵۱۸

تصوف کی چاشنی سے لبریز ایک مختصر اور انتہائی مفید مضمون۔ ۵۱۸

بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ ۵۸۳

جاہل کا پیر بننا حرام و ناجائز ہے۔ ۷۲۸

وجد کی تین صورتیں ہیں۔ ۷۳۵

فضائل ومناقب

درود پاک کی فضیلت وبرکت۔ ۱۲۳

علم عبادت سے افضل ہے ۲۰۶

اہل محلہ کا مل جل کر کھانا تیار کرنا تاکہ اس میں سے مساکین وفقراء، علماء وصلحاء اعزاء ۔

اقارب اور پڑوسی سب ہی کھائیں ابواب جنت کی تعداد کے برابر آٹھ خوبیوں کا حامل ہے۔ ۱۲۶
اہمیت و فضیلت صدقہ و خیرات سے متعلق احادیث کریمہ۔ ۱۲۷
صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ ۱۲۷
آدھا چھوہارہ کا صدقہ کرنا بھی دوزخ سے بچنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ ۱۲۸
مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے۔ ۱۲۸
تقویٰ و صلہ رحمی سے رزق وسیع، عمر دراز اور بری موت دور ہوتی ہے۔ ۱۴۲
تمام نیکیوں سے جلد تر ثواب صلہ رحمی کا ہے۔ ۱۴۲
صلہ رحمی کرنے والے محتاج نہیں ہو سکتے۔ ۱۴۳
بھلائی کے کام بری موتوں اور آفتوں سے بچاتے ہیں، جو دنیا میں احسان والے ہیں وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے۔ ۱۴۳
لوگوں کو کھانا کھلانے والے کے فضائل۔ ۱۴۸
مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے۔ ۱۵۰
دینی بھائیوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت۔ ۱۵۱
مشترکہ طور پر کھانا تیار کر کے کھانے اور علماء و صلحاء و مساکین و اقرباء کو کھلانے سے پچیس فوائد حاصل ہونے کی امید ہے۔ ۱۵۳
کلمہ طیبہ اصل الاصول اور افضل الاذکار ہے۔ ۱۸۸
اہل قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ۔ ۲۰۸
اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ ۲۰۸
فقط ذکر قریش پر مشتمل قرآنی سورۃ۔ ۲۱۳
قریش برکت کے درخت ہیں۔ ۲۱۳
عزت دار اور بہتر قریش ہیں۔ ۲۱۴
اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی پسند۔ ۲۱۶
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۱۸
سب سے بہترین جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ ۲۱۹
اعلیٰ درجہ کے اشراف علماء و سادات ہیں ۲۲۲
قوم فارس کی فضیلت ۲۲۵
روز قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب تر قریش ہوں گے۔ ۲۳۲
صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات ۲۳۳
فضائل اہل بیت ۲۳۴
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چار افراد قدسی۔ ۲۴۶
حوض کوثر پر سب سے پہلے کون آئے گا۔ ۲۴۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ و علاقہ مضبوط تر اور غیر منقطع ہے۔ ۲۵۰
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد "نورت مساجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب"۔ ۲۵۸
خوشبو لگانا سنت اور اس کے پسندیدہ ہونے پر دلائل حدیثیہ۔ ۳۰۰

چار چیزیں سنن مرسلین میں سے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ۲۰۱

مولانا ریاست علی خاں اور مولانا شاہ سلامت اللہ علیہما الرحمہ کی تحسین۔ ۲۱۲

منبر مسند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ۲۰۹

تعریف قرآن مجید اور اس کے مناقب ۲۲۰

طالب علم بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ۲۲۰

افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے۔ ۲۰۹

جہاد کی فضیلت و اہمیت۔ ۲۰۹

انواع کسب میں بہترین جہاد پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت ہے۔ ۲۱۰

علماء وارث انبیاء ہیں۔ ۲۲۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ ۲۳۱

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ۲۳۸

قاری قرآن کے فضائل ۲۴۳

محمد بن ابراہیم کے فضائل ۲۶۱

عالم دین سنی المذہب جو اپنے شہر کے اہل علم میں اعلم ہو وہ مفرد ان کا حاکم شرعی ہے ۲۹۱

عوام کو علماء دین کی شان میں حسن ظن و حسن عقیدت لازم ہے۔ ۴۸۱

عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے۔ ۴۸۴

عالم دین کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے۔ ۴۸۶

پیر و استاذ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔ ۵۰۱

علم طب کے استاذ اور علم حساب کے استاذ میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے ۵۰۵

سنی عالم دین کی تعظیم باعث اجر عظیم و رضائے خدا ہے۔ ۵۱۲

علماء و سادات کو رب العزت نے اعزاز و امتیاز بخشا ہے تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال ہے۔ ۵۱۸

حفظ مراتب کو ملحوظ رکھنے سے متعلق احادیث کریمہ ۵۱۸

علماء و سادات کو مشروع ہے کہ وہ اپنے لئے امتیاز چاہیں۔ ۵۱۹

کسی شخص کا لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب ہے۔ ۵۱۹

ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجل عبادات سے ہے۔ ۵۲۲

جہاں صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جاتی ہو وہاں ان کے فضائل بیان کرنا واجب

بلکہ اہم فرائض سے ہے۔ ۶۲۱

قرآن مجید میں تمام ماکان و مایکون کا بیان ہے۔ ۶۵۵

تاریخ و تذکرہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کئی عمرے کئے۔ ۱۲۲

حضرت علی ابن موفق نے حضور علیہ السلام کی طرف سے ستر حج کئے۔ ۱۲۲

ابن سراج علیہ الرحمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دس ہزار سے زائد قرآن ختم کئے اور دس ہزار کے قریب قربانیاں کیں۔ ۱۲۲

حضرت ابو العباس درود شریف کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرتے جس کی برکت سے ایک لاکھ افراد کے شفیع بنا دئے گئے۔ ۱۲۲

جواہر خمسہ کیسی کتاب ہے اور اس میں وارد اعمال کیسے ہیں۔ ۱۶۶

قبیلہ سعد بن ہمدان کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی وحی۔ ۲۱۸

اولاد کسریٰ ہزار سال صاحب تخت و تاج رہی ۲۲۵

امام اعظم اور امام بخاری علیہما الرحمہ فارسیوں میں سے ہیں ۲۲۵

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام ۲۳۹

ابتداءً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ ۲۵۵

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھایا جاتا۔ ۲۶۳

بارگاہ رسالت میں حدی خوانی کے لئے صحابہ مقرر تھے۔ ۳۶۴

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔ ۳۶۴

حضرت انجشہ حبشی، عبداللہ بن رواحہ اور عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدی خوان بارگاہ رسالت میں۔ ۳۶۴

روز عمرۃ القضاء دخول مکہ کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے آگے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجزیہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔ ۳۶۵

زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا علماء کرام نے سخت مذموم و خلاف ادب قرار دیا۔ ۳۹۱

کان چھیدنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں متعارف و مشہور تھا۔ ۴۸۲

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر دن میں دو دو بار سر کے بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔ ۴۸۶

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاہ خضاب سے منع کر دیا گیا۔ ۴۹۲

سب سے پہلے بالوں کو مہندی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لگائی۔ ۴۹۸

سب سے پہلے خضاب سیاہ فرعون نے لگایا۔ ۴۹۸

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسا خضاب لگاتے تھے ۵۰۲

اصحاب رقیم کا قصہ ۵۲۹
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے مشرکین قریش کے ساتھ شراکت لگائی اور جیتی۔ ۵۹۵
امام غزالی علیہ الرحمہ نے منطق کا نام معیار العلوم رکھا ہے۔ ۶۳۳
امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر مزار امام اعظم پر پڑھی تو ادباً دعائے قنوت نہ پڑھی۔ ۶۴۰
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالے علیہ اور دیگر ائمہ حدیث واقدی کے مخالف کیوں ہوئے ۶۶۳
حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکتب میں ایک لڑکی کو تعلیم دلاتے دیکھ کر فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جا رہی ہے۔ ۶۹۳
عمران بن حطان رقاشی کا قصہ ۶۹۱
کتاب "جفر جامع" میں امام جعفر صادق علیہ الرحمہ نے ماکان وما یکون تحریر فرمادیا۔ ۶۹۸
علم جفر میں لکھی گئی تصانیف اسلاف کا ذکر ۶۹۸
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا۔ ۷۲۳
واقعات کربلا بیان کرنے کو امام غزالی وغیرہ اکابر نے کس وجہ سے حرام کہا۔ ۷۳۰

اسماء الرجال

عبد الوہاب متروک ہے۔ ۶۵۵
جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ ۶۵۶
حفص قاری، حفص بن سلیمان ابو داؤد قراءت کے امام ہیں۔ ۶۵۶
حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے راویوں میں سے ہیں ۶۵۶
لیث صدوق ہے، مسلم و سنن اربعہ اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہے۔ ۶۵۶
لیث کی جرح و تعدیل سے متعلق ائمہ حدیث کے مختلف اقوال۔ ۶۵۷
ابن خراش کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال۔ ۶۵۸
احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت ہے۔ ۶۵۸
محمد بن ابراہیم میں توقف پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں اقوال ائمہ۔ ۶۵۹
عقیل ثقہ، حافظ اور حجت ہے۔ ۶۶۳
ابن مریم ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے۔ ۶۶۳
نافع بن یزید ثقہ اور عابد ہے۔ ۶۶۳
ابراہیم بن مہدی مصیصی کیسا راوی ہے۔ ۶۷۱

جرح و تعدیل

واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ ۶۶۰
محدثین جب کہیں "فلاں کذاب" تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ ۶۶۰
معرفت تامہ اور ورع تام کے بغیر اسماء الرجال

میں کلام کرنا جائز نہیں۔ ۲۴۳

لغت

لفظ شیخ کے معانی ۱۹۹
لفظ شیخ کے معانی اور اطلاقات ۲۵۵
قرع وقلع کا معنی ۲۱۳
طرب کا معنی ۲۳۳
صدا کس کو کہتے ہیں ۲۳۰
تبرا کے معنی اظہار براءت وبیزاری ہیں ۲۰۲
قسم کس چیز کا نام ہے، اس کے معنی کی تحقیق ۵۰۲
وسم کا معنی ۵۰۳
حمی کا معنی ۵۱۰

منطق

لذت کلی مشکک ہے۔ ۲۳۳
وجود شئی کے چار مراتب ہیں:
(۱) وجود فی الاعیان
(۲) وجود فی الاذہان
۳) وجود فی العبارۃ (۴) وجود فی الکتابۃ ۲۳۹
حق حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ بانفسہا ۲۴۰
سیاہ مقول بالتشکیک ہے۔ ۲۹۲

فلسفہ وسائنس

فوٹو گراف اور فونوگراف میں فرق۔ ۲۱۲
فوٹوگراف کی تصویر اپنی ذی الصورۃ سے مباین
اور اس کی محض ایک مثال وتشبیہ
ہوتی ہے۔ ۲۱۲
فونوگراف سے جو سنا جاتا ہے وہ خود اصل
قاری کی آواز ہوتی ہے نہ کہ اس کی
حکایت وتصویر۔ ۲۱۲
فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہ اسی آواز کنندہ
کی صوت اسی میں بھری ہے قاری ومتکلم ہو یا
آلۂ طرب وغیرہ۔ ۲۱۳
بذریعہ تلاوت جو فونو میں ودیعت ہوا پھر تجریب
آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا حقیقۃً
وہ قرآن عظیم ہی ہے۔ ۲۱۳
آواز کی تعریف ۲۱۳
اللہ تعالیٰ نے آواز دور دراز سامع تک
پہنچانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔ ۲۱۵
ہوا لطافت ورطوبت میں پانی سے زائد ہے ۲۱۵
قرع اول سے متحرک ومتشکل ہو کر اپنے متصل ہوا
کو موجی سلسلہ قرع بر قرع سوراخ گوش میں
بچھے ہوئے پٹھے تک پہنچ کر اس کو بجاتا ہے جس
سے اس میں وہ اشکال وکیفیات پیدا ہوتی ہیں
جن کو آواز کہا جاتا ہے۔ پھر اس ذریعے سے
لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے
حاضر ہوتی ہیں۔ ۲۱۵
عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب
عادی قرع وقلع ہے۔ ۲۱۵
آواز سننے کا سبب عادی تموج وتجدد قرع وقلع

تا ہوا سے جوف میں ہے۔ ۲۱۵

جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا ہے۔ ۲۱۵

دور کی آواز کم کیوں سنائی دیتی ہے اور ایک حد کے بعد بالکل ختم کیوں ہوجاتی ہے۔ ۲۱۵

تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ ۲۱۵

زمین سے مخروط ظلی، آنکھ سے مخروط شعاعی اور آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے۔ ۲۱۶

مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوگا ایک ایک شپ سب تک پہنچے گا اور سب اس آواز کو سنیں گے جو کان ان مخروطوں سے باہر ہے وہ نہ سنیں گے۔ ۲۱۶

مخبروں کے تعدد سے آواز میں تعدد لازم نہ آئے گا ۲۱۶

آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے جو ہوا یا پانی وغیرہ میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے ۲۱۷

پانی میں غوطہ لگانے والے دو شخصوں میں سے ایک کی آواز دوسرا سن سکتا ہے۔ ۲۱۶

پانی اتنا لطیف نہیں جتنی ہوا ہے۔ ۲۱۶

آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قرع و قلع ہے۔ ۲۱۷

اس بات کا اثبات کہ حدوث آواز کو قرع و قلع بس ہے تموج کی حاجت نہیں۔ ۲۱۸

قرع و قلع سے جو شے بجے گی اور اپنی لطافت و رطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل و کیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں۔ ۲۱۸

اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہیے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے اور یہ باطل ہے۔ ۲۱۹

سلسلۂ تموج میں تسلسل باطل ہے۔ ۲۱۹

تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہے۔ ۲۲۲

سننے کا سبب ہوائے گوش کا تشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا ہے ۲۲۷

ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ تشکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔ ۲۲۷

آواز کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔ ۲۲۷

آواز آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ اس شے متکیف کی صفت ہے، ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ ۲۲۷

آواز کنندہ کی موت کے بعد بھی آواز قائم رہ سکتی ہے۔ ۲۲۸

انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا۔ ۲۲۸

تموج کے دوبارہ حدوث سے تجدید سماع ہوگی ۲۲۸

ذکر دوسری آواز پیدا ہوگی۔ ۲۲۰

وحدت آواز وحدت قرع کی ہے۔ ۲۲۸

لطافت ورطوبت جس طرح باعث سہولت انفعال ہے یونہی موجب سرعت زوال بھی ہے۔ ۲۲۹

کیفیات اشکال اصوات کے تحفظ کا پہلے کوئی ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا اب مشیت الٰہی سے گراموفون ایجاد ہوگیا جس میں آوازیں ایک زمانہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ۲۲۹

جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن مرقوم ہے اسی طرح گراموفون میں بھرا گیا اور اب اس سے ادا ہوتا ہے بالکل وہی قرآن ہے نہ کہ غیر قرآن۔ ۲۳۳

صدا میں ہوا اسی تموج اول سے متشکل ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اسی کیفیت سے متشکل ہم تک آتا ہے۔ ۲۲۸

مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق کہ بصورت صدا پہاڑ وغیرہ سے ٹکرا کر ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے نہ کہ ہوائے اول۔ ۲۵۰

اثر قرع دو ہیں، تحرک، تشکل۔ ۲۵۱

جو صدمہ تحرک کو روک دے وہ تشکل کو بھی نہیں رہنے دیتا۔ ۲۵۱

طب

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہے۔ ۵۰۰

ظروف

مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ ۱۱۶

دیکھنا اور چھونا

عورتوں کا بے پردہ پھرنا حرام، اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہیں تو دیوث ہیں۔ ۵۰۸

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے۔ ۲۹۰

بچیوں کو کتابت سکھانا اور عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع ہے۔ ۲۹۰

کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو پردہ لازم ہے۔ ۲۹۲

لباس

پائنچے ٹخنوں کے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی یعنی صرف خلاف اولیٰ ہیں جبکہ نیت تکبر نہ ہو۔ ۹۷

انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے۔ ۹۸

جس لباس کا پہننا ناجائز ہو اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۰۱

محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ ۷۵۶

حلق و قصر

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے رکھنا مکروہ
تنزیہی ہے ۔
داڑھی کتروا کر مشت سے کم کرنا اور سیاہ خضاب
لگانا حرام ہے ۔
انگریزی بال رکھنا خلاف سنت و وضع فساق
ہے ۔

شرب و طعام

ہندوؤں کے یہاں کا گوشت وغیرہ کھانا شرعاً
کیسا ہے ۔
فاسقوں کے یہاں کا کھانا فی نفسہ حرام نہیں ۔
جو شخص سود خور ہے اور حلال کمائی بھی رکھتا
ہے اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے
اگرچہ اس میں فتویٰ جواز ہے ۔
چوری اور جوئے وغیرہ سے حاصل شدہ مال
پر ختم پڑھنا حرام، اس کا کھانا حرام، اور اسکو
کھانے والا قابل امامت نہیں ۔
جس شخص کے پاس مال حرام و حلال مخلوط ہوں
اور اس کا خاص حرام ہونا معلوم نہ ہو یا زرِ حرام
سے کوئی چیز خریدی جس کی خریداری میں زرِ حرام
پر نقد و عقد جمع نہ ہوئے ہوں تو اس پر ختم و
فاتحہ پڑھنے اور اس کو کھانے میں حرج نہیں
اگرچہ خلاف احتیاط ہے ۔

ہندو عموماً ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں لہٰذا ان
کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ سے پرہیز چاہیے ۔ ۱۱۵
جس نے مسلمان ہوا مگر پیشہ ترک نہیں کیا اسکے
۹۷ یہاں دعوت پر جا کر کھانا شرعاً کیسا ہے ۔ ۵۷۱
جس کے پاس سودی کے ساتھ جائز آمدنی بھی
۹۸ ہے اس کے ہاں کھانا کیسا ہے ۔ ۵۸۷
دعوت کھانی فی نفسہ حلال ہے جب تک معلوم
۱۰۰ و متحقق نہ ہو کہ یہ کھانا ہمارے سامنے آیا بعینہ
حرام ہے ۔ ۶۸۱

لہو و لعب

۹۵ ڈھول بجانا رقص کرانا ممنوع ہے ۔ ۹۸
۱۰۰ بالقصد راگنی پر قرآن عظیم کو درست کرنا یعنی گانے
کی طرح پڑھنا خود حرام ہے ۔ ۳۶۰
با مجلس میں نعت گانے میں ہے یا صاحبزادہ اشعار
۱۰۳ ہی خود پڑھتے ہوں ۔ ۳۲۵
تماشا گاہوں اور شادی وغیرہ کی مجلسوں میں حمد
نعت وغیرہ پڑھنا کیسا ہے ۔ ۲۰۵
۱۱۲ باجا بجانا ناجائز، ہندوؤں کے ہاں بجانا اور سخت
ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور
بھی سخت حرام در حرام ہے ۔ ۵۵۲
ہندو کے تہوار میں باجا بجانے والا اگر باز نہ آئے
تو اس کی مسلمان برادری اس سے بائیکاٹ
کرے ۔ ۵۵۶
۱۱۳ جو قوالی یہاں رائج ہے ناجائز ہے ۔ ۵۶۰

اباحت سماع کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔ ۴۲۲
خوش الحان چھوکروں سے محفل میلاد میں فارسی و اردو غزلیں اور اشعار گانے کی طرز پر پڑھوانا ممنوع ہے۔ ۴۲۲

امور خیر میں تعاون

اہل مجلس سے ایک ایک شخص ہر کھانے کے موقع پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے مانگ لینا جائز و مستحب ہے۔ ایسا کرنے والے اور اس کے موئدین سب کے لئے اجر جزیل ہے۔ ۱۲۶
امور خیر کے لئے چندہ اکٹھا کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ۱۲۰
احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۸
مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے کے متعدد واقعات۔ ۱۲۸

تہمت و بہتان و غیبت

کونسی غیبت ممنوع اور کونسی غیر ممنوع ہے۔ ۹۶
مسلمان پر جھوٹی تہمت زنا لگانا گناہ کبیرہ ہے اس کے مرتکب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۹۸

مصاحبت و مجالست

فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو۔ ۱۰۰

حقوق العباد

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہئے۔ ۳۸۸
زید کا نابینا باپ اپنی خوشی سے حسب عادت بازار میں سامان فروخت کرنے جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں، اور اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے۔ ۵۴۵
باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے یونہی بیٹے کا حق باپ پر۔ ۵۴۶
شاگرد کے ذمے استاد کے حقوق کس قدر ہیں، استاذ کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے۔ شاگرد ناخلف کا، وہ استاذ سے جس طرح ہونا چاہئے یا قبل ہو سکتا ہی۔ ۶۳۴
استاذ کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم ہے۔ ۶۳۸
جس سے اس کے استاذ کو اذیت پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ ۶۳۹
ماں باپ محتاج ہوں ان کی ہلاکت کا خدشہ ہو تو بیٹے کو سفر پر نہیں جانا چاہئے۔ ۶۰۳
بیٹے کو سفر سے روکنا باپ پر کس صورت میں لازم ہے۔ ۶۰۴
بڑا بھائی والد کے مشابہ ہے۔ ۶۰۶
استاد کا انکار کفران نعمت ہے۔ ۶۰۶
حقوق عباد میں دست اندازی ناجائز ہے۔ ۶۲۴

حیلہ

اجرت پر قرآن وغیرہ پڑھوانے میں جواز کی صورت۔ ۳۳۶

کسی ذریعہ حرام سے حاصل کردہ مال سے
سبکدوشی کا طریقہ۔ ۱۵۵

ناپاک مال کو پاک کرنے کا حیلہ۔ ۱۶۱

بیاج (سُود) کو جائز کر لینے کا حیلہ کرنا مسلمان
کی شان نہیں البتہ بیاج سے نجات حاصل کرنیکا
حیلہ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ ۱۶۸

رشوت میں حاصل شدہ مال واپس کرنا یا معاف
کرانا از قبیل محال ہو گیا ہو تو براءت و توبہ کی کیا
صورت ہوگی اور مال کس صرف میں صرف کیا جائے۔ ۲۰۰

طوائف کی ناجائز آمدنی اور جائداد کا مصرف
کیا ہو سکتا ہے، اس کے لئے وہ کس صورت
میں جائز ہو سکتی ہے۔ ۵۸۸

مال حرام سے بچنے اور اس سے سبکدوشی ہونے
کا طریقہ۔ ۱۹۳

وکالت

وکیل نے موکل کی اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں
ملا دیں تو وکیل پر ضمان لازم ہے، اور ضمان میں
موکل کا تصرف جائز ہے۔ ۵۵۴

تہذیب و تمدن

مشاہدہ شاہد ہے کہ شریف قومیں دیگر اقوام سے
حیاء و حمیت و تہذیب و مروت وغیرہا بکثرت
اخلاق حمیدہ موہوبہ و مکسوبہ میں زائد ہیں۔ ۲۲۴

امر بالمعروف

نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض
ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں۔ ۲۸۱

لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانے والے کا اجر
اور برائی کی طرف بلانے والے کا وبال۔ ۴۳۴

ترغیب و ترہیب

بے نماز سخت شقی فاسق، فاجر، مرتکب کبائر،
مستحق جہنم ہے ۹۹

جو رزق میں وسعت اور مال میں برکت چاہتا ہے
وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ ۱۳۱

غیر سید جو دیدہ و دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون
ہے اس کا فرض و نفل قبول نہیں۔ ۱۹۸

باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسب منسوب کرنیوالے
کے لئے حدیث میں وعید شدید۔ ۱۹۸

مسلمانوں کو دھوکا دینے والے کے لئے
سخت وعید۔ ۲۰۰

جو شخص کسی کو بُرے لقب سے پکارے اس پر
فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۲۰۴

مسلمان کو ایذا دینے والا رسول اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ ۲۰۴

آلِ رسول، انصار اور عرب کی تعظیم نہ کرنیوالے

پر سخت وعید۔ ٢٥٢
جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ جتائے اس پر جنت حرام ہے۔ ٢٥٦
فضول خرچی کی مذمت اور اس پر وعید شدید۔ ٢٦٩
ایک ناپاک وملعون رسم کا بیان جس پر صدہا لعنتیں اللہ تعالیٰ کی اترتی ہیں۔ ٢٨٠
لہو ولعب میں مستغرق شخص کی مذمت قرآن وحدیث سے۔ ٢٩٢
اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے دشمن تین شخص ہیں۔ ٣٢٦
خوش آوازی کے بعد قرآن مجید تلاوت کرنے کی ترغیب کی دس حدیثیں۔ ٣٥٩
مسجد بنانا خیر کثیر ہے۔ ٣٩٢
اگر فونو کی پلیٹیں جس مسالا کی بنی ہوتی ہیں تو اس میں قرآن مجید کا بھرنا حرام قطعی اور سخت گناہ ہے اور اس پر مطلع ہونے کے باوجود اس میں قرآن بھروانے والے، سننے والے، سنانے والے اور اس پر راضی ہونیوالے سب گنہگار ہوں گے۔ ٤٥٢
فونو کا عام طور پر بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے اور قرآن عظیم کھیل تماشے کے لئے نہیں اترا۔ ٤٥٥
قرآن مجید کو کھیل تماشے کے طور پر سننے والوں اور دین کو کھیل تماشا بنانے والوں کیلئے وعید شدید۔ ٤٥٥
جس مجلس لہو ولعب میں کھیل تماشے کے طور پر
قرآن مجید سنا جا رہا ہو وہاں اگر کوئی شخص تذکر وتفکر کے طور پر بھی سنے تو گناہ سے بری نہ ہوگا۔ ٤٥٧
مجلس لہو ولعب میں شریک ہونا ناجائز ہے اس پر آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔ ٤٥٧
جو سیاہ خضاب لگائے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ ٤٩٢
اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنیوالی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ٤٩٣
سیاہ خضاب لگانے والوں کیلئے وعید شدید۔ ٤٩٦
اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سیاہ خضاب کرنے والوں کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ ٤٩٧
اللہ تعالیٰ بوڑھے کوے کو دشمن رکھتا ہے۔ ٤٩٧
زرد خضاب مومن کا، سرخ خضاب مسلمان کا اور سیاہ خضاب کافر کا ہے۔ ٤٩٧
سپیدی نور ہے جس نے اس کو چھپایا اس نے نور کو زائل کیا۔ ٤٩٨
سیاہ خضاب کرنیوالوں کا چہرہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کالا کرے گا۔ ٤٩٩
داڑھی منڈانے یا سیاہ کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حصہ نہیں۔ ٤٩٩
ادھیڑ عمر والوں میں سے جوانی جیسی صورت بنانے والا بدترین ہے۔ ٤٩٩
ہندوؤں کے سودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنیوالے کا استفتاء۔ اور مصنف علیہ الرحمہ کا

حکیمانہ جواب اور اس پیشہ کو فوراً ترک کرنے کی تلقین اور قضائے حاجات کے لئے اعمالِ مجربہ کی تعلیم۔ ۵۵۶
بلا ضرورت شرعیہ و مجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ ۵۵۹
وعدہ خلافی پر قرآنی وعید۔ ۵۶۰
سود کھانے، کھلانے اور تعاون کرنیوالوں پر لعنت۔ ۵۸۴
ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ ۵۹۰
قرآن مجید بھول جانے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ۶۲۵
مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کو ایذا ہے۔ ۶۴۹
علماء حق کی تحقیر معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ ۶۴۹
تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ ۶۴۹
اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اور متکبرین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ۶۵۰
سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار ایک کبیرہ، عبارات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ، علماء و اساتذہ کو دھوکا دینا تیسرا کبیرہ ہے۔ ۶۸۳
جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت کبیرہ ہے۔ ۴۱
بے علم فتویٰ دینے والا لعنتی ہے۔ ۶۰۷
عورت کے ساتھ دو اور امرد کے ساتھ ستر شیطان ہوتے ہیں۔ ۶۲۱

تعزیہ

ماتم و نوحہ محرم و غیر محرم میں حرام ہے۔ ۴۰۶

تعزیر

لغزشیں ۲۲۲
استاد کا شاگرد کو بدنی سزا دینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی کے بجائے ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہیں ہونی چاہئے۔ ۶۵۲

نفقہ

بیٹا جب جوان ہوجائے تو باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ ۵۳۶

وقف

بیع فاسد سے خریدے ہوئے گھر پر قبضہ کرنے کے بعد خریدار نے اسے فقیروں پر وقف کردیا تو وہ وقف ہوگیا۔ ۵۴۲
مالک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں۔ ۵۴۳

حقہ و پان

حقہ پیتے ہوئے سبق پڑھانا برا ہے۔ ۳۰۹

قلیان کشیدن یعنی حقہ نوشی کا شرعی حکم۔ ۲۹۹

تصویر

طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام ہے۔ ۶۰۰

بغض و حسد

حسد کار شیطان ہے۔ ۵۶۹

تقویٰ

اگر معلوم ہو کہ مستاجر کا مال اکثر حرام ہے تو متقی کا کام اس سے بچنا ہے۔ ۵۵۶

جسے اپنے دین کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے۔ ۵۲۱

وارث کو صرف اتنا معلوم ہے کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر وہ مال متمیز اور مستحق معلوم نہ ہو تو دیانۃً احتراز افضل ہے اور حکم جواز ہے۔ ۵۳۵

حرام سے جتنا بچ سکے بچنا لازم ہے۔ ۵۶۹

دعویٰ و قضاء

وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود قاضیوں کا لوگوں سے زبردستی یا گڑگڑا کر کچھ لینا کیسا ہے۔ ۵۴۳

جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے۔ سچے مدعی سے لینا حرام ہے اور مدعی سچا ہو یا جھوٹا مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا۔ ۵۷۱

عہدۂ قضا قبول کرنا کب فرض، کب مکروہ اور کب حرام ہے۔ ۶۱۰

یمین

کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھالی پھر دیکھا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو وہ کام کرلے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ ۴۳۷

مرض و تداوی

حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۳۴۷

کرامات

کرامات اولیاء و رؤیائے صالحہ سے علاج مریض درست ہوگئے۔ ۵۶

سات برسوں سے بہنے والا پھوڑا ٹھیک ہوگیا۔ ۱۵۴

امام حاکم صاحب مستدرک کے منہ پر نکلے پھوڑے درست ہوگئے۔ ۱۵۹

تاوان و ضمان

اگر کوئی کسی کا گھڑا توڑ دے تو اس کا

تاوان دے ۔ ۴۰۱
تاوان کا روپیہ جمع کرنا کیسا ہے ۔ ۵۸۵

ردّ بدمذہباں و مناظرہ

آجکل وہابیہ وغیرہ مبتدعین میں تقیہ بہت
رائج ہے ۔ ۹۶
رد تقویۃ الایمان ۲۲۹
وہابیہ تمام جاہل ہوتے ہیں ۔ ۳۱۶
وہابی مفتی کو اسراف کا معنی معلوم نہیں ۔ ۳۱۶
آج کل کے مخالف اہل سنت کی روش ہے کہ جس
چیز کو چاہا شرک و بدعت و ضلالت کہہ دیا ۔ ۳۲۰
رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے ۔ ۳۰۶
مصنف علیہ الرحمہ نے سبب آواز کے بارے میں
قدما سے اختلاف کیوں کیا ۔ ۳۱۰
فلاسفہ غلط کاری و خطا شعاری کے عادی ہیں ۳۱۸
حدوث آواز سے متعلق نظریات فلاسفہ کا ابطال
اور ان کے استدلالات کا جواب ۔ ۳۱۹
علامہ سید محمد عبد القادر الاہدل شافعی کے موقف
کا دلائل وغیرہ سے رد ۔ ۳۳۳
روافض کے زعم باطل میں استحقاق خلافت
حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں
منحصر تھا اور خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
حضرت علی مرتضیٰ کا یہ حق چھین لیا تھا ۔ ۳۶۲
روافض نے گویا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو عیاذاً باللہ سخت نامرد، بزدل، تارک حق

اور مطیع باطل بتایا ۔ ۴۶۲
اذان میں خلیفہ بلا فصل کا اضافہ خود رافضیوں کے
مذہب کے خلاف ہے ۔ ۴۶۳
لفظ خلیفہ بلا فصل کے تبرا ہونے کا ثبوت
کتب شیعہ سے ۴۶۸
تقویۃ الایمان سخت بد دینی و ضلالت کی
کتاب ہے ۔ ۴۸۰
وہابیوں کے پاس اپنے بچوں کو پڑھانا
حرام ہے ۔ ۵۸۲
غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے ۶۸۲
لزوم مناظرہ کی شرائط کا ذکر ۔ ۶۹۰
بدمذہب الوؤں کی صحبت آگ ہے ۶۹۲
بہشتی زیور وغیرہ دیوبندی کتابیں پڑھنا پڑھانا
حرام ہے ۔ ۶۹۲
بدمذہب استاد کا صحیح المذہب شاگرد پر
کیا حق ہے ۔ ۷۰۹
دیوبندی کا وعظ سننا، اس سے فتویٰ لینا،
میل جول رکھنا جائز نہیں ۔ ۷۱۰
روافض حضرات ابوبکر و عمر و عثمان
اولاد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا
ذکر کیوں ترک کرتے ہیں ۔ ۷۴۱
رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے ۔ ۷۵۰
مجالس روافض اور ان کی خرافات میں شرکت
حرام ہے ۔ ۷۵۰

متفرقات

تقریب نکاح وغیرہ میں آکر مانگنے والے نقالوں کو کچھ دینا کسی صورت میں جائز ہے۔ ۱۲۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک شاعر سائل کو کچھ دینے کے بارے میں حضرت بلال کو حکم۔ ۱۲۵

زید کے پاس کچھ روپیہ وجہ حلال کا اور کچھ حرام کا ہے زید یہ بھول گیا ہے کہ اس میں وجہ حلال کا کتنا روپیہ ہے، اب اگر زید اس روپئے سے خیرات کرنا چاہے تو کیسے کرے۔ ۱۳۰

یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں مسرور شدہ و انکر کا مرتکب کر دیتا ہے۔ ۱۴۳

عورتوں کا آپس میں ہنسی مذاق مشروط طور پر جائز ہے۔ ۱۹۴

حروف کی تین قسمیں ہیں (۱) لفظیہ (۲) فکریہ (۳) خطیہ۔ ۴۲۶

صورت جبرائیل۔ ۴۳۱

فوٹو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسے اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف ۴۵۸

حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجاء علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے وضع نہیں کئے گئے بلکہ وہ آلۂ تادیۂ معانی مختلفہ ہیں ان سے اچھے برے جیسے معانی چاہیں ادا کرسکتے ہیں۔ ۴۵۸

تلوار بہت اچھی بھی ہے اور سخت بری بھی۔ ۴۵۸

شعر اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ ۴۵۹

دوستی بے خرداں دشمنی است ۴۷۲

مصنف کی تحقیق کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ ۵۰۳

پیشہ وران ذیل کے بارے میں شرع کیا حکم دیتی ہے (۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر۔ ۵۳۹

ایک عورت پر جن آتا ہے جس کو وہ علاضیہ دیتی ہے اور وہ عورت کو روپے نوٹ وغیرہ دے جاتا ہے وہ عورت ان نوٹوں کا کیا کرے ۵۴۴

جیلوں میں قیدیوں سے جو اشیاء تیار کرائی جاتی ہیں ان کا خریدنا اور استعمال کرنا کیسا ہے۔ ۵۴۴

تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی جائز ہے بیش قیمت ہونا مکروہ، اور سونے چاندی کی حرام ہے۔ ۵۹۷

فلسفہ کی کتب کو درس نظامی میں کیوں شامل کیا گیا۔ ۶۳۴

علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم و تعلم اور اس کی اعانت سے متعلق چار سوالات پر مشتمل استفتاء۔ ۶۸۳

کوئی گنہگار ہی عزت کی بات قبول نہ کریگا۔ ۷۲۰

٭ ٭ ٭

نماز وطہارت

(امامت، جماعت، استنجاء، وضو، غسل، تیمم وغیرہ)

مسئلہ ۱: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مولوی واعظ داں ہو کر گاؤں در گاؤں ہندوؤں کے یہاں کھانا کھائے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب

ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا باقی کھانے اگر ان میں کوئی وجہ حرمت معلوم نہ ہو تو حلال ہیں، ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنا نہایت گول لفظ ہے کیسی عورت کیونکر ساتھ لئے پھرتا خادمہ بنا کر یا زوجہ بنا کر یا معاذ اللہ فاسد طریقہ پر، اور خادمہ ہے تو نوجوان ہے یا حد شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا، اور اس سے فقط پکانے وغیرہ کی معمولی خدمت لیتا ہے یا تنہائی میں یکجائی کا بھی اتفاق ہوتا ہے، اور زوجہ ہے تو پردہ میں رکھتا ہے یا بے پردہ لئے پھرتا ہے اگر حد شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا ہے یا جوان ہے اور اس سے معمولی خدمت لیتا ہے اور ساتھ اور لوگ بھی ہیں کہ اتفاق خلوت میں نہیں ہوتا یا زوجہ ہے اور اُسے پردے میں ساتھ رکھتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ازبرہا علاقہ بنگالہ مرسلہ عبدالرشید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی جاہل نے کسی مسجد کے پیش امام عالم کی غیبت کی اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور دوسرے مکانوں میں اس امام کو جو کھانا وغیرہ مقرر تھے اس نے ان لوگوں سے امام کی برائیاں بیان کرکے سب موقوف کرادیا جب لوگوں نے اس امام کی برائی پر گواہ طلب کیا وہ قاصر ہوگیا، ان سب صورتوں میں وہ مرتکب گناہِ کبیرہ ہوا یا نہیں؟ برتقدیر اول حسبِ شرع اس پر کیا سزا لازم آتی ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سوال سب مجمل ہے اور حالِ زمانہ مختل ہے، سب لوگ عالم کہلاتے ہیں اور وہابیہ وغیرہ بدمذہب ہونے کے ہزار درجہ فاسق جاہل سے بدتر ہیں، اور آجکل وہابیہ وغیرہم مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے خصوصاً جہاں روٹی کا معاملہ ہو، روٹی کے لئے دین بیچنا ان کے نزدیک بہت آسان بات ہے۔ معاملہ غیر ملک کا ہے اور غیب کا علم خدا کو ہے، اگر صورت واقعہ یہی ہو کر عالم بننے والا پیش امام تقیہ کئے ہوئے سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اور کسی سنی کو اس کے حالِ باطن پر اطلاع ہوگئی تو اس کی تشہیر اور اس کے اخراج کی تدبیر جو کچھ اس سنی نے کی اس پر اجرِ عظیم کا مستحق ہے اور گواہ نہ پاسکا کہ تقیہ والوں کی حالت پر گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہوتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1]۔ — کیا تم بدکار کا تذکرہ کرنے کے سلسلے میں رعایت کرتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے، لہٰذا بدکار جو جرم کرے اس کا ذکر کیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں اور بچ سکیں۔ (ت)

اور اگر واقع میں وہ عالم سنی ہے اور اس نے جس عیب کی اشاعت کی اس کے سبب سے مسلمانوں کو ضرر تھا اور اطلاع دینے میں اس کا دفع تھا اور اس نے اس کے ضرر ہی کی نیت سے محض بغرض خیرخواہیِ مسلمین یہ کارروائی کی جب بھی اس پر الزام نہیں، نہ شرعاً ایسی غیبت ممنوع ہے

---

[1] تاریخ بغداد للبغدادی ترجمہ جارود بن یزید ۳۴۵۵ وحسن بن احمد ۳۷۰۵، بیروت ۲۶۸/۷ و ۲۶۸/۷
〃 〃 〃 ترجمہ محمد بن احمد ۳۲۰ دارالکتاب العربی بیروت ۳۸۲/۱

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ صرف اس عالم کی غیبت چینی اور اسے ضرر رسانی کی غرض سے ایسی حرکت کی تو یہ شخص
سخت کبیرہ کا مرتکب ہے اور حاکم شرع کے حضور سخت سزا کا مستحق ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ ٦

ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذو العلم وذو الشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط[1]

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ واللہ تعالیٰ

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امامت کا بہت شائق ہے جس وقت مقررہ (امام) مسجد نہیں ہوتے ہیں تو وہ باوصف اس کے کہ اس سے (افضل) جماعت میں ہوتے ہیں خود جرأت کرکے مصلی امام پر لپک جاتا ہے اکثر نمازی اس کی اقتداء سے متنفر ہوکر علیحدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو پکی شہادتوں سے تحقیق ہو چکا ہے کہ زید ولد الزنا ہے علاوہ اس کے جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں دیتا ہے اور بس وصورت اس کی خلاف شرع ہے لیکن بعض شخص بوجہ عدم واقفیت اور بعض بسبب قرابت ورعایت کے سکوت کرکے اقتدا کر لیتے ہیں اس کی صورت اور لباس کا نقشہ یہ ہے سر کے بال کترے ہوئے، نہ منڈے نہ دراز۔ داڑھی ایک مشت سے کم جس پر سیاہ خضاب۔ لباس اچکن جیب دار جیب گھڑی کی ہوئی پاجامہ نیچا، ٹخنے چھپے ہوئے پاؤں میں بوٹ، بائیں ہاتھ میں کبری کڑی ہے اور وہ عرس اور تعزیوں اور میلوں میں جایا کرتا ہے اور رقص نشاط کے جلسوں میں بھی شریک رہتا ہے بلکہ اپنے یہاں کی تقریبوں میں ڈھول باجا ناچ رنگ کرتا ہے حضرت محمد شیر میاں مرحوم کا مرید ہے صرف اس بیعت سے اپنے آپ کو افضل الخلائق گمان کرتا ہے اور قابل الامامت سمجھتا ہے اگر انصاف کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو پیر کی بھی اطاعت اس میں مطلق نہیں ہے کیا ایسا شخص جو عقیدہ اور عمل اور صورتاً اور سیرتاً زید جیسا ہو امامت کے اور اہتمام مسجد کے قابل شرعاً ہو سکتا ہے اور کیا ان لوگوں کی نماز جو اس کی اقتداء کرتے ہیں فساد وکراہت سے خالی ہوگی احکام شرع مبین جواب تحریر فرمائیں کہ وہ زید فرائض وواجبات اور سنن اور مکروہات ومفسدات نماز نہیں جانتا ہے۔

الجواب

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے، اور پائچے ٹخنے سے نیچے بھی مکروہ تنزیہی ہیں یعنی صرف خلاف اولیٰ جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔ ۱۰

صرح به فی الھندیۃ[1] وفیہ حدیث فی صحیح البخاری انک لست ممن یصنعہ خیلاء[2]

فتاوٰی عالمگیری میں (مسئلہ مذکورہ کی) تصریح کی گئی اور اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے تم ان لوگوں میں سے نہیں جو بربنائے تکبر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکاتے ہیں۔ (ت) [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال پر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا]

اور ولد الزنا کے پیچھے بھی نماز مکروہ تنزیہی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے مسائل نماز و طہارت کا علم زیادہ نہ رکھتا ہو، اور کپڑی ملڑی بھی رکھنا فی نفسہ بُرا نہیں جبکہ نیچریہ و نصارٰی سے تشبہ مقصود نہ ہو، اور بٹن دار اچکن اور جیب اور اس کی گھڑی مباح ہے مگر انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے، اور داڑھی کتروا کر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔ علم، تعزیوں اور فسق کے میلوں اور رقص کے جلسوں میں جانا حرام ہے۔ اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔ ان افعال کا مرتکب ضرور فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا جائز نہیں اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے، ہر بیٹھنے والے شخص کو قسم مسجد جانے کی اجازت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر پر الزام زنا رکھے اور پیر سے وہ گناہ صادر نہ ہوا ور پیر و مرشد اس بات کو سُن کر اس مرید کو عاق کر دے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان پر زنا کی جھوٹی تہمت رکھنا گناہ کبیرہ ہے، قرآن عظیم نے اس کو فاسق فرمایا ہے، اگر وہ اپنی اس ناپاک حرکت پر اصرار کرے اور تائب نہ ہو تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جر ازارہ من غیر خیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، زید دعویٰ کرتا ہے کہ میں سنّی ہوں، اور امامت بھی کرتا ہے، دُلدل کے آگے مرثیہ پڑھتا ہوا کربلا تک گیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

الجواب

دُلدل بدعت ہے اور یہ رائج مرثیے معصیت ہیں، اور یہ ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے، ایسا شخص فاسق ہے جب تک توبہ نہ کرے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں فتاویٰ حجہ سے ہے: لوقدموا فاسقایاثمون[۱] (اور اگر لوگ کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہونگے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ حافظ نور علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب متوسط ضلع ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب میں ایک مولوی صاحب جو کہ مسجد میں پیش امام اور واعظ اور مشائخ بھی ہیں یہ تینوں صفتیں ہو کر جہاں ناٹک کا ناچ ہوا ایسی جگہ بشوق جاتے ہیں اور آپ مدرسہ انجمن کے مدرس اعظم بھی ہیں یہ فعل شرعاً میں جائز ہے کیا اگر ناجائز ہے تو ایسے پیش امام اور واعظ اور مشائخ کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی پیش امامی جائز ہو یا نہیں؟

الجواب

ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا ضرور شنیع العذار خفیف الحرکات نامہذب بے باک ہونے کی دلیل کافی ہے اور بعد تعود و اصرار فسق بالاعلان ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ علی احمد قادری ۲۹ شوال ۱۳۳۲ھ

بے نمازی اور وہ شخص جو بال انگریزی رکھوائے اس کے واسطے کیا شریعت کا حکم ہونا چاہئے؟

الجواب

بے نمازی سخت شقی فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق جہنم ہے وہ ایسا مسلمان ہے جیسا تصریح

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل الاولیٰ بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کا گھوڑا ہے کہ شکل گھوڑے کی اور کام کچھ نہیں انگریزی بال رکھنا مکروہ وخلاف سنت ووضع فساق ہے ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ بروز سہ شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں،

(۱) ایک عورت بیوہ مسلمان ہے خواہ مذہب شیعہ ہو خواہ مذہب اہلسنت وجماعت نکاح ثانی نہیں کیا اور کسی مسلمان شخص سے مبتلا ہے اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ عورت کسی ایک مشرک کے ساتھ گرفتار ہے ایسی عورت کے یہاں کھانا جائز ہے ایسی عورت کے گھر میں اگر کوئی پیش امام دعوت کھائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پیش امام کے لئے کچھ کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص فال کھولتا ہو لوگوں کو کہتا ہو کہ تمہارا کام ہو جائے گا یا یہ کام تمہارے واسطے اچھا ہوگا یا برا ہوگا یا اس میں نفع ہوگا یا نقصان [illegible] کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) آج کل کے روافض تو اسلام سے خارج ہیں، اور جو عورت بلا نکاح کسی شخص کے پاس رہے فاسقہ ہے اور وہ شخص مشرک ہو تو اس کا فسق اور سخت تر ہے اور فاسق کے یہاں کھانا اگرچہ مال سے ہو فی نفسہ حرام نہیں مگر فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو، پھر اگر دو ایک بار ایسا واقع ہو تو یہ ایسا الزام نہیں جس کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر یہ احکام قطع ویقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس کی تصدیق کرنے والے کو صحیح حدیث میں فرمایا،

قد کفر بما نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] — اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں، ایسے شخص کی امامت جائز جب تک کوئی فساد عقیدہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی کراہیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱۹/۱

مسئلہ ۱۰۱: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی بتاریخ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو غسل کی حاجت تھی ہمراہ کپڑے ناپاک غسل کیا بعدہ اس پاجامہ کو اتار کر دھونا چاہا جب دھونے لگا تو اسی ناپاک ہاتھ سے جو پاجامہ کے استعمال سے ناپاک ہوگیا تھا گھڑے اور لوٹا کو چھوا تو یہ گھڑا بدھنا بھی ناپاک ہوا دوسرے شخص نے اس گمان سے کہ زید نے ناپاک ہاتھ لگایا ہے اس گھڑے بدھنے کو توڑ ڈالا آیا اب اس کا عوض زید پر لازم ہوگا یا قرض جس نے توڑ ڈالا ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب الملفوظ

گھڑا جس نے توڑ دیا اس پر تاوان ہے اور اگر پاجامہ پاک کرنے کے بعد ہاتھ لگایا تو یہ ناپاک بھی نہ ہوا کہ جو چیز ہاتھ سے پاک کی جائے اس کے پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، ایسے کپڑے جو مرد کو ناجائز ہوں ان کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے مثلاً زری کی مغرق ٹوپی یا صدری ریشمی پاجامہ انگرکھا یا پیراہن انگشت میں سونے کی انگوٹھی بدن پر سونے کا چین وغیرہ۔ بینوا توجروا

الجواب

ناجائز لباس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ اس کا اعادہ واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صاحب محمد خاں صاحب مورخہ ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہوا، وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

(۱) ایک شخص نے جان بوجھ کر بسبب دنیوی رنجش کے قصداً فعل حلال شرعی کو حرام کردیا۔

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور امامان مجتہدین رحمہم اللہ کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے ہیں ان کو دوبارہ شخصے خلاف شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بجلت جھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقف مسائل شرعی کے روبرو شرعی فعل حلال و جائز کو برحق اور سچا تسلیم کرکے پھر اس کلمہ حق سے منحرف ہوکر ناجائز کا قائل ہوا اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز پیچھے اس کے جائز ہے یا نہیں مع دلیل وجواز کتاب اللہ وحدیث

رسول اللہ یا عبارت فقیہ کے مرتب فرما کر مزین بمہر خاص فرما دیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو ان سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر؟ دین پر۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1] اور اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال کر دے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بمبئی بازار نیٹی کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے وطن سے نکل کر ناواقف مسلمانوں کے پاس آکر بحیلۂ تعلیم امور دینی و طریق درویشانہ پیری مریدی سلسلہ جاری رکھا حتی کہ اپنے مرید خاص خوجے موچی کے گھر میں رہ کر ان کی لڑکی جو کہ منکوحہ آتیز تھی مع شیرخوار بچے کے بھگا کر دوسرے ملک میں لے گیا اور شیرخوار بچہ جو کہ خوجے موچی کا لڑکا ہے سید بنایا اور رفتہ رفتہ اس سے چند اولاد ہوئے ایسے شخص کے باب میں حد شرعیت کون سی قائم ہوگی اور فاجر و فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے تو ایسا شخص سخت فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے مستحق عذاب جہنم ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مال حلال بھی ہے یعنی اپنی زمین میں زراعت ہوتی ہے اور سود بھی کھاتا ہے اس قسم کے لوگوں کا ہدیہ قبول کرنا اور اسکے دعوات کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

الجواب

سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے، پھر بھی دعوت دہدیہ میں فتویٰ جواز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ شے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی بعینہٖ وجہ حرام سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵ از مراد آباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ فرضوں کی اور سنتوں کی اول و آخر کی نیت تحریر فرمادیجئے۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کی نیت میں فرض جمعہ اور چاہے یہ بھی بڑھائے واسطے اسقاط ظہر کے، اور قبل کی سنتوں میں سنت قبل جمعہ اور بعد کی سنتوں میں سنت بعد جمعہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور وقت نماز آتا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے، بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷ از شہر کہنہ محلہ سیلانی مرسلہ جناب محمد حسین صاحب رضوی مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کے پاس آیا جس کو عرصہ پانچ یا چھ یوم کا ہوا اور دیگر اشخاص بھی زید کے ساتھ تھے یہ بیان کیا کہ ایک مسجد دو یا تین یا دس آدمی برابر حنفی علیہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، بکر نے کہا کہ نماز نہیں ہوگی جماعت کرنا چاہیے، بکر سے زید نے کہا کہ نماز ہوجائے گی، میں نے مسئلہ اپنے مولوی سے دریافت کرلیا ہے، اس پر بکر نے کہا کہ تم کافر جانتا ہوں کیونکہ تم لوگ دیوبند اور گنگوہ کے علماء کی تقلید کرتے ہو اور وہ توہین سرکار مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کرتے ہیں لہذا میں توہین کے کرنے والوں کو اور جو ان سے میل رکھتے ہیں کافر جانتا ہوں اور میں ویابی سے بات نہیں کرنا چاہتا اور زید میلاد شریف میں قیام کا منکر ہے اور کہتا ہے وہ بدعت ہے۔ اب زید علمائے دین سے فتویٰ اس مضمون کا لایا ہے کہ بکر نے مجھ کو کافر کہا وجہ کافی فتویٰ میں تحریر نہیں کی کہ کس وجہ سے کافر کہا ہے اب فتویٰ کو سب کو دکھاتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ بکر توبہ کرے اور تجدید

نکاح کرے لہذا آپ فرمائیں کہ بکر تو بہ کرے یا زید، بکر زید کو وہابی جانتا ہے اور دیگر دیوبندیوں کو جو کہ توہین کرتے ہیں، اور یہ لوگ اُن کی تقلید کرتے ہیں سب کو کافر جانتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کیا اللہ کی لعنت سے نہیں ڈرتے وہ لوگ جو شریعت کو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹا سوال بنا کر اُلٹا فتویٰ لیتے ہیں اس صورت میں بکر پر وہ حکم ہرگز نہیں ہے بلکہ زید اور اس کے ہم مذہب توہین کرنے والے بے شک وہ اسلام سے خارج ہیں، بکر کہ نبی سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو کافر جانتا ہے بیشک حق پر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر جماعت نہ ہوئی اور کچھ لوگ ایک جگہ تنہا پڑھیں اور ان میں کوئی امامت کے قابل ہے تو بوجہ ترکِ جماعت کے گنہگار ہوں گے فرض ادا ہو جائیں گے، اور اگر جماعت اولیٰ ہو چکی اور کچھ لوگ اتفاق سے رہ گئے جب بھی انہیں چاہیے کہ مصلے سے ہٹ کر جماعت کریں اور رافضیوں اور گنگوہی کی طرح ایک جگہ الگ الگ نہ پڑھیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

روزہ و زکوٰۃ و حج

مسئلہ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل کاٹھیاوار مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۲ھ

بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذان مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں اس کے فوائد بہت بیان کیے جاتے ہیں، ایک فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وقت سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکا دینے کو آئے گا اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا تب کہہ دے گا میں روزہ سے ہوں ہرگز تیرا پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ شیطان لاچار ہوکر چلا جائے گا اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا۔ اب کیا یہ روزہ اور اس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں؟ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب

حدیث و فقہ میں اس کی اصل نہیں معمولات بعض مشائخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ از اجمیر شریف متصل امام باڑہ مکان میر گلزار علی صاحب مرسلہ فیاض حسین صاحب ۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ خلافت فنڈ میں دینا نیز آمدنی تحریر

جو شرعاً ناجائز ہے اس میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

زکوٰۃ مسجد میں دے تو ادا ہو نہیں سکتی، اسے خلافت فنڈ میں کیسے دیا جاسکتا ہے، زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ درمختار میں ہے:

لایصرف الی مسجد لعدم التملیک وھو الرکن[1]	کسی مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا درست نہیں اس لئے کہ اس میں محتاج کو مالک بنانا نہیں پایا جاتا جبکہ تملیک فقیر زکوٰۃ میں رکن ہے۔ (ت)

تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اُجرت میں لیا جاتا ہے قطعی حرام اور اشد قسم کا حرام ہے مگر سوال بے منشا ہے خلافت فنڈ اگر بالفرض ایسوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ کو اللہ، رسول کو رسول، حلال کو حلال، حرام کو حرام جانتے ہوں تو وہ خود ہی ایسا مال نہ لیں گے۔ اور اگر ایسوں کے ہاتھوں میں ہو جن کے نزدیک اسلام و کفر میں کوئی وجہ امتیاز نہیں سب برائے نام ہیں جو اپنے اسلام سے بھی معاذ اللہ انکار کریں، جو کفر کا بول بالا کرنے کیلئے شعار اسلام کی بندش چاہیں، جو مشرک کی جے بولیں، جو مشرک کی جے پکاریں، جو مشرکوں کے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر قشقے لگوائیں، جو اپنے آپ کو لالہ و پنڈت کہیں جو مساجد میں منبروں پر مشرکوں سے لیکچر دلوائیں جو مشرکوں کی خوشی کے لئے رام لچھمن پر پھول چڑھائیں جو سخت اشد وہابیوں منکران رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی مجلس کا بچہ بہ پرچم خود دینی مجلس جیسی صدر بنائیں، جو ایسوں کو کہ اپنے معبود کا ظالم جاہل چور شرابی ہونا جائز کہیں ایسے کو اگر جانیں یہ اُن کو شیخ المسند شیخ الاسلام بتائیں جو صاف لکھ دیں کہ ہم ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندوؤں کے معبد کو مقدس جگہ بنائے گا تو سوال محض فضول ہے انہیں احتراز کی کیا وجہ اور ان پر اعتراض کا کیا موقع جنہیں کفر و اسلام میں امتیاز نہیں، حلال و حرام میں امتیاز کیا معنے، بلکہ جن کے نزدیک اسلام کفر اور کفر اسلام ہے ان کے یہاں آپ ہی حرام حلال اور حلال حرام ہے ما علی مثلہ یعد الخطاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (اس قسم کے شخص سے خطا بعید نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

مسئلہ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱-۱۴۰

اور شوہر اُس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے، تو جا سکتی ہے بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا
(بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

جنائز و زیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء

مسئلہ ۲۱: از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

زیارتِ اولیاء اللہ کے واسطے جانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قطعاً جائز لاطلاق قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا فزوروھا[1]

(لوگو!) اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (ت)

وقد فصل الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء وغیرہ فی غیرہ والمسألۃ افردت بالتالیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتب میں اس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور خاص اس مسئلہ میں مستقل کتب لکھی گئی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲: از بنگالہ ضلع نواکھالی موضع بیجواکوٹ مرسلہ حیدر علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مولود از شکمِ مادر مردہ شود تو کس طرح دفن کیا جائے، آیا کہ نال کٹوا کر دفن کریں؟ مع الدلیل بالتفصیل۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴

الجواب

اس کا ناک کاٹنے کی حاجت نہیں کہ ایذائے بے سبب ہے۔

اخرج الامام محمد فی کتاب الآثار و ابوعبید القاسم بن سلام و ابراہیم الحربی کلاھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم النخعی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم[1] واخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا رأت امرأۃ یکدون رأسہا فقالت علام تنصون میتکم[2] فاذا کان ھذا فی تسریح شعرہ فما ظنک بقطع بضعۃ منہ مع عدم الحاجۃ الیہ ولا نفع[3] کما لا تخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی کے حوالہ سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج کی کہ ان سے اس عورت کی میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کی جاسکتی ہے؟ ارشاد فرمایا، کاہے کے لئے تم میت کے بالوں میں کنگھی کرتے ہو اور اسے تکلیف پہنچاتے ہو (یعنی ایسا کرنا مناسب اور ٹھیک نہیں) محدث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں انہی سے تخریج کی ہے کہ مائی صاحبہ نے ایک مردہ عورت دیکھی کہ اس کے سر کے بالوں میں لوگ کنگھی کرتے تھے تو آپ نے فرمایا، کیوں اپنے مردے کے بالوں میں کنگھی کرکے اسے تکلیف پہنچاتے ہو۔ جب بالوں میں کنگھی کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر اس کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے باوجودیکہ اس کی ضرورت بھی نہیں اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: مولوی حکیم عبدالکریم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن محلہ جمال پور

۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب

---

[1] کتاب الآثار باب الجنائز حدیث ۲۲۷ ادارۃ القرآن کراچی ص ۴۶

[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۲۳۲ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۳۷

[3] القرآن الکریم ۲۶/۱۷

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت پر زور دیا تھا اُن کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

مولٰنا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے، مدت ہوئی اسی بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کے کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہّال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا گیا ، والسلام

مسئلہ ۲۲۰ تا ۲۲۲: از امرتسر کٹرہ مہان سنگھ بجلی گلی کوچہ کلی مسئولہ حافظ محمد یونس صاحب ۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خاندانی سارق اور بڑا مشہور ومعروف و بدمعاش ہو بلکہ گورنمنٹ کے دفاتر میں نمبر ۱۰ کے بدمعاشوں میں نامزد ہو اور تمام عمر اس کا ذریعہ معاش چوری اور جوا رہا ہو اور صوم وصلٰوۃ کا بھی تارک ہو غرضیکہ اس نے اپنی تمام عمر چوری اور جوا اور دیگر افعال قبیحہ میں بسر کی ہو اور آخر کار بلاتوبہ فوت ہوگیا ہو تو ایسے شخص کے جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے متعلق بروئے فقہ واحادیث نبویہ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) متوفی مذکور کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو اس نے ذرائع حرام سے جیسے چوری اور جوئے سے پیدا کی ہو اس کا بصورت ختم جمعرات وچہلم وغیرہ خورد ونوش کرنے کے کون لوگ مستحق ہیں اور ان کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص بحیثیت امام مسجد ہونے کے اس کا جنازہ پڑھے یا پڑھائے اور متوفی مذکور کی جائداد مندرجہ ضمن ہذا جان بوجھ کر بطریق ختم اور چہلم وغیرہ خورد ونوش کرے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور وہ قابل امامت رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) شخص مذکور اگرچہ کیسا ہی فاسق فاجر تھا اور اگرچہ بے توبہ مرا جبکہ مسلمان تھا اس کے جنازہ کی نماز لازم تھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم براکان او فاجراوان ھو عمل الکبائر۔[1]

مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کی نماز جنازہ پڑھنی واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ[2] الخ ولیس ھذا منھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس پر نماز پڑھنی فرض (کفایہ) ہے سوائے چار آدمیوں کے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور یہ ان میں سے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جو مال اُس نے رشوت چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم وفاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے مگر جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصالِ ثواب بھی کر کھایا وہ قابلِ امامت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوتصدق علی فقیر بشیئ من مال الحرام یرجوا الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذٰلک فدعالہ وامن المعطی فقد کفرا کذا فی المحیط۔[3]

اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہوجائے گا۔ اگر محتاج کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اُسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اسکے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہوگئے۔ محیط میں یہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من لایحمد دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۱

[2] درمختار کتاب الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

اور اگر اس کے پاس مال حلال بھی تھا اور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یا زرِ حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زرِ حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دیا ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورتِ مذکورہ میں خلافِ احتیاط ضرور ہے۔ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے امام محمد فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شيئا حرام بعينه[1]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں۔ (ت)

اگر یہ صورت تھی تو امام پر الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

ایصالِ ثواب، صدقہ و خیرات و سوال

مسئلہ ۲۷ ۱۱ صفر یوم سہ شنبہ ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کی نذر و نیاز مثل مولود شریف وغیرہ کے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی پر چاہئے یا مسلمان کی، اور جہاں مسلمان حلوائی بھی ہوں تو مسلمانوں کو کن سے خریدنا اولیٰ ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

شک نہیں ہنود عموماً سخت ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں دھوتیوں میں پیشاب کرتے ہیں اور انہیں اپنے کٹوروں کی مٹی پر کھڑے ہو کر ایک لٹیا پانی سے بھیگتے ہیں سب چھینٹیں کٹوریں میں جاتی ہیں، پاخانے میں ڈھیلے لے جانا تو انہیں کہاں نصیب، چھوٹی سی لٹیا ہوتی ہے وہ بھی بارہا آدھی یا پونی، پھر اسی میں آبدست، اُسی میں ہاتھ دھونا، اور اتنا بچا لائے جس سے بارہ ٹکا لے۔ مشاہدہ ہوا کہ ان کے حلوائیوں نے اپنی اسی بے احتیاطی کے پانی سے کڑاہی دھوئی اور اُسی انگوچھے سے پونچھ لی جو سال سال بھر بدلا نہیں جاتا اور اسی میں آزاں بلکہ چھپکلیوں موت ہوتا ہے علاوہ بریں اُن کے مذہب میں گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا موت مطہر پاک بلکہ پوتر یعنی پاک کرنے والا ہوتا ہے تو اس سے احتراز کیا معنی بلکہ اُسے بے دھڑک بیجا استعمال کرنا اُن سے بعید نہیں، ایسی حالتوں میں اگرچہ اس شریعت کو سہلہ غرا بیضا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہا و آلہٖ وبارک وسلم نے جب تک کسی خاص شی میں وقوع نجاست کا یقین نہ ہو بحکم قاعدہ کلیہ الاصل الطہارۃ و

ضابطہ عام الیقین لایزول بالشک (اشیاء میں اصلاً پاکیزگی اور طہارت ہے اور اس کیلئے عام قاعدہ یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔) بحکم فتوٰی میں آسانی فرمائی مگر شبہہ نہیں کہ تقوٰی حتی الامکان اس سے بچنا ہے خصوصاً جبکہ وہ بادصف اپنی گندگیوں ناپاکیوں کے پاک ستھرے نظیف مسلمانوں سے کس درجہ پرہیز رکھتے اور بحکم المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کے بارے میں اپنی ذات کے حوالے سے قیاس کرتا ہے۔ ت) معاذ اللہ انھیں پلید سمجھتے ہیں عجب کہ ناپاکوں کو پاکوں سے احتراز ہو اور پاک ناپاکوں سے اختلاط رکھیں اور اُن کی ایسی اندھی چھوت پر بھی غیرت نہ کریں ناکہ اپنے نفس کے لئے نہ ہیں مگر بیشک حضرات بزرگانِ دین صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہم ومولاہم وعلیہم اجمعین کی نذر و نیاز بلکہ عموماً فاتحہ وصدقات وامورِ خیرات میں اس سے احتراز چاہیے کہ یہ امور بامید قبول کیے جاتے ہیں، اور حدیث میں ارشاد ہوا،

ان اللّٰہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] — بیشک اللہ عزوجل طیب ہے نہیں قبول فرماتا مگر پاک ستھری چیز کو۔

تو اگر علمِ الٰہی میں ان شیرینیوں کی ناپاکی معاذ اللہ ہوئی تو باعث عدم قبول ہوئی کیسا خسارہ ہے، بالجملہ جہاں تک ممکن ہو ہنود کی ایسی اشیاء سے کھانے پینے میں عموماً اور نذر و نیاز فاتحہ صدقات میں خصوصاً احتراز اولٰی ہے، اور جب مسلمان حلوائی بھی موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہنود کی طرف جھکنے کی وجہ کیا ہے، اُن سے خریدنے میں علاوہ ان خوبیوں کے یہ کیسا فائدہ ہے کہ اپنے مال کا نفع اپنے بھائی مسلمان ہی کو پہنچا، فتاوٰی ذخیرہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے،

یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ فانھم یستحلون الخمر ویاکلون المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذلک ویاکلون فی قصاعھم واوانیھم فیکرہ الاکل والشرب

مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ غالباً ان کے برتن بظاہر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ کہ وہ شراب پینا حلال جانتے اور مردار اور سؤر وغیرہ کھاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اپنے برتن استعمال کرتے ہیں لہٰذا انھیں دھوئے بغیر ان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ ظاہر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان اسم الصدقۃ یقع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۶/۱
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم دار صادر بیروت ۳۴۶/۳

فیما قبل الغسل اعتبارا للظاھر کما کرہ التوضی بسؤر الدجاجۃ المخلاۃ لانھا لاتتوقی عن النجاسۃ فی الغالب الا ان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم تثبت النجاسۃ بالشک ھذا حاصل ماذکر عن الذخیرۃ۔[1]

حال کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے اس مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے جو گلی کوچوں میں آزاد پھرنے والی ہے اس لئے کہ وہ گندگی سے محفوظ نہیں ہوتی البتہ اصل اشیاء میں طہارت ہوتی ہے اور ہمیں نجاست کا محض شک ہو جائے تو شک سے نجاست ثابت نہیں ہوتی۔ خلاصہ از ذخیرہ مذکور ہوا۔ (ت)

نصاب الاحتساب میں ہے:

قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والعسل واللبن والجبن وسائر المائعات من اھنود علی ھذا لاحتمال تلویث اوانیھم وان نساءھم لاتتوقین عن سرقین وکذا یاکلون لحم ما قتلوہ وذٰلک میتۃ فالاباحۃ فتوی والتحرز تقوی[2] ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

بندہ کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کی اصلاح فرمائے اور ہم گھی، سرکہ، پنیر، دودھ اور دیگر تمام سیال چیزیں ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ انکی عورتیں گوبر وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتیں، اور ہندو لوگ بغیر ذبح کئے مارڈالے جانے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اس لئے انکے برتنوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ ان کے برتنوں کے استعمال کی اباحت ہمارے لئے برنبائے فتوٰی ہے جبکہ ان سے پرہیز کرنا تقوٰی ہے ملخصا۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: از پیلی بھیت محلہ پکریا مرسلہ شیخ عبدالوہاب صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

حامیِ دین ومفتیِ شرع متین جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب انار اللہ برہانہ بعد سلام علیک ورحمۃ اللہ عرض ہے کہ مسئلہ حل طلب ارسال حضور ہے براہ کرم جلد جواب سے مشرف فرمائیے۔ بعد ختم بیان ولادت جناب رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر پنج آیت پڑھ کر شیرینی تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اعتراض یہ ہے کہ پنج آیت مخصوص محفل ختم کے واسطے ہیں نہ کہ محفل شادی کے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/ ۶۱۳

[2] نصاب الاحتساب

چنانچہ سوم میں بعد ختم کلام مجید پنج آیت پڑھ کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں محفل میلاد میں پڑھنا موجب کراہت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

پنج آیت میں شادی وغمی کا تفرقہ اور اسے مجلس غم سے مخصوص ماننا محض باطل و بے اصل ہے صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی جب کسی مجلس میں جمع ہوتے کسی سے کچھ آیات کلام مجید پڑھوا کر سنتے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو قرأ طمعا فی الدنیا فی المجالس یکرہ وان قرأ لوجہ اللہ تعالٰی لا یکرہ وقد کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اذا اجتمعوا امروا احدھم ان یقرأ سورۃ من القرآن کذا فی الغرائب۱؎

اگر دنیوی لالچ اور طمع کی بنا پر مجالس میں قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالٰی کی رضاجوئی کے لئے پڑھا جائے تو مکروہ نہیں اور بے شک اصحاب رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم) جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو فرمایا کرتے تھے کہ وہ قرآن مجید کی کوئی سورۃ تلاوت کرے۔ یونہی غرائب میں ہے۔(ت)

حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القرآن مادبۃ اللہ فاقبلوا مادبتہ ما استطعتم۔ رواہ الحاکم وصححہ۲؎ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کی طرف سے تمہاری دعوت ہے تو جہاں تک ہوسکے اس کی دعوت قبول کرو (حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کرکے اسکی تصحیح فرمائی۔ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل مؤدب یحب ان یؤتی ادبہ وادب اللہ القرآن فلا تھجروہ (رواہ

ہر دعوت کرنے والا دوست رکھتا ہے کہ لوگ اسکی دعوت میں آئیں اور اللہ عزوجل کا خوان نعمت قرآن ہے تو اسے نہ چھوڑو (اس کو

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

۲؎ المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن القرآن مادبۃ اللہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۵۵

بیہقی عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

امام بیہقی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کیا اللہ عزوجل کی دعوت قبول کرنا اور اس کے خوانِ نعمت سے بہرہ مند ہونا صرف غمی میں چاہئے شادی میں نہیں، لاجرم مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمول علمائے کرام جلّا و اسلام ہے، امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس و قراءۃ ماتیسر من القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما وقع فیہ من الاٰیات الخ۔[2]

میلاد شریف کی اصل لوگوں کا جمع ہونا، قرآن مجید کا تلاوت کیا جانا، اور ان آیات و احادیث و روایات کو بیان کرنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں وارد ہوئی ہیں الخ (ت)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی استخراج اصل عمل مولد مبارک میں فرماتے ہیں:

والشکر للہ تعالٰی یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذلک الیوم۔[3]

اللہ تعالٰی کا شکر کئی قسم کی عبادات مثلاً سجود، صیام، صدقہ خیرات، تلاوت وغیرہ کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور نبی کریم جو رحمت والے نبی ہیں ان کے ظہور سے بڑی نعمت اور کون سی ہو سکتی ہے۔ (ت)

سیرت علامہ شامی میں ہے:

عمل المولد الذی استحسناہ فانہ لیس فیہ شیئ سوی قراءۃ القرآن واطعام الطعام وذلک خیر و بر و قربۃ۔[4]

میلاد شریف منانا کہ جس کو ہم نے مستحسن قرار دیا ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت (ذکر خدا و ذکر رسول) اور کھانا کھلانے کے اہتمام کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ کام تو کار خیر ہے اور نیکی و قربت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ھب عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۴۲۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۱۴
[2] الحاوی للفتاوی حسن المقصد فی عمل المولد دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸۹
[3] " " " " " بحوالہ ابن حجر " " " ۱/ ۱۹۶
[4] " " " " " بحوالہ سیرت الشامی " " " ۱/ ۱۹۵

غرض اس مجلس کا ملک مانس کے مجلس شادی ہونے کے سبب اس میں قرأت پنج آیت پہ انکار محض بے معنی ہے،

نعم حيث يكون القصد منها اهداء ثوابها للحضرة العلية النبوية عليه افضل الصلوة والسلام والتحية فهذا و ان كان مما نازع فيه ابن تيمية ووافقه بعض لكن الحق الصحيح ما عليه الجمهور من جواز ذلك منهم الامام الاجل تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي والامام البارزي والامام ابن عقيل الحنبلي والامام الاجل العارف بالله علي بن الموفق والامام ابو العباس محمد بن اسحٰق السراج النيشاپوري والامام سلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام والامام ابن حجر المكي كما في عقود الدرية والامام النويري والامام شهاب الدين احمد بن الشلبي الحنفي كما في رد المحتار وشيخ الاسلام القاياتي والامام شرف الدين المناوي والامام كمال الدين محمد بن الهمام المحقق المجتهد كما يستفاد منه والامام العارف بالله ابو المواهب سيدي محمد الشاذلي والامام العارف عبد الوهاب الشعراني كما سياتي وغيرهم من العلماء الاجلة المتقدمين والمتأخرين

ہاں البتہ جہاں آیات مبارکہ کا ثواب بطور ہدیہ بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچانا مقصود ہو، اس میں اگرچہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے بعض موافقین نے نزاع اور اختلاف کیا ہے مگر حق اور صحیح بات یہی ہے جس پر ائمہ جمہور قائم ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو کلام پاک کا ثواب پہنچانا جائز ہے، جن بزرگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے ان میں جلیل القدر امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (شافعی) ہیں (۲) امام بارزی (۳) امام ابن عقیل حنبلی (۴) امام کبیر عارف باللہ علی بن موفق (۵) ابو العباس امام محمد بن اسحٰق سراج نیشاپوری (۶) سلطان العلماء امام عز الدین بن عبد السلام (۷) امام ابن حجر مکی جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے (۸) امام نویری (۹) امام شہاب الدین احمد بن شلبی حنفی جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے (۱۰) شیخ الاسلام امام قایاتی (۱۱) امام شرف الدین مناوی (۱۲) امام کمال الدین محمد ابن ہمام محقق و مجتہد جیسا کہ ان کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے (۱۳) عارف باللہ امام ابو المواہب سیدی محمد شاذلی (۱۴) امام عارف عبد الوہاب شعرانی جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا۔ انکے علاوہ دیگر جلیل القدر علماء کرام متقدمین و متاخرین

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب پر فرداً فرداً رحمت فرمائے۔ (ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

ما یفعلہ الناس لأن من سوالہم من اللہ تعالٰی ان یوصل مثل ثواب ما یقرؤنہ الی النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام وآلہ وصحبہ وتابعیہم حسن لا اعتراض علیہ خلافا لمن زعمہ کما بینتہ فی افتاء طویل غیرھذا أقول وزیادۃ لفظ مثل علی مذھب الشافعیۃ اما عندنا فلا حاجۃ الیہا کما قد عرفت فی موضعہ[1]۔

اب جو کچھ لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی مثل کا ثواب حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ان کی سب اولاد، ان کے سب ساتھیوں اور ان کے تابعین کو پہنچا دے، تو یہ ایک اچھا طریقہ ہے پس اس پر کسی اعتراض اور اشکال کی گنجائش نہیں، البتہ اختلاف اس میں اس نے کیا ہے جس نے اس کو جائز نہیں سمجھا جیسا کہ اسکے علاوہ میں نے ایک طویل فتوٰی میں اس کو بیان کیا ہے۔ — میں کہتا ہوں لفظ "مثل" کا اضافہ شوافع کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ ہمارے نزدیک اس اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ تم اپنی جگہ اس کو پہچان چکے ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقہیۃ ان الحافظ ابن تیمیۃ زعم منع اھداء ثواب القراءۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان جنابہ الرفیع لا یتجری علیہ الا بما اذن فیہ الا ترٰی ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد

علامہ ابن حجر نے اپنے فتوی فتاوٰی میں ذکر فرمایا حافظ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرأت کے ثواب کا ہدیہ پیش کرنا منع ہے اس لئے کہ انکی بلند پایہ ذات پر وہی جرأت کی جاسکتی ہے جس کی ان کے بارے میں اجازت دی گئی ہے۔ لیکن یہ نظریہ باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی

---

[1] الفتاوی الحدیثیۃ

موته من غير وصية، وحج ابن الموفق وهو في طبقة الجنيد عنه سبعين حجة وختم ابن السراج عنه صلى الله تعالى عليه وسلم اكثر من عشرة الاف ختمة وضحى عنه مثل ذلك اهـ قلت و رأيت نحو ذلك بخط مفتي الحنفية الشهاب احمد بن الشلبي شيخ البحر نقلا عن شرح الطيبة للنويري ومن جملة ما نقله ان ابن عقيل من الحنابلة قال يستحب اهداؤها له صلى الله تعالى عليه وسلم قلت وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانه احق بذلك حيث انقذنا من الضلالة ففي ذلك نوع شكر واسداء جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال۱؎ اهـ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بغیر آپ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے کئی عمرے کئے، اور حضرت علی ابن موفق، جو طبقۂ جنیدیہ میں سے ہیں، نے آپ کی طرف سے ستر حج ادا کئے۔ اور ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زائد ختم قرآن مجید کئے، اور دس ہزار سے زائد حضور کی طرف سے قربانیاں کیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی طرح مفتی احناف شہاب احمد بن شلبی صاحب بحرالرائق کے استاذ کے اپنے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو انھوں نے "طیبہ" کی شرح امام نویری سے نقل فرمائی ہے۔ جو کچھ انھوں نے نقل کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ میں سے علامہ ابن عقیل نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلاوتِ قرآن مجید کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے علمائے کرام کا یہ فرمانا کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کو دے سکتا ہے [پس اس عموم میں] حضور نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی داخل ہیں کیونکہ آپ اس کے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کہ آپ نے ہمیں ہر قسم کی گمراہی سے بچایا اور چھڑایا، اس میں ایک گونہ شکر بھی پایا جاتا ہے اور یہ آپ کے لئے خوبصورت ہدیہ ہے اور کامل زیادتِ کمال کو قبول کرتا ہے۔ الخ (ت)

لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر سیدی ابوالمواہب قدس سرہٗ میں ہے:

كان رضي الله تعالى عنه يقول

حضرت ابوالمواہب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے

۱؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۶-۶۰۵

رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لي انت تشفع لمائة الف قلت له بم استوجبت ذلك يا رسول الله قال باعطائك لي ثواب الصلاة علي[1]

کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا، حضور اقدس نے مجھ سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم ایک لاکھ بندوں کی شفاعت کروگے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیسے اس قابل ہوا؟ ارشاد ہوا، تم مجھ پر جو درود پڑھتے ہو اس کا ثواب مجھے دے ڈالتے ہو (یہ شان اس نیک اور اعلٰی عمل کا نتیجہ ہے)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

كان رضي الله تعالى عنه يقول رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت يا رسول الله صلى الله تعالى عليك وسلم قد وهبت لك ثواب صلاتي عليك وثواب كذا وكذا من اعمالي انت كان ذلك مرادته بقولك لسـ ئل السـ ى قال لك (فاجعل لك ثواب صلاتي كلها فقلت له اذن تكفى همك ويغفر لك ذنبك) فقال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نعم ذلك اردت ولكن ابق لنفسك ثواب الكذا والكذا فاني غني عنه[2]. والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم.

وہ فرماتے تھے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) میں نے حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ پر جو درود پڑھتا ہوں میں نے اس کا ثواب آپ کو بخش دیا اور اپنے فلاں فلاں عمل کا ثواب بھی بخش دیا، اگر آپ نے یہی ارادہ کیا تھا اپنے قول سے اس سائل کیلئے جس نے آپ سے عرض کی تھی کیا میں اپنے پڑھے ہوئے تمام درود کا ثواب آپ کو دے ڈالوں؟ تو آپ نے اس سے فرمایا پھر تو یہ تیرے غموں کیلئے کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دئے جائیں گے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن تو اپنی ذات کے لئے اتنا اتنا ثواب باقی رہنے دے کیونکہ میں اس سے بے نیاز ہوں۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب اچھی طرح جاننے والا ہے اور اس بڑی عزت والے کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر الشیخ محمد ابو المواہب مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۵ و ۸۵

مسئلہ ۲۹: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) تین برس کے بچے کی فاتحہ دُوجے کی ہونا چاہئے یا سوم کی ہونا چاہیے؟

(۲) اگر کسی کھانے پر یا شیرینی پر بچے کی فاتحہ دے کر مسکینوں کو کھلا دے تب اُس کھانے کی فاتحہ یا شیرینی کا میت کو ثواب ملے گا یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن، باقی یہ تعیین عُرفی ہیں، جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی شرعی جاننا جہالت ہے وبدعت۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور جائز ہے اور بیشک ثواب پہنچتا ہے اہلسنت کا یہی مذہب ہے،

والصبی لاشک انہ من اھل الثواب ونصوص الحدیث وارشادات العلماء مطلقۃ لاتخصیص فیھا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ اہل ثواب میں سے ہے (کیونکہ) حدیث شریف کی تصریحات اور علمائے کرام کے ارشادات اس بارے میں مطلق مذکور ہیں (کوئی قید مذکور نہیں۔ مترجم) کہ جن میں کوئی تخصیص نہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۳۰: مسئولہ حافظ محمود حسین ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے اور پھرتے ہیں اور مانگتے ہیں دینا اُن کو

ایک نجدی شخص رامپور سے آیا منافقانہ سُنی بن کر بعض استفتاء کے جن کا جواب اسی جلد میں بحفظ دارالافتاء سے اسے یہ جلد دی گئی کہ جواب نقل کرلے، اس نے یہ لفظ "وبدعت" اضافہ کیا ہے سطر میں جگہ نہ پائی تو نیچے اور بین السطور ہیں۔ فتاوٰی گنگوہی حصہ اول میں یہ فتوٰی مع اضافہ مفتری نقل کیا اور عبارت "جہالت ہے وبدعت" غلط تھی جس سے ہر ذی عقل نے سمجھ لیا کہ یہ عبارت فتاوٰی رضویہ کی نہیں، لہٰذا براہ چالاکی کہ وہابیہ کا شعار ہے اُسے یوں بنالیا "جہالت وبدعت ہے" مسلمانوں وہابیہ کے یہ ڈھکوسلے ہیں ۱۲۔

شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر انھیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے، بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پا کر اکلِ حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالٰی ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن و باعثِ اجر ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث:

اللھم لک الحمد علی زانیۃ اللھم لک الحمد علی سارق[1]

یا اللہ! تیرے لئے ہی تعریف و ثناء ہے کہ مال تو بدکار کے ہاتھ میں گیا، اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد وستائش کہ مال تو چور کے ہاتھ لگ گیا۔ (ت)

اس پر شاہد عدل ہے، اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال و طیب ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور اگر صورت یہ ہے کہ نہ دے گا تو اُسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقلیں بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادت سے معروف و مشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفّظ کے لئے دینا جائز و حلال ہے اگرچہ انھیں لینا حرام ہے، اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد کہ ایک شاعر نے بارگاہِ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

اقطع عنی لسانہ[2]

میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے۔

درمختار و غیرہا میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲

تخصیص حلوہ شب برات کی کیا تخصیص ہے؟

الجواب

یہ تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اُسے شرعاً لازم جانے کہ بے حلوے کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب ماجاء فی اعطاء الشعراء دار صادر بیروت ۱۰/۲۴۱

ثواب نہ ملے گا تو وہ خطا پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳ از بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک شخص نے کمال جدوجہد سے ایک مدرسہ اس طور پر قائم کیا کہ از راہ تسہیل امر اعانت کے لوگوں سے استدعا کی کہ جب مرتبہ گھروں میں کھانا روزانہ پکایا جایا کرے تو ہر مرتبہ ایک مٹھی بھر اجناس سے یعنی چاول وغیرہ علیحدہ ذخیرہ کر دیا کریں اور ختم ماہ پر مدرسہ کے مصارف میں دے دیا کریں، اسی طرح مدت سے یہ مدرسہ جاری ہے، اب یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہ طریقہ ناجائز ہے بلکہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے مشابہ ہے، پس دینے والوں اور تائید کرنے والوں کو گنہگار بتاتے ہیں آیا عمل مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دہندہ اور تائید کنندہ اس عمل کا مستحق عذاب ہوگا یا ثواب؟ اگر مستحق عذاب ہو تو اس امر نیک کے باز رکھنے والے اور کارِ خیر کے روکنے والے پر حسب شرع شریف کیا حکم ہے؟ کیا وہ صورت مذکورہ مشابہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہو تو کس قسم کی بدعت ہے؟ با دلائل قرآن اور احادیث اور اقوال علماء اور ائمہ مجتہدین مستنبطین کے بیان فرمایا جائے۔ بینوا توجروا عنداللہ (بیان فرماؤ تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بن جاؤ۔ ت)

الجواب

صورت مذکورہ بلاشبہہ جائز، مستحب و مندوب ہے۔ اور اس طرح اعانت مدرسہ کرنے والے اور جو لوگ اس اعانت پر مؤید ہوئے سب کے لئے اجر جزیل و ثواب جمیل ہے جبکہ وہ مدرسہ مدرسہ دینیہ اور دینے والوں تائید کرنے والوں کی نیت محمودہ ہو، اسے بدعت کہنا گناہ بتانا سخت جہالت بلکہ امر محمود شرعی کی تحریم و مذمت ہے اور اسے ماأھل بہ لغیر اللہ[1] (اللہ تعالٰی نے تم پر حرام کردیا) وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ ت) کہنا جیسے جاہلان بے خبر صرف لغیر اللہ کہا کرتے ہیں نرا جنون ہے، جب علم دین کی اعانت و تائید معاذ اللہ غیر اللہ کے لئے ٹھہرے تو وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے لئے ہوگی، ایسے جہال سے پوچھا جائے کہ عبادت تو اللہ کیلئے ہے یا اُسے بھی غیر اللہ کے لئے جانتے ہو، جب وہ اللہ کے لئے ہے تو علم دین تو اس سے بھی بہتر و افضل ہے وہ کیونکر غیر اللہ کے لئے ہوسکتا ہے۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

سے بے کچھ بہتر پا برہنہ بدن صرف ایک کملی کفنی کی طرح چیر کر گلے میں ڈالے خدمت اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضور پُر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی محتاجی دیکھی چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان کا حکم دیا بعد نماز خطبہ فرمایا بعد تلاوت آیات ارشاد کیا،

تصدق رجل من دیناره من درهمه من ثوبه من صاع بره من صاع تمره حتی قال ولو بشق تمرة

کوئی شخص اپنی اشرفی سے صدقہ کرے کوئی رُپے سے، کوئی کپڑے سے، کوئی اپنے قلیل گیہوں سے کوئی اپنے تھوڑے چھوہاروں سے، یہاں تک فرمایا، اگرچہ آدھا چھوہارا۔

اس ارشاد کو سُن کر ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ روپوں کا تھیلا اُٹھا لائے جس کے اُٹھانے میں اُن کے ہاتھ تھک گئے پھر لوگ پے در پے صدقات دینے لگے یہاں تک کہ دو انبار کھانے اور کپڑے کے ہوگئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی کے باعث کندن کی طرح دمکنے لگا اور ارشاد فرمایا،

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجره واجر من عمل بها بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیء

جو شخص اسلام میں کوئی اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اُس راہ پر عمل کریں گے سب کا ثواب اس کے لئے ہے بغیر اس کے کہ اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

غزوۂ تبوک وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکم صدقات دینا اور ہر ایک کا کثیر و قلیل حسب مقدرت حاضر لانا منافقین کا تھوڑا لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ اللہ تعالٰی اس کے صدقے سے غنی ہے زیادہ لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ یہ ریا کے لئے ہے اور اس پر آیۂ کریمہ،

ان الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین

بے شک جو لوگ ان ایمانداروں پر جو اپنے دل کے شوق اور خوشی سے خیرات کرتے ہیں الزام

۱؎ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۷
سنن النسائی " باب التحریض علی الصدقۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۵۶-۳۵۵

لایجدون الا جھدھم[1] — لگاتے ہیں اور اُن لوگوں کو بھی نشانۂ طعن بناتے ہیں جو اپنی محنت و کوشش سے جو کچھ حاصل کرپاتے ۹
ہیں راہِ خدا میں خرچ کردیتے ہیں۔(ت)

کا نازل ہونا، ایک بار قومیں صدقات کا چندہ ہونا اُس کا انبار ہوجانا، ایک صحابی کا صرف ایک خوشہ لانا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے سب سے اُوپر رکھنا وغیرہ وغیرہ وقائع کثیرہ صحاح وغیرہا کتبِ احادیث میں مذکور و مشہور ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴ تا ۲۶: ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو بخش کر جو کچھ ممکن ہوسکے مساکینوں کو بھی دے دیا جائے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) میت کے سیم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا اور پھر ان کو اور بتاشوں کو تقسیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) میت کے سیم کے چنے و بتاشے سوائے مساکین کے دوسرے کو لینا اور کھانا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز اور مستحسن ہے اور باعثِ اجر و ثواب ہے اس کے لئے بھی اور اس میت مسلمان کے لئے بھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔[2] — جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے نفع پہنچائے۔(ت)

(۲ و ۳) جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دیے جائیں، اغنیاء کا نہ لینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/۳۱۵

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۳

مسئلہ ۳۷ از سرونج مسئولہ جناب محمد عبد الرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

زید کے پاس روپیہ کچھ روپیہ تو وجہ حلال کا ہے اور کچھ ناجائز طور کا روپیہ اکٹھا جمع ہے زید یہ بات بھول گیا ہے کہ اس روپے میں جائز طور کا کتنا ہے اور ناجائز طور کا کتنا روپیہ ہے، اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کس طور سے کرے؟

الجواب

تحری کرے زیادہ سے زیادہ جہاں تک ناجائز روپیہ ہو اسے اصل مالکوں یا وارثوں کو واپس دے اگر ان کا پتا نہ ہو تو اسی قدر کل تصدق کردے باقی جتنا روپیہ اس کا رہ گیا ہے اس کا یہ مختار ہے تصدق وغیرہ جس صرف میں چاہے اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸

کراچی میں مسلمانوں کا ایک یتیم خانہ کھلنے والا ہے جس میں وہابی، نیچری، رافضی، لامذہب سب جمع ہیں، سنی مسلمانوں کو اس یتیم خانہ میں شامل ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر فی سبیل اللہ زکوٰۃ و خیرات کی مد سے اس یتیم خانہ میں چندہ دیں تو زکوٰۃ ادا ہوتی یا نہیں؟ اور وہ چندہ باعث ثواب ہوا یا موجب عذاب؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس میں احتمالاً دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یتیموں کی تعلیم و تربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بدمذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو رہے کہ وہ انھیں اغوا کرسکیں صرف بالائی باتوں میں اُن کی شرکت ہو۔ دوسرے یہ کہ ان امور میں بھی انھیں مداخلت دی جائے یا کم از کم اُن کی صحبت بد رہے جس سے بچوں کی گمراہی مظنہ ہو۔ صورتِ ثانیہ تو مطلقاً قطعی حرام و بدخواہی اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجب عذاب و آثام۔ اور صورتِ اولیٰ شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے، کیا وجہ ہے کہ وہ نرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بفرضِ باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبت بد سے کیونکر مفر۔ اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

ان الاحکام تبتنی علی الغالب ولا یعتبر النادر فضلا عن الموهوم کما فی	احکام، غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں لہٰذا کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی وہمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو۔

فتح القدیر[1] وغیرہ۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

لہذا حکم وہی ہے کہ ایسی کمیٹی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، معہذا اگر فرض کرلیں کہ صورتِ اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو ان بے دینوں کی مجالست مصاحبت توقیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے، قال اللہ تعالٰی:

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔ اگر تمہیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

من وقّر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[3]۔ جس نے کسی بدمذہب آدمی کی تعظیم کی اس نے بلاشبہہ اسلام کے گرانے (مٹانے) پر امداد کی۔ (ت)

رہی زکوٰۃ اگر بطور چندہ دی گئی اور چندہ میں خلط کرلی گئی اور عام مصارف میں بلا تملیک فقرا مستحق رہی جب تو ہرگز ادا نہ ہوگی اگرچہ کمیٹی خاص اہلسنت کا ہو،

لما صرحوا بہ ان رکنھا التملیک فلا تجوز فی بناء مسجد او تکفین میت وغیر ذلک وصرحوا ان الخلط استھلاک فلا تتادی بہ کما فی الفتاوی العٰلمگیریۃ وغیرھا۔

اس لئے کہ ائمہ فقہ نے اس مسئلہ کی تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے (یعنی زکوٰۃ لینے والے کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنادینا) لہذا تعمیرِ مسجد اور تکفینِ میت اور اس نوع کی دوسری صورتوں میں زکوٰۃ جائز نہ ہوگی (اس لئے کہ ان میں تملیک نہیں پائی جاتی) اور یہ بھی انہوں نے تصریح فرمائی کہ ایک مال کو دوسرے مال میں خلط کرنا یعنی ملانا اُسے نیست و نابود کردینا ہے لہذا اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

اور اگر بطور زکوٰۃ دی جائے اور جدا رکھی جائے اور یونہی فقیروں کے قبضہ میں دے کر تملیک

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ما یفسد الصوم نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مجتبائی دہلی ص ۳۱

شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۶۱

کردی جائے پھر ان کے مصارف میں احتیاطی بچے تو ادا ہوجائے گی وان کان بعض المنتظمین من غیر اھل الدین (اگرچہ بعض انتظام کرنے والے دیندار نہ ہوں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ از مقام کیلا کھیڑا تحصیل باز پور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جمعرات کی فاتحہ یا بزرگوں کے عرس وغیرہ کا صحیح طور سے تحریر فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

جمعرات کی فاتحہ جائز ہے۔ یونہی عرس اگر منکرات شرعیہ مثل مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ عابد حسین ناظم انجمن تہذیب الاسلام بہرائچ پنجشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان اعلام اس مسئلہ میں کہ ماہ شعبان کی چودھویں تاریخ کو عوام اہلسنت میں مدت مدیدہ سے دستور چلا آرہا ہے کہ وہ پکا کر اس پر حضرت اویس قرنی وحضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اپنے دوسرے خاندانی بزرگوں کا فاتحہ کرتے ہیں اور کچھ حصہ محتاجوں کو اور باقی اعزہ واقارب میں تقسیم کیا کرتے ہیں اور اس رسم کو لوگ بطور اتباع سلف کرتے ہیں، بعض علماء نے اس رسم کو بے اصل اور ہنود کی رسوم کے مشابہ فرماکر روکتے ہیں اور بعض اس رواج کو بے ضرر جان کر منع نہیں فرماتے اور بعض کو اصرار ہے کہ یہ رواج قدیم بے سبب نہیں ہے لہذا تارک کو خاطی کہتے ہیں، جواب دندان شکن مفصل مدلل ارشاد فرمایا جائے، یہ رواج مسلمانوں میں کس زمانہ سے شروع ہوا ہے اور اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

شریعت اسلامیہ میں ایصال ثواب کی اصل ہے اور صدقات مالیہ کا ثواب باجماع ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے اور تخصیصات عرفیہ کو حدیث نے جائز فرمایا کہ،

صوم یوم السبت لالك ولا علیك[1]

سنیچر کا روزہ نہ تجھے مفید ہے اور نہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔(ت)

مانعین کی یہ جہالت ہے کہ جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص مانگتے ہیں اور منع خصوص کیلئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۶۸

دلیل خصوص نہیں دیتے ان سے پوچھئے تم جو منع کرتے ہو آیا اللہ ورسول نے منع کیا ہے یا اپنی طرف سے کہتے ہو، اگر اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھاؤ کون سی آیت وحدیث میں ہے کہ حلوا ممنوع ہے یا حضرت سید الشہداء حمزہ یا حضرت خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس کا ثواب پہنچانا ممنوع ہے یا عزیزوں اور احباب میں اس کا تقسیم کرنا ممنوع ہے اور جب نہ دکھا سکے تو جب اللہ ورسول نے منع نہیں فرمایا تم کون ہو منع کرنے والے کون، ءٰاللّٰہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1] (کیا اللہ تعالٰی نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالٰی کے ذمہ جھوٹ لگاتے ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

رسالہ

رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران و مواساۃ الفقراء

۱۳۱۲ھ

(پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غمخواری کے ذریعے قحط اور وبا کو لوٹا دینے والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۳ از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد اللہ تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار[عہ] میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلاد میں ہیضہ، چیچک و قحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا کے واسطے جمیع محلہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسب استطاعت چاول، گیہوں و پیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور ملّاؤں کو بھی دعوت کرکے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلّہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلّہ دار کو طعام مطبوخہ کا کھانا جائز ہوگا یا نہ؟ طعام مطبوخہ کھانے کے لئے مانع وغیرہ مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

عہ یعنی بنگالہ میں کہ یہ سوال کانپور میں وہیں سے آیا تھا کانپور سے بغرض تحریر جواب بھیجا گیا ۱۲

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی وضع البرکۃ فی جماعۃ الاخوان وقطع المھلکۃ بتواصل الاحباب والجیران و الصلوٰۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ مجیب الدعوۃ ومحب الجماعۃ دافع البلاء والوباء والقحط و المجاعۃ وعلی اٰلہ وصحبہ و جماعۃ المسلمین وعلینا فیھم یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین یا ربنا اٰمین!

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے بھائیوں کے اجتماع میں برکت فرمائی اور اہل محبت اور پڑوسیوں کی ملاقات وصلہ میں مصیبت کو قطع فرمایا اور صلوٰۃ وسلام مالک شفاعت' دعوت کو قبول، جماعت سے محبت، مصیبت و وبا، اور بھوک اور قحط کو دفع کرنے والی ذات پر اور ان کی آل واصحاب اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین، آمین آمین اے ہمارے رب آمین!

فعل مذکور بقصد مسطور اور اہل دعوت کردہ کھانا کھانا شرعاً جائز ہے۔ و روا ، جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں ، قال اللّٰہ تعالٰی ،

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[1]

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

تو بے منع شرعی ارتکاب ممانعت جہالت وجرأت۔

وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللّٰہ سے ہے ۔ت) نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے ، علماء وصلحاء بھی عزیز و رشتہ دار بھی قریب ، اہل جوار بھی تو اس میں بعدد ابواب جنت آٹھ خوبیاں ہیں ،

(۱) فضیلت صدقہ
(۲) خدمت صلحاء
(۳) صلۂ رحم
(۴) مواساۃ جار
(۵) سلوک نیک سے مسلمانوں خصوصاً غرباء کا دل خوش کرنا۔
(۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۶۱

(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا۔ (۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیت صالحہ ہوں باذن اللہ تعالٰی رضائے خدا عفو و خطا و دفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وبا، ہر مصیبت و بلا گناہوں کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔ (ت)

تو اسبابِ مغفرت و رضا و رحمت بلاشبہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث سنئے:

حدیث ۱: حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ لتطفیٔ غضب الرب و تدفع میتۃ السوء۔ رواہ الترمذی[2] و حسنہ وابن حبان فی صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے (اسے ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ترمذی نے اسکی تحسین کی۔ ت)

حدیث ۲: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فانھا تقیم العوج و تدفع میتۃ السوء۔ الحدیث۔ رواہ ابویعلی والبزار[3] عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ کجی کو سیدھا اور بُری موت کو دور کرتا ہے الحدیث (ابویعلی اور بزار نے اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۳۰

[2] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/۸۳
کنز العمال بحوالہ ت حب عن انس حدیث ۱۵۹۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۳۴۸ و ۳۴۱

[3] مسند ابی یعلی عن ابی بکر حدیث ۸۰ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۶۵
کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۹۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۴۳

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان صدقۃ المسلم تزید فی العمر وتمنع میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[1] وابوبکر بن مقسم فی جزئہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بری موت کو روکتا ہے (اسے طبرانی اور ابوبکر بن مقسم نے اپنی جزء میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴ و ۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ وتقی میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن رافع بن مکیث الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ گناہ کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے (اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے:

الصدقۃ تمنع میتۃ السوء۔ رواہ احمد[3] عنہ والقضاعی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صدقہ بری موت کو روکتا ہے (اسے احمد نے رافع بن مکیث سے اور قضاعی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ لیدرؤ بالصدقۃ سبعین بابا من میتۃ السوء۔ رواہ الامام عبداللہ بن مبارک فی کتاب البر[4] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک عزوجل صدقہ کے سبب سے ستّر دروازے بری موت کے دفع فرماتا ہے (اسے امام عبداللہ بن مبارک نے کتاب البر میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تسد سبعین بابا من السوء۔

صدقہ ستّر دروازے برائی کے بند کرتا ہے۔

۱؎ المعجم الکبیر حدیث ۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۲ و ۲۳
۲؎ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱
۳؎ کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۵
۴؎ الترغیب والترہیب بحوالہ ابن المبارک فی کتاب البر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

الصدقۃ تمنع سبعین نوعا من انواع البلاء اھونھا الجذام والبرص۔ رواہ الخطیب[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ ستر بلا کو روکتا ہے جن کی آسان تر بدن بگڑنا اور سپید داغ ہیں (والعیاذ باللہ تعالٰی) (اسے خطیب نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹ و ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا۔ رواہ الطبرانی[3] عن امیر المؤمنین علی و البیہقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی (اسے طبرانی نے امیر المؤمنین حضرت علی اور بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

الصدقات بالغدوات یذھبن بالعاھات۔ رواہ الدیلمی[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صبح کے صدقے آفتوں کو دفع کر دیتے ہیں۔ (اس کو دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

الصدقۃ تمنع القضاء السوء۔

صدقہ بُری قضا کو ٹال دیتا ہے۔ (اس کو

---

[1] المعجم الکبیر عن رافع بن خدیج حدیث ۴۴۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۷۴

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۴۳۲۹ الحارث بن نعمان دار الکتاب العربی بیروت ۸/۲۰۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۳۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۹۹

السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب فضل من اصبح صائما الخ دار صادر بیروت ۴/۱۸۹

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۷۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۱۴

الجامع الصغیر بحوالہ الفردوس عن انس حدیث ۵۱۴۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۱۷

رواه ابن عساكر[1] عن جابر رضی الله تعالٰی عنه۔

ابن عساکر نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

صلوا الذی بینكم وبین ربكم بكثرة ذكركم له وكثرة الصدقة بالسر والعلانیة ترزقوا وتنصروا وتجبروا۔ رواه ابن ماجة[2] عنه رضی الله تعالٰی عنه۔

اللہ عزوجل کے ساتھ اپنی نسبت درست کرو اس کی یاد کی کثرت اور خفیہ وظاہر صدقہ کی تکثیر سے کہ ایسا کروگے تو روزی اور مدد دیے جاؤگے، تمہاری شکستگیاں درست کی جائیں گی (اسے ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴ تا ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

الصدقة تطفئ الخطیئة كما یطفئ الماء النار۔ رواه الترمذی[3] وقال حسن صحیح عن معاذ بن جبل ونحوه ابن حبان فی صحیحه عن كعب بن عجرة وكابی یعلی بسند صحیح عن جابر رضی الله تعالٰی عنهم وابن المبارك عن عكرمة مرسلا بسند حسن۔

صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو (روایت کیا ہے ترمذی نے اور حسن صحیح کہا معاذ بن جبل سے، اور ایسے ہی ابن حبان نے اپنی صحیح میں کعب بن عجرہ سے، جیسے ابی یعلٰی نے بسند صحیح جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور ابن مبارک نے عکرمہ سے مرسلاً بسند حسن۔ ت)

حدیث ۱۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

مثل المؤمن ومثل الایمان كمثل الفرس فی اخیته یجول ثم

مسلمان اور ایمان کی کہاوت ایسی ہے جیسے چراگاہ میں گھوڑا اپنی رسی سے بندھا ہوا کہ

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ الخضر البزاز دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۸
[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب فرض الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷
[3] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲/۸۶
موارد الظمآن حدیث ۱۵۶۹ المکتبۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۲۰۸

يرجع الى اخيته وان المؤمن يسهو ثم يرجع الى الايمان فاطعموا طعامكم الاتقياء و ولوا معروفكم المؤمنين. رواه البيهقي في شعب الايمان[1] و ابونعيم في الحلية عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالٰى عنه.

چاروں طرف ہو کر پھر اپنی بندش کی طرف پلٹ آتا ہے، یوں ہی مسلمان سے بھول ہو جاتی ہے پھر ایمان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابونعیم نے حلیہ میں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے ظاہر کہ معاملۂ گناہ میں نیکوں کو کھانا کھلانا اور عام مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الصدقة وصلة الرحم يزيد الله بهما في العمر ويدفع بهما ميتة السوء ويدفع بهما المكروه والمحذور. رواه[2] ابويعلى عن انس رضي الله تعالٰى عنه.

بے شک صدقہ اور صلۂ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ و اندیشہ کو دور کرتا ہے۔ (اسے ابویعلی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان يبسط له في رزقه وينسأ له في اثره فليصل رحمه. رواه البخاري[3] عن ابي هريرة رضي الله تعالٰى عنه.

جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت، مال میں برکت ہو، وہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۵۲
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۹۷ عبداللہ بن مبارک " " " ۸/ ۱۰۹
[2] مسند ابویعلی عن انس بن مالک حدیث ۴۰۹۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۴۰
مجمع الزوائد بحوالہ ابی یعلی باب صلۃ الرحم وقطعہا دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۵۱
[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من بسط لہ فی الرزق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۵

حدیث ۲۱ و ۲۲: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سرّہ ان یمد لہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عنہ میتۃ السوء فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ رواہ عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند والبزار بسند جیّد والحاکم فی المستدرک عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والحاکم نحوہ فی حدیث عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے خوش آئے کہ اس کی عمر دراز، رزق وسیع اور بُری موت دفع ہو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے عبد اللہ ابن امام نے زوائد المسند میں اور بزار نے بسند جید اور حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور یونہی حاکم نے حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ القرابۃ مثراۃ فی المال محبّۃ فی الاھل منسأۃ فی الاجل۔ رواہ الطبرانی بسند صحیح عن عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریبی رشتہ داروں سے سلوک مال کا بہت بڑھانے والا، آپس میں بہت محبت ولانے والا، عمر زیادہ کرنے والا ہے (اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم تزید فی العمر۔ رواہ القضاعی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صلۂ رحم سے عمر بڑھتی ہے (اسے قضاعی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ زوائد مسند والبزار والحاکم الترغیب فی صلۃ الرحم مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۳۵
المستدرک کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۰
[2] المعجم الاوسط حدیث ۷۸۰۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۹۶
[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابن مسعود حدیث ۶۹۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

ان اعجل البر ثوابا الصلة الرحم حتی ان اہل البیت لیکونون فجرۃ فتنموا اموالہم ویکثر عددہم اذا تواصلوا۔ رواہ الطبرانی[1] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب میں صلہ رحم ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہوں تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں۔ (اسے طبرانی نے ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے:

وما من اہل بیت یتواصلون فیحتاجون۔ رواہ ابن حبان[2] فی صحیحہ۔

کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج ہوجائیں (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ رواہ الامام احمد والبیہقی[3] فی الشعب بسند صحیح علی اصولنا عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتے ہیں۔ (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب میں بسند صحیح ہمارے اصول پر ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء و لآفات الہلکات، واہل المعروف فی

نیک سلوک کے کام بُری موتوں آفتوں ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے

---

[1] مجمع الزوائد کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم وقطعہا دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۵۲
المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۵۹

[2] موارد الظمآن باب صلۃ الرحم حدیث ۲۰۳۸ المطبعۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۴۹۹

[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۲۲۶
کنز العمال بحوالہ حم حب عن عائشہ حدیث ۶۹۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

الدنیا هم اهل المعروف فی الأخرة. رواه الحاکم فی المستدرک عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے (اسے حاکم نے مستدرک میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء و الصدقة خفیا تطفئ غضب الرب وصلة الرحم زیادة فی العمر وکل معروف صدقة واهل المعروف فی الدنیا هم اهل المعروف فی الأخرة واهل المنکر فی الدنیا هم اهل المنکر فی الأخرة واول من یدخل الجنة اهل المعروف. رواه الطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنها۔

بھلائیوں کے کام بُری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے ہی آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبٰی میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک رتاؤ والے ہیں (اسے طبرانی نے اوسط میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من موجبات المغفرة ادخالک السرور علی اخیک المسلم. رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط عن الامام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ تعالٰی وجوههما۔

بے شک مغفرت واجب کر دینے والی چیزوں میں ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کا جی خوش کرنا (اسے طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں امام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ وجوہہما سے روایت کیا۔ ت)

ے کنز العمال بحوالہ ک فی المستدرک حدیث ۱۵۹۶۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۳
ے المعجم الاوسط حدیث ۶۰۸۲ مکتبہ المعارف ریاض ۷/ ۵۱۰۵۰
ے المعجم الکبیر حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۸۳ و ۸۵
المعجم الاوسط حدیث ۸۲۴۱ مکتبہ المعارف ریاض ۹/ ۱۱۶

حدیث ۳۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم۔ رواہ فیھما[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی کے فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل مسلمان کا جی خوش کرنا ہے (طبرانی نے دونوں میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۱ تا ۳۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افضل الاعمال ادخال السرور علی المؤمن کسوت عورتہ او اشبعت جوعتہ او قضیت لہ حاجۃ۔ رواہ فی الاوسط[2] عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم ونحوہ ابو الشیخ فی الثواب والاصبہانی فی حدیث عن ابنہ عبد اللہ و ابن ابی الدنیا عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تُو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔ (اسے اوسط میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے اور ایسے ہی ابو الشیخ نے ثواب میں اور اصبہانی نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی حدیث میں اور ابن ابی الدنیا نے بعض اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من وافق من اخیہ شہوۃ غفرلہ۔ رواہ العقیلی[3] والبزار والطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ

یعنی جس مسلمان کا جی کسی کھانے پینے یا کسی قسم حلال چیز کو چاہتا ہو اتفاق سے دوسرا اس کے لئے وہی شئی مہیا کردے اللہ عزوجل اس کے لئے مغفرت فرمائے (اسے عقیلی، بزار

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب ادب الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۹۳
المعجم الاوسط حدیث ۷۰۰۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۴۳

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الاوسط الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین حدیث ۱۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۳

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ نصر بن نجیح الباہلی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۹۹
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والبزار کتاب الاطعمہ باب فیمن وافق من اخیہ شہوۃ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۸

شواهد فی اللآلی۔

اور طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور لآلی میں اسکے شواہد ہیں (ت)

حدیث ۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ المسلم شہوتہ حرمہ اللہ علی النار۔ رواہ البیہقی فی شعب[1] الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اپنے بھائی مسلمان کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالٰی اسے دوزخ پر حرام کردے (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من موجبات الرحمۃ اطعام المسلم المسکین۔ رواہ الحاکم[2] وصححہ ونحوہ البیہقی وابو الشیخ فی الثواب عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رحمتِ الٰہی واجب کردینے والی چیزوں میں سے غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا (روایت کیا اسے حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور ایسے ہی بیہقی وابو الشیخ نے ثواب میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

حدیث ۳۷ تا ۴۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلاۃ باللیل والناس نیام قطعۃ من حدیث جلیل نفیس جمیل مشہور مستفیض مفید مفیض، رواہ امام الائمۃ ابوحنیفۃ والامام احمد وعبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس[3]۔

یعنی اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا۔ (یہ حدیث جلیل نفیس جمیل مشہور مستفیض مفید مفیض کا ایک ٹکڑا ہے۔ روایت کیا اسے امام الائمہ ابوحنیفہ اور امام احمد اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے۔

---

[1] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۲۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تحت سورۃ البلد دار الفکر بیروت ۲/۵۲۴

شعب الایمان حدیث ۳۳۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۱۷

الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم والبیہقی الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۲/۶۲

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۱/۳۶۸

واحمد والترمذی[1] والطبرانی وابن مردویہ
عن معاذ بن جبل وابن خزیمۃ و
الدارمی والبغوی وابن السکن وابونعیم
وابن بسطۃ عن عبدالرحمٰن بن عائش
واحمد[2] والطبرانی عنہ عن صحابی و
البزار[3] عن ابن عمرو وعن ثوبان
والطبرانی[4] عن ابی امامۃ وابن قانع
عن ابی عبیدۃ[5] بن الجراح والدارقطنی[6]
وابوبکر النیسابوری فی الزیادات
عن انس[7] وابوالفرج فی العلل[8]
تعلیقا عن ابی ہریرۃ[9] وابن ابی شیبۃ
مرسلا عن عبد[10] الرحمٰن بن سابط رضی اللہ
تعالٰی عنہم

اور احمد اور ترمذی اور طبرانی اور ابن مردویہ نے
معاذ بن جبل سے، اور ابن خزیمہ اور دارمی اور
بغوی اور ابن سکن اور ابونعیم اور ابن بسطہ
نے عبدالرحمٰن بن عائش سے اور احمد و طبرانی نے اس
سے صحابی سے اور بزار نے ابن عمرو سے اور انہوں
نے ثوبان سے۔ اور طبرانی نے ابوامامہ سے۔
اور ابن قانع نے ابوعبیدہ بن جراح اور دارقطنی اور
ابوبکر نیشاپوری نے زیادات میں
حضرت انس سے اور ابوالفرج نے
علل میں حضرت ابوہریرہ سے تعلیقاً
اور ابن ابی شیبہ نے مرسلاً حضرت
عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی
عنہم۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۶
مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۴۳
[2] " " " " عن عبدالرحمٰن عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۴/۶۶
[3] مجمع الزوائد عن ثوبان وابن عمرو کتاب التعبیر باب ماجاء فی رؤیۃ النبی فی المنام دارالکتاب بیروت ۷/۱۷۷-۷۸
[4] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ۸۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۳۴۹
[5] الدرالمنثور بحوالہ الخطیب عن ابی عبیدۃ سورۃ ص مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/۳۲۰
العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ حدیث ۱۰ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶
[6] کنزالعمال عن انس حدیث ۳۳۴۲۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۴۳۵، ۴۳۶
[7] العلل المتناہیۃ عن ابی ہریرۃ باب فی ذکر الصورۃ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰
[8] العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ " " " " " ۱/۲۰

فی رؤیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ عزوجل ووضعہ تعالٰی کفہ کما یلیق بجلالہ العظیم بین کتفیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتجلی لی کل شیئ وعرفت[۱] وفی روایۃ فعلمت مافی السمٰوٰت والارض[۲] وفی اخری ما بین المشرق والمغرب[۳] وقد ذکرناہ مع تفاصیل طرقہ وتنوع الفاظہ فی کتابنا المبارک ان شاء اللہ تعالٰی سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی والحمد للہ ما اوفٰی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ تعالٰی کے دیدار والی روایت جس میں ہے "اور اللہ تعالٰی نے اپنی شایانِ شان کفِ مبارک کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں کے درمیان رکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی"۔ دوسری روایت میں ہے "میں نے معلوم کرلی جو چیز بھی زمین و آسمانوں میں ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے "مشرق و مغرب میں جو کچھ ہے"۔ اور ہم نے اس حدیث کو اس کے طرق کی تفصیل اور اختلافِ الفاظ کو اپنی مبارک کتاب "سلطنت مصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کردیا ہے الحمدللہ۔ (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

اطعام الطعام ای اعطاؤہ للانام من الخاص والعام[۴]

کھانا کھلانا یعنی ہر خاص و عام کو کھانا دینا مراد ہے۔ (ت)

حدیث ۴۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الکفارات اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوٰۃ باللیل والناس نیام۔ رواہ[۵] الحاکم وصححہ سندہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گناہ مٹانے والے ہیں کھانا کھلانا اور سلام ظاہر کرنا اور شب کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا (اسے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] العلل المتناہیہ باب فی ذکر حدیث ۱۳ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۰
[۲] مجمع الزوائد باب فیما راٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام دارالکتاب بیروت ۷/۱۷۶
[۳] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۶
[۴] مرقات المفاتیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد المکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۳۳، ۴۵۲
[۵] المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ فضیلۃ اطعام الطعام دارالفکر بیروت ۴/۱۲۹

حدیث ۴۸ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اطعم اخاہ حتی یشبعہ وسقاہ من الماء حتی یرویہ باعدہ اللہ من النار سبع خنادق ما بین کل خندقین مسیرۃ خمس مائۃ عام۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم مصححا سندہ والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پیاس بھر پانی پلائے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات کھائیاں دور کر دے ہر کھائی سے دوسری تک پانسو برس کی راہ۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابو الشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۹ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ان اللہ عزوجل یباھی ملٰئکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔ رواہ ابو الشیخ[2] عن الحسن البصری مرسلا۔

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اپنے فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے (کہ دیکھو فضیلت اسے کہتے ہیں) (اسے ابو الشیخ نے حسن بصری سے مرسلا روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵۰ و ۵۱ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الخیر اسرع الی البیت الذی یؤکل فیہ من الشفرۃ الی سنام البعیر۔ رواہ ابن ماجۃ[3] عن ابن عباس وابن ابی الدنیا عن

خیر و برکت اس گھر کی طرف جس میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اس سے بھی زیادہ جلد پہنچتی ہے جتنی جلد چھری کوہانِ شتر کی طرف (کہ اونٹ ذبح کرکے سب سے پہلے اس کا کوہان تراشتے ہیں) (اسے

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی اطعام الطعام الخ حدیث ۱۲ مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۵
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فضل اطعام الطعام والسقی دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ فضیلۃ اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹
شعب الایمان حدیث ۳۳۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۰۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب مرسلا مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸ و ۲۴۹
الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیا مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۲

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الملٰئکۃ تصلی علی احدکم ما دامت مائدتہ موضوعۃ۔ رواہ الاصبہانی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

جب تک تم میں سے کسی کا دسترخوان بچھا ہے اتنی دیر فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (اسے اصبہانی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنہم ذنوبہم۔ رواہ ابوالشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے ان کے گناہ مٹا دیتا ہے (اسے ابوالشیخ نے ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۴: سیدنا امام حسن مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی حدیث میں ہے:

لان اطعم اخالی فی اللہ لقمۃ احب الی من ان تصدق علی مسکین بدرھم ولان اعطی اخالی فی اللہ درھما احب الی من ان اتصدق علی مسکین بمائۃ درھم۔ رواہ ابوالشیخ فی الثواب عنہ عن جدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بے شک میرا اپنے کسی دینی بھائی کو ایک نوالہ کھلانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مسکین کو ایک روپیہ دوں، اور اپنے دینی بھائی کو ایک روپیہ دینا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ مسکین پر سو روپیہ خیرات کروں۔ (اسے ابوالشیخ نے ثواب میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ

۱؎ الترغیب والترہیب بحوالہ اصبہانی حدیث ۱۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۲

۲؎ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء حدیث ۲۵۸۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۴۲

۳؎ الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

ولعل الاظہر[عه] وقفه كالذى يليه۔ | علیہ وسلم سے روایت کیا اور ظاہر یہ حدیث موقوف ہے بعد والی حدیث کی طرح ۔ (ت)

حدیث ۵۵: سیدنا امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع او صاعین من طعام احب الی من ان ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقہا[۱]۔ رواہ هنه وقفا علیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | میں اپنے چند برادران دینی کو تین سیر چھ سیر کھانے پر اکٹھا کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں۔ اسے ابوالشیخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے۔ فرمایا: اکٹھے ہو کر کھاتے ہو یا الگ الگ؟ عرض کی: الگ الگ۔ فرمایا:

اجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللّٰہ یبارك لکم فیہ[۲]۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ وحبان عن وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | جمع ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالٰی کا نام لو تمہارے لئے اس میں برکت رکھی جائے گی (اسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ[۳]۔ رواہ ابن ماجۃ والعسکری | مل کر کھاؤ اور جدا نہ ہو کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے (اسے ابن ماجہ اور عسکری نے مواعظ

عه اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث آئندہ حدیث کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے یعنی انکا فرمان ہے ۱۲

---

[۱] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۳ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۲۶

[۲] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ باب فی الاجتماع علی الطعام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۲

سنن ابن ماجہ ابواب الطعام ،، ،، ،، ،، ،، ،، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۲

[۳] ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،،

[۴] کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۴۰۸۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۴۵

فی المواعظ عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

میں امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۵۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البرکۃ فی ثلثۃ فی الجماعۃ والثرید والسحور۔[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

برکت تین چیزوں میں ہے مسلمانوں کے اجتماع اور طعام ثرید اور طعام سحری میں۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ ویداللہ علی الجماعۃ۔[2] رواہ البزار عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک آدمی کی خوراک دو کو کفایت کرتی ہے اور دو کی خوراک چار کو، اللہ تعالٰی کا ہاتھ جماعت پر ہے (اسے بزار نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان احب الطعام الی اللہ تعالٰی ماکثرت علیہ الایدی۔[3] رواہ ابویعلی والطبرانی وابو الشیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک سب کھانوں میں زیادہ پیارا اللہ عزوجل کو وہ کھانا ہے جس پر بہت سے ہاتھ ہوں (یعنی جتنے آدمی مل کر کھائیں گے اتنا ہی اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند ہوگا) (اسے ابویعلٰی اور طبرانی اور ابوالشیخ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان اس عمل میں نیک نیت پاک مال سے

---

[1] المعجم الکبیر عن سلمان حدیث ۶۱۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۱
شعب الایمان حدیث ۷۵۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۹۸

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاطعمہ باب الاجتماع علی الطعام موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۳۳

[3] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی یعلی والطبرانی وابی الشیخ عن جابر مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۳

شریک ہوں گے انھیں کرمِ الٰہی و انعامِ حضرت رسالت پناہی تعالےٰ ربہٗ و تکرم وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے **۲۵ فائدے ملنے کی امید ہے:**

(۱) باذنہٖ تعالےٰ بُری موت سے بچیں گے (حدیث ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۱۹-۲۱-۲۲-۲۷-۲۸ گیارہ حدیثیں) ستر دروازے بُری موت کے بند ہو نگے۔ حدیث ۹۔

(۲) عمریں زیادہ ہوں گی۔ حدیث ۴-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۶-۲۸ نو حدیثیں۔

(۳) ان کی گنتی بڑھے گی۔ حدیث ۲۵ یہ تینں فائدے خاص دفعِ وبا سے متعلق ہیں۔

(۴) رزق کی وسعت مال کی کثرت ہوگی۔ حدیث ۱۳-۲۰-۲۱-۲۲-۲۴-۲۵ چھ حدیثیں۔ اس کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ حدیث ۲۵۔

(۵) خیر و برکت پائیں گے۔ حدیث ۵۰-۵۱-۵۶-۵۷-۵۸ پانچ حدیثیں۔ یہ دونوں فائدے دفعِ قحط سے متعلق ہیں۔

(۶) آفتیں بلائیں دُور ہوں گی۔ حدیث ۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۲۷ سات حدیثیں۔ بُری قضا ٹلے گی حدیث ۲ ستر دروازے بُرائی کے بند ہو نگے حدیث ۷۔ ستر قسم کی بلا دُور ہوگی حدیث ۸۔

(۷) اُن کے شہر آباد ہوں گے۔ حدیث ۲۶۔

(۸) شکستہ حالی دُور ہوگی۔ حدیث ۱۳۔

(۹) خوف اندیشہ زائل اور اطمینانِ خاطر حاصل ہوگا۔ حدیث ۱۹۔

(۱۰) مددِ الٰہی شاملِ حال ہوگی۔ حدیث ۱۳-۵۹ دو حدیثیں۔

(۱۱) رحمتِ الٰہی اُن کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۳۶۔

(۱۲) ملائکہ ان پر درود بھیجیں گے۔ حدیث ۵۲۔

(۱۳) رضائے الٰہی کے کام کریں گے۔ حدیث ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۶۰ پانچ حدیثیں۔

(۱۴) غضبِ الٰہی ان پر سے زائل ہوگا۔ حدیث ۱۔

(۱۵) اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۲۹-۳۴-۴۷-۵۳ گیارہ حدیثیں۔ مغفرت ان کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۲۹۔ اُن کے گناہوں کی آگ بجھ جائے گی۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷ چھ حدیثیں۔ یہ دسوں فائدے دفعِ قحط و وبا ہر گونہ امراض و بلا و قضائے حاجات و برکات و سعادات کو مفید ہیں۔

(۱۶) خدمتِ اہلِ دین میں صدقے سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔ حدیث ۵۴۔
(۱۷) غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر لیں گے۔ حدیث ۵۵۔
(۱۸) ان کے بگڑے کام درست ہوں گے۔ حدیث ۲۔
(۱۹) آپس میں محبتیں بڑھیں گی جو ہر خیر و خوبی کی جامع ہیں۔ حدیث ۲۲۔
(۲۰) تھوڑے صرف میں بہت کا پیٹ بھرے گا کہ تنہا کھاتے تو دونا اٹھتا۔ حدیث ۵۹۔

وفیہ احادیث لم نذکرھا (اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ت)

۲۱ اللہ عزوجل کے حضور درجے بلند ہوں گے۔ حدیث ۳۷ تا ۴۶، دس حدیثیں۔
۲۲ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ملائکہ سے ان کے ساتھ مباہات فرمائے گا۔ حدیث ۲۹۔
۲۳ روزِ قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے۔ حدیث ۲۔ ۲۵۔ ۲۸، تین حدیثیں۔
آتشِ دوزخ ان پر حرام ہوگی۔ حدیث ۲۵۔
۲۴ آخرت میں احسانِ الٰہی سے بہرہ مند ہوں گے کہ نہایت مقاصد و غایت مرادات ہے۔
حدیث ۲۷۔ ۲۸۔
۲۵ خدا نے چاہا تو اس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پرنور سیدِ عالم سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلِ اقدس کے تصدق میں سب سے پہلے داخلِ جنت ہوگا۔ حدیث ۲۸۔

اللہ اکبر، غور کیجئے بحمداللہ کیسا نسخہ جلیلہ، جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک مفرد دوا اور اس قدر منافع جانفزا، وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر (اللہ کا فضل بہت وسیع، بہت بڑا، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے۔ ت) علماء تو بغرضِ حصولِ شفاء و دفعِ بلا متفرق اشیاء جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیبِ خاطر اسے ہبہ کردے ان داموں کا شہد و روغنِ زیتون خریدے بعض آیاتِ قرآنیہ خصوصاً سورۂ فاتحہ اور آیاتِ شفا رکابی میں لکھ کر آبِ باران اور وہ نہ ملے تو آبِ دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن و شہد ملا کر پئے، بعونہ تعالیٰ ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے دو شفائیں قرآن و شہد، دو برکتیں باران و زیت کا اور ہنی مری زرِ موہوبِ مہر یہ پانچ چیزیں جمع کیں؛

لقولہ تعالیٰ ننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین[1]۔ وقولہ تعالیٰ فیہ
یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفاء و رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ شہد میں

---
[1] القرآن الکریم ۱۷/۸۲

شفاءٌ للناس[1]۔ وقولہ تعالٰی ونزلنا من السماء ماءً مبٰرکا[2]۔ وقولہ تعالٰی شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ[3]۔ وقولہ تعالٰی فان طبن لکم عن شیئ منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا[4]۔

شفا ہے لوگوں کے لئے۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا۔ پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضٰی شیر خدا مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی وحضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہدایت فرمائی ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسند حسن حضرت مولٰی علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

اذا اشتکی احدکم فلیستوھب من امرأتہ من صداقہا درھما فلیشتربہ عسلا ثم یاخذ ماء السماء فیجمع ھنیئا مریئا مبارکا[5]۔

جب تم میں کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرالے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کر رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔

ایک بار فرمایا:

اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیۃ من کتاب اللہ فی صحفۃ ولیغسلہا بماء السماء ولیاخذ من امرأتہ درھما عن طیب نفس منہا فلیشتربہ عسلا فلیشربہ فانہ شفاء۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب اللدنیۃ[6]۔

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی میں لکھے اور آب باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پئے کہ بیشک شفا ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مرعیب عوف بن مالک الاشجعی الصحابی

عوف بن مالک اشجعی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۶۹
[2] القرآن الکریم ۵۰/۹
[3] " " ۲۴/۳۵
[4] " " ۴/۴
[5] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ فکلوہ ھنیئا مریئا مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۳/۸۶۳
[6] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۶۹
[7] " " " " " " " " " " " ۳/۲۶۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال ائتونی بماء فان اللہ تعالٰی یقول ونزلنا من السماء ماء مبٰرکا، ثم قال ائتونی بعسل وتلا الآیۃ فیہ شفاء للناس، ثم قال ائتونی بزیت وتلا من شجرۃ مبٰرکۃ فخلط ذلک بعضہ ببعض وشربہ فشفی۔[1]

علیل ہوئے، فرمایا پانی لاؤ کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہم نے اتارا آسمان سے برکت والا پانی۔ پھر فرمایا: شہد لاؤ۔ اور آیت پڑھی کہ اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ پھر فرمایا: روغن زیتون لاؤ، اور آیت پڑھی کہ برکت والے پیڑ سے، پھر ان سب کو ملا کر نوش فرمایا شفا پائی۔

تو جب متفرقات کا جمع کرنا جائز و نافع ہے تو یہ تو ایک ہی دوا سب خوبیوں کی جامع ہے اس کی کامل نظیر نسخہ امام اجل حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید حضرت امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما و نسخہ جلیلہ رؤیائے حضور پُر نور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ علی بن حسین بن شقیق کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: اے عبدالرحمن! سات برس سے میرے ایک زانو میں پھوڑا ہے قسم قسم کے علاج کئے طبیبوں سے رجوع کی کچھ نفع نہ ہوا۔ فرمایا:

اذھب فانظر موضعا یحتاج الناس الی الماء فاحفر ھناک بئرا فانی ارجو ان تنبع من ھناک عین ویمسک عنک الدم، ففعل الرجل فبرأ۔ رواہ الامام البیہقی عن علی قال سمعت ابن المبارک وسئلہ الرجل فذکرہ۔[2]

جا ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی حاجت ہو وہاں ایک کنواں کھود، اور (براہ کرامت یہ بھی) ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں تیرے لئے ایک چشمہ نکلے گا اور تیرا یہ خون بہنا تھم جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا (اسے امام بیہقی نے علی سے روایت کیا فرمایا میں نے ابن مبارک سے سنا ان سے ایک شخص نے سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا)۔ (ت)

امام بیہقی فرماتے ہیں اسی قبیل سے ہمارے استاد ابو عبداللہ حاکم (صاحب مستدرک) کی حکایت ہے کہ ان کے منہ پر پھوڑے نکلے طرح طرح کے علاج کئے، نہ گئے، قریب ایک سال کے اسی حال میں گزرا انہوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابوعثمان صابونی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی مجلس میں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲

دُعا کی درخواست کی، امام نے دُعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی، دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابوعبداللہ حاکم کے لئے دُعا میں کوشش کی میں خواب میں جمالِ جہاں آرائے حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں، قولی لابی عبداللّٰہ یوسع الماء علی المسلمین ابوعبداللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں میں وہ رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انھوں نے اپنے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا۔ جب بن چکا اس میں پانی بھروا دیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی پھوڑے جاتے رہے چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہوگیا جیسا کبھی نہ تھا، اس کے بعد برسوں زندہ رہے۔[1]

بالجملہ مسلمانوں کو چاہئے اس پاک مبارک عمل میں چند باتوں کا لحاظ واجب جانیں کہ ان منافع جلیلہ دُنیا و آخرت سے بہرہ مند ہوں،

(۱) تصحیح نیت کہ آدمی کو جیسی نیت ہوتی ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے، نیک کام کیا اور نیت بُری تو وہ کچھ کام کا نہیں انما الاعمال بالنیات[2] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ت) تو لازم کہ ریا یا ناموری وغیرہ اغراض فاسدہ کو اصلاً دخل نہ دیں ورنہ نفع درکنار نقصان کے سزاوار ہونگے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) صرف اپنے سر سے بلا ٹالنے کی نیت نہ کریں کہ جس نیک کام میں چند طرح کے اچھے مقاصد ہوں اور آدمی ان میں ایک ہی کی نیت کرے تو اسی لائق ثمرہ کا مستحق ہوگا انما لکل امرئ ما نوی[3] (ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ ت) جب کام کچھ بڑھتا نہیں صرف نیت کرلینے میں ایک نیک کام کے دس ہوجاتے ہیں تو ایک ہی نیت کرنا کیسی حماقت اور بلا وجہ اپنا نقصان ہے۔ ہم اوپر اشارہ کرچکے ہیں کہ اس عمل میں کتنی نیکیوں کی نیت ہوسکتی ہے ان سب کا قصد کریں کہ سب کے منافع پائیں بلکہ حقیقتاً اس عمل سے بلا ٹلنا بھی انہی نیتوں کا پھل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث سے روشن کردیا تو بغیر ان نیتوں انہی صدقہ فقرا و خدمت صلحا و صلۂ رحم و احسانِ جار

---

[1] شعب الایمان تحت حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۲

[2] و [3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

وغیرہ مذکورات کے بلاشبہ کی خالی نیت پست بے مغز ہے۔

(۲) اپنے مالوں کی پاکی میں حدِ درجہ کی کوشش بجا لائیں کہ اس کام میں پاک ہی مال لگایا جائے اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

الشیخان والنسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقبل اللہ الا الطیب[1] ھو قطعۃ حدیث وفی الباب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

شیخین، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور اس باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ (ت)

ناپاک مال والوں کو یہ رونا کیا تھوڑا ہے کہ ان کا صدقہ خیرات، فاتحہ، نیاز کچھ قبول نہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۳) زنہار زنہار ایسا نہ کریں کہ کھاتے پیتوں کو بلائیں محتاجوں کو چھوڑیں کہ زیادہ مستحق وہی ہیں اور انہیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انہیں ایذا دینا اور دل دکھانا ہے، مسلمانوں کی دل شکنی معاذ اللہ وہ بلائے عظیم ہے کہ سارے عمل کو خاک کر دے گی، ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرے بلائے جائیں جنہیں پروا نہیں اور بھوکے چھوڑ دئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یمنعہا من یاتیہا ویدعی الیہا من یاباہا[2] وللطبرانی فی الکبیر

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس دعوتِ ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۸۹ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/۳۲۶
جامع الترمذی " ۱/۸۳ سنن ابن ماجہ " ص ۱۳۳
[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۳

10/10 والدیلمی فی مسند الفردوس بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ یدعی الیہ الشبعان ویحبس عنہ الجیاع[1] وفی الباب غیرھا۔

طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے واسطہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی اس لفظ سے نقل کیا کہ سیر شدہ کو دعوت دی جائے اور بھوکے کو روکا جائے، اس باب میں دوسروں نے بھی احادیث روایت کی ہیں (ت)

(۵) فقراء کہ آئیں کہ اُن کی مدارات وخاطر داری میں سعی جمیل کریں، اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں اُن کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وہ اپنا رزق کھاتے اور تمہارے گناہ مٹاتے ہیں، اٹھانے بٹھانے بلانے کھلانے کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے ان کا دل دُکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۵ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم یایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس الاٰیۃ[2]

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دئے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا اُن کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ اُن پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ یا تو نہ پہنچی تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور درگزر سے (کہ فقیر نے تاحق ہٹ یا کوئی بےجا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دُکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے (کہ تمہارے صدقہ وخیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے (کہ تمہیں بے شمار نعمتیں دے کر تمہاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۵۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۱۵۹
الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۲۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۶۲ تا ۲۶۴

دل ستانے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو ذکر اس کا صدقہ مرے سے اکارت ہے والعیاذ باللہ رب العالمین)

ان سب باتوں کے لحاظ کے ساتھ اس عمل کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بجا لائیں کہ جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی فقرا و غربا کی منفعت ہوگی اتنی اپنے لئے دینی و دُنیوی و جسمی و جانی رحمت و برکت و نعمت و سعادت ہوگی خصوصاً ایامِ قحط میں تو جب تک عیاذاً باللہ قحط رہے روزانہ ایسا ہی کرنا مناسب کہ اس میں نہایت سہل طور پر غربا و مساکین کی خبر گیری ہو جائے گی اپنے کھانے میں اُن کا کھانا بھی نکل جائے گا دیتے ہوئے نفس کو معلوم بھی نہ ہوگا، اور جماعت کی وجہ سے سَو کا کھانا دو سَو کو کفایت کرے گا۔ قحط عام الرمادہ میں حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا قصد ظاہر فرمایا، وباللہ التوفیق وہدایۃ الطریق۔

الحمد للہ کہ یہ متفرد جواب نفیس و لاجواب عشرۂ اوسط ماہ فاخر ربیع الآخر کے تین جلسوں میں تسویداً و تبییضاً تمام اور بلحاظ تاریخ رادّ القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء [۱۳] نام ہوا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

رسالہ

رادّ القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء

ختم ہوا

ذِکر و دُعا

مسئلہ ۲۲ از بمبئی مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب مع رسالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اس ہمارے ملک سندھ میں اور نیز بمبئی میں قدیم الایام سے یہ مروج ہے کہ جنازہ کے آگے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چند آدمی میت کو قبرستان لے جاتے ہیں اور قبرستان پہنچ کر اس میت کو بخش دیتے ہیں اور جب واپس لوٹتے ہیں تو اسی طرح کلمۂ طیبہ پڑھتے آتے ہیں اور اس کا ثواب میت کے مکان پر پہنچ کر اس کو بخش دیتے ہیں، آیا اس کلمہ کا ذکر میت کے آگے اور واپسی کے وقت جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اسے کفر وشرک یا حرام قطعی کہے اور مسلمانوں کو اس کے باعث مستحق لعن وطعن جانے وہ خاطی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تحریر فقیر بر رسالہ مذکورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ ت) فی الواقع لوگوں کو ذکرِ خدا سے منع نہ کیا جائے گا، مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقاتِ قرآن عظیم وارشاداتِ احادیثِ کثیرہ

۱۰ ۱۱

مثل حدیث قدسی:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم رواه البخاری[1] ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن انس بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر والبزار فی المسند باسناد جید والبیهقی فی الشعب کلهم عن ابن عباس والطبرانی فیه بسند حسن عن معاذ بن انس رضی الله تعالٰی عنهم ولفظه لا یذکرنی فی ملأ الا ذکرته فی الرفیق الاعلٰی[2] وحدیث اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر اخرجه احمد[3] والترمذی

اگر اس نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کروں گا (یعنی فرشتوں کی محفل میں) بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ امام طبرانی نے الکبیر میں، بزار نے عمدہ سند سے اپنی مسند میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں، پھر ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسے روایت کیا۔ طبرانی نے "الکبیر" میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لا یذکرنی الخ وہ مجھے کسی محفل میں یاد نہیں کرے گا مگر میں رفیق اعلٰی میں اسے یاد کروں گا۔

(حدیث ۵) لوگو! جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرو تو چر چگ لیا کرو۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! جنت کے باغیچے کیا ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۳، ۳۴۴
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الدعوات باب فضل العمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۹
صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۸۲
[3] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۰
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

وحسنہ والبیہقی فی الشعب
عن انس وابن شاہین
فی الترغیب فی الذکر عنہ
وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وحدیث
یا ایہا الناس ان للہ سرایا
من الملئکۃ تحل وتقف
علی مجالس الذکر فی
الارض فارتعوا فی ریاض
الجنۃ قالوا واین ریاض
الجنۃ قال مجالس الذکر
الحدیث رواہ ابن ابی الدنیا و
ابو یعلی والبزار والطبرانی[1] فی
الاوسط والحکیم والحاکم والبیہقی
فی الشعب وابن شاہین وابن عساکر
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما صححہ الحاکم سندہ
و حدیث لا یقعد
قوم یذکرون اللہ الا حفتہم
الملئکۃ وغشیتہم الرحمۃ
ونزلت علیہم السکینۃ
وذکرہم اللہ تعالیٰ
فیمن عندہ اخرجہ

فرمایا، ذکر کے حلقے۔ امام احمد اور ترمذی نے اس کی تخریج فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اسکی تحسین بھی فرمائی۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ابن شاہین نے "ترغیب فی الذکر" میں حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اسے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا لشکر ہیں جو زمین پر ذکر کی مجالس میں اترتے ہیں لہذا جنت کے باغوں سے کھا پی لیا کرو یعنی ذکر اذکار میں حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا باغات جنت کہاں ہیں؟ تو فرمایا کہ ذکر کی محفلیں باغات جنت ہیں (الحدیث) ابن ابی الدنیا، ابو یعلی، بزار، طبرانی نے الاوسط میں حکیم، حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن شاہین اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے اسے روایت کیا۔ حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حدیث ۸) جب بھی لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے کہیں بیٹھتے ہیں تو ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ خدا کے فرشتے چاروں طرف سے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں حاضر

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا وابی یعلی والبزار وغیرہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۰۵

رواه[1] أحمد ومسلم والترمذي وابن ماجة وابن حبان وأبو نعيم في الحلية كلهم عن أبي هريرة وعن أبي سعيد الخدري جميعا رضي الله تعالى عنهما وحديث اكثروا ذكر الله تعالى حتى يقولوا مجنون رواه[2] أحمد وأبو يعلى وابن حبان والحاكم والبيهقي في الشعب عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه بسند صحيح وحديث اكثروا ذكر الله حتى يقول المنافقون انكم مراؤن أخرجه سعيد بن منصور في سننه وأحمد في كتاب الزهد الكبير والبيهقي[3] في الشعب عن أبي الجوزاء أوس بن عبد الله الربعي مرسلا ووصله الطبراني في الكبير وابن شاهين في ترغيب الذكر عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بلفظ اذكروا الله ذكرا

رہنے والے ہوتے ہیں۔ امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابونعیم نے "الحلیہ" میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی۔ (حدیث ۱۰) اللہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔ امام احمد، ابویعلٰی، ابن حبان، حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اچھی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے (حدیث ۱۱) اللہ تعالٰی کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں، امام احمد نے "الزہد الکبیر" میں، امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں۔ ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ربعی کے حوالے سے اس کو مرسل (یعنی منقطع سند) تخریج فرمایا۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں، ابن شاہین نے ترغیب الذکر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ "موصولاً" ذکر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۱۷۳/۲
سنن ابن ماجہ " باب فضل الذکر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۶۸/۳ و ۷۱
شعب الایمان حدیث ۵۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۹۷/۱
[3] " " " ۵۲۷ " " " ۳۹۷/۱

يقول المنافقون انكم تراؤن[1]

وحديث[2] غنيمة مجالس اهل الذكر الجنة رواه احمد[2] و الطبرانی فی الكبير عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما بسند حسن و حديث[3] يقول الرب عز وجل يوم القيمة سيعلم اهل الجمع من اهل الكرم فقيل ومن اهل الكرم يا رسول الله قال اهل مجالس الذكر فی المساجد اخرجه احمد[3] و ابو يعلی وسعيد و ابن حبان و ابن شاهين و البيهقی عن ابی سعيد رضی الله تعالٰی عنه و حديث[4] ان رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم ههنا قالوا جلسنا نذكر الله قال اتانی جبريل فاخبرنی ان الله عز وجل

فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالٰی کا خوب ذکر کیا کرو کہ منافق بولیں انھیں کہ تم دکھاوا کرتے ہو۔

(حدیث ۱۲) ذکر کرنے والوں کی مجلسوں کا مال غنیمت جنت ہے۔ امام احمد وامام طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) (حدیث ۱۳) پروردگار عالم جو غالب اور بڑا ہے قیامت کے دن ارشاد فرمائیگا، یہاں جمع ہونیوالے لوگ جلد جان لینگے کہ اہل کرم کون لوگ ہیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ! اہل کرم سے مراد کون لوگ ہیں، ارشاد فرمایا! مساجد میں ذکر کی مجلسیں قائم کرنیوالے۔ امام احمد، ابویعلی، سعید بن منصور، ابن حبان، ابن شاہین اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ (حدیث ۱۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کے حلقۂ ذکر میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، اس پر ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل

---

[1] المعجم الكبير حديث ۱۲۷۸۶ المكتبة الفيصلية بيروت ۱۲/۱۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبد الله بن عمرو بن العاص المكتب اسلامی بيروت ۲/۱۷۷ و ۱۹۰

[3] " " " " عن ابی سعيد الخدری " " " " " ۳/۶۸

يباهي بكم الملئكة رواه مسلم[1]
والترمذي والنسائي عن
معوية بن ابي سفين رضي الله
تعالى عنهما هذا مختصر
وحديث[15] يرحم الله ابن رواحة
انه يحب المجالس التي يتباهى
بها الملئكة اخرجه احمد[2]
بسند حسن عن انس بن
مالك رضي الله تعالى عنه و
في الحديث قصة فيه التداعي
الى مجالس الذكر واستحسان
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ذلك وحديث[16] عن يمين الرحمن
وكلتا يديه يمين رجال
ليسوا بانبياء ولا شهداء
يغشى بياض وجوههم
نظر الناظرين يغبطهم النبيون
والشهداء بمقعدهم و
قربهم من الله عز و
جل قيل يا رسول الله
من هم قال هم

علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتلایا کہ
اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ فرشتوں پر فخر
کر رہا ہے۔ امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے اسے مختصراً روایت فرمایا (حدیث ۱۵)
اللہ تعالیٰ ابن رواحہ پر رحم فرمائے کہ وہ ان مجالس کو پسند کرتا
ہے جنکے سبب فرشتوں پر فخر کیا جاتا ہے۔ امام احمد نے سند حسن
کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے حوالے سے اسکی تخریج فرمائی۔ حدیث
میں ایک قصہ مذکور ہے اور اس حدیث میں دو
باتیں بیان ہوئی ہیں، پہلی بات کہ یہ مجالس ذکر
کی طرف دوسروں کو دعوت دینا اور دوسری بات
حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس عمل کو
مستحسن قرار دینا ہے۔ (حدیث ۱۶) اللہ تعالیٰ
کے دائیں ہاتھ کی طرف (جبکہ اسکے دونوں ہاتھ
دائیں ہیں) کچھ ایسے مرد ہوں گے جو اگرچہ انبیاء
و شہداء میں سے نہیں ہوں گے مگر اس قدر
بلند شان کے مالک ہونگے کہ ان کے چہروں
کی تابانی دیکھنے والوں کی نگاہوں پر چھا جائیگی
ان کے اس تقرب اور شان کو دیکھ کر انبیاء
اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ آپ سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۶
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳
[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۶۵

جُمّاع من نوازع القبائل یجتمعون علی ذکر اللّٰہ تعالٰی فینتقون اطائب الکلام کما ینتقی اٰکل التمر اطائبہ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر بسند لاباس بہ عن عمرو بن عبسۃ و نحوہ بسند حسن عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما وحدیث[18] کل مجلس یذکر اسم اللّٰہ تعالٰی فیہ تحف بہ الملٰئکۃ حتی ان الملٰئکۃ یقولون زیدوا زادکم اللّٰہ والذکر یصعد بینہم وہم ناشروا اجنحتہم اخرجہ ابوالشیخ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وحدیث[19] مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللّٰہ عزوجل لا یریدون بذلک الا وجہہ الا ناداہم منادمن السماء ان قوموا مغفورًا لکم قد بدلت

دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قبائل کے رؤس والوں کا بڑا گروہ ہوگا جو ذکرِ الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں ان سے پاکیزہ کلام چھوڑتا ہے جس طرح کھجوریں کھانے والا عمدہ کھجوریں چھانٹتا ہے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمرو بن عبسہ کے حوالے سے ایسی سند کے ساتھ اس کو روایت فرمایا جس میں کوئی اشتباہ نہیں اور سندِ حسن کے ساتھ اسی طرح کی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے۔ (حدیث ۱۸) ہر اس مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں جس میں اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے اور کہتے ہیں کہ خوب ذکر کرو اللہ تعالٰی تمہارے اجر میں اضافہ کرے اور ذکر ان کے درمیان بلند ہوتا ہے (یعنی اوپر چڑھتا ہے) اور وہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کی سند سے اس کی تخریج کی۔ (حدیث ۱۹) جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں اور مقصد صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہوتا ہے انھیں آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اٹھو تمہاری بخشش ہو گئی ہے، میں نے

ل الترغیب والترہیب الترغیب فی حضور مجالس الذکر حدیث ۱۱ مصطفی البابی مصر ۲۰۹/۲
بحوالہ الطبرانی

کنز العمال بحوالہ طب عن عمرو بن عبسۃ حدیث ۲۹۳۲۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۰۷/۱۰

۳ه " " بحوالہ ابی الشیخ عن ابی ہریرۃ " ۱۸۸۰ " " " ۴۲۶/۱

سیاٰتکم حسنات رواہ احمد[1] بسند حسن وابویعلٰی وسعید بن منصور والطبرانی فی الاوسط والبزار وابن شاہین والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والحسن بن سفین والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن الحنظلیۃ بن الحنظلۃ والعسکری وابوموسٰی کلاھما فی الصحابۃ عن حنظلۃ العبشمی والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہم و حدیث طویل ملٰئکۃ سیاحین سیارۃ فضل رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ والبزار عن انس والطبرانی فی الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وغیر ذٰلک۔

تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ امام احمد نے اس کو اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور مجدالائمہ ابویعلٰی، سعید بن منصور، امام طبرانی نے "الاوسط" میں، بزار، ابن شاہین اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حسن بن سفیان، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حنظلیہ بن حنظلہ سے، عسکری اور ابوموسٰی (یہ دونوں صحابہ ہیں) حنظلہ عبشمی سے مروی ہے امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ ابن مغفل کے واسطے سے اس کو روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لمبی حدیث ہے، کچھ فرشتے فضل و شرف کو تلاش کرنے کے لئے (زمین میں) گھومتے اور چکر لگاتے ہیں بخاری، مسلم وغیرہما اور دوسرے ائمہ نے حضرت ابوہریرہ سے اس کی روایت فرمائی۔ بزار نے حضرت انس سے اور طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ (ت)

جانب جواز ومندوب ہونے کے علاوہ حق یہ ہے کہ نفس ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حد ذاتہٖ اصلاً متعلق نہی و قبح نہیں، تو وہ ہرگز غیر معقول کے معنی بلکہ ذکر اہم و اعظم مقاصد

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب اسلامی بیروت ۳/۱۴۲

[2] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۴۸

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل مجالس الذکر " " " ۲/۳۴۴

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۲

شرع مطہر سے ہے بلکہ اپنے زعم پر وہی اہم و اعظم مقاصد بلکہ حقیقۃً وہی مراد و مقصود و مرجع و مآل جملہ مقاصد ہے نہی عارض بوجہ عارض راجح لعارض ہوگی، نہ عائد بذکر، جیسے محل ریاء و سمعہ میں ذکر جہر یا بقید عارض تا عروض عارض مختص بافراد مختصہ لعارض جیسے کہ کنف وغیرہا موضع نجاسات میں ذکر لسان یا بہنگام اغارت علی المشرکین یا قصد اختفاء من المعاندین ذکر بالاعلان،

كما بينت طرفا منه المحقق العلامة خير الملة والدين الرملي في الفتاوى الخيرية لنفع البرية اقول ولا يذهبن عنك انا لا نقول بالمفهوم فالتمسك بمثل قوله عز وجل واذكر ربك في نفسك[1] لا اراه يتم على اصولنا واما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم خير الذكر الخفي[2] فالخير لا ينفي الخير بل هو ظاهر في الجواز كما ترى وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم .... انه ليس .... على انفسكم في .... وقد حمل على بعض ما ذكرنا كما بينه في الوجيز وغيره وبالجملة فا .... ذات .... ان يصير سفرا مجلدا۔

جیسا کہ اس کا کچھ حصہ محقق کبیر علامہ خیر الملۃ والدین رملی نے الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ (بھلائی پھیلانے والا فتاوٰی، مخلوق کے فائدے کیلئے) میں بیان فرمایا، میں کہتا ہوں کہ تمہارا ذہن اس طرف نہ جائے کیونکہ ہم مفہوم مخالف کے قائل نہیں کہ اس جیسے ارشاد خداوندی سے دلیل پیش کی جائے۔ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیجئے۔ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ ہمارے اصول و قواعد کے مطابق ہو۔ رہا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ بہتر ذکر آہستگی والا ہے" میں "خیر" کسی خیر کی نفی نہیں بلکہ یہ جواز میں ظاہر ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد .... انہ لیس .... علی انفسکم فی ...... بیشک وہ کسی بعض اس بات پر محمول کیا گیا جس کو ہم نے بیان کیا جیسا کہ "الوجیز" وغیرہ میں اس کو بیان فرمایا ...... وبالجملۃ ..فا ...... وہ ایک ضخیم اور بڑی جلد ہوجاتی۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۲ و ۱۸۰ و ۱۸۷

پھر جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بناء پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اسارت ظن بالمسلمین ہے جس کی طرف سبیل نہیں۔ قال تعالٰی :

ولا تقف مالیس لك به علم[1] — اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں کچھ علم نہ ہو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ..... عن قلبه وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔ — اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ..... اس کے دل سے۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، الحدیث۔ (ت)

عجب کہ کراہت مختلف فیہا پر احتساب اور حرمت مجمع علیہا کا ارتکاب "ان ھذا لشیئ عجاب"[3] (بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ت) مقاصد شرعیہ پر مطلع کہ جو امر فی نفسہٖ شرعاً خیر و مندوب اور کراہت عارضہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجویز اُس کا ترک منجر بہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصد شرع سے بُعد بعید ہے، ولہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں عوام کو صلٰوۃ عند الطلوع سے منع نہ کریں، درمختار میں ہے :

الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترك کما فی القنیة وغیرها[4]۔ — عوام کو طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اسے بالکل چھوڑ دیں گے اور جو ادا بعض اہل علم کے نزدیک جائز ہے وہ نماز چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۴ و کتاب الادب ۲/ ۸۹۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۸/ ۵

[4] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

وعزاہ صاحب المصفّٰی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی والنسفی[1] الخ۔

صاحبِ مصفّٰی نے اس کو امام حمید الدین اُنھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی کی طرف منسوب کیا ہے نیز اُنھوں نے شمس الائمہ حلوانی اور امام نسفی کی طرف نسبت کی ہے الخ (ت)

اور تجارب متعاقبہ شاہد کہ عوام اگر مشتغل بذکرِ الٰہی نہیں ہوتے مشتغل بفضول کلام ہزل و لغو ہوتے ہیں کہ اجماعاً مکروہ و ممنوع، اور ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحتِ شرعیہ نہیں، خصوصاً یہاں تو حکمائے شریعت علمائے اُمّت نے عدمِ منع کو ابتلا بمکروہ اجماعی پر بھی موقوف نہ رکھا بلکہ اس میں ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فی نفسہٖ خیریت خیر کی طرف عوام کی قلت رغبت پر بنائے کار رکھی اور باوصف بیانِ حکم مسئلہ انھیں منع نہ کرنے کی تصریح کی۔ امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فتاوٰی سے نقل فرماتے ہیں،

ان الذکر بالجھر فی المسجد لایمنع احترازا عن الدخول تحت قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ[2] الخ۔

مسجد میں بآوازِ بلند ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باعث کہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے لوگوں کو منع کرے الخ (ت)

تبیین الحقائق و فتح القدیر و درر الحکام و بحر الرائق و مجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے،

قال الفقیہ ابوجعفر لاینبغی ان یمنع العامۃ عن ذٰلک لقلۃ رغبتھم فی الخیرات[3]

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا عوام کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اس لئے کہ نیک کاموں کی طرف (پہلے ہی) ان کی رغبت کم ہوتی ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۴۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الاستحسان نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۷۸

[3] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ العیدین ۱/۲۲۴ و الدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۴۲
و فتح القدیر باب " " ۲/۴۱ و بحر الرائق " " " ۲/۱۶۰
و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۷۲

محیط پھر ہندیہ میں ہے:

قال الفقیہ ابوجعفر سمعت شیخی ابابکر یقول سئل ابراھیم عن تکبیر ایام التشریق علی الاسواق والجھر بھا قال ذٰلک تکبیر الحوکۃ وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز قال الفقیہ وانا لا امنعھم عن ذٰلک[1] کذا فی المحیط۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا میں نے اپنے شیخ ابوبکر سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے امام ابراہیم سے بازاروں میں بلند آواز سے تکبیرات ایام تشریق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جولاہوں کی تکبیر ہے۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور فقیہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا، محیط میں یوں ہی ہے۔ (ت)

بحر و ردّ میں ہے:

ھذا کلہ انما ھو بحسب حال الانسان واما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا التنفل قبلہا[2] مختصرًا۔

یہ تمام طریقے انسان کے حال پر مبنی ہیں، رہے عوام تو وہ تکبیر کہنے سے نہ روکے جائیں، اسی طرح نمازِ عید سے قبل نفل پڑھنے سے بھی نہ روکے جائیں، مختصراً۔ (ت)

طحطاوی و شامی میں زیرِ قولِ دُر ہذا للخواص لکھا:

(الظاھر ان المراد الذین لایؤثر عندھم المنع غلاولا کسلا حتی یفضی بھم الی الترک اصلا[3]۔)

ظاہر یہ ہے کہ خواص سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے نزدیک ممانعت، کمی اور سستی کو نہیں لاتی یہاں تک کہ وہ ان کو بالکل چھوڑنے کی طرف لے جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹

[2] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۰

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۵

الطحطاوی علی الدرالمختار " " دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۵۳

قال الفقيه ابو جعفر الذى عندنا انه لا ينبغى ان يمنع العامة من ذلك لقلة رغبتهم الى الخيرات و به ناخذ يعنى انهم اذا منعوا عن الجهر بيه لا يفعلونه سرا فينقطعون عن الخير بخلاف العالم الذى يعلم ان الاسرار هو الافضل[1]

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا ہمارے نزدیک مناسب نہیں کہ عوام کو تکبیر کہنے سے روک دیا جائے اس لئے کہ بھلائی کے کاموں میں وہ کم رغبت رکھتے ہیں لہذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی مراد یہ ہے کہ جب وہ ذکر بالجہر سے روک دئے گئے تو وہ آہستہ ذکر بھی نہ کریں گے بخلاف اس عالم کے جو یہ جانتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔ (ت)

رحمانیہ میں ذخیرہ سے ہے:

به اخذ الفقيه ابو الليث[2]

فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے (ت)

ان عبارات علماء سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی مقاومت کر سکے ولہذا جب منع جہر میں ترک ذکر کا مظنہ ہو خوبی ذکر کو ترجیح دیں گے اور کراہت جہر کا لحاظ نہ کریں گے انصافاً یہ شان صرف کراہت تنزیہیہ میں ہو سکتی ہے جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز،

كيف وقد علم و نصوا عليه ان ترك ذرة مما نهى الله تعالٰى عنه افضل من عبادة الثقلين[3]

حالانکہ یہ معلوم ہو گیا ہے اور اہل علم نے اسکی تصریح فرما دی کہ کسی معمولی سی چیز کو چھوڑ دینا کہ جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔ (ت)

بالجملہ اس سے منع کرنا ہی خلاف مصالح شرعیہ ہے فان افسادہ اکثر من اصلاحہ (اس لئے کہ اس کا بگاڑ اس کی اصلاح سے زیادہ ہے۔ ت) نہ کہ معاذ اللہ وہ جبروتی احکام کفر و شرک و ضلال و حرام کہ نجدیت واضحہ و جہالت فاضحہ ہیں حکم بحرمت قطعیہ کا بھی محل نہیں چہ جائے ضلالت و کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، بفرض باطل اگر ذکر مذکور بالاتفاق مکروہ ہی ہوتا ہم ایسے احکام باطلہ کی شناعت اس سے ہزار درجہ سخت و بدتر تھی یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب العیدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۷

[2] رحمانیہ

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

آدمی کو نیکی کے پردے میں منکرات شدواتکا کا مرتکب کردیتا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی اعظیم و برتر کی توفیق میسر ہو۔ ت)۔ تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

ہر کہ باوجود ایں ہمہ قول جازم نماید بے باک و بے احتیاط است و ہمیں ست شان محتاطین از علمائے راسخین کہ در اجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند۔[1]

جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بیباک، نڈر اور بے احتیاط ہے، پس راسخ علماء اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف اجتہادی مسائل میں کسی ایک طرف یقین نہیں رکھتے (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المسئلۃ متی امکن تخریجہا علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی مسئلہ کو چند اقوال میں سے کسی ایک قول پر محمول کیا جاسکے تو وہ ایسا جرم اور گناہ نہیں کہ جس سے روکنا اور جس کا انکار کرنا ضروری ہو، لیکن منکر یعنی گناہ وہ ہے کہ جس کی حرمت پر اجماع اور نہی واقع ہو اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: ۱۳ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ وقت پھیلنے وبا و بلیات و آندھی و طوفان شدید وغیرہ کے اذان کہتے ہیں، یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ با دلہ شافیہ مع حوالہ کتب معتبرہ کے بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح:

مامن شیئ انجی من عذاب اللہ

ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالٰی کے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ القسم الثانی النوع الثالث الثلاثون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

من ذکر اللہ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی ذکر اللہ[1] | عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیہ کریمہ:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[2] | سُن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص نے مل کر پانچ شخصوں کو مجلس میلاد شریف سے روکا یعنی نہ آنے دیا، ذکر الٰہی سننے سے روکنے والا کون ہے اور ذکر الٰہی خاص ہے یا عام لوگوں کے واسطے ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ذکر الٰہی سب مسلمانوں کے لئے ہے اور مجلس میلاد مبارک کہ مطابق رواج حرمین شریفین معتبر روایتوں سے پڑھی جائے اور منکرات شرعیہ سے خالی ہو اس سے روکنا ذکر خدا سے روکنا ہے ایسا شخص اگر بے عذر صحیح مقبول قابل قبول روکے تو وہ مناع للخیر معتد اثیم[3] ہے یعنی خیر سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار ہے، بلکہ اگر بقصد مانعت منع کرے تو حدود شرعیہ سے بڑھنے والا گنہ میں بالقصد پڑنے والا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں بضرورت شرعیہ مستحب سے کسی اور امر اہم کے لئے روکے تو الزام نہیں مثلاً باپ یا ماں علیل ہے بیٹے کے ذمے تیمارداری ہے وہ مجلس شریف سننے جائے تو تکلیف میں رہیں یا اسی قسم کی اور صورتیں، تو یہاں روکنے کا اختیار ہے۔ یونہی مولٰی اپنے خادم اور آقا اپنے ملازم کو کام کی غرض سے روک سکتا ہے

فقد نصوا ان اجیر المواحد علی ما هو اکبر من هذا وهی الصلوۃ النافلۃ لما فیہ من ابطال حق العبد۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی | فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ اجرت پر کام کرنے والا آدمی یعنی مزدور اوقات مزدوری میں نفل نماز نہ ادا کرے، جب مزدور کے بارے

---

[1] جامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۱۳/۲۸

[3] " " ۶۸/۱۲

اعـــلم۔ میں یہ حکم ہے جبکہ وہ زر خرید اور مملوک بھی نہیں ج
تو زر خرید غلام اور مملوک آدمی کے بارے میں آپ کیا خیال کرتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک و برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۵: از صاحب گنج گیا مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

مولانا صاحب دام مجدہٗ السلام علیکم!

مسلمان شخص جب دشمن کسی مسلمان کا ہو تو اس کے کہنے پر بغیر تعیین و تشخص کے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کے لئے اللھم خیرلنا وشرلاعدائنا (اے اللہ! یہ ہمارے لئے بھلائی کا ذریعہ ہو اور ہمارے دشمنوں کے لئے موجب شر ہو۔ ت) پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ ونیز واطمس علی وجوہ اعدائنا (اے اللہ! ہمارے دشمنوں کے چہروں کو مٹادے۔ ت) ونیز اللھم نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم (اے اللہ! ہم تیرا وار ان کے سینوں میں پیوست کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ت) وغیرہ وغیرہ۔

الجواب

اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم[1] اے اللہ تعالٰی! ہم تیرا وار ان کے سینوں میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں (ت)

اپنے تحفظ کی دعا ہے، یہ ہر مخالف کے مقابل روا ہے، باقی دعائے شر کافر یا بدمذہب پر کی جائے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان[2] جس نے اللہ تعالٰی کے لئے (کسی سے) محبت کی اور اللہ تعالٰی کے لئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے کچھ دیا اور اللہ ہی کے لئے کچھ روکا تو یقیناً اس نے ایمان مکمل کرلیا۔ (ت)

---

[1] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب مایقول اذا خاف قوماً دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۴
" " " " " " باب مایدعوبہ اذا خاف ناسًا وغیرھم " " " ص ۲۰۲
[2] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۸۶
المعجم الکبیر حدیث ۷۶۱۳ و ۷۷۳۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۵۹ و ۲۰۸

سُنّی صحیح العقیدہ پر نہ کی جائے اگرچہ اپنا کتنا ہی مخالف ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتبغضوا ولا تحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶ از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باقی والا

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رکعت نماز قاضی الحاجات کے جواہر خمسہ میں مرقوم ہے طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ اول ایک رکعت کے نیت کرکے اول اس رکعت میں بیس بار الحمد شریف پڑھے ایک بار قل ھو اللہ شریف پڑھے بعد سلام کے چالیس بار یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو تھا دوسرا کوئی نہ تھا اور سر کے ٹوپی دہنی طرف رکھ دے اور چالیس بار یہ اسم اعظم پڑھے گا آگے بائیں طرف ٹوپی سر کے رکھ دے پھر یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو ہوئے دوسرا کوئی نہ ہوئے، پھر دعا اور مناجات کرے، کہتے ہیں مقبول بارگاہ ہو، یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ حدیث شریف سے ثبوت ہے یا نہیں، اگر حدیث شریف سے ثبوت نہ ہو اور کوئی طریق سے یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہوتا جواہر خمسہ میں کیوں لکھتا، جواہر خمسہ قابل دید کتاب نہیں ہے؟

الجواب

ایک رکعت تنہا پڑھنی ہمارے مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن البتیراء[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

جواہر خمسہ بہت عمدہ و مستند کتاب ہے مگر اس میں جو کچھ اعمال ارشاد ہوئے ہیں عام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ما ینہی عن التحاسد الخ ۲/ ۸۹۶ و باب الہجرۃ ۲/ ۸۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم التحاسد الخ و باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۵-۱۶

[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۲۰۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۲۲

مسلمانوں کی منفعت کے لئے ہیں نہ کہ کسی خاص گروہ کے واسطے۔ یہ نماز اگر ہمارے یہاں ناجائز ہے تو شافعیہ کے نزدیک جائز ہے وہ اس سے فائدہ لے سکتے ہیں۔ ان کتابوں کی نظیر بلا تشبیہ قرابادینِ اطباء کی طرح ہے کہ وہ ایک مرض کے متعدد نسخے لکھتے ہیں جو نسخہ جس مریض کے مزاج و حالات کے مطابق ہو وہ اسے استعمال کرے۔ کسی مریض کا یہ کہنا کہ اس میں فلاں جزو میرے خلاف ہے یا میرے مذہب میں روا نہیں یہ نسخہ کیوں لکھا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲: مسئولہ محمد رئیس الدین صاحب از رہتک ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

ضلع رہتک کے ایک گاؤں میں جس کا نام پوٹھی ہے ایک مسجد میں سب لوگ بعد نماز کلمہ شریف باآواز بلند چار یا پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ اس کا حکم ہے اور جو شخص یا امام منع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ذکرِ الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملہ حسنات صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکانِ اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے۔

قال اللہ تعالٰی اقم الصلٰوۃ لذکری۔[1] میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول ہے افضل الاذکار ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ۔[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی۔

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم۔[3] (اللہ تعالٰی کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۱۴

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸

[3] القرآن الکریم ۳/۱۹۱

قال اللہ تعالٰی واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون[2]

(رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہیے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے ضد ہے رہا خوف ریا وہ متعلق بقلب ہے، ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا۔ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہ کے حضور کسی طالب خدا نے عرض لکھی کہ،

یاسیدی ان عملت داخلنی الریا وان ترکت اخلدت الی ارض البطالۃ۔

اے میرے سردار! میں عمل کرتا ہوں جب تو ریا آجاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہوں تو بیکاری کی زمین پر گرا پڑتا ہوں۔

جواب ارشاد فرمایا:

اعمل وتب الی اللہ[3]

کام کئے جاؤ اور ریا سے اللہ کی طرف توبہ کرو۔

ہاں دوسرے مسلمانوں کی ایذا نہ ہونے کا لحاظ لازم ہے، سوتوں کی نیند میں خلل نہ ہو، نمازیوں کی نماز میں تشویش نہ ہو، کما نص علیہ فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھما (جیسا کہ بحرالرائق اور رد المحتار میں اس پر نص ہے۔ ت) جب وقت لوگوں کی نیند کا ہو یا کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو ذکر کرو جس طرح مگر نہ اتنی آواز سے کہ ان کو ایذا ہو، اور جب اس سے خالی ہو تو مختار مطلق ہو کرو اور اتنی کثرت سے کرو کہ منافق مجنون کہیں اور وہابی بدعت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکر اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۹

[3]

مسئلہ ۲۴ مسئولہ عبدالحمید ساکن نوشدی تدی پارہ ضلع تیرہ ڈاکخانہ سیف اللہ کندی بروز دوشنبہ تاریخ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی سوالات مرقومہ ذیل اول جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جہر مفرط کا حد کیا ہے؟ اور اگر چند لوگ جمع ہو کر ایسے زور سے ذکر کریں کہ نماز و تلاوت وخفتہ وغیرہ میں خلل واقع ہو جائے تو اس طرح کا ذکر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس دیار میں بعض لوگ اس طرح ذکر کیا کرتے ہیں کہ اُن کے ذکر میں اکثر لاالٰہ الااللہ کا تلفظ سنا جاتا ہے تو یہ بحسب شرع روا ہے یا نہیں؟ اور اجتماع ہو کر ذکر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اجتماع ہو کر ذکر حسن ہے۔ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ[1] | اگر کسی شخص نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا (یعنی میرا ذکر کیا) تو میں اس سے بہتر اور اعلٰی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (ت)

ذکر بجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا، قالوا وما ریاض الجنۃ، قال حلق الذکر[2] | (لوگو!) جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لگو تو اچھی طرح کھاپی لیا کرو، لوگوں نے عرض کی (اے اللہ تعالٰی کے حبیب علیہ الصلٰوۃ والسلام!) جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (ت)

مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے، اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کرے جس سے اپنے دل ودماغ کو صدمہ پہنچے اسی کا نام جہر مفرط ہے اور وہ الفاظ بے معنی کہ سائل نے لکھے اگر وہ کہتے ہی یہ ہیں تو جہل ہے اور اگر کہتے صحیح الفاظ ہیں اور جہر کے غل سے سُننے میں ایسا آتا ہے تو الزام نہیں۔ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی " " " ۲/ ۳۴۳
[2] جامع الترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

مسئلہ ۴۹ از شہر محلہ گندہ نالہ مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب مرحوم مرسلہ احمد بخش ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نعت شریف اور حمد حسین کی بابت حدیث شریف میں صاف پاک مکان اور جس کے یہاں کلام پاک پڑھا جائے عقیدت درست ہونا شرط ہے اب بجائے اس کے عام راستوں پر جہاں پاکی اور ناپاکی کی تصدیق نہیں ایسی صورت میں نعت وحمد پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

جب جمعہ کی نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکر الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعے کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکر الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکر الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل[2]

میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز کے اکثر آدمی ایک جگہ بیٹھ کر ذکر جلی کرتے ہیں اور سب بحالت وجد طاری ہوگئی اپنے جسم تک کا خیال باقی نہیں رہا، ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر ذکر جائز ہو تو کس طرح جائز ہو، بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماءً ۱/ ۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی

الجواب

اگر بناوٹ ہے حرام اور سخت حرام ہے، اور واقعی بے اختیاری ہے تو مواخذہ نہیں۔ ذکر اس طرح ہو کہ نہ ریا ہو نہ کسی کو ایذا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱ از اجمیر شریف ڈاکخانہ گریج علاقہ نمبر ۳۰ مرسلہ کمال محمد ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

بددعا کرنا گناہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام؟

الجواب

سنی مسلمان اگر کسی پر ظالم نہیں تو اس کے لئے بددعا نہ چاہیے بلکہ دعا سے ہدایت کی جائے کہ جو گناہ کرتا ہے چھوڑ دے، اور اگر ظالم ہے اور مسلمانوں کو اس سے ایذا ہے تو اس پر بددعا میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور آواز کس قدر بلند کرسکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں، حلقہ باندھ کر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا، سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟

الجواب

ذکر جلی جائز ہے، حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد صحیح ہیں تو کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام، وما بینھما وسط (وینکر للعوام) (اور ان دونوں کے درمیان کچھ درمیانی درجات ہیں جو عوام کے لئے ذکر نہیں کئے جاسکتے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح وطلاق

محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت

مسئلہ ۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا خاوند مرگیا اور اس عورت نے دُوسرا خاوند کرلیا ہو تو وہ عورت جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

عورت اپنے آخر ازواج کے لئے ہے۔

مسئلہ از شاہجہانپور مرسلہ مولوی ریاست علی خان صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر زید دس بارہ سال سے برہما کو چلا گیا' زوجہ کی کچھ خبرگیری نہیں کرتا' نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ کبھی آتا ہے، چند آدمی مسلم غیر ثقہ اُس کے پاس سے ہوکر آئے تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ زید مرتد ہوگیا یعنی دین اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا، تو اس صورت میں کیا ایک یا دو آدمی غیر ثقہ مسلم کی خبر سے عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرے شخص کو بنا بر قول ہندہ کے کہ میں نے فلاں شخص سے سنا ہے کہ میرا شوہر مرتد ہوگیا ہے یا بنا بر قول اس شخص کے جو زید کے پاس سے ہوکر آیا اور کہتا ہے کہ زید نصرانی ہوگیا ہے

نکاح ہندہ مذکورہ سے بلا ظنِ غالب یا بہ ظنِ غالب کر سکتا ہے یا نہیں ، اور اگر ظنِ غالب کی خبر مذکور میں ضرورت ہے تو صرف ظنِ غالب ہندہ مذکورہ کا خبر مذکور میں اس شخص کے لئے جو نکاح ہندہ سے کرتا ہے کافی ہوگا یا اس شخص کو بھی غلبۂ ظن کی اس خبر ارتداد میں ضرورت پڑے گی ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے ۔ ت)

الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض ومنکر ظاہر نہ ہو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے ، یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحبِ معاملہ جسے خبر دی گئی تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے ، اور اس احد الشرطین کی ضرورت جس طرح عورت کو ہے جو اس خبر کی بنا پر اپنا نکاح ثانی کیا چاہتی ہے یونہی دوسرے ناکح کو بھی ، اور اس کے سامنے بھی نفس واقعہ سے اخبار چاہئے خواہ وہ مخبر بیان کریں خواہ عورت تاکہ مخبر عن الواقعہ یا تحری قلب کو مساغ ہو مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شے نہیں ، اور تحری قلب بابِ احتیاط سے ہے ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں خود اپنے دل کی شہادت چاہئے ، فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

لو ان رجلا تزوج امرأۃ فلم یدخل بہا حتی غاب عنہا واخبرہ مخبر انہا قد ارتدت فان کان المخبر عندہ ثقۃ وھو حر او مملوک او محدود فی قذف وسعہ ان یصدق المخبر ویتزوج اربع سواہا وان لم یکن المخبر ثقۃ وفی اکبر رأیہ انہ صادق فکذلک وان کان فی اکبر رأیہ انہ کاذب لم یتزوج اکثر من ثلاث ولو ان مخبرا اخبر

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور ہمبستری کے بغیر کہیں چلا جائے اور اسے یہ اطلاع ملے کہ اس کی بیوی مرتد ہوگئی ہے اور اطلاع دینے والا اس کے خیال میں ثقہ یعنی معتبر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ، تو وہ شخص بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ وہ عورت بوجہ مرتدہ ہونے کے اس کی بیوی ہی متصور نہیں ہوگی ہاں اگر اطلاع ارتداد دینے والا قابل اعتماد آدمی نہ ہو ، لیکن اگر مخبر معتبر آدمی نہ ہو

المرأة أن زوجها قد ارتد ذكر في الاستحسان من الأصل أن لها أن تتزوج بزوج آخر وسوى بين الرجل والمرأة، وذكر في السير ليس لها أن تتزوج بزوج آخر حتى يشهد عندها رجلان أو رجل وامرأتان، وذكر شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى الصحيح أن لها أن تتزوج لأن المقصود من هذا الخبر وقوع الفرقة بين الزوجين وفي هذا لا فرق بين ردة المرأة والزوج وكذا لو كانت المرأة صغيرة فأخبره إنسان أنها ارضعت من أمه أو أخته صح هذا الخبر ولو أخبره إنسان أنه تزوجها وهي مرتدة يوم تزوجها أو كانت أخته من الرضاعة و

مگر اس کی غالب رائے میں وہ سچا ہو تو پھر بھی وہی حکم لاگو ہوگا۔ اور اگر وہ اس کی غالب رائے میں جھوٹا ہو تو اس صورت میں یہ شخص تین عورتوں سے زائد کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر بتانے والے نے کسی عورت کو یہ اطلاع دی کہ اس کا شوہر مرتد ہو گیا ہے (یعنی دین اسلام سے پھر گیا ہے) تو اصل کی بحث استحسان میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے، ایسی صورت حال میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات رکھی گئی ہے، اور "سیر" میں مذکور ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ بلکہ توثیق موجود نہ ہوں۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ اس خبر سے مقصود میاں اور بیوی دونوں میں وقوع فرقت (جدائی) ہے اور اس صورت میں مرد عورت دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے میں کوئی فرق نہیں، یونہی اگر عورت چھوٹی ہو اور خاوند کو کوئی آدمی یہ بتا سکے کہ اس بیوی نے تیری والدہ یا بہن کا دودھ پی رکھا ہے تو اس خبر کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور اگر مرد کو کسی نے یہ اطلاع دی

المخبر ثقة لا ينبغي له ان يتزوج
اربعا سواها ما لم يشهد بذلك
عنده شاهدا عدل لانه
اخبر بفساد عقد كان محكوما
بصحته ظاهرا فلا يبطل
ذلك بخبر الواحد بخلاف
الاول فان شهد عنده
شاهدا عدل بذلك وسعه
ان يتزوج اربعا سواها
ولو اتاها رجل فاخبرها
ان اصل نكاحها كان فاسدا
او ان زوجها كان اخاها
من الرضاعة او كانت
مرتدا لم يسعها ان تتزوج
بقوله وان كانت ثقة
كذا في فتاوى قاضي خان
اذا كانت الزوجة مشتهاة
فاخبره رجل ان
ابا الزوج او ابنه قبلها
بشهوة ووقع في قلبه
انه صادق له
ان يتزوج باختها
واربع سواها بخلاف
ما لو اخبره بسبق
الرضاع والمصاهرة على

کہ جس عورت سے اس نے نکاح کیا ہے بوقت
نکاح وہ عورت مرتدہ تھی یا وہ اس کی رضاعی
بہن ہے اور اطلاع دینے والا قابلِ اعتبار آدمی
ہو تو ایسی صورت میں مرد کے لئے دو عادل مرد
گواہوں سے تصدیق حاصل کرنا ضروری ہے
اس لئے کہ ایک آدمی نے فسادِ عقد کی اطلاع
دی جو بظاہر محکوم بصحت ہے (یعنی صحتِ عقد
ظاہر ہے) لہٰذا یہ محض ایک شخص کے کہنے سے
باطل نہیں ہوگا بخلاف پہلی صورت کے۔ لہٰذا
اگر اس کے پاس دو عادل آدمی گواہی دیں
تو پھر اس کے لئے گنجائش ہے کہ عورت مذکورہ
کے علاوہ بیک وقت چار عورتیں عقد میں رکھے۔
اگر عورت کو کوئی شخص یہ آکر بتائے کہ اس کا
اصل نکاح فاسد تھا یا اس کا شوہر در اصل
اس کا رضاعی بھائی ہے یا وہ مرتدہ ہے تو عورت
کو محض اس شخص کے کہنے سے دوسری شادی
کر لینے کی اجازت نہیں خواہ اطلاع دینے والا
ثقہ (معتبر) ہی کیوں نہ ہو۔ فتاوی قاضی خان
میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب زوجہ
مشتہاۃ (قابلِ شہوت) ہو اور اس کے
شوہر کو کوئی یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے
باپ یا بیٹے نے شہوت سے اس کا بوسہ
لیا ہے اور شوہر کے دل میں یہ خیال پیدا ہو
کہ خبر دینے والا سچا آدمی ہے تو اس صورت
میں وہ اس عورت کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے

النکاح لان الزوج ثمه ینازعه
وفی العارض لا ینازعه
لعدم العلم فاذن وقع
عنده صدقه وجب قبوله
هکذا فی الوجیز للکردری.
امرأة غاب زوجها
فاتاها مسلم غیر ثقة
بکتاب الطلاق من
زوجها ولا تدری انه
کتابه ام لا الا ان
اکبر رأیها انه حق
فلا باس ان تعتد
ثم تتزوج کذا فی
محیط السرخسی، اذا غاب
الرجل عن امرأته
فاتاها مسلم عدل فاخبرها
ان زوجها طلقها ثلثا
او مات عنها فلها ان
تعتد و تتزوج بزوج آخر
وان کان المخبر فاسقا
تتحری، ثم اذا اخبرها
عدل مسلم انه مات زوجها
انما تعتمد علی خبره اذا قال
عاینته میتا او قال شهدت
جنازته اما اذا قال اخبرنی

اور وہ بیک وقت اس کے علاوہ چار عورتوں کو
عقد میں رکھ سکتا ہے (کیونکہ اس کی بیوی کا عقد
باقی نہیں رہا) بخلاف اس صورت کے کہ اگر کوئی آ
کر بتائے کہ نکاح سے پہلے ہی رضاعت (شیر نوشی)
یا مصاہرت (حرمت دامادی) موجود تھی اس لئے
کہ اس جگہ زوج (شوہر) کو اس معاملہ میں
صورت نزاع ہے اور پیدا ہونے والی صورت میں
شکل نزاع نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس کا
علم ہی نہیں۔ پھر اگر اس کے نزدیک (اس صورت
میں) وہ قرین صدق ہے تو اس کی بات کو قبول
کرنا واجب ہے۔ امام کردری کی "وجیز" میں
یونہی مذکور ہے۔ ایک عورت کا شوہر مفقود ہو گیا
پھر ایک غیر معتبر مسلمان نے اسے شوہر کی طرف
سے طلاق نامہ لا کر دیا لیکن اسے علم نہیں کہ
طلاق نامہ اس کے شوہر کا اپنا تحریر کردہ ہے یا
کسی اور کا، مگر اس کا غالب خیال یہ ہے
کہ حقیقت پر مبنی ہے اس صورت میں کوئی حرج
نہیں کہ عورت مدت گزار کر نکاح ثانی کر لے۔
امام سرخسی کی محیط میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب
شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور کوئی
عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے
کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی
ہیں یا وہ وفات پا گیا ہے تو اس عورت کیلئے
جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی
کر لے۔ اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر

مخبر لا تعتمد على خبره كذا
في المحيط، واذا شهد عدلان
للمرأة ان زوجها طلقها
ثلثا وهو يجحد ثم غابا
او ماتا قبل الشهادة عند
القاضي لم يسع المرأة
ان تقيم معه وان
تدعه ان يقربها و
لا يسعها ان تتزوج
كذا في المحيط السرخسي
واذا شهد شاهدان عند
المرأة بالطلاق فان
كان الزوج غائبا وسعها
ان تعتد و تتزوج
بزوج آخر وان كان حاضرا
ليس لها ذلك و لكن
ليس لها ان تمكن
من زوجها كذا في
المحيط، ولو ان امرأة
قالت لرجل ان زوجي
طلقني ثلثا انقضت عدتي
فان كانت عدلة وسعه
ان يتزوجها وان
كانت فاسقة تحرى
وعمل بما وقع تحريه

آدمی ہو تو عورت غور و خوض کرے اور انتظار
کرے پھر جب اسے کسی عادل اور معتبر مسلمان
کی طرف سے خاوند کے وفات پا جانے کی اطلاع
خبر ہو جائے تو اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے
مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے
کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے
یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر
وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے
کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں
اس کی خبر ناقابل اعتماد خیال کی جائے گی، محیط
میں یونہی مذکور ہے، اور اگر دو عادل شخص عورت
کے روبرو گواہی دیں کہ اس کے شوہر نے
اسے تین طلاق دے دی ہیں لیکن شوہر انکاری ہو
اور قاضی کے روبرو گواہ شہادت دینے سے
پہلے ہی کہیں غائب ہو جائیں یا وفات پا جائیں
تو عورت کے لئے اس مرد کے ہاں رہنے کی
کوئی گنجائش نہیں وہ اس سے علیحدگی اختیار
کرلے تاکہ مرد اس سے قربت نہ کرنے پائے۔
لیکن اس عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ کہیں اور
نکاح کرلے۔ محیط میں امام سرخسی سے اسی طرح
مذکور ہے۔ جب دو گواہ عورت کے روبرو طلاق
کی گواہی دیں اگر مرد غیر حاضر ہو تو عورت کے لئے
گنجائش ہے کہ عدت گزارے اور کسی اور مرد
سے نکاح کرلے لیکن اگر شوہر موجود ہو تو پھر اسے
یہ اجازت نہیں لیکن عورت کو یہ اجازت حاصل ہے

عليه كذا في الذخيرة. المرأة الحرة اذا تزوجت رجلا ثم قالت لرجل ان نكاحي كان فاسدا لان زوجها على غير الاسلام لا يسعه ان يقبل قولها ولا ان يتزوجها لانها اخبرت بامر مستنكر وان قالت طلقني بعد النكاح او ارتد عن الاسلام وسعه ان يعتمد على خبرها و يتزوجها لانها اخبرت بخبر محتمل واذا اخبرت ببطلان النكاح الاول لا يقبل قولها وان اخبرت بالحرمة بامر عارض بعد النكاح من رضاع طارئ او غير ذلك فان كانت ثقة عنده او لم تكن ثقة ووقع في قلبه انها صدقته فلا بأس بان يتزوجها كذا في فتاوى قاضي خان[۱] اھ مختصرا۔

کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دے۔ محیط میں یونہی مذکور ہے۔ اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو وہ مرد اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ عورت عادلہ ہو۔ اور اگر عورت فاسقہ ہو ناقابلِ اعتبار ہو تو شخص مذکور غور و فکر سے کام لے اور بعد از غور و فکر اس کے دل میں جو بات آئے (عقد کر لینے یا نہ کرنے کی) تو اس پر عمل کرے۔ ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب کوئی آزاد عورت کسی مرد سے شادی کرے اور پھر کسی اور آدمی سے کہے کہ میرا نکاح فاسد تھا یا یہ کہ میرا شوہر مسلمان نہیں تو اس شخص کیلئے گنجائش نہیں کہ عورت مذکورہ کی بات قبول کرے (یعنی) اور نہ یہ گنجائش ہے کہ اس سے نکاح کر لے، کیونکہ اس عورت نے ایک منکر بات کی خبر دی ہے اور اگر کہے کہ شوہر نے نکاح کرنے کے بعد طلاق دے دی تھی یا وہ دین اسلام سے پھر گیا تھا (یعنی مرتد ہو گیا) تو اس صورت میں اس کی خبر پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے اور وہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں عورت نے ایک محتمل خبر دی (جس میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش ہے) لیکن جب وہ پہلے نکاح کے بطلان کی خبر دے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا لیکن اگر نکاح ہونے کے بعد کسی عارضی حرمت (نو پیدا شدہ حرمت) کی خبر دے جیسے طاری رضاعت یا اس طرح کے کسی دوسرے امر کی، تو اگر اس کے خیال میں قابلِ اعتماد ہو یا نہ ہو مگر مرد کے دل میں یہ بات آجائے کہ وہ عورت سچی ہے تو پھر ایسی صورت میں اس سے نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں، یونہی فتاوٰی قاضی خان میں مذکور ہے اھ مختصراً (ت)

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۲-۱۳

تبیین الحقائق میں اکثر صور مذکورہ اور فساد طاری وحتاری کا تفرقہ مسطورہ بیان کر کے فرمایا:

وعلی ھذا الاصل یدور الفرق[1] | اور اسی اصل پر فرق گھومتا ہے (یعنی اسی کا دارومدار ہے)۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

المعتبر اکبر رأی المبتلی بہ[2] | جو کوئی جس حادثہ میں مبتلا ہے اس کی اپنی غالب رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

وھو لایلزم غیرہ بل یختلف باختلاف مایقع فی قلب کل[3] | اور وہ دوسرے پر لازم نہیں بلکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ واقع ہوتا ہے (طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے) اس میں اختلاف ہوا کرتا ہے (ت)

ان عبارات سے کل مقاصد و اصول کو فقیر نے ذکر کئے واضح ہو گئے۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ اُن لوگوں کا بیان سچا جانتی ہے اس کا قلب اُن کے صدق پر جمتا ہے تو اسے نکاح ثانی روا ہے نا کہ دوم سے اگر ہندہ نے کہا کہ اس کا شوہر مرتد ہو گیا یا اُن لوگوں نے بیان کیا اور ہندہ منکر نہیں اور اس کے قلب میں ہندہ یا اُن مخبروں کا صدق واقع ہوا تو اسے بھی ہندہ سے نکاح روا، اور اگر ہندہ نے کہا میں نے سنا کہ وہ مرتد ہو گیا تو صرف اسی قدر پر اسے روا نہیں کہ ہندہ سے نکاح پر اقدام کرے۔ یونہی اگر ہندہ یا اُن مخبروں نے اسے ارتداد زید کی خبر دی اور اس کا دل اُن کے صدق پر نہیں جمتا تو اسے ہندہ سے نکاح روا نہیں اگرچہ ہندہ کے نزدیک وہ لوگ صادق ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نکاح حرام سے پیدا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۶/۲۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۸

ہوا تھا باپ زید کا فوت ہو گیا اور والدہ زندہ موجود ہے اب اس لڑکے کی شادی ہے تو اب اس شادی میں اہل برادری کا شامل ہونا اور سائل کا شامل ہونا اور بکر کا لڑکی نکاح میں دینا زید کو امامت کرنا اور پیشتر جو شخص زید کے باپ کے نکاح میں شریک ہوتے تھے ان سب کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

اس کی شادی میں شامل ہونا کچھ جرم نہیں، باپ اگر مصلحت جانے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اس سے کرسکتا ہے، زید کی امامت بلا کراہت جائز ہے جبکہ سب موجودین جماعت میں اسی کو نماز و طہارت کے مسائل کا علم ہو ورنہ دوسرے کی امامت اولیٰ ہے۔ زید کے باپ کے اس حرام نکاح کرانے میں جو دانستہ شریک ہوئے تھے سخت گنہگار ہیں ورنہ اگر اس کا فسق علانیہ تھا جب بھی اسے بچنا اولیٰ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کو دی تھی محض منگنی ہوئی تھی، جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ اس کا بھانجا ایک غیر مقلد کا راسخ الاعتقاد مرید ہے اور خود بھی غیر مقلد ہے اب اس نے اپنی لڑکی دینے سے انکار کر دیا اور کہتا ہے کہ شرعاً نکاح نہ ہوگا۔ اس پر جماعت نے اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا ہے کہ یا تو لڑکی اسے ہی دے یا تو جماعت سے خارج رہے۔ اس صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے اور نکاح شرعاً ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے کما حققناہ فی ازالۃ العار (جیسا کہ ہم نے "ازالۃ العار" میں اس کی تحقیق کر دی۔ ت) اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور زنا کی ساعی اور خود دنیا میں جماعت سے خارج' اور آخرت میں نار میں داخل کرنے کی مستحق ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵ از بیتا پور ضلع بریلی مرسلہ مولوی امیر عالم حسن عرف نوشہ میاں

زید نے نکاح اپنا کسی عورت سے کر لیا، بعد چند مدت کے پھر اس کی بہن حقیقی سے کر لیا، دونوں بہنیں اس کے نکاح میں حیات ہیں، اب نہیں معلوم کہ نکاح دونوں کا درست ہے یا حرام؟ قاضی نے بطمع و لالچ نکاح پڑھا دیا اور وہی نماز بھی پڑھاتا ہے اور کہتا ہے میں نے عالموں سے دریافت کر کے نکاح پڑھایا ہے ایسا نکاح درست ہے۔ اب اس کا پورا ثبوت خاوماں کو کیونکر

دیا جائے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ اور حاضرانِ مجلس جو اس میں شریک تھے مع وکیل و شاہد وغیرہ ان کے ذمہ کیا الزام آسکتا ہے؟

الجواب

یہ نکاح بنصِ صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے۔

قال الله تعالٰی ان تجمعوا بین الاختین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمۂ کفر ہے۔ اس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنے اس قول نجس سے توبہ کرے اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدید اسلام اس سے از سر نو نکاح کرے۔ اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں جس جس نے جو نماز پڑھی اس کا پھیرنا اس پر لازم ہے اور اب جب تک تجدید اسلام نہ کرے اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض' اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ تبیین امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[2] اس لئے کہ فاسق کو (نماز کے لئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

گواہ و شاہد حاضرین سے جسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن اس کے نکاح میں ہے اس پر الزام نہیں' اور جسے معلوم تھا حرام جان کر شریک ہوا وہ سخت گناہ کا مرتکب اور شدید عذاب کا مستوجب ہوا' اور جس نے اسے حلال ٹھہرایا اس کا حکم اس قاضی کے مثل ہے اس پر بھی تجدید اسلام لازم' اور اس کے بعد خود اپنے نکاح کی تجدید کرے۔ اس مرد پر فرض ہے کہ فوراً اس دوسری بہن کو جدا کر دے اور اگر اس سے قربت کرچکا تو اب وہ پہلی بھی اس پر حرام ہوگئی جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے پہلی کو بھی ہاتھ لگانا حرام ہے جب اس کی عدت گزر جائیگی اس وقت وہ پہلی اس کے لئے حلال ہوگی۔ بحر الرائق و حلبی علی الدرر و رد المحتار میں ہے:

الثانی باطل وله وطئ (الگ الگ عقد نکاح سے دو بہنوں کو جمع کرنا)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

۲۴ الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم
۱۵ الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ۔[1]
واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر پہلی سے نکاح کرنا یاد ہو تو دوسری سے نکاح باطل ہے، لہذا پہلی سے مرد ہمبستری کرسکتا ہے لیکن اگر مرد نے دوسری سے ہمبستری کرلی تو پھر دوسری کی عدت گزرنے تک اس پر پہلی حرام ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸: از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خان صاحب مورخہ ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر قاضی شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھادے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قاضی کا رجسٹر شرعًا کوئی شرطِ نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے، ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمریاں پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ماہ محرم اور خصوصًا ۹ تاریخ ماہ مذکورہ کی شب میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمریاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ عورتوں کے محارم کون کون ہیں اور رضاعی محارم کون کون اور محارم صہری کون کون ہیں؟ اور نسبی اور مذاق بھی عورتوں کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس کس سے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

الجواب

فروع یعنی اپنی اولاد و اولادِ اولاد، اور اصول جس کی اولاد میں خود ہے اگرچہ وہ کتنے ہی دُور ہوں اور اپنے ماں باپ کی اولاد کتنے ہی دور فاصلہ پر ہو اور اپنے دادا، نانا، پرنانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی خاص صلبی یا بطنی اولاد یہ سب محارم ہیں اور یہی رشتے دُودھ سے بھی مرضعہ ماں ہے اور اس کا شوہر جس کے نطفہ سے دودھ تھا باپ ہے اور جسے دُودھ پلایا وہ اولاد ہے تو اپنی یہ اولاد اور اس کی نسبی رضاعی کتنی ہی دور ہو اور اپنے ان ماں باپ کے اصول نسبی و رضاعی کی بلاواسطہ اولاد نسبی و رضاعی یہ سب رضاعی محرم ہیں۔ اور صہری محرم شوہر کے اصول و فروع نسبی و رضاعی اور اپنے اصول مثلاً ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی کے شوہر اور اپنی فروع مثلاً بیٹی، پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی کے شوہر۔ جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے اور شوہر کے ساتھ موجب اجر اور یہاں کثرت میں بھی حرج نہیں جب تک اس کے خلاف مرضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ از کچھا علاقہ نام ضلع نینی تال مسئولہ محمد یٰسین صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے دی اور ایام عدت بھی گزر گئے اب بکر کا باپ سوتیلا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی اپنے خسر سوتیلے سے رضامند ہے۔ موافق شریعت کے اُن کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاں درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علم فقہ و حدیث کے جاننے والے اور وعظ و پند کرنے والے انھوں نے بسبب ناراضگی کے اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق معہ گواہان کے روبرو اس کو گھر سے علیحدہ علیحدہ کر دینا عورت مذکورہ دیگر جگہ سکونت اختیار کرکے ایک سال کامل مدت گزارنا بعد ایک سال کے پھر اُسی عورت کو انھیں عالم با مذکور نے رخصت حاصل کرکے پھر اپنے مکان میں لے آنا اور پھر اس سے اولاد ہونا یہ امر شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو جو اولاد کہ پیدا ہوئی وہ ولدالزنا ہے یا حلال ہے؟ اگر ولدالزنا ہے تو ایسا شخص ایسے امر کرنے سے مرتکب گناہ کا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور

شرع شریف میں ایسے شخص کو کیا کرنا لازم اور کونسی سزا کا سزاوار ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے یا لازم آتا ہے؛ اس کا جواب باصواب مع حدیث و فقہ و آیت کلام اللہ سے تحریر فرماویں، اللہ تعالے آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

تین طلاق کے بعد بے حلالہ اُسے پھر رکھنا حرام ہے اور اُس سے وطی زنا اور اولاد ولد الزنا، اور وہ مرد و عورت دونوں فاسق، اور اُن کی سزا بہت سخت ہے جو یہاں بیان نہیں ہو سکتی، اور اللہ عزوجل کا عذاب شدید ہے، اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں ورنہ مسلمان اُن سے میل جول چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نسب

مسئلہ ۶۳ مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ شکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص مجہول النسب کہ جس کے حسب ونسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں اور وہ شخص مولوی ہو اور غیر جگہ اپنے کو سید کہتا ہو اور اپنے مکان پر خط اپنے قلم سے سید کرکے اپنا نام لکھتا ہو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے!

الجواب

سائل نے اول تو مجہول النسب کہا، پھر یہ کہ اس کے نسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں، یہ دونوں باتیں متناقض ہیں شاید یہ مطلب ہو کہ وہاں کے سب باشندوں پر اس کا نسب مخفی ہے لہٰذا سب اُسے مجہول النسب کہتے ہیں اس تقدیر پر اُس کا اپنے آپ کو سید بنانا کہنا، لکھنا ہمارے علم میں جرم کی حد پر نہیں بلکہ وہ کہتا ہے اور ہمیں اس کا خلاف معلوم و ثابت و متحقق نہیں تو ہم اُسے سچا ہی خیال کریں گے کہ الناس علی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں پر قائم ہیں۔ت) اور ارشاد ہوتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون و ... ایسا کیوں نہ ہُوا کہ جب تم لوگوں نے وہ افواہ سُنی

المؤمنٰت بانفسھم خیرا۔[1] تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے بارے میں اچھا گمان کیا ہوتا (ت)

ہاں جو واقع میں سید نہ ہو اور دیدہ و دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے نہ اس کا فرض قبول ہو نہ نفل، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ادعی الی غیر ابیہ او انتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ و الملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔[2]

جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا دعوٰی کرے یا کسی غیر والی کی طرف اپنے آپ کو پہنچائے تو اس پر اللہ تعالٰی، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالٰی اس کے فرض اور نوافل قبول نہ فرمائے گا۔ (ت)

مگر یہ اس کا معاملہ اللہ عزوجل کے یہاں ہے ہم بے دلیل تکذیب نہیں کرسکتے، البتہ ہمارے علم تحقیقی طور پر معلوم ہے کہ یہ سید نہ تھا اور اب سید بن بیٹھا تو اُسے ہم بھی فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق لعنت جانیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے زیادہ کامل اور پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۶۳ بروز شنبہ تاریخ ۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولوی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب جنات الفردوس کے چودہ ۱۴ صفحہ میں تحریر کیا ہے، بیان جھوٹی نسب کا۔ ف، جھوٹ ظاہر کرنا نسب کا بھی بڑا گناہ ہے۔ مثلاً شیخ سے سید بن جانا۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ کرے اس پر جنت حرام ہے۔[3] اور چودہ صفحہ کے حاشیہ پر یہ تحریر ہے، بیان جھوٹی نسب کا۔ ۳۱-ح

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
المعجم الکبیر حدیث ۴۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ " " " ۱/ ۵۷

مشارق ۲۳ ج اعتصام ف سوال ۔ جولاہے کو شیخ نہ کہے تو جولاہا کہنا چاہئے، اگر جولاہا نہ کہے تو کیا کہنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب

یہ حدیث بیشک صحیح ہے، اور دوسری حدیث اس سے سخت تر ہے کہ "جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنا نسب منسوب کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔" یہ حکم شامل ہے ہر اس شخص کو کہ سید نہیں اور سید بن بیٹھے۔ شیخ قریشی یا انصاری نہیں اور اپنے آپ کو ایسا شیخ کہے مگر لفظ شیخ کا استعمال متعدد معنی پر ہے، پیر اور بزرگ اور استاد اور چار شریف اقوام مشہورہ ہند سے ایک قوم اور سید مغل پٹھان کے سوا ہر مسلمان، اس پانچویں معنے پر جولاہے، دُھنیے ہر قوم کے مسلمان شیخ کہلاتے ہیں اسی معنی پر وہ اپنے آپ کو شیخ کہے تو اس حکم کے نیچے داخل نہیں، ہاں اگر جولاہا اور اپنے آپ کو چوتھے معنی پر شیخ کہے کہ ان چار شریف قوموں میں سے میری قوم ہے تو وہ ضرور اس حدیث کے نیچے میں داخل ہوگا اگر واقع میں وہ ایسا نہیں اور اگر واقع میں وہ انھیں شریف اقوام میں سے ہے مثلاً شیخ انصاری یا علوی یا عباسی یا عثمانی یا فاروقی یا صدیقی ہے اور پیر اپنے کا پیشہ کرتا ہے تو وہ ضرور سچا ہے اور اس پر کچھ الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از حجرہ نامار کیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذات کا فقیر ہے اور کسی خانقاہ میں مجاور ہے بغداد شریف میں جا کر ایک پیر صاحب جو کہ عرصہ دراز سے مفقود الخبر معلوم کرنا اور ہندوستان میں آکر اپنے اصلی باپ کا نام بدل کر اس پیر مرحوم کا فرزند بنا نیز سیادت و طریقت کے دم مارتا تاکہ اس دھوکے وفریب سے اپنے مرید بنائے اور زر و عزت دنیاوی حاصل کرنا ایسے شخص سے جو کہ بلا ثبوت اپنے آپ کو سید کہتا ہو اور اپنی نسب کو چھوڑ کر غوث الاعظم کے نسب میں داخل ہو از روئے شریعت اسلامیہ مرید بنانا اور نماز پڑھانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۱؎ صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲
المعجم الکبیر حدیث ۴۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۳۴

الجواب

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے کے لئے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل، من انتمی الی غیر ابیه فعلیه لعنة اللہ والملٰئکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفا ولا عدلا[1] اور جو مسلمانوں کو دھوکا دے اسے فرمایا ہمارے گروہ سے نہیں من غشنا فلیس منا[2]۔ ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ناجائز اور اس کی امامت مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] 〃 کتاب الایمان باب من غشنا فلیس منا 〃 〃 〃 ۱/۷۰

رسالہ

اراءۃ الادب لفاضل النسب ۱۳۱۳ھ ۲۹

(نسبی فضیلت والے کو ادب کی راہ دکھانا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۶۶: افضل الفضلاء اکمل الکملاء مولانا مفتی صاحب! تسلیم۔

این کہ استفتائے ترسیل خدمت عالی مے شود از دستخط و مہر خویش واز دیگر علماء مزین نمودہ رحمت نہ نہند، چونکہ مسلمانان ایں زمان بسبب جہالت از اکثر حرفہ وپیشہ انحراف مے دارند، وصاحب پیشہ را حقیر می شمارند، و روز بروز بدائرہ ادبار پا می کشند بر بنا علیہ برائے اصلاح قوم مصلحۃً ایں استفتاء نوشتہ شد۔ زیادہ والسلام۔

یہ استفتاء جو کہ خدمت عالی میں بھیجا جارہا ہے اپنے اور دوسرے علماء کے دستخط و مُہر سے مزین کرکے مجھ پر احسان کریں، چونکہ اس زمانہ کے مسلمان جہالت کے سبب سے اکثر ہنر و پیشہ سے گریز کرتے ہیں اور صاحب پیشہ کو حقیر جانتے ہیں اور روزانہ دائرہ پستی میں پاؤں رکھتے ہیں، اسی بنا پر اصلاح قوم کے لئے مصلحۃً یہ استفتاء لکھا گیا۔ والسلام۔

(محمد لطف الرحمٰن البرداونی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر جدِ اعلیٰ کسی کا کاشتکار یا نوربافت یا ماہی فروش ہو بعدہٗ اس کی نسل میں یہ پیشہ معمول رہا ہو یا متروک ہوگیا ہو تو اس صورت میں ان کی اولاد کو ماشا یا جولاہا یا شکاری یا اطراف کہہ کر پکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے درست ہے نہیں؟ اور علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بدان کہ قولہ تعالیٰ جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم(١) وقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ(٢) وقول دیگر اعملی یا فاطمۃ ولا تقولی انی بنت الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم(٣) باعلٰی صوت ندا کند کہ شرافت نسب کہ اکثر جہال بسبب جہالت وحماقت واز عدم واقفیت حالات بزرگان دین وسلف صالحین وصحابہ کاملین وانبیاء مرسلین، بداں مباہات میکنند نزد حق سبحانہ تعالیٰ بپشیزے نمی ارزد وبمنزلہ ہباء منثور باشد کما قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجٰت(٤)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا اس کا نسب کام نہ دے گا۔ دوسرا قول ہے کہ شریعت پر عمل کرو اے فاطمہ، اور یہ نہ کہو کہ رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ بلند آواز سے اعلان کرتا ہے کہ شرافت نسب کہ اکثر جاہل لوگ جہالت وحماقت اور حالات بزرگان دین اور سلف صالحین اور صحابہ کاملین اور انبیاء ومرسلین کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس پر فخر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت بے مثل ہباء منثورا ہے، البتہ مرد کی شرافت علم سے ہوتی ہے اور جنھیں علم دیا گیا وہ درجوں میں ہیں

(١) القرآن الکریم ٤٩/ ١٣

(٢) سنن ابی داود کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ٢/ ١٥٧

موارد الظمآن حدیث ٨٠ المطبعۃ السلفیہ ص ٤٨

(٣) اتحاف السادۃ المتقین دار الفکر بیروت ٦/ ٧٧ و ٢٨١

صحیح مسلم کتاب الایمان ١/ ١١٤ و کنز العمال حدیث ٣٤٧٥٤ ١٦/ ١٩

(٤) القرآن الکریم ٥٨/ ١١

وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء [1]
(۲) وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انما العلماء ورثة الانبیاء [2]
وان فضل العالم علی العابد کفضلی
علی ادناکم [3] (۳) بلکہ شرافتِ علم فوق شرافت
نسب می باشد کما فی الدر المختار
لان شرفة العلم فوق شرف النسب
والمال، کما جزم به البزازی و
ارتضاه الکمال وغیرہ [4] اگر کسے عالم صالح ماہر را بالفاظ
مذکورۃ الصدر طعناً وتحقیراً مخاطب سازد بدائرہ کفر
پا نہادہ باشد۔

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم
والے ہیں، اور حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور عالم کی
فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے
ادنیٰ پر، بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر
فوقیت رکھتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے،
اس لئے کہ علم کی شرافت نسب و مال کی شرافت
سے اولیٰ ہے، جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم
فرمایا ہے اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظ
مندرجہ بالا سے طعن وتحقیر کے طور پر مخاطب کرے
تو دائرہ کفر میں پاؤں رکھے گا۔

حررہ العاجز الغافر الجانی محمد لطف الرحمٰن البردوانی المخاطب شمس العلماء مدرس مدرسہ عالیہ
کلکتہ (بنگال)

نسب میں افضل کون؟

(از اعلیحضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ)

اللّٰھم لک الحمد یا من خلق الانسان،
فجعلہ نسبا وصھرا وکنت قدیرا،
صل علی من ارسلتہ من خیر
قرنین، من خیر شعوب، من خیر

یااللہ تیرے لئے حمد ہے اے وہ ذات جس نے
انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا نسب اور رشتہ دار
بنایا اور تیری ذات قادر ہے، اور رحمتیں نازل
فرما اس ذات پر جس کو تو نے دو قرنوں میں بہتر

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/۲۸
[2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء ۱/۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰
[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ما جاء فی فضل الفقہ علے العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۳
[4] الدر المختار کتاب النکاح باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

قبائل ، من خیر بیوت بشیرا و نذیرا ، و ملکته نفع عترته و قرابته و خدمه و امته و کل من یلوذ بحضرته دنیا و اخری ، و علی اٰلہ خیر اٰل و صحبہ خیر صحب و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

بناکر بھیجا اور بہتر شعب اور بہتر قبائل اور بہتر گھروں میں بشیر و نذیر بنایا ، اور اس کی اولاد ، قرابت ، خادموں ، اُمّت اور دُنیا و آخرت میں ان کے حضور پر پناہ لینے والے کے نفع کے لئے تو نے اس کو مالک بنایا اور ان کی بہترین آل پاک اور بہترین صحابہ کرام پر اور برکتیں اور سلامتی کثیر در کثیر نازل فرما۔ (ت)

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلا حاجت شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اسے ایذا پہنچے ، شرعاً ناجائز و حرام ہے ، اگرچہ بات فی نفسہٖ سچی ہو ، فان کل حق صدق ولیس کل صدق حقا (ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں)۔

ابن السنی عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں ،

من دعا رجلا بغیر اسمہ لعنتہ الملئکۃ[1] ، فی التیسیر ای بلقب یکرھہ لا بنحو یا عبد اللہ[2]

جو شخص کسی کو اس کا نام بدل کر پکارے فرشتے اس پر لعنت کریں۔ تیسیر میں ہے یعنی کسی بد لقب سے جو اسے بُرا لگے نہ کہ اسے بندۂ خدا وغیرہ سے۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

من اذی مسلما فقد اذانی ، ومن اذانی فقد اذی اللہ[3]

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی ، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

سنن ابی داؤد میں متعدد اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ باب الوعید فی ان یدعی الرجل بغیر اسمہ حدیث ۳۹۶ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۱۲۷

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من دعا رجلا بغیر اسمہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

من ظلم معاهدا فانا حجیجه یوم القیمة[1]	۲۰۵ جو کسی ذمی پر زیادتی کرے تو روزِ قیامت میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

بحرالرائق و درمختار میں ہے :

فی القنیة قال لیهودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیه ومقتضاه انه یعزر لارتکابه الاثم[2]	جس نے کسی ذمی یہودی یا مجوسی سے کہا اے کافر اور یہ بات اسے گراں گزری تو کہنے والا گنہگار ہوگا، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے تعزیر کی جائے۔ قنیہ۔

تحقیقِ مقام و مقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدارِ نجات تقوٰی پر ہے علٰی تباین مراتبها و ثمراتها (فرقِ مراتب اور اس کے نتائج کے لحاظ سے) نہ کہ محض نسب، وما یضاهیه من الفضائل موهوبتها ومکسوباتها (جو فضائل کے مشابہ ہو ان کے وہبی اور کسبی چیزوں میں) ہٰذا محض تقوٰی بس ہے، اگرچہ شرف نسب و تکمیل علوم میسر نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملّا صاحب کہلانا کافی نہیں جبکہ تقوٰی اصلاً نہ ہو۔

ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منهم الی عبدة الاوثان[3]	بیشک عذاب کے سپاہی فاسق علماء کی طرف سبقت کریں گے (اور یا جیسے) بتوں کے پجاری کی طرف جو عمل میں سست ہوگا فضلِ نسب میں آگے نہ ہوگا۔

حدیث من ابطأ به عمله لم یسرع به نسبه[4] کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ فضلِ نسب شرعاً محض باطل و مہجور و ہبار منثور، یا شرافت و سیادت، نہ دنیاوی احکامِ شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع و باعثِ اعزاز ——— حاشا ایسا نہیں بلکہ شرعِ مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے، اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نفع

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب تعشیر اہل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۷

[2] الدرالمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۹

[3] کنز العمال برمز طب حل حدیث ۵۰۰۰ ۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۱

[4] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷
موارد الظمآن ، حدیث ۸۰ ، المطبعۃ السلفیۃ ص ۴۸

دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفاءت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے۔

سیّد زادی اگر کسی مغل پٹھان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی نکاح ہی نہیں ہوگا جب تک بہ سبب فضل علم دین مکافات ہوکر کفاءت نہ ہوگئی ہو، یونہی اگر غیر اب وجد بشرا نطا معلومہ نابالغہ کا ایسا نکاح کردیں وہ بھی باطل ومردود محض ہے۔ اسی طرح اگر مغلانی، پٹھانی نابالغہ کسی جولاہے یا دھنیے سے نکاح کرلے، یا ولی غیر لازم نابالغہ کا نکاح کردے یہ سب باطل و نا منعقد ہیں والمسائل مصرح بہا متونا و شروحا و فتاوٰی (یہ مسائل دیگر متداول کتب متون و شروح اور کتب فتاوٰی میں تفصیل سے درج ہیں) یُوں ہی امامت صغرٰی کی ترتیب میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم الٰی قولہ ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا[1]۔

سب سے زیادہ مستحق امامت وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو (مصنف کے اس قول تک) پھر وہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

درمختار میں ہے:

الاشرف نسبا ثم الاحسن صوتا[1]۔

وہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف، پھر جس کی آواز بہتر ہو۔

قریش کی خلافت

اور امامت کبرٰی میں تو شرع مطہر نے اس درجہ کا لحاظ فرمایا ہے کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا، غیر قریشی اگرچہ عالم اجل ہو امام وخلیفہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الائمۃ من قریش[2] رواہ

تمام خلفاء قریش ہوں گے۔ اس کو روایت

---

[1] و [1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۳

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۷۶

السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب من قال یؤمہم ذو نسب الخ دارصادر بیروت ۳/ ۱۲۱

" کتاب قتال اہل البغی باب الائمۃ من قریش " ۸/ ۱۴۳

[illegible] حدیث ۲۰۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۵۲

احمد وابن ابی شیبۃ والنسائی و
ابن جریر والحاکم والبیہقی والضیاء
فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورواہ
الطبرانی فی الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وابوبکر بن ابی شیبۃ ونعیم بن حماد و
ابن السنی فی کتاب الاخوۃ والبیہقی عن
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر،
حاکم اور بیہقی نے اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ
عنہ سے مختارہ میں اور طبرانی کبیر میں حضرت ابو ذر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابوبکر بن
ابی شیبہ اور نعیم بن حماد اور ابن السنی نے
کتاب الاخوۃ میں اور بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم
احد الا کبہ اللہ علی وجہہ فی
النار۔ رواہ الائمۃ احمد[۱] والبخاری
ومسلم عن امیر معٰویۃ وصدرہ ابوبکر
ابن ابی شیبۃ عن ابی موسی الاشعری
وابن جریر عن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بے شک خلافت قریش میں ہے جو اُن میں سے بیر
رکھے گا اللہ تعالیٰ اُسے منہ کے بل جہنم میں
اُنڈھا دے گا۔ اسے روایت کیا ہے امام احمد
اور بخاری اور مسلم نے امیر معاویہ سے اور حدیث کے
ابتدائی حصہ کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابی موسیٰ
اشعری سے اور ابن جریر نے کعب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الا ان الامراء من قریش۔ رواہ ابویعلی[۲]
عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم، واحمد والحاکم
والطبرانی بلفظ الامراء من قریش

سن لو، امراء وحکام اسلام قریش ہیں،
اس کو روایت کیا ابویعلیٰ نے
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے
احمد، حاکم اور طبرانی نے اس لفظ کے ساتھ کہ

---

[۱] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۶
صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش " " " ۲/۱۰۵۷
مسند احمد بن حنبل عن معٰویہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۹۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۱۷۰
[۲] مسند ابی یعلیٰ عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۵۶۰ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۲۰۴

الامراء من قریش عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

"امراء قریش ہیں" اس کو ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اہل قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش ولاۃ ھذا الامر، رواہ احمد عن ابی بکر الصدیق وعن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے احمد نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قدموا قریشا و لا تقدموھا۔ رواہ الامام الشافعی والامام احمد عن عبد اللہ بن خطب والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن السائب والبزار عن امیر المؤمنین علی وابن عدی عن ابی ھریرۃ و ابن جریر عن الحارث بن عبد اللہ وسیأتی فی حدیث عن انس و الشافعی والبیہقی فی معرفۃ الصحابۃ عن الزھری مرسلا، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

قریش کو تقدیم دو، اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔ اس کو روایت کیا ہے امام شافعی اور امام احمد نے عبد اللہ بن خطب سے اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن سائب سے اور بزار نے امیر المؤمنین علی سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے اور ابن جریر نے حارث بن عبد اللہ سے ــــ اور عنقریب آئے گا حضرت انس کی حدیث میں، اور شافعی اور بیہقی نے معرفۃ صحابہ میں زہری سے مرسلاً روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

۱؎ مسند احمد بن حنبل حدیث ابو برزہ اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۲۴
المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۵/۵۰۱
کنز العمال بحوالہ حم، طب عن ابی موسٰی اشعری حدیث ۳۳۸۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۰
۲؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵
۳؎ کنز العمال بحوالہ الشافعی البیہقی فی معرفۃ الصحابۃ البزار عن علی (حدیث ۹۱-۹۰ - ۳۳۷۸۹) ۱۲/۲۲

۲۳ یاایھا الناس لاتقدموا قریشا فتھلکوا۔ رواہ البیھقی[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ 14

اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤ گے اسے روایت کیا ہے بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

فتضلوا[2]، رواہ ابن ابی طالب عن الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ مرسلا وھو عنہ باللفظ الاول عن سھل بن ابی خیثمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی قریش پر سبقت نہ کرو کہ گمراہ ہوجاؤ گے۔ اسے روایت کیا ہے ابن ابی طالب نے امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً، اور ان کے نزدیک پہلے الفاظ کے ساتھ سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس تبع لقریش فی ھذا الشان۔ رواہ الشیخان[3] عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم عن جابر والطبرانی فی الاوسط والضیاء عن سھل بن سعد وعبداللہ بن احمد واحمد وابن ابی شیبۃ عن معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وھذا عن سعید بن ابراھیم بلاغا۔

سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔ اسے روایت کیا ہے امام بخاری ومسلم نے ابوہریرہ سے اور احمد ومسلم نے جابر سے، اور طبرانی نے اوسط میں اور ضیاء نے سہل بن سعد اور عبداللہ بن احمد اور احمد وابن ابی شیبہ نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور یہ سعید بن ابراہیم سے بلاغاً روایت کی گئی ہے۔

حدیث ۲۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1]

[2]

[3] صحیح البخاری باب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۶

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش الخ " " " ۲/۱۱۹

مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۳۱ و ۳۷۹

المعجم الاوسط حدیث ۵۵۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۰۰

حد

قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الا بھم۔ رواہ ابن عدی[1] عن ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

قریش آدمیوں کی سنوار ہیں، لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے۔ روایت کیا ہے ابن عدی نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قریش خالصۃ اللہ تعالیٰ۔ رواہ ابن عساکر[2] عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قریش برگزیدۂ خدا ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ۔[3] رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والترمذی والعدنی والطبرانی وابویعلی والحاکم وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص وتمام وابونعیم والضیاء عن ابن عباس

جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے۔ اسے روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، عدنی، طبرانی، ابویعلی، حاکم اور ابونعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے، اور تمام وابونعیم اور ضیاء نے ابن عباس سے، اور طبرانی نے

۱؎ الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن حبیب العدوی دار الفکر بیروت ۵/۱۶۹۶
کنز العمال بحوالہ عد عن عائشۃ حدیث ۳۳۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۲
۲؎ تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
" " " " مسلم بن العیاد " " " " ۶/۲۳۵
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص حدیث ۳۳۸۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۶
۳؎ جامع الترمذی ابواب المناقب فضل الانصار وقریش امین کمپنی دہلی ۲/۲۳۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/۷۴
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۱ و ۱۷۶ و ۱۸۳
تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
کنز العمال بحوالہ حم، ش، والعدنی، ت، طب، ع، ک، وابی نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص
تمام وابی نعیم، ص عن ابن عباس، کر عن عمرو بن ابی العاص مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۶

والطبرانی فی الکبیر عن انس وابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

کبیر میں انس سے، اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۲۹ تا ۳۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قوۃ الرجل من قریش قوۃ رجلین[2]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطیالسی وابویعلٰی وابن ابی عاصم والماوردی والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ والضیاء فی المختارۃ وابونعیم فی الحلیۃ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فیھا عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والطبرانی عن ابن ابی خیثمۃ وابن النجار فی حدیث طویل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما اولہ یایھا الناس قدموا قریشا ولا تقدموھا وھو ایضا قطعۃ من حدیث ابی بکر الدین سہل۔

ایک مرد قریش کی قوت دو مردوں کے برابر ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابویعلٰی، ابن ابی عاصم، ماوردی اور طبرانی نے کبیر میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے معرفۃ میں، اور ضیاء نے مختارہ میں، اور ابونعیم نے حلیہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، یہی الفاظ حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور طبرانی نے ابن ابی خیثمہ سے اور ابن نجار نے طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور خود مقدم نہ ہو، یہ بھی مذکور ابوبکر عن سہل والی حدیث کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تؤمّوا قریشا وائتموھا ولا تعلموا قریشا

قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۱ و ۸۳

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۲۴۳۵ ۱۲/ ۱۹۰ و مسند ابی داود الطیالسی حدیث ۹۵۱ الجزء الرابع ص ۱۳۰

حلیۃ الاولیاء ترجمہ الامام الشافعی ۳۱۵ دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۶۴

المعجم الکبیر حدیث ۱۴۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۱۴

کنز العمال بحوالہ طحم، و ابی نعیم و ابن ابی عاصم والماوردی حب ک طب ق فی المعرفۃ عن جبیر بن مطعم حدیث ۳۳۸۹۴ و ۳۳۸۹۵ و ۳۳۸۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴

وتعلموا منها فان امانة الامين من قريش تعدل امانة امينين[1] رواه ابن عساكر عن امير المؤمنين علی كرم الله تعالٰی وجهه وهو ايضا بمعناه قطعة من حديث انس۔

قریش پر دعوٰی استادی نہ رکھو اور انکی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔ اسے روایت کیا ابن عساکر نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰے وجہہٗ سے، یہ بھی اپنے معنٰی کے اعتبار سے حدیث انس کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۷ و ۳۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اعطيت قريش مالم يعط الناس[2]۔ رواه الحسن بن سفيان في مسنده وابو نعيم في معرفة الصحابة عن الحليس رضي الله تعالٰی عنه ونعيم بن حماد عن ابي الزاهرية مرسلا ووصله الديلمي عنه عن خنيس رضي الله تعالٰی عنه هكذا فيما نقلت عنه بمعجمة فنون رواه مصحفا عن حليس بمهملة فلام۔ والله تعالٰی اعلم۔

قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلاً، اور اس کو دیلمی نے عن حلیس عن خنیس رضی اللہ عنہما کہہ کر متصل بنایا ہے، "خ کے بعد ن" منقول ہے انھوں نے "ح کے بعد لام سے "حلیس" کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالٰے اعلم

حدیث ۳۹ و ۴۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

فضل الله قريشا بسبع خصال لم يعطها احد قبلهم ولا يعطاها احد بعدهم۔

اللہ تعالٰے نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔

انّی منهم ایک تو یہ کہ میں قریش ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع و اعلٰی ہے) ـــ وفيهم الخلافة والحجابة والسقاية اور انھیں میں خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کا سقایہ ـــ ونصرهم على الفيل اور انھیں اصحاب فیل پر نصرت بخشی ـــ وعبدوا الله عشر سنين لا يعبده غيرهم اور انھوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۳۳۸۰۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ الحسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ حدیث ۳۳۸۰۵ " " " ۱۲/۲۳

خاندان کے لوگ اس وقت عبادت کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے حلیف و موالی) وانزل اللہ فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلف قریش اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اُتاری کہ اس میں صرف اُنھیں کا ذکر فرمایا، اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے۔

رواہ البخاری فی التاریخ والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الخلافیات عن ام ھانی وفی الاوسط عن سیدنا الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ولفظھا ھذا ملفق منھما۔[1]

اس کو روایت کیا ہے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، اور اس کے الفاظ ان دونوں سے ملفق ہیں۔

حدیث ۴۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

یامعشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی ومن ابغض قریشا فقد ابغضنی وان اللہ تعالیٰ حبب الی قومی فلا استعجل لھم نقمۃ ولا استکثر لھم نعمۃ۔[2]

اے گروہ مردم! قریش سے محبت رکھو کہ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور قریش کا دشمن میرا دشمن ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لئے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

قریش برکت کے درخت

ان اللہ تعالیٰ علم ما فی قلبی من حبی لقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالیٰ "وانہ لذکر لک

سُن لو بیشک اللہ تعالیٰ نے جانا جیسی میرے دل میں میری قوم کی محبت ہے، تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا "بیشک

---

[1] کنز العمال بحوالہ تخ طب ک البیھقی فی الخلافیات حدیث ۳۳۸۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۶
" بحوالہ المعجم الاوسط حدیث ۳۳۸۲۰ " " " ۱۲/ ۲۶
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ قریش دارالفکر بیروت ۲/ ۵۳۶
[2] کنز العمال حدیث ۳۳۸۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

ولقومك" فجعل الذكر والشرف لقومی فی کتابه فالحمد لله الذی جعل الصدیق من فالحمد لله الذی جعل الصدیق من قومی والشهید من قومی والائمة من قومی ان الله تعالٰی قلب العباد ظهرا وبطنا فکان خیر العرب قریشا وهی الشجرة المبارکة التی قال الله عز وجل فی کتابه "مثل کلمة کشجرة طیبة" یعنی بها قریش "اصلها ثابت" یقول اصلها کریم "وفرعها فی السماء" الشرف الذی شرفهم الله بالاسلام الذی هداهم وجعلهم اهله. رواه الطبرانی فی الکبیر وابن مردویة فی التفسیر عن عدی بن حاتم رضی الله تعالٰی عنه وهذا مختصرا۔

یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی" تو اسے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لئے ذکر و شرف بنایا۔ اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام۔ بیشک اللہ تعالٰی نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائندہ ہے یعنی ان کی اصل کرم ہے جنکی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انھیں اس کا اہل کیا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ مختصراً ہے۔

عزت دار اور بہتر قریش ہیں

حدیث ۲۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنانة عز العرب، رواه الدیلمی وابن عساکر عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه۔

بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے۔

۱؎ کنز العمال بحوالہ طب و ابن مردویہ عن عدی بن حاتم حدیث ۳۴۰۶۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۵

۲؎ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۹۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۰۲

کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ذر حدیث ۳۳۹۷۱ و ۳۴۰۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۵، ۶۹

حدیث ۴۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش سادۃ العرب۔ رواہ الرامہرمزی فی کتاب الامثال عن الوضین بن مسلم مرسلاً۔

قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے رامہرمزی نے کتاب الامثال میں وضین بن مسلم سے مرسلاً۔

حدیث ۴۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عبد مناف عز قریش وقریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش۔ رواہ ایضاً کذلک عن عثمان بن الضحاک ھذا مختصر۔

بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولادِ قصی کے تابع ہیں، اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔ اسے بھی رامہرمزی نے کتاب الامثال میں عثمان بن الضحاک سے مرسلاً روایت کیا، یہ مختصر ہے۔

حدیث ۴۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا ابا الدرداء اذا فاخرت ففاخر بقریش۔ رواہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر۔

اے ابو درداء! جب تُو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔ اس کو روایت کیا ہے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر نے۔

حدیث ۴۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر قریش بنو ھاشم۔ رواہ الدیلمی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش، اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔ اس کو دیلمی نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

۱ کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۳۳۱۱۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۸/۱۲
۲ کنز العمال " " " " ۳۳۹۹۲ " " " " ۲۸/۱۲
۳ " بحوالہ تمام وابن عساکر حدیث ۳۳۱۲۰ " " " ۲۹/۱۲
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبد اللہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲۸/۶
۴ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۷۸/۲

اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اُس کی پسند

حدیث ۴۷ و ۴۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان اللہ اختار من ادم العرب، واختار من العرب مضر، ومن مضر قریشا، واختار من قریش بنی ھاشم واختارنی من بنی ھاشم[1] رواہ البیھقی وابن عدی عن ابن عمر والحکیم الترمذی والطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا، اور عرب سے مضر اور مضر سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم، اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۴۹ تا ۵۱ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ان اللہ تعالیٰ خلق خلقہ فجعلھم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرکم قبیلۃ وخیرکم بیتا۔ رواہ احمد والترمذی[2] عن المطلب بن ابی وداعۃ والترمذی

اللہ عزوجل نے خلق بنا کر دو فریق کی، مجھے بہتر فریق میں رکھا، پھر ان کے قبیلے قبیلے جدا کئے، مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر قبیلوں میں خاندان بنائے مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا، پس میرا قبیلہ تمہارے قبیلوں سے بہتر اور میرا گھر تمہارے گھروں سے بہتر۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور ترمذی نے مطلب بن ابی وداعہ سے اور ترمذی

---

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۲
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۳
کنز العمال بحوالہ ک عن ابن عمر حدیث ۳۳۹۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
مسند احمد بن حنبل عن المطلب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۰ و ۴/ ۱۶۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۴۷

عن العباس بن عبد المطلب والحاكم عن ربيعة بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے عباس بن عبد المطلب سے اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۵۲ و ۵۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ اختار العرب فاختار منھم کنانۃ واختار قریشا من کنانۃ واختار بنی ھاشم من قریش واختارنی من بنی ھاشم۔ وفی لفظ ثم اختار بنی عبد المطلب من بنی ھاشم ثم اختارنی من بنی عبد المطلب۔[1] رواہ ابن سعد عن عبد اللہ بن عمیر مرسلا وھو والبیہقی وحسنہ عن الامام الباقر وھو باللفظ الاخیر ابن سعد عن جعفر عن ابیہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب سے کنانہ، اور کنانہ سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے پسند کیا۔

بالفاظ دیگر پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبد المطلب کو چُنا پھر عبد المطلب سے مجھے چُنا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن سعد نے عبد اللہ بن عمیر سے مرسلاً، اور اس نے اور بیہقی نے امام باقر سے اس کی تحسین کی اور یہ آخری الفاظ ابن سعد نے جعفر سے انھوں نے اپنے باپ سے۔

حدیث ۵۴ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔[2] رواہ مسلم والترمذی

بے شک اللہ عزوجل نے اولادِ اسمٰعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے کنانہ کو چُنا اور کنانہ سے قریش کو چُنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چُنا، بنی ہاشم سے مجھ کو چُن لیا۔ اسے مسلم اور ترمذی نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبد اللہ بن عبید حدیث ۳۲۱۱۹، ۳۲۱۲۰، ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۰ و ۲۱
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار النسب فی الکفاءۃ " " " ۷/ ۱۳۴

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
جامع الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱

عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حضور افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے

حدیث ۵۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ۔ رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں ہر قرن وطبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس طبقے میں آیا جس میں پیدا ہوا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے،

خرجت من افضل حیین من العرب ھاشم و زھرۃ[2]۔ رواہ ابن عساکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم و بنی زہرہ سے پیدا ہوا۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس مرد ہوگئے ایک بار انھوں نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لشکر پر حملہ کرکے مال لے لیا، موسٰی علیہ السلام نے ان کے ضرر کی دُعا فرمائی۔ رب عزوجل نے وحی بھیجی اے موسٰی! انھیں بددعا نہ کرو کہ انھیں میں سے وہ نبی اُمّی بشیر ونذیر ہوگا جو میرا پیارا ہے، اور انھیں میں سے امتِ مرحومہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگی جو مجھ سے تھوڑے رزق پر راضی اور میں ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہوں گا، فقط ایمان پر انھیں جنت دُوں گا کہ ان میں ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) جو باوصف کمال رفعتِ قدر ہونے کے متواضع ہوں گے۔

اخرجتہ من خیر جیل من امتہ میں نے ان کو سب سے بہتر گروہ قریش سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰۳

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر طہارۃ مولدہ وطیب اصلہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۶

قریش ثم اخرجنہ من بنی ہاشم صفوۃ قریش فہو خیر من خیر رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پیدا کیا، پھر قریش میں ان کے برگزیدہ بنی ہاشم سے، وہ بہتر سے بہتر ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

نفس میں سب سے بہتر جانِ حضور

حدیث ۵۰۵، ۹۰۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اتانی جبریل فقال یا محمد ان اللہ بعثنی فطفت شرق الارض وغربہا وسہلہا وجبلہا فلم اجد حیا خیرا من العرب ثم امرنی فطفت فی العرب فلم اجد حیا خیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیا خیرا من کنانۃ ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش ثم امرنی فطفت فی قریش فلم اجد حیا خیرا من بنی ہاشم ثم امرنی ان اختار من انفسہم فلم اجد فیہا نفسا خیرا من نفسک۔ رواہ الامام الحکیم[2] عن الامام الصادق عن الامام الباقر وصدرہ الی مضر الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جبرئیل (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی کہ اللہ عزوجل نے مجھے بھیجا میں زمین کے پورب پچھم نرم و کوہ ہر حصے میں پھرا، کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا، پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم فرمایا، میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا، کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں قریش میں پھرا کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کروں تو کوئی جان حضور کی جان سے بہتر نہ پائی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسے روایت کیا ہے امام حکیم نے امام صادق سے انہوں نے امام باقر سے، اور اس کی ابتدا سے مضر تک دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب علامات نبوت باب فی کرامۃ النبی دار الکتاب بیروت ۸/۲۱۸

[2] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۲

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد افضل من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد حیا افضل من بنی ہاشم۔ رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔[1]

(مجھ سے جبریل نے کہا) میں نے زمین کے پورب پچھم سے تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے کنی میں اور ابن عساکر نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ۔

حدیث ۶۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الخلافۃ فی قریش۔[2] رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر عن عتبۃ بن عبدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

خلافت قریش میں ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے کبیر میں عتبہ بن عبدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

ہم نے احادیث کو اسی مضمون سے شروع کیا تھا اور اسی پر ختم کیا کہ اول با آخر نسبتے دارد (کہ اول آخر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے)

احکامات اور نکات

اور اب بعض دیگر احکام میں فرق دکھا کر اخلاق فاضلہ پھر نفع اخروی کی طرف توجہ کریں،

تین حکم تو یہ تھے،

(۱) نکاح

(۲) امامت صغریٰ

(۳) امامت کبریٰ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۳۳۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبدان المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۸۵

المعجم الکبیر " " " حدیث ۲۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۲۱

(۴) حکم چہارم: عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے۔

(۵) حکم پنجم: ان کے مشرکوں پر جزیہ نہ رکھا جائے گا کہ ان میں جو غلام نہ بن سکے اس پر جزیہ بھی نہیں۔

(۶) حکم ششم: ان کی زمین سے کبھی خراج بھی نہ لیا جائے گا وہ بہرحال عشری ہے۔

درمختار میں ہے:

قتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب[1]۔

مشرکین عرب کے علاوہ دیگر عرب نژاد اگر اسلام نہ لائیں تو ان کے بارے میں اختیار ہے کہ قتل کریں یا آزاد یا انھیں غلام بنائے، ہمارے ذمے چھوڑ دے۔

اسی کی فصل فی الجزیہ میں ہے:

وتوضع علی کتابی ومجوسی ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ لا علی وثنی عربی[2]

جزیہ مقرر کیا جائے گا کتابی، مجوسی اور بت پرست پر، کیونکہ ان کا غلام بنانا جائز ہے، تو ان پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے، نہ کہ عربی بت پرست پر۔

اسی کے باب العشر میں ہے:

ارض العرب عشریۃ[3]

عرب کی زمین عشری ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لان کما لا رق علیہم لا خراج علی اراضیہم نہر وتمامہ فی الفتح[4]

اس لئے کہ جیسا کہ ان پر غلامی نہیں ہے ان کی زمینوں پر خراج بھی نہیں، نہر۔ اس کی کامل بحث فتح میں ہے۔

حدیث ۹۲: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں فرمایا:

لو کان ثابتا علی احد من العرب رق کان الیوم[5]

اگر کوئی عرب غلام بن سکتا تو آج بنایا جاتا۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳

[2] " " فصل فی الجزیۃ " ۱/ ۳۵۱

[3] " " باب العشر والخراج والجزیۃ " ۱/ ۳۴۶، ۳۴۸

[4] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۴

[5] کنز العمال بحوالہ الطب عن معاذ حدیث ۳۴۹۳۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۶

(۷) حکم ہفتم۔ نہایہ و تبیین و شامی و فتح و درر وغیرہا میں ہے:

تعزیر اشراف الاشراف وھم العلماء والعلویۃ بالاعلام بان یقول لہ القاضی بلغنی انک تفعل کذا فینزجر۔[1]

یعنی علما و سادات سب سے اعلٰی درجہ کے اشراف ہیں، ان سے اگر کوئی تقصیر موجب تعزیر واقع ہو کر اراذل کرتے تو ضرب و حبس کے مستحق ہوتے، ان کے لئے اس قدر بس ہے کہ قاضی کہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں اسی قدر ان کے زجر کو بس ہے۔

لغزشیں

حدیث ۶۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیلوا الکرام عثراتھم۔ رواہ ابن عساکر[2] عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا قطعۃ من حدیث۔

کریموں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

حدیث ۶۴ تا ۶۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تجافوا عن عقوبۃ ذی المروءۃ الا فی حد من حدود اللہ تعالٰی۔ رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن زید بن ثابت وصدرہ[4] لہ فی کتاب مکارم الاخلاق

اصحاب مروت کی سزا سے درگزر کرو مگر حدود الہیہ سے کسی میں۔ اسے روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں زید بن ثابت سے، اور اس کا ابتدائی حصہ ان کی کتاب مکارم الاخلاق میں ہے اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۰
تبیین الحقائق بحوالہ النہایہ کتاب الحدود المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۳/۲۰۸
فتح القدیر " کتاب الحدود مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۱۲

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۱۵۰۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۰

[3] " " طس عن زید بن ثابت حدیث ۱۲۹۸۰ " " " ۵/۳۱۰

[4] " بحوالہ الخطیب فی مکارم الاخلاق وابی بکر بن المرزبان ۱۲۹۸۱ " " " ۵/۳۱۱

۲۳ ولابی بکر بن المرزبان فی کتاب المروءۃ عن ابن عمرو لمعناہ مع زیادۃ لھما عن الامام جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنھم وفی الباب غیرھم۔

ابوبکر بن مرزبان کی کتاب "المروۃ" میں ابن عمرو سے اور اسی معنی کے ساتھ کچھ زیادہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور اس باب میں ان کے غیر سے روایت ہے۔

حدیث ۹۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود۔ رواہ احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

عزت داروں کی لغزشیں معاف کردو مگر حدود۔ اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابوداؤد نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تذییل: تعظیم

حدیث ۹۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایقوم لرجل من مجلسہ الا بنی ھاشم۔ رواہ الخطیب[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کے لئے نہ اُٹھے سوا بنی ہاشم کے۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

یقوم الرجل من مجلسہ لاخیہ الا بنی ھاشم لایقومون لاحد۔ رواہ

ہر شخص اپنے بھائی کے لئے اپنی مجلس سے اٹھے مگر بنی ہاشم کسی کے لئے نہ اٹھیں۔ اس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۸۱

الادب المفرد حدیث ۴۶۵ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲۳

سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی الحد یشفع فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۵

کنز العمال بحوالہ حم خد عن عائشہ حدیث ۱۲۹۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۰۹

[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن علی ۱۰۴۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۸۰

اخلاقِ فاضلہ

مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروّت، سخاوت، شجاعت، سیرچشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاقِ حمیدہ، موہوبہ، مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں ایک آدمی لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس شیئ خیرا من الف مثلہ الا الانسان۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انسان کے سوا کوئی چیز اپنی ہم جنس ہزار کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس کو بیان کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

یُوں ہی تفاوت اصناف و اقوام کا منافی نہیں قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت، اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے، اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم یوں ہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودنائت سے معروف تھے۔ حتی قال قائلھم (ان میں سے ایک نے کہا ت)،

وما ینفع الاصل من ہاشم ... اذا کانت النفس من باھلہ
ولو قیل للکلب یا باھلی ... عوی الکلب من لؤم ھذا النسب

(بنی ہاشم سے اصل کا ہونا نافع نہیں جب وہ بنی باہلہ کا فرد ہو۔
جب کتے کو "یا باہلی" کہا جائے تو وہ اس نسب کی شرمساری سے مانند ہوجاتا ہے۔ ت)

۱؎ المعجم الکبیر حدیث ۶۰۹۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۸۹
کنز العمال بحوالہ طب والخطیب عن ابی امامہ حدیث ۳۳۹۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳
۲؎ المعجم الکبیر حدیث ۶۰۹۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ طب والضیاء عن سلمان حدیث ۳۴۶۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۹۱
۳؎ سیر اعلام النبلاء ترجمہ قتیبہ بن مسلم ۱۶۰ ۴/ ۴۱۰ - ۴۱۱

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا و دین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنتِ ملک سلطنتِ علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں خصوصاً اہل فارس ــــ حدیث ۲۶ کے تحت میں ہے،

وخیر العجم فارس[1] (عجمیوں میں بہتر فارس ہیں) تو مصداق حدیث صحیح:

لوکان العلم معلق بالثریا لتناولہ رجل من اھل فارس۔ اصل الحدیث فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و لفظ مسلم لوکان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ[2]۔ اعنی امام الائمۃ، مالک الازمۃ، کاشف الغمۃ، سراج الامۃ، سیدنا امام ابوحنیفۃ ورواہ الطبرانی[3] فی کبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

علم اگر ثریا پر (کہ آٹھویں آسمان کے ستاروں سے ہے) آویزاں ہوتا تو ایک مرد فارسی وہاں سے لے آتا۔ اصل حدیث بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے ہے، اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں، اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔ یا فرمایا، فارس کی اولاد میں سے اس کو حاصل کر لیتا۔ وہ شخص امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصاً اولادِ کسریٰ کہ فارس کی اعلٰی نسل شمار ہوتی ہے جو ہزارہا سال صاحب تاج و تخت رہی اور ان کی مجوسیت شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلاشبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں، بلکہ تیسیر میں زیر حدیث:

لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال[4] اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس کے علاقے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۶۸
کنز العمال حدیث ۳۴۱۰۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۶
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۲
[3] المعجم الکبیر عن عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۰۴۷۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۵۱

من فارس۔ (یعنی فارسی) کے لوگ اس کو حاصل کرلیتے۔

قیل المراد بفارس ھنا اھل خراسان[1] (کہاجاتا ہے فارس سے مراد یہاں اہل خراسان ہیں۔ت) اور نسب بلادِ مثل خراسان و بلخ و مرو و ترمذ کا ذکر خارج از بحث ہے۔

شرافت و دنارت کسی شہر کی سکونت پر نہیں، نہ بعض اکابر کا کوئی پیشہ کرنا اس کے جواز سے زائد دلیل، نادر پر حکم بلا فرق ہے اس میں کہ فلاں امام نے نساجی کی اور فلاں نساج کہ قوم نساجین سے تھا امام ہوگیا، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا، اور سو بات کی ایک بات وہ ہے جس کی طرف ہم نے صدرِ کلام میں اشارہ کیا کہ موازنہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ فرداً فرداً، اور حکم کے لئے غالب بلکہ اغلب کافی، اور شک نہیں کہ قوموں اخلاقِ فاضلہ میں شریف قوموں کا حصہ غالب ہے اور احادیث کثیرہ اس پر ناطق، متعدد احادیث سے گزرا کہ،

ایک قریشی کی قوت دو مردوں کے برابر ہوتی ہے، اور ایک قریشی کی امانت دو آدمیوں کے مثل۔

حدیث ۶۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اذا اختلف الناس فالعدل فی مضر۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابن عباس۔

جب لوگ مختلف ہوں تو عدل قوم مضر میں ہے (جن میں سے قریش ہیں)۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے۔

حدیث ۷۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

قسم الحیاء عشرۃ اجزاء فتسعۃ فی العرب وجزء فی سائر الناس۔ رواہ الخطیب[3] فی البخلاء عن محمد بن مسلم۔

حیا کے دس حصے کئے گئے ان میں سے نو حصے عرب میں ہیں اور ایک باقی تمام لوگوں میں۔ اس کو روایت کیا ہے خطیب نے بخلاء میں محمد بن مسلم سے۔

سلہ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لوکان الایمان عند الثریا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۰۹
سلہ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۲۱۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۱۲۸
سلہ کنز العمال بحوالہ الخطیب فی کتاب البخلاء حدیث ۳۴۱۱۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۰

حدیث ۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فلانا اھدی الی ناقة فعوضته منھا ست بکرات فظل ساخطا لقد ھممت ان لا اقبل ھدیة الا من قرشی او انصاری او ثقفی او دوسی۔ الحدیث۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔[1]

بے شک فلاں شخص نے ایک ناقہ نذر دیا تھا میں نے اس کے بدلے چھ جوان ناقے عطا فرمائے اور وہ ناراض ہی رہا، بے شک میرا ارادہ ہوا کہ ہدیہ قبول نہ کروں مگر قرشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کا۔ الحدیث، اس کو روایت کیا ہے احمد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

قال المناوی فی التیسیر لانھم لمکارم اخلاقھم وشرف نفوسھم وطیب عنصرھم لا تطمح نفوسھم الی ما یتطلع الیہ السفلة والرعاع من استکثار العوض علی الھدیة۔[2]

مناوی نے تیسیر میں کہا کہ وہ اپنے کرمِ اخلاق اور شرافت کے باعث کمینوں کی طرح ہدیہ پر زیادہ معاوضے کے نگراں نہیں رہتے۔

امانت دار

حدیث ۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یملی مصاحفنا الا غلمان قریش وغلمان ثقیف۔ رواہ ابونعیم عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

ہمارے مصحف نہ لکھیں مگر قریش و ثقیف کے لڑکے (یہ باب امانت سے ہوا) اسے ابونعیم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۳ و ۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف وبنی حنیفہ امین کمپنی دہلی ۲۳۳/۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۹۲/۲
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان فلانا اہدی لی ناقۃ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۳۲۳/۱
[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۳۴۹۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴۶/۱۲

ان قریشا اهل صدق وامانة فمن بغی لهم العواثر کبه الله علی وجهه ۔ رواہ الامام الشافعی وابوبکر بن ابی شیبة والامام احمد والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والشاشی و الطبرانی والضیاء عن رفاعة بن رافع الزرقی وابن النجار عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنه ۔

بیشک قریش راستی و امانت والے ہیں تو جو ان کی لغزشیں چاہے اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کردے ۔ اسے روایت کیا ہے امام شافعی اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابن جریر اور شاشی اور طبرانی اور ضیاء نے رفاعہ بن رافع الزرقی سے اور ابن نجار نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ۔

چار خصلتیں

حدیث ۵۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فیهم لخصالا اربعا انهم اصلح الناس عند فتنة واسرعهم اقامة بعد مصیبة واوشکهم کرة بعد فرة وخیرهم لمسکین ویتیم وامنعهم من ظلم المملوك ۔ رواہ ابونعیم فی الحلیة عن المستورد الفهری رضی الله تعالٰی عنه ۔

یعنی قریش یا بنی ہاشم میں چار خصلتیں ہیں فتنہ کے وقت وہ سب سے زائد صلاح پر ہوتے اور مصیبت کے بعد سب سے پہلے ٹھیک ہوجاتے اور لڑائی میں پسپا بھی ہوں تو سب سے جلد تر دشمن پر پلٹ پڑتے ہیں اور مسکین و یتیم و مملوک کے حق میں سب سے بہتر ہیں ۔ اس کو روایت کیا ہے ابونعیم نے حلیہ میں المستورد الفہری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ۔

لے مسند احمد بن حنبل حدیث رفاعہ بن رافع المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۴۰
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۴۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۱۲۸
المعجم الکبیر حدیث ۴۵۴۴ و ۴۵۴۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۴۵ و ۴۶
کے حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبداللہ بن وہب ۴۲۵ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۲۹
کنز العمال بحوالہ حل عن المستورد الفہری حدیث ۳۴۰۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۸
" " " ۳۴۹۰۳ " " " " " " ۱۲/ ۴۰ و ۴۱

نیک عورتیں

حدیث ۷۶ تا ۷۸، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

خیر نساء رکبن الابل صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ رواہ الاحمد[1] و البخاری ومسلم عن ابوھریرۃ و ابوبکر بن ابی شیبۃ عن مکحول مرسلاً وابن سعد فی طبقاتہ عن ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	عرب کی سب عورتوں میں بہتر قریش کی نیک بیویاں ہیں اپنے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے بڑھ کر نگہبان۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مکحول سے مرسلاً اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۷۹، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

الناس معادن کمعادن الذھب و الفضۃ والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیہقی[2] فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

یہیں سے کہتے ہیں کہ: اصل بد از خطا، خطا نہ کند (بد اصل غلطی کا مرتکب رہتا ہے۔ ت)

کُفو میں شادی

حدیث ۸۰ تا ۸۲ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

---

[1] صحیح البخاری کتاب النفقات باب حفظ المرأۃ زوجہا فی ذات یدہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۰۶
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش " " " ۲/۳۰۷-۳۰۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۶۹، ۳۱۹، ۳۹۳، ۵۰۲

[2] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۵۵
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن اسحاق بن صالح الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۰

تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم[1] وفی لفظ فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن واخواتھن۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم والبیھقی والحاکم فی السنن وباللفظ الاٰخر ابن عدی وابن عساکر کلھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ صدرہ عند تمام والضیاء وابی نعیم فی الحلیۃ عن انس وعند ابن عدی والدیلمی عن ابن عمر۔

اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو، کفو میں بیاہ ہو اور کفو سے بیاہ کر لاؤ کہ عورتیں اپنے ہی کنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے اور حاکم نے سنن میں، اور دوسرے الفاظ میں ابن عدی وابن عساکر سب نے ام المؤمنین صدیقہ سے، حدیث کا ابتدائی حصہ تمام، ضیاء اور ابو نعیم کی حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عدی و دیلمی کے ہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دساس۔ رواہ ابن عدی والدارقطنی[2] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ایاکم وخضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء۔ رواہ

گھورے کی ہریالی سے بچو، بری نسل میں خوب صورت عورت ـــــ اس کو روایت

۱؎ سنن ابن ماجہ ابواب النکاح، باب الاکفاء ص ۱۴۲ ؁ السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ ۷/۱۳۳
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تخیروا لنطفکم الخ دار الفکر بیروت ۲/۱۶۳
۲؎ الکامل لابن عدی ترجمہ عیسیٰ بن عبد اللہ الخ دار الفکر بیروت ۵/۱۸۸۳
کنز العمال بحوالہ عد وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۴۴۵۵۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۹۵
۳؎ الکامل لابن عدی ترجمہ ولید بن محمد الموقری دار الفکر بیروت ۷/۲۵۳۵
کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث ۴۴۵۵۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۲۹۶

الراھمہرمزی[1] فی الامثال والدارقطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا ہے رامہرمزی نے امثال میں اور دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۲۰۰۹۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

العرب بعضھم اکفاء، والموالی للموالی اکفاء الاحائک او حجام۔ رواہ البیھقی[3] عن ام المومنین وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے، مگر جولاہا یا حجام۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے ام المومنین و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

نفع آخرت

ظاہر ہے کہ اخلاقِ فاضلہ باعثِ اعمالِ صالحہ ہیں اور اعمالِ صالحہ نفعِ آخرت، اور اس خصوص میں نصوص بکثرت۔

حدیث ۲۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش من مقدمۃ الناس یوم القیمۃ ولولا ان تبطر قریش لاخبرتھا بمالمحسنھا من الثواب عند اللہ۔ رواہ ابن عدی[4] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریش روزِ قیامت سب لوگوں سے آگے ہوں گے اور اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں بتا دیتا کہ ان کے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۵۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۸۲

کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۳۴۵۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۰

[3] السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الصنعۃ فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/۱۳۴ و ۱۳۵

[4] الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن یحیٰی مدنی دار الفکر بیروت ۱/۲۹۹

کنز العمال بحوالہ عد عن جابر حدیث ۳۳۸۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۵

روزِ قیامت حضور سے قریب تر قریش ہوں گے

حدیث ۸۸: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

ان لواء الحمد یوم القیامۃ بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یومئذ العرب۔ رواہ الامام الترمذی الحکیم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بے شک روزِ قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور بے شک اس دن تمام مخلوق میں عرب میرے نشان سے زیادہ قریب ہوں گے۔ اسے روایت کیا ہے امام ترمذی حکیم نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۸۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

اوّل من اشفع لہ یوم القیٰمۃ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من اٰمن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع لہ اوّلًا افضل۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والدارقطنی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہلِ بیت کی شفاعت فرماؤں گا، پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک میں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہلِ یمن جو کہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب، پھر اہلِ عجم، اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے۔

---

[1] شعب الایمان — حدیث ۱۹۱۳ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ۲/۲۳۲
کنز العمال بحوالہ الحکیم طب ھب — حدیث ۳۳۹۲۹ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۲/۳۶
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل العرب — دار الکتاب بیروت — ۱۰/۵۲

[2] المعجم الکبیر عن ابن عمر — حدیث ۱۳۵۵۰ — المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۱۲/۴۲۱
کنز العمال بحوالہ طب ک — حدیث ۳۴۱۴۵ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۲/۹۴

ترجیح قریش کی ہوگی

حدیث ۹۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

لو انی اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکو یا بنی ہاشم۔ رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں دروازہ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں تو اے بنی ہاشم! پہلے میں تمہیں سے شروع کروں۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنۃ اوثر علی بنی عبد المطلب احدا۔ رواہ ابن النجار[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں درہائے جنت کی زنجیر ہاتھ میں لوں اس وقت اولاد عبد المطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن النجار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

حضور سے قرابت

حدیث ۹۲ تا ۹۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی۔ رواہ البزار[3] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک

ہر علاقہ اور رشتہ روزِ قیامت قطع ہو جائیگا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔ اسے روایت کیا ہے بزار اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن الحسن ۵۰۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/۴۳۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عباس حدیث ۳۳۹۰۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۳۳ تا ۲۶۳۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۴۵ و حدیث ۱۱۶۲۱ ۱۱/۲۴۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح بیروت ۷/۱۱۴ والمستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۱۴۲
کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹

وصححه وقال الذهبي اسناده صالح والدارقطني والبيهقي في السنن والضياء في المختارة عن امير المومنين عمر، والطبراني عن ابن عباس وعن المسور بن مخرمة رضي الله تعالٰى عنهم، وهو عند احمد والحاكم والبيهقي عن المسور في حديث اوله فاطمة بضعة مني وحديث الفاروق مع قصة تزوجه سيدتنا ام كلثوم بنت علي رضي الله تعالٰى عنهم رواه سعيد بن منصور في سننه وابن سعد في الطبقات وابو نعيم في المعرفة وابن عساكر بطرق وابن راهويه مختصراً۔

ہیں اور اسے صحیح کہا اور ذہبی نے کہا اس کی سند صالح ہے۔ اور دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں امیر المومنین عمر سے، اور طبرانی نے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور یہ حدیث احمد، حاکم اور بیہقی کے ہاں مسور سے مروی ہے اس حدیث کے اول میں ہے فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مع قصہ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا اپنے ساتھ نکاح، روایت کی سعید بن منصور نے سنن میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور ابن عساکر نے متعدد طرق سے اور ابن راہویہ نے مختصراً روایت کیا ہے۔

حدیث ۵۹ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

كل نسب وصهر ينقطع يوم القيمة الا نسبي وصهري۔ رواه ابن عساكر عن عبد الله بن امير المؤمنين عمر رضي الله تعالٰى عنهما۔

نسبی اور پاچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرے رشتے۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے عبداللہ بن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

ما بال اقوام يزعمون ان قرابتي

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری

---

[۱] السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۶۴/۷ و المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۱۵۸/۳
کنز العمال بحوالہ حم ک حدیث ۳۴۲۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰۸/۱۲
[۲] " " ابن عساکر " ۳۱۹۱۵ " " " ۴۰۹/۱۱

لاتنفع كل سبب ونسب منقطع يوم القيمة الا نسبي وسببي فانهما موصولة في الدنيا والاخرة. رواه البزار۔[1]

قرابت نفع نہ دے گی ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث صحیح میں یوں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا،

ما بال رجال يقولون ان رحم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا تنفع قومه يوم القيمة بلى والله ان رحمي موصولة في الدنيا والاخرة - رواه الحاكم[2] عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه وصححه ابن حجر في غير ما مقام۔

کیا خیال ہے ان شخصوں کا کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت روز قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی، خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔ اسے روایت کیا ہے حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اس کو ابن حجر نے کئی مقام پر صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث ۹۰ تا ۱۰۱ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا،

ما بال اقوام يزعمون ان رحمي لا تنفع بلى حتى حاء وحكم - رواه الحاكم وابن عساكر عن ابي برزة ومعناه عند الطبراني وابن منده والديلمي عن ابي هريرة وابن عمر وعمار معا رضي الله تعالى عنهم اجمعين وبوجه اخر عند الطبراني في الكبير عن ام هانئ رضي الله تعالى عنها وسيأتي۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہاں نفع دے گی یہاں تک کہ قبائل حاء و حکم دو قبیلہ یمن کو۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابی برزہ سے۔ اسی معنی کو طبرانی، ابن منده اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ، ابن عمر اور عمار سے اجتماعی طور پر روایت کیا ہے رضی اللہ عنہم۔ اور ایک اور طریق سے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے، اور ابھی یہ روایت آئے گی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من اہان قریشا اہانہ اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۴

[3] مجمع الزوائد باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۴
" کتاب المناقب باب مناقب ام ہانی رضی اللہ عنہا " " ۹/ ۲۵۷

جنّت میں بلند درجے والا کون!

حدیث ۱۰۲ و ۱۰۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

رأیت کانی دخلت الجنۃ فرأیت لجعفر درجۃ فوق درجۃ زید فقلت ما کنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل ان زیدا لیس بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفرا لقرابتہ منک۔ رواہ الحاکم عن ابن عباس[1] وابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر بن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم مرسلا، وھذا لفظ ملفق بینھما

میں جنّت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب کا درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے، میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے۔ جبریل نے عرض کی کہ زید جعفر سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انھیں حضور سے قرابت ہے۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے ابن عباس سے اور ابن سعد نے طبقات میں محمد بن عمر بن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرسلاً، اور یہ لفظ دونوں میں ملتقط ہے۔

حدیث ۱۰۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من قرأ القرآن فاستظھرہ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ بہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد وجبت لہ النار۔ رواہ ابن ماجۃ[2] والترمذی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

جس نے قرآن حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے اہل خانہ کے دس افراد کے متعلق اس کی سفارش قبول ہوگی جن پر جہنم واجب ہوچکی تھی۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور ترمذی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۴
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۱۰
[2] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل قاری القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

شفاعت اور مغفرت

حدیث ۱۰۵: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

الحاج یشفع فی اربع مائۃ من اھل بیت او قال من اھل بیتہ ویخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔ رواہ البزار[۱] عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

چار سو عزیزوں قریبوں کے حق میں حاجی کی شفاعت قبول ہوگی۔ حاجی گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس کو روایت کیا ہے بزار نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۱۰۶: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

الشھید یشفع فی سبعین من اھل بیتہ۔ رواہ ابوداؤد[۲] وابن حبان فی صحیحہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شہید کی شفاعت اس کے ستر اقارب کے بارے میں مقبول ہوگی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

الشھید یغفر لہ اول دفقۃ من دمہ ویزوج حوراوین ویشفع فی سبعین من اھل بیتہ رواہ الطبرانی[۳] فی الاوسط بسند حسن عن ابی ھریرۃ

شہید کے بدن سے پہلی بار جو خون نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے، اور دم نکلتے ہی دو حوریں اس کی خدمت کو آجاتی ہیں، اور اپنے گھر والوں سے ستر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ اھ

---

[۱] کنز العمال بحوالہ البزار عن ابی موسٰی حدیث ۱۲۰۴۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۱۲
الترغیب والترہیب بحوالہ البزار کتاب الحج حدیث ۱۵ مصطفی البابی مصر ۲/۱۹۶
مجمع الزوائد " باب دعاء الحاج والعمار دار الکتاب بیروت ۳/۲۱۱
[۲] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الشہید یشفع آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۱
موارد الظمآن حدیث ۱۶۱۲ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۸۸
[۳] المعجم الاوسط حدیث ۳۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۱۸۱

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

طبرانی نے اوسط میں بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۸ و ۱۰۹: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

للشهيد عند الله سبع خصال (الى ان قال) ويشفع في سبعين انسانا من اقاربه۔ رواه[1] احمد بسند حسن والطبراني في الكبير عن عبادة بن الصامت والترمذي وصححه وابن ماجة عن المقدام بن معديكرب رضي الله عنهما.

شہید کے لئے اللہ کے یہاں سات کرامتیں ہیں، ہفتم یہ کہ اس کے اقربا سے ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا گیا۔ اس کو احمد نے بسندِ حسن اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت سے اور ترمذی نے اور اسے صحیح کہا اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۱۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

يصف الناس يوم القيمة صفوفا فيمر الرجل من اهل النار على الرجل فيقول يا فلان اما تذكر يوم استسقيت فسقيتك شربة فيشفع له ويمر الرجل على الرجل فيقول اما تذكر يوم ناولتك طهورا فيشفع له ويقول يا فلان اما تذكر يوم بعثتني في حاجة كذا اذهبت لك فيشفع له۔ رواه ابن[2] ماجة عن انس۔

لوگ روزِ قیامت پرے باندھے ہوں گے، ایک دوزخی ایک جنتی پر گزرے گا اس سے کہے گا کیا آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا، اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک دوسرے پر گزرے گا کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کو پانی دیا تھا، اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا۔ ایک کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والطبرانی کتاب الجہاد حدیث ۲۷ مصطفےٰ البابی مصر ۲/ ۳۲۰
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۹-۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۲

[2] " " " کتاب الادب باب فضل صدقۃ الماء " " " ص ۲۷۰

۲۳ ۔

1/1

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر اسکی شفاعت کریگا ۔ اسکو ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا

ایک روایت میں ہے کہ جنتی جھانک کر دوزخی کو دیکھے گا ایک دوزخی اس سے کہے گا "آپ مجھے نہیں جانتے" وہ کہے گا "واللہ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، افسوس تجھ پر تو کون ہے" وہ کہے گا "میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلادیا تھا اس کے صلہ میں اپنے رب کے حضور میری شفاعت کیجئے" وہ جنتی اللہ عزوجل کے زائروں میں اسکے حضور حاضر ہو کر یہ حال عرض کریگا ۔ کہے گا "یا رب شفعنی اے میرے رب! تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما" فیشفعہ اللہ مولیٰ عزوجل اس کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا۔ رواہ ابو یعلیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]

دو یتیموں کی دیوار اور اصلاح اعمال

جب مقبولانِ خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلادیا یا وضو کو پانی دے دیا، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جزء ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہیے بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین سے علاقۂ نسب کا ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے،

واما الجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما و یستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک[2]

وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، اور ان کا باپ نیک تھا، تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے ان کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ "آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے" خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ،

---

[1] مسند ابو یعلیٰ حدیث ۳۹۹۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/۱۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/۸۲

"یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے، دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا، لوگ لے جاتے، لہٰذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔"

علماء فرماتے ہیں، وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا۔

حدیث ۱۱۱ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

حفظ الصلاح لابیھما وما ذکر عنھما صلاحا۔

ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا اور کچھ نصائح و مواعظ۔

کما رواہ ابنا ابی حاتم و مردویۃ فی تفاسیرھما عن ابی ذر وھذا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھما کلاھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والشیرازی فی الالقاب والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ۔

جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویہ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول سے۔

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ، نتیجہ ان کے باپ کی صلاح کا تھا،

رواہ الامام عبد اللہ بن المبارک و

اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن مبارک اور

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۶/۶

الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزہد وابن المنذر وابن ابی حاتم ۴/۲۳۵

" " بحوالہ حاتم وابن مردویہ والبزار عن ابی ذر رضی اللہ عنہ مکتبۃ آیۃ اللہ قم ایران ۴/۲۳۴

" " بحوالہ الخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس ۴/۲۳۵

تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/۲۳۷۵

۲۱ الامام احمد[۱] فی الزھد وسعید ابن

۱۴ منصور فی سننہ وایضا المنذر و

ابی حاتم فی تفاسیرھما والحاکم فی المستدرک۔

امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذر و ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں۔

حدیث ۱۱۲ تا ۱۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فما یزالون فی ستر من اللہ و عافیۃ ۔ رواہ ابن مردویۃ[۲] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من قولہ وھذا لفظہ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارک و ابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفاً۔

بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی صلاح فرما دیتا ہے، اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کا قول روایت کیا اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اسی کے معنی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفاً روایت کیا۔

اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۵ کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[۳] فی الزھد۔

اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔ اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

---

[۱] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۲۳۵

[۲] تفسیر ابن ابی حاتم " " " " " " " مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس و ابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰے عنہما ۴/ ۲۳۵

" " بحوالہ ابن مبارک و ابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفاً ۴/ ۲۳۵

[۳] " بحوالہ احمد فی الزھد تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا ۴/ ۲۳۵

حدیث ۱۱۶: سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

طوبیٰ لذریۃ المؤمن ثم طوبیٰ لھم کیف یحفظون من بعدہ۔

مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے، پھر خوبی وخوشی ہے کیسی، اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجه ابن ابی شیبة واحمد فی الزھد و ابن ابی حاتم عن خیثمة۔[1]

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں اور ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے۔

وقال اللہ عزوجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا):

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیء۔[2]

اور وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی تابع ہوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا۔

حدیث ۱۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ یرفع ذریۃ المؤمن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقر بھم عینیہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

پھر یہی آیت کریمہ من شیء تک تلاوت کی، اور اس کی تفسیر میں فرمایا:

مانقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔

رواہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھناد وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم[3]

ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اس کے سبب والدین کا کچھ اجر کم نہ فرمایا۔ اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور اسکو سعید بن منصور، ھناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم،

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت آیہ وکان ابوھما صالحا ۴/۲۳۸
الزہد للامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسیٰ علیہ السلام دار الریان للتراث قاہرہ ص ۶۲

[2] القرآن الکریم ۵۲/۲۱

[3] الدر المنثور بحوالہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم ۶/۱۱۹
" " " سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی " " " ۶/۱۱۹

والبیہقی فی سننہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ۔

حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۰ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنۃ سأل عن ابویہ وذریتہ وولدہ فیقال انہم لم یبلغوا درجتک وعملک فیقول یارب قد عملت لی ولہم فیؤمر بالحاقہم بہ۔ رواہ عنہ الطبرانی[1] وابن مردویہ۔

جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملا دئے جائیں۔ اسے طبرانی نے وابن مردویہ نے اس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کریمۂ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم ذریۃ المومن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل اٰبائہم ارفع من منازلہم لحقوا اٰبائہم ولم ینقصوا من اعمالہم التی عملوا شیئا۔ رواہ عنہ ابن ابی حاتم[2]۔

یہ ذریت مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں، اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان کی منزلوں سے بلند تر ہوئے تو اپنے باپ دادا سے ملا دئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویہ تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتہم ذریاتہم الخ ۶/ ۱۱۹

[2] ابن ابی حاتم ۶/ ۱۱۹

وعدنی ربی فی اھل بیتی من اقر منھم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبھم۔ رواہ الحاکم[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ ھو ثم ابن حجر فی صواعقہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اور اسے صحیح کہا، پھر ابن حجر نے اپنی صواعق میں۔ اور اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں جو دونوں جہان کا رب ہے۔

حدیث ۱۲۶ و ۱۲۷ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا علی ان اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین و ذراریتنا خلف ظھورنا۔ رواہ ابن عساکر[2] عن علی والطبرانی فی الکبیر عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اے علی! سب میں پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے میں ہوں اور تم، حسن اور حسین، اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت ہوں گی۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

حدیث ۱۲۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اول من یرد علی الحوض اھل بیتی ومن احبنی من امتی۔ رواہ الدیلمی[3] عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنیوالے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ اسے روایت کیا ہے دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۲۹ کہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

[2] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۲۱
کنز العمال بحوالہ طب عن محمد بن عبید اللہ حدیث ۳۴۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۴

[3] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی حدیث ۳۴۱۷۸ " " " ۱۲/ ۱۰۰

اللھم انھم عترۃ رسولک فھب مسیئھم لمحسنھم وھبھم لی۔ الٰہی! وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکار ان کے نکوکاروں کو دے ڈال، اور ان سب کو مجھے ہبہ فرمادے۔

پھر فرمایا: ففعل مولیٰ تعالٰی نے ایسا ہی کیا۔ امیر المومنین نے عرض کی: ما فعل کیا کیا؟ فرمایا:

فعلہ ربکم بکم ویفعلہ بمن بعدکم. رواہ الحافظ المحب الطبرانی[1] عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ. یہ تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا جو تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ اسکو روایت کیا حافظ محب طبرانی نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ سے۔

تنبیہ نبیہ اور نتیجہ

اقول: ان نصوص جلیلہ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ:

(۱) حدیث مسلم:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2]. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہوا اسکا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔

میں نفی نفع مطلق ہے نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمۂ الحقنا بھم ذریتھم[3] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کریمہ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون[4] (تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے) کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

---

[1] طبرانی

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۵۲/۲۱

[4] القرآن الکریم ۲۳/۱۰۱

الاتری قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھتے نہیں رب اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ ت)، ولا یتساءلون (اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔ ت) مع قولہ عزوجل، واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون[1] (اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ ت)

روی سعید بن منصور فی سننہ وابنا حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، قال انھا مواقف فاما الموقف الذی لاانساب بینھم ولایتساءلون عند الصعقۃ الاولٰی لاانساب بینھم فیھا اذا صعقوا فاذا کانت النفخۃ الاخرۃ فاذاھم قیام یتساءلون[2]

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور پسران حمید ومنذر، اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف (منازل حضوری) چند ہیں، لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ انکے ذریعہ سفارش، وہ صعقۂ اولٰی (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہوئے اٹھیں گے، اور جب صعقۂ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہو کر رشتوں سے سوال کریں گے۔

(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام و نفع آخرت بلاشبہ ثابت، تو امثال حدیث: الالافضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود[3] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث: انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوٰی[4] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوٰی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[5] (بے شک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو پرہیزگار ہے) سلب فضل کلی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔

(۴) حدیث: لااغنی عنکم من اللہ شیئا[6] (میں تم کو اللہ سے کچھ بھی سبے نیاز

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۵۲

[2] الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور وابنا حمید المنذر وابی حاتم، تحت آیۃ فلا انساب بینہم ۵/۱۵

[3] الترغیب والترہیب الترہیب من احتقار المسلم حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/۶۱۲

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/۶۱۲

[5] القرآن الکریم ۴۹/۱۳

[6] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۴

نہیں کروں گا) میں نفیِ اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سلبِ اغنائے عطائی، کہ حدیث متواترہ شفاعت واجماعِ اہلِ سنت کے خلاف ہے، جیسا کہ وہ طاغی باغی سرکش اپنی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے :

پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار کی ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں، اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے' وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا' سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے[1]۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، اس کا رد بلیغ تو فقیر کی کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء" میں دیکھئے اور یہاں خاص اس لفظ پر بعض حدیثیں سنئے۔ اس میں حدیث پوری یوں ہے کہ :

امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بالیاں ایک بار ظاہر ہو گئیں اس پر ان سے کہا گیا :

ان محمدا لایغنی عنك من اللہ شیئا۔ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمہیں نہ بچا سکیں گے۔

وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ما بال اقوام یزعمون ان شفاعتی لاتنال اھل بیتی ان شفاعتی تنال حاء وحکم۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو زعم کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نہ پہنچے گی۔ بے شک میری شفاعت ضرور قبیلہ حاء وحکم کو بھی شامل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔

(۵) حدیث ۹۵ کے بعد جو ایک روایت بزار سے گزری اس کے قصے میں اس کی نظیر حضرت صفیہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴/۴۳۴

بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک پسر کی وفات پر آواز رو ئیں، ان سے وہی کہا گیا،

ان قرابتك من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تغنی عنك من اللہ شیئا[1]	محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت اللہ کے یہاں کچھ کام نہ دے گی۔

حضور سے رشتہ وعلاقہ مضبوط تر ہے

ایک موقع پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماکر برسر منبر ان کا وہ نزد جلیل ارشاد فرمایا کہ،

"کیا ہوا انھیں جو میری قرابت نافع نہیں بتاتے، ہر رشتہ وعلاقہ قیامت سے قطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

رواہ کما تقدم البزار[2]

امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:

قال المحب الطبری وغیرہ من العلماء انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لا یملك لاحد شیئا لا نفعا ولا ضرا لکن عز وجل یملکہ نفع اقاربہ بل وجمیع امتہ بالشفاعۃ العامۃ والخاصۃ فھو لا یملك الا ما یملکہ لہ مولاہ کما اشار الیہ بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا وکذا معنی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	محب طبری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بنفسہٖ) کسی چیز کے مالک نہیں نہ نفع کے نہ نقصان کے، ہاں اللہ عزوجل نے ان کو مالک بنایا ہے اپنے اقارب بلکہ اپنی تمام اُمت کے نفع کا، شفاعت عامہ وخاصہ کے ذریعہ۔ تو وہ بذاتِ خود مالک نہیں ہیں، ہاں انکے مولیٰ نے ان کو مالک بنایا ہے، جیسا کہ اس طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشاد گرامی میں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مگر یہ کہ تمہارے لئے ایک تعلق ہے ——— اور یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ

[1] و [2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

لا اغني عنكم من الله شيئا اي بمجرد نفسي من غير ما يكرمني به الله تعالى من نحو شفاعة او مغفرة وخاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث على العمل والحرص على ان يكونوا اولى الناس حظا في تقوى الله تعالى وخشيته ثم اومأ الى حق رحمه اشارة الى ادخال نوع طمأنينة عليهم وقيل هذا قبل علمه صلى الله تعالى عليه وسلم بان الانتساب اليه ينفع وبانه يشفع في ادخال قوم الجنة بغير حساب ورفع درجات آخرين واخراج قوم من النار[1]

علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کے نزدیک تمہیں کسی کام نہ آؤں گا یعنی بطورِ خود ماسوائے اس کے جس کی اللہ تعالیٰ مجھے کرامت بخشے گا جیسے شفاعت یا مغفرت۔ اور ان سے خطاب فرمایا اس کے ساتھ (تمہیں نفع نہ دوں گا) مقام تخویف کی رعایت کرتے ہوئے اور عمل پر ابھارنے اور اس بات پر حرص دلانے کے لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی خشیت میں لوگوں میں بہتر نصیبے والے ہوں۔ پھر اشارہ فرمایا اپنے حقِ تعلق کی جانب، اشارہ فرمایا اس قول تک کہ فرمایا انہیں اطمینان دلادیا اور کہا گیا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ کی طرف انتساب نفع دیتا ہے، اور اس بات کے جاننے سے پہلے کہ وہ اُمت کو جنت میں بغیر حساب داخل کرے گا، اور درجوں پر درجہ بلند کرنے اور اُمت کو دوزخ سے نکالنے میں شفیع ہوں گے۔ (م)

اسی میں بعض احادیث نفع نسب کریم ذکر کرکے فرماتے ہیں،

ولا ينافي هذه الاحاديث ما في الصحيحين وغيرهما انه لما نزل قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين فجمع قومه ثم عم وخص بقوله لا اغني عنكم من الله شيئا حتى قال يا فاطمة بنت محمد صلى الله تعالى عليه وعليها وسلم اما كان

اور یہ احادیث منافی نہیں ہے ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول لا اغنی عنکم من اللہ شیئا کو عام و خاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم) یا تو اس لئے کہ

---

1. الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۵

هذه الرواية محمولة على من مات كافرا او انها اخرجت مخرج التغليظ والتنفير او انها قبل علمه بانه يشفع عموما وخصوصا[1]

یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرا، یا یہ کہ روایت تغلیظ و تنفیر کے طور پر بیان ہوئی یا یہ کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ شفاعت عامہ وخاصہ فرمائیں گے۔ (م)

علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث "کل سبب ونسب" فرماتے ہیں:

لا يعارضه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لاهل بيته لا اغنى عنكم من الله شيئا لان معناه انه لا يملك لهم نفعا لكن الله يملكه نفعهم بالشفاعة فهو لا يملك الا ما ملكه ربه[2]

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے اہل بیت سے لا اغنی عنکم فرمانا اس حدیث کے معارض نہیں اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے نفع کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاعت کے ذریعہ ان کے نفع کا مالک بنائیگا، پس وہ نہیں ہیں مالک مگر اس کے جس کا ان کو ان کے رب نے مالک بنایا۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

غایت انذار و مبالغہ در آنست ولا فضل بعضے ازیں مذکورین ودر آمدن ایشاں بہشت را وشفاعت آں سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مرعصاۃ امت را چہ جائے اقربائے خویشاں وے باحادیث صحیحہ ثابت شدہ است وباوجود آں خوف لاابالی باقیست وایں مقام تقاضائے ایں حال گرد و تواند کہ احادیث فضل وشفاعت بعد ازاں ورود یافتہ باشند وبالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالےٰ بانذار

اس میں غایت اور انذار اور مبالغہ ہے اور ان مذکور حضرات کی دیگر بعض سے فضیلت اور آنا ان کا بہشت میں اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم گنہگار امت کی شفاعت کرنا چہ جائے کہ اپنے اقرباء کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئی ہے اور باوجود خوف لاابالی باقی ہے اور یہ مقام اس حال کا متقاضی ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ فضیلت وشفاعت والی احادیث اس کے بعد وارد ہوئی ہیں، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[1] الصواعق المحرقۃ باب الحث علی حبہم والقیام بواجب حقہم مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۳۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل سبب ونسب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۱۳

پس ہتشاں کرد ایں امرارا[1] سے آپ اس انذار کو بیان کرنے پر مامور تھے، پس آپ نے اس امر کو واضح طور پر پورا کیا۔

تفاضلِ انساب

بالجملہ تفاضلِ انساب بھی یقیناً ثابت، اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت، اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر و ضائع و برباد جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیار سے ہائل اور اسی پر نظر فقیر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل۔

تعظیم نہ کرنے والے پر لعنت اور وعید

حدیث ۱۳۰ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلث اما منافق واما لزنیۃ و اما امرؤ حملت بہ امہ علی غیر طہر رواہ الدیلمی وابن عدی والبیہقی فی الشعب واٰخرون عن علی کرم اللہ وجہہ۔

جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ اسے روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔[2]

حدیث ۱۳۱ تا ۱۳۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذلک من اذل اللہ و

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ انہیں لعنت فرمائے، اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، کتاب اللہ میں بڑھانے والا (جیسے رافضی کچھ آیتیں سورتیں جدا بتاتے ہیں) اور تقدیر الٰہی کا

۱؎ اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ کتاب الرقاق باب در لواحق و تتمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۶۲

۲؎ الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۲۶

يدخل من امر الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتی ما حرم الله و التارك لسنتی .رواه الترمذی[1] و الحاکم عن ام المؤمنین والحاکم عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہم اولہ سبعۃ لعنتھم وزاد المستأثر بالفئ و سندہ[2] حسن۔

جھٹلانے والا، اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے، اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا اور میری عترت کی ایذا وبے تعظیمی روا رکھنے والا اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے۔ اسے روایت کیا ہے ترمذی اور حاکم نے ام المؤمنین سے اور حاکم نے علی سے اور طبرانی نے عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جس کا آغاز یوں ہے سبعۃ لعنتھم اس میں والمستأثر بالفئ کا اضافہ ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان یبارك له فی اجله و ان یمتعه الله بما خوله فلیخلفنی فی اهلی خلافة حسنة ومن لم یخلفنی فیهم بتك عمره و ورد علی یوم القیمة مسودا وجهه. رواه ابو الشیخ[3] فی تفسیره وابو نعیم عن عبد الله بن بدر الخطمی۔

جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو خدا اسے اپنی دی ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے تو اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے۔ جو ایسا نہ کرے اس کی عمر کی برکت اڑ جائے اور قیامت میں میرے سامنے کالا منہ لے کر آئے۔ اس کو روایت کیا ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن بدر خطمی سے۔

حدیث ۱۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان لله عزوجل ثلث حرمات فمن حفظهن حفظ الله دینه ودنیاه

بے شک اللہ عزوجل کی تین حرمتیں ہیں، جو ان کی حفاظت کرے اللہ تعالٰی اس کے دین و دنیا

---

[1] سنن الترمذی کتاب القدر باب ۱۷ حدیث ۲۱۶۱ دار الفکر بیروت ۴/ ۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۳۶ و کتاب التفسیر ۲/ ۵۲۵ و کتاب الاحکام ۴/ ۹۰
[2] المعجم الکبیر حدیث ۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۴۳
[3] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ و ابی نعیم حدیث ۳۴۱۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۹

۲۳ ومن لم یحفظهن لم یحفظ اللّٰه دینه ولا دنیاه وحرمة الاسلام وحرمتی وحرمة رحمی. رواه ابو الشیخ و ابن حبان والطبرانی۔ [1]

محفوظ رکھے، اور جو ان کی حفاظت نہ کرے اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی، ایک اسلام کی حرمت، دوسری میری حرمت، تیسری میری قرابت کی حرمت۔ اسے روایت کیا ہے ابوالشیخ، ابن حبان اور طبرانی نے۔

نسب پر فخر کرنا جائز نہیں

- ○ ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔
- ○ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔
- ○ دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔
- ○ انہیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔
- ○ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔
- ○ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔

احادیث جو اس باب میں آئیں انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں وباللہ التوفیق۔ خدمت گاری اہلبیت مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ بیان ایک رسالہ ہوگیا لہذا بلحاظ تاریخ اس کا نام اِراءَۃُ الْاَدَبْ لِفَاضِلِ النَّسَبْ رکھنا انسب، واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ بنظر عمر بڑا ہے اور بنظر فضل ہر عالم وصالح اگرچہ جوان ہو، اور بنظر نسب ہندوستان میں دو محاورے ہیں، ایک یہ کہ سید مغل پٹھان کے سوا باقی ہر قوم کا مسلمان شیخ ہے، یوں اس کا اطلاق عام ہے جیسے ابتداءً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ اسی محاورے پر مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں، ؎

گفت می آئینہ ام مصقول دوست ترک وہندو در من آں بیند کہ اوست [2]

(اس نے کہا کہ میں دوست کا صاف شیشہ ہوں کہ ترک اور ہندوستان کے لوگ مجھ میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن ابی سعید حدیث ۳۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۴
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۸۱ ۳/ ۱۲۶ و المعجم الاوسط حدیث ۲۰۵ ۱/ ۱۶۲

[2] مثنوی معنوی دربیان آنکہ جنبیدن ہر کسے از آنجاست کہ وے ہست ہر کسے نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۹۴

جدید

دوسرے چار شریف قوموں سے ایک اس طرح البتہ جوان میں کا نہ ہو اور اپنے آپ کو شیخ بتائے وہ وعید شدید:

من ادعی الی غیر ابیه فالجنة علیه حرام. رواه احمد[1] والبخاری و مسلم وابوداؤد وابن ماجة عن سعد وعن ابی بکرة معًا رضی الله تعالٰی عنهما.

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سعد سے اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معًا

میں داخل ہے ——— اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا. رواه الستة الا ابن ماجة[2] عن امیر المومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه وصدره رواه احمد وابن ماجة وابن حبان عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما. والله تعالٰی اعلم.

جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ روز قیامت نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔ اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ نے روایت کیا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور اس کا ابتدائی حصہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبه عبده المذنب عبد المصطفٰی احمد رضا عفی عنه بمحمدن المصطفٰی صلی الله تعالٰی علیه وسلم

رسالہ اراءة الادب لفاضل النسب ختم ہوا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/۶۱۹ و کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیه ۲/۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیه وھو یعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۱
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱ و مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص ۱/۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۹

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ۱/۴۴۲ و کتاب العتق باب تحریم تولی العتیق غیر موالیه ۱/۴۹۵
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب من ادعی الی غیر ابیه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۲۸

رسم و رواج

ریاء و تفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ

مسئلہ ۶۷: از اوجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ درسلہ محمد یعقوب علی خاں ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے اکمل الکاملین شریعت و مفتیان افضل الفضلاء طریقت دریں مسئلہ کہ در ماہ رمضان المبارک کہ شب بست و ہفتم مساجد را ابتناء دیل و بہ تقریب جلسہ مولد شریف مکان را منقش و آلات بلا تصویر و فانوس وغیرہ منور سازند سوائے مال وقف و بر اعراس خانقاہ بزرگان دین و مزار نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروشنی روشن نمایند درست ست یا حرام؟ بیان فرمایند بسند عبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علماء کاملین علماء شریعت اور فاضلین مفتیان طریقت اس مسئلہ میں کہ لوگوں کا ستائیسویں شب رمضان کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا، روشنیوں کا خصوصی اہتمام کرنا، میلاد شریف کی تقریبات کے لئے مکانات کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا، بزرگان دین کے سالانہ عرسوں میں خانقاہوں پر اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے مزار پُر انوار پر اس قسم کا بندوبست کرنا سوائے مال وقف کے درست ہے یا حرام؟ بحوالہ کتب مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے۔ اللہ تعالٰی سب پر رحمت فرمائے۔ (ت)

الجواب

تزیین مذکور شرعاً جائز است قال تعالیٰ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده[1] بچنان روشنی بقدر حاجت و مصلحت نیز و حاجت باختلاف ضیق وسعت مکان و قلت و کثرت مردمان و وحدت و تعدد منازل وغیرہ ذالک مختلف گردد در منزلے تنگ و مجمع قلیل دو سہ چراغ بابیں یکے بسند است و در دار وسیع و مجمع کثیر و منازل عدیدہ حاجت تا بدہ و بست و بیشتر می رسد امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بماہ رمضان شب بمسجد درآمد چراغان دید کہ مسجد درخشان و نور افشاں شدہ است امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بدعا یاد کرد و گفت نورت مساجدنا نور الله قبرك يا ابن الخطاب[2] ای ابن خطاب مساجد ما را نورآگیں کردی خدائے گورت پرنور کناد و مسئلہ شمع در مقابر و مزارات اولیاء و غیرہم را فقیر در رسالہ مستقلہ مسمّیٰ بہ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور بروجہ

مذکورہ زیب و زینت شرعاً جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، فرما دیجئے کہ اس زینت و زیبائش کو کس نے حرام ٹھہرا دیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کشادگی، لوگوں کی قلت و کثرت، منازل کی وحدت و تعدد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کیلئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رمضان شریف میں رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائے تو مسجد کو چراغوں سے منور اور جگمگاتے ہوئے دیکھا کہ ہر سمت روشنی پھیل رہی تھی آپ نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بذریعہ دعا یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے فرزند خطاب! تم نے ہماری مساجد کو منور و روشن کیا اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور

---

[1] القرآن الکریم ۷/۳۲

[2] تاریخ الخلفاء فصل فی اولیات عمر رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

تمامتر روشنی و پرنور کردہ ام و نیز آنجا تحقیق نمودہ کہ حدیث والمتخذین علیہا السرج[1] کہ مخالفان دریں باب بآں چنگ زنند بقطع نظر ازانکہ در سندا و باذام ضعیف درایۃً نیز مخالفت را خیرنافع ست آرے روشنی لغو و فضول را چنانکہ بعضے مردمان شب ختم قرآن یا در بعض اعراس بزرگان کنند کہ صدہا چراغ بترتیب عجیب وضع غریب زیر و بالا و برابر نہند درکتب فقہیہ چو غمز العیون وغیرہ بنظر اسراف منع فرمودہ اند و شک نیست کہ جائیکہ اسراف صادق ست اجتناب قطعاً لازم و لائق است، واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

فرمائے۔ قبرستان اور مزارات پر شمع جلانے کے مسئلہ کو فقیر نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے رسالے کا نام ہے طوالع النور فی حکم السرج علی القبور (نور کے نورانی مطالع قبروں پر چراغاں کرنے کے حکم کے بیان میں۔ ت) میں نے اس میں یہ تحقیق بھی پیش کی ہے کہ حدیث میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی جانے والی روایت سے مخالفین جو استدلال اور سہارا لیتے ہیں اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس حدیث کی سند میں باذام نامی راوی ضعیف ہے۔ از روئے عقل بھی مخالفین کے لئے مفید نہیں، البتہ روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب و غریب وضع و ترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۰: از جالندھر محلہ راستہ چھکوارہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

بعض لوگ جناب پیران پیر کا پیوند دیتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھتے ہیں اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں اور اسی طرح دوسرے برس ۱۲ یا ۱۵ سال تک جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچا دے وہ ہنسلیاں اور لڑکے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس دار الفکر بیروت ۱/۲۲۹
جامع الترمذی باب کراہیۃ ان یتخذ علی القبر مسجداً امین کمپنی دہلی ۱/۴۳

کی قیمت کرواکے اس کا دسواں حصہ جناب پیران پیر کے نام سے دیتے ہیں اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے۔ اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل ہے یا بھینسا ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے بیاہنے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کرکے اس کا جلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتی کہ وہ بودا ہو کر گر پڑے اور پڑا پڑا بودا ہو جائے۔ اور کھیتوں سے بھی حصہ پیر صاحب کے نام دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟ اور نیز بودی یعنی چوٹی مثل قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے تو پیر صاحب کی بودی بتلاتے ہیں، اور ایسے ہی مدار پیر کی چٹا پھر مدت معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت ادب کے ساتھ اپنی رسمیں پوری کرکے منڈواتے ہیں اور جو شخص اس دسوندی بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اس قیمت اور غلیاں کے دسویں حصہ سے نیاز لیتا ہے آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ان نقت سے کہ کافروں کے نام رکھے کما صرح بہ فی التسمی بیوحنا وغیرہ (جیساکہ یوحنا نام رکھنے کے متعلق فقہائے تصریح فرمائی ہے) اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے فان ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] (کیونکہ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ت) اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے اور یہ اعتقاد کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے اگر اس معنی پر سمجھے ہیں کہ یوں کریں گے تو بچے گا ورنہ مر جائے گا تو سخت جہل ہے بیہودہ اعتقاد مردود مشابہ خرافات ہنود وغیرہم کفار ہنود ہے۔ ہاں اگر ان بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اسی قدر کرتے کہ مولٰی عزوجل کے نام پر محتاجین کو صدقہ دیتے اور اس کا ثواب نذر روح پر فتوح حضور پرنور غوث الثقلین غیث الکونین صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کرتے اور نیت یہ ہوتی کہ رب تبارک وتعالٰی صدقے کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور بوجہ ایصال ثواب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برکات رضا و دعا و توجہ شامل حال ہوں گے اور ان پر محبوب کریم رضوان اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں عقیدت و نیازمندی کے اظہار سے اللہ سبحنہ وتعالٰی خوش ہوگا اور اس کی خوشی جالب رحمت وسالب زحمت ہوگی اور حیات نہ ہوگی مگر وقت معہود تک اور موت نہ آئے گی مگر اجل معلوم تک تو یہ اعتقاد وعمل

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

صحیح وبے خلل ہوتے، واللہ یہدی من یشاء الٰی صراط مستقیم (اللہ تعالٰی جسے چاہتا سیدھا راستہ دکھاتا ہے یعنی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ ت)

(۲) یونہی جانوروں کی کھیت کا دسواں حصہ اگر ان خیالات باطلہ کے طور پر ہے تو مذموم اور صرف اس طریق صحیح پر ہو تو ایک تصدّق ہے جس سے دفع بلا مقصود اور بیشک صدقہ رد بلا کرتا اور باذنہٖ تعالٰی موت سے بچاتا ہے اگرچہ قضائے الٰہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں نطقت بذلك احادیث جمۃ تغنیك عن سردھا شھرتھا فی الامۃ (ان باتوں پر جملہ احادیث ناطق ہیں کہ جن کا امت میں مشہور ہونا ہی تمہیں ان کی تفصیل پیش کرنے کی ضرورت سے بے نیاز کردے گا۔ ت) رہی پل ہونے اور بیاہنے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد عمل باطل کے ساتھ نہیں نہ اُسے تخصیص شرعی وضروری سمجھا جائے تو لاینفع ولایضر (تو وہ مفید ہے نہ مضر۔ ت) ہے کسائر التخصیصات العرفیۃ التی لاحاجز علیہا من الشرع (باقی تخصیصات عرفیہ کی طرح کہ شریعت میں جن کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ ت)

(۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر اُن کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعت جدیدہ نکالنا اور بحیرہ وسائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رد وانکار شدید خود قرآن مجید میں موجود،

وقال تعالٰی وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم الٰی قولہ تعالٰی سیجزیھم بما کانوا یفترون[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کردی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھاسکے گا جسے ہم چاہیں گے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک، عنقریب اللہ تعالٰی انھیں سزا دے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں۔ (ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالٰی سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔

(۴) کھیت میں سے حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذات مقصود یا یہ سمجھتے ہیں کہ یوں نہ کریں گے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہوکر مضرت دیں گے کوئی بلا پہنچے گی تو یہ سب اعتقادات باطلہ وفاسدہ وبدعات سیئہ ہیں اور اگر یوں نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے لئے تصدق منظور، تو کھیتوں میں ایسا حصہ دینا خود قرآن عظیم میں مطلوب،

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۳۸

قال تعالٰی وآتوا حقه يوم حصاده[1] (لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کردیا کرو (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمت قصّہ اصحاب الجنّہ میں مذکور،

قال تعالٰی فتنادوا مصبحين ٥ ان اغدوا على حرثكم ان كنتم صارمين ٥ فانطلقوا وهم يتخافتون ٥ ان لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين[2] الآيات۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وہ چلنے لگے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمہارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہئے (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنے دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذر روح اقدس کرنا اس عمل طیب میں طیب و خوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدہ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اس صورت میں اسے،

وجعلوا لله مما ذرا من الحرث والانعام نصيبا فقالوا هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا[3] الآية۔ جو کھیتی اور جانور اللہ تعالٰی نے پیدا کئے ان میں انہوں نے اللہ تعالٰی کا ایک حصہ مقرر کیا ہے، پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالٰی کا حصہ ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا، الآیۃ (ت)

میں داخل کرنا محض جہالت و زبان زوری ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنی ناجائز اور فعل مذکور رسوم ملعونہ کفار سے تشبّہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص اموال مذکورہ بروجوہ مذمومہ سے صدقہ لیتا ہے اگر اُن اعتقادات باطلہ میں اُن کا شریک ہو تو خود بھی فاسق و مبتدع ہے جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ورنہ اُن کے لینے سے احتراز چاہئے مگر اُن کے فسق و بدعت کا وبال اس کے سر نہ ہوگا۔

قال تعالٰی ولا تزر وازرة وزر اخرى[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ٦/١٤١
[2] القرآن الکریم ٦٨/٢١ تا ٢٤
[3] القرآن الکریم ٦/١٣٦
[4] القرآن الکریم ٦/١٦٤

اور اگر وہ صدقات اُن شرعی طریقوں پر ہیں جو ہم ذکر کر آئے اور یہ شخص محلِ صدقہ لینے میں اصلاً حرج نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی مرسلہ میلاد خواں یکشنبہ ۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ اکثر برادری میں جو کھانے ہوتے ہیں ان کا قاعدہ یہ ہے کہ لیسا اوقات نیت اس کے اندر ریاء وتفاخر کی ہوتی ہے اور اس رسم کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص برادری والا ناداری کی وجہ سے نہ کھلا سکے تو اس کو طعنہ دیتے ہیں اور اس کو ایسا لازمی امر خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نہ کھلائیں گے تو برادری میں ہماری ناک کٹ جائے گی اور اگر پاس نہیں ہوتا تو اس کام کے لئے سُودی روپیہ قرض لیتے ہیں، پس عرض ہے کہ اس کھلانے کا طعنہ دینے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ کھلانا اگر ریاء وتفاخر کی نیت سے ہے تو حرام ہے۔ اگر طعنہ بے جا سے بچنے کو ہے تو اسے مباح اور طعنہ دینے والوں کو مجبور کرنے والوں کو حرام،

لحدیث اقطع عنی لسانہ[1] وصرحوا انہ یستثنی من قاعدۃ ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2]۔ | بربنائے حدیث مجھ سے اس کی زبان کاٹ دیجئے یعنی اس کا منہ بند کر دیجئے۔ اور علمائے کرام نے اس قاعدہ (کہ جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے) سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ (ت)

اگر ان وجوہ سے پاک بطور صلہ رحم وسلوک حسن وشکر نعمت ومواسات جیران واحباء موافق رخصت وسرور جائز شرعی میں ہو تو حسن ومستحب۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

نیا مکان جب بنایا جائے تو از تفاخر اس کا سات گز سے زیادہ بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ممنوع ہو تو بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] ...

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی ۱/ ۲ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

الجواب

عمارات خیر میں جب کہ نیت خیر ہو جو خیر محمود ہے اور اپنے سکونت وغیرہا کے مکانات میں اگر بحاجت ہو تو مباح اور بہ نیت تفاخر بالدنیا ہو تو حرام، تطاول فی البنیان (عمارتوں کی بلندی اور درازی۔ ت) علامات قیامت سے ہے، یہی محمل ہے اس حدیث کا کہ جب کوئی شخص سات گز سے زیادہ دیوار اٹھاتا ہے فرشتہ کہتا ہے اے منافق! کہاں تک بلند کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ناواقف جاہل لوگ بنام نہاد طاق شہید طاق پرستی کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں۔ ریوڑی، گٹا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں، جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی طاق سے چاہتے ہیں۔ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے لئے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں مگر بت پرستی میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ جہال پرستش بمعنی حقیقی نہیں کرتے کہ کافر ہوجائیں ہاں گنہگار وبدعتی ہیں، والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد ومدرسہ وخانقاہ وسرا تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت وحاجت کے لئے ہو تو مباح، اور تفاخر وتکبر کی نیت سے ہو تو حرام۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳: مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردماں برائے تولد فرزنداں خانہ دیگر از خانہ بود وباش جداگانہ بنا می کنند و زادن فرزند در خانہ بود وباش بدفالی شمارند

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر

چنیں قسم جشن مخصوص در ہر بار بنا نمودن شرعًا درست است یا نہ؟ و در زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یا نہ؟

جو تے ہیں اس میں ننھے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے، کیا ان کا یہ اقدام شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟ (ت)

الجواب

ایں رسم شنیع در آں زمان پاک اصلًا نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست، ایں رسم مشرکین و ہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندواں نیز ایں چنیں نکنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین[1] اسراف نکنید کہ خدا دوست ندارد اسراف کنندگاں را بلکہ بوجہ خلو از منافع تبذیر بودے واللہ تعالٰی یقول ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین[2] مال بے سود برباد دہندگاں برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی بر اں وہم شیطانی ست ضلالی دگر بر آں افزود و سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۱
[2] ؍ ؍ ۱۷/ ۲۷

زیرا الطیرة من الشرک بدفال گرفتن وبداں کاربند شدن شیوہ مشرکان ست رواہ الائمة احمد[1] فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم فی صحاحهم کلهم عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح ومعنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنه الاحادیث وحققه العقول. والله تعالٰی اعلم.

وجہ شگون والی گمراہی بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بُری فال نکالنا اور اس پر کاربند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے، چنانچہ ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردیے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے اور "عقول" نے اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ از اتروولی ضلع اعظم گڑھ محلہ مقتب مرسلہ اکرام الحکیم صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ملت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو مسلمان جوابات شرعیہ کو نہ مانے اور اپنے رواجہائے قدیمہ پر اڑا رہے وہ گنہگار ہے یا کیا ہے؟

الجواب

جو احکام شرع کے مقابل اپنے رواج پر اڑے وہ سخت گنہگار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵ مرسلہ ولی محمد ایرانی والا از مقام دھوراجی متصل اسکول ملک کاٹھیاواڑ سہ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) حضرت مولانا مقتدانا جناب مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب شمس العلماء دام افضالہ۔ بعد ادائے آداب دست بستہ ملتمس ہی وارم کہ یہاں عام طور سے تمام شہر متفق ہے کہ درخت پیپل جس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۰
جامع الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۴
کنز العمال بحوالہ ط، حم، د، ت، ک حدیث ۲۸۵۵۸، ۲۸۵۵۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۱۳

ارنڈ خربزہ کہتے ہیں مکان مسکونہ میں لگانا منحوس ہے اور منع ہے چونکہ یہاں یہ بکثرت اور نہایت مفید ہیں لہذا التماس ہے کہ اس بارے میں احکام شرعی سے مع حوالہ کتب بالتشریح خبر دار کیجئے۔

(۲) دیگر اگر خواب میں کوئی ریل میں سفر کرتا ہوا خود کو دیکھے اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب

(۱) شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، شرع نے نہ اُسے منحوس ٹھہرایا نہ مبارک۔ ہاں جسے عام لوگ نحس سمجھ رہے ہیں اس سے بچنا مناسب ہے کہ اگر حسبِ تقدیر اُسے کوئی آفت پہنچے اُن کا باطل عقیدہ اور مستحکم ہوگا کہ دیکھو یہ کام کیا تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا اور ممکن کہ شیطان اس کے دل میں بھی وسوسہ ڈالے۔ ردالمحتار میں ہے:

اما الدبسی والصلصل والعقعق واللقلق والنحام فلا یستحب اکلها وان کانت فی الاصل حلالا لتعارف الناس باصابة آفة لاکلها فینبغی ان یتحرز عنه الخ ملخصًا[1] عن غرر الافکار۔

الدبسی (کبوتر کی مانند ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ درحقیقت یہ جنگلی کبوتر کی ایک قسم ہے) الصلصل (امام جوہری نے کہا کہ یہ فاختہ ہے) العقعق (کے شکل پر کبوتر کے برابر ایک پرندہ ہے لیکن اس کی دم کبوتر کی دم سے دراز ہوتی ہے اور پر بھی اس سے بڑے ہوتے ہیں، اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے)۔ لقلق (لمبی ٹانگ والا ایک پرندہ ہے جو سانپ کھاتا ہے، اس کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام)، النحام (ایک قسم کی بڑی مچھلی ہے جو سونڈ سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے) (ماخوذ از حیاۃ الحیوان اول و دوم)، ان سب کا کھانا بہتر نہیں اگرچہ درحقیقت یہ حلال ہیں اس لئے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ان کے کھانے سے مصیبت آتی ہے لہذا ان کے کھانے سے پرہیز کیا جائے (اگر کھالیا اور تقدیر سے مصیبت آگئی تو عام لوگوں کا عقیدہ خراب ہوجائے گا) علامہ شامی نے غرر الافکار سے اُسے نقل فرمایا (ت)

(۲) خواب میں سفر اگر مذموم بات کے لئے نہ ہو دلیل ظفر اور مرض سے صحت ہے حدیث سافروا تصحوا[2] (سفر کرو تاکہ تندرست رہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح تحت قول الماتن قبیل الخفاش داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۴
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۸۰

مسئلہ ازشہر محلہ جوکپور مسئولہ واحد یار خاں ۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم میں یہ دستور ہے کہ وقت شادی یا غمی کے دس بیس روپے اپنے پاس ہوتے ہیں تو سَو پچاس روپے سُودی لے کر واسطے برادری کے کھانے پینے کا سامان کرتے ہیں اور جب لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر جاتی ہے لڑکی کا باپ اپنے ہمراہ سَو دو سَو آدمی لیجاتا ہے وہ سب لوگ لڑکی کے شوہر کے مکان پر کھانا کھاتے ہیں بعد کھانا کھانے کے لڑکی کا باپ اپنا نیوتہ وصول کرتا ہے پس جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے نیوتہ کا روپیہ زیادہ آئے گا، اگر قرضدار رہا یا برباد ہوا تو اس سے کچھ غرض نہیں، لڑکا کا باپ یا برادر جب تک چار بار روٹی دکھائیں نیوتہ نہ دیں گے یعنی منڈھا اور اور برات اور بڑوا یہ وقت کھانوں کے مقرر ہیں برادری زور دے کر یہ کھانے لیتی ہے، غرض جب لڑکے کا باپ شادی سے فارغ ہو کر قرض ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو یہ بات ظاہر ہے کہ گھر والوں کو غریب آدمی کے مکان پر پیٹ بھر کر روٹی اور تن بھر کپڑا جب تک قرض ادا نہ ہوجائے درمیان میں یہ فساد پیدا ہوجاتا ہے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے مکان پر جا بیٹھتی ہے کہ روٹی کپڑا تو ہے نہیں ایسے شوہر کے مکان پر جاکر کیا کروں اور بڑے سے بڑے فساد پیدا ہوجاتے ہیں کہ جن کا بیان نہ کرنا بہتر ہے، یہ رسم شرفا یا جہالت کی، زید کہتا ہے سُودی روپیہ جو دے اس پر خدا کی لعنت اور جو کوئی واسطے شادی وشرکت کے لے اس پر بھی خدا کی لعنت، اور جو برادر کہ جانتے ہیں کہ یہ کھانا پینا سُودی روپیہ لے کر ہمارے واسطے کیا گیا ہے پھر جان کر کھائیں تو ان کھانے والوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو اس قوم کا آدمی بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر یہ قوم توبہ نہ کرے تو داخل اُمّتِ محمدی میں ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بیشک سُود کھانے والے پر حدیث میں لعنت فرمائی ہے، اور بے ضرورت ومجبوری شرعی جو سُود دے سُودی قرض لے اس پر بھی لعنت فرمائی، اور غمی میں تو برادری کا کھانا دینا گناہ ہے اور شادی میں اگرچہ جائز ہے مگر سُودی قرض اس کے لئے لینا حرام وباعثِ لعنت ہے۔ اہلِ برادری کو معلوم ہو تو انہیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہئے کہ انہیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا۔ اگر لوگ جانیں کہ سُودی قرض لے کر جو کھانا کیا جائے برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں۔ پھر بھی یہ باتیں معاذ اللہ کفر نہیں کہ توبہ نہ کریں تو امت میں نہ رہیں یا مستحقِ جنازہ کی نماز نہ ہوں، یہ سب غلط خیال ہیں۔ نیوتہ وصول کرنا شرعًا جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔ اور سَو دو سَو آدمی دعوت کے لئے ہمراہ لینا بھی جائز ہے جب تک دعوت دینے والے کی مرضی سے ہو، ہاں اگر اس کے خلاف مرضی ہو اور مجبوری کیلئے شرماشرمی سے

تو وہ کھانا حرام ہے اور اتنے آدمی لے جانا حرام ہے جانے والے چور بن کر جائیں گے اور لٹیرے بن کر نکلیں گے یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ جب وہ بلا کریں کہ اس کے صریح حرام ہونے میں کیا کلام ہے اور چار دقت کے کھانے کا بوجھ بلا مرضی ڈالنا اور بغیر اس کے نیوتہ نہ دینا یہ بھی حرام ہے۔ ایسی ناپاک رسموں کا ترک فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ از ضلع پرسیال ملک جنگال پوسٹ آفس سارہا ٹھ کاؤ گوریدی مستور رکن الدین احمد روز پنجشنبہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ولادت مولود ناری چھید کرنا آیا دائی جو گاؤں میں مقرر ہوتی ہیں یا جنائی جو ہر گھر کی عورتیں ہوتی ہیں انھوں کے ساتھ کچھ خصوصیت ہے یا جو کوئی کر سکتا ہے؟ بر تقدیر ثانی و ثالث منکرین پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) اگر اہلِ محلہ دائی کے ساتھ خصوصیت جان کر اس فعل قبیحہ خاص کے لئے ایمان دار بھائیوں کو اہانت اور بے عزت کریں مثلاً ان لوگوں کے ساتھ اختلاط جیسے کھانا پینا ترک کریں بلکہ کہیں کہ اگر شرع میں بھی ہے تو بھی نہ کرنا کیونکہ رواج کے خلاف ہے اور خاص کر کے اس فعل خاص پر رواج کے پابند ہونا ضرور ہے تو شرع میں ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟

(۳) شریعت کے خلاف جو رواج ہو اپنے نام و ناموس کی رعایت سے اسی رواج کی پاسداری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اولٰی کیوں جائز اور اس کی کیا دلیل؟ بر تقدیر ثانی جنہیں رواج مذموم پر شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا احکم الکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب کا حکم بیان کرو تاکہ روزِ حساب اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) بچہ کی ناری چھید نا سنت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی جو کرے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افترا کے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر

الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔[1] واللہ تعالٰی اعلم	جھوٹ باندھو۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وُہ کبھی کامیاب نہیں۔ اور اللہ تعالٰی بڑے علم والا ہے (ت)

(۲) بلاوجہ اپنے بھائیوں سے انقطاع اور مسلمانوں کی ایذاء اور کئی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[2]	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی (ت)

دوسرے فریق کو بھی چاہئے جب لوگ اس قدر اُس سے پریشان ہوتے اور نفرت کرتے ہیں تو کیوں ایسی بات کریں جس سے ایک مباح کے پیچھے باہم تفرقہ وفتنہ ہو، ان اُن میں جو اہل علم ومقتدا و صاحب اثر ہوں وہ کریں تاکہ لوگوں کے قلوب سے یہ غلط بات رفع ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) یہ رواج کہ خود نہیں کرتے بجائے خود کچھ خلاف شرع نہیں کہ شریعت نے یہ کام خود کرنا واجب نہ کیا ہاں یہ سمجھنا کہ عورت کو جائز نہیں اعتقاد باطل ہے اور اگر جائز تو جانتے ہیں مگر بلحاظ عوام بدنامی وطعن سے بچنے کو اس پر اصرار کرتے ہیں تو ایک وجہ رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱: از شہر مراد آباد مسئولہ حافظ محمد حسین روز دوشنبہ بتاریخ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہارشنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اسی روز حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اُس کے اسی روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علٰی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اُس روز کو نحس ونامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلّا چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت یابی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدمِ ثبوت گرفتار معصیت ہوگا یا قابلِ ملامت وتادیب؟

بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

الجواب

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اُس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اُس کی ابتداء اُسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے ؛

آخر اربعاء فی الشہر یوم نحس مستمر[1] ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ دائمی نحوست والا دن ہے۔ (ت)

اور مروی ہوا کہ ابتدا ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ واضاعت مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ طوطی جند اسرار الحق خاں و سہیل ہند غلام قطب الدین صاحب از جبلپور چہار شنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

ماہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کو ساتوں سلام یعنی سلام قولاً من رب رحیم[2] وغیرہ جلسہ میں پڑھ کر اور آم کے سات پتوں پر لکھ کر ایک نئے گھڑے میں پانی منگا کر اس میں پتے دھو کر بطور تبرک سب کو پلانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور و ہدیٰ و برکت و شفا ہے اور اس چہار شنبہ کی تخصیص محض بے معنیٰ بہرحال نفس فعل میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کیلا کھیڑا ڈاکخانہ باز پور ضلع نینی تال مرسلہ محمد جنید مجید خاں صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

یہ جو بعض جاہل عورتیں ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتون جنت ہر کسی گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا اُن کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے ؟

الجواب

یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۹۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۸

جلد

اس کی نسبت محض جھوٹ بُرا افترا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک مطبع اہل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر لوگ ۳، ۱۳، ۲۳ یا ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ و یکشنبہ و چہارشنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا، ان کا کیا حکم ؟

الجواب

یہ سب باطل و بے اصل ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ از مقام رام باغ ڈاکخانہ خاص ضلع ڈیرہ دون مرسلہ حکیم محمد فضل الرحمٰن صاحب مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جیسے یہ مثال یا مثلہ اہل اسلام میں رائج عملدرآمد کے ساتھ ہے کہ بہن کے گھر بھائی کتا اور خوشدامن کے گھر داماد کتا، جہاں تک دریافت ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثال ہنود کے یہاں قطعی طور پر رائج ہے مگر اہل اسلام میں نہایت سرگرمی کے ساتھ شامل کر لیا ہے اور اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے، وہ لوگ جو بہن کے گھر یا خوشدامن کے گھر رہتے ہیں نہایت بُری نظر اور بے عزتی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں، آیا از روئے شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے یا نہیں ؟ کن وجوہات سے اس کا رواج اسلام میں یا اتفاق سے ہندوستان کے ہر طبقہ میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلیت کیا ہے ؟ امید کہ جواب سے مطلع فرمایا جائے فقط۔

الجواب

رسم مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا بُرا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے، یہ رسم ضرور ناپاک و مردود ہے، مولیٰ سبحٰنہ و تعالٰے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لیس علی الاعمٰی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت

نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمہارے

اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم[1] ۲ 1۴

اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یونہی بشرط رضا و عدم بار چند وقت کا خصوصاً جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے قصد سے آتے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشبہہ رہ سکتا ہے، ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو ناجائز اور وہ کھانا بھی ناجائز اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں انہیں کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں، یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا، اب جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم باطل مردود و اتباع کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلاً حلال نہیں اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا مگر وہ کسب سے عاجز و محتاج جس کا نفقہ شرع نے اس صاحب مکان پر واجب کیا یہ رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائے گا اسے گوارا ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو خواہ بہن۔ ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہوسکتا ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعاً لازم ہے اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے نہ یہ اس کی اولاد میں تو بے اس کی رضا کے جبراً اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہوگا خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا، ردالمحتار میں ہے:

نفقۃ قرابۃ غیر الولاد وجوبہا لایثبت الا بالقضاء او الرضاء[2]

ایسے رشتہ دار کا خرچہ جو اولاد میں شامل نہ ہو اس کے خرچے کا وجوب فیصلۂ قاضی یا خرچہ دینے والے کی رضامندی کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا (ت)

حکم شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے ظاہراً تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالباً نہیں ہوتا بلکہ اس کے شوہر کا اور وہ اگر ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالباً مروت اور اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

زوجہ کی رعایت سے اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے، اور یہ جائز نہیں، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے اگرچہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور یہی فقط مثال ہے بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال و مکان اُن کے شوہروں کا ہو نہ کہ بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مروت وضع طرح ناگواری باطنی ہو مگر یہاں مروت خود اس کی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے، لہٰذا اُسے زیادہ معیوب سمجھا۔ واللہ تعالے اعلم

مسئلہ از شہر کوٹہ راجپوتانہ محلہ ڈیرہ معرفت گانسی بھروکے مسئولہ الٰہی بخش لوہار ۲۵ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) شادی میں ہندوؤں کی رسم کے موافق گانے اور باجے کے ساتھ کمہار کے گھر سے برتن لانے کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) شادی میں کپڑا پہناتے وقت ہندوؤں کی طرح پیشانی میں ہلدی کا ٹیکا لگانا کیسا ہے؟

(۳) لڑکے کی سالگرہ کے روز لچھے میں ہر کی گرہ لگانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) ناجائز و گناہ ہے، واللہ تعالے اعلم

(۲) ناجائز و گناہ ہے، واللہ تعالے اعلم

(۳) ناجائز ہے۔ واللہ تعالے اعلم

مسئلہ ۸۹ از ڈیگرہ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبد العزیز صاحب ۵ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں دونوں عیدوں پر مسلمان بڑے تزک و احتشام سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر کرتے ہیں یعنی نماز کے لئے جاتے وقت توپوں کے فیر ہوتے ہیں اور نشان گھوڑا و تاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے ہیں اور قاضی صاحب شاہی جا رہے پہنچتے ہیں بعد فراغت نماز دوسرے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے ہیں یہ محض اسلامی شان و شوکت بمقابلہ کفار کی جاتی ہے اور تمام لوازم منجانب رئیس ریاست یہاں کے آتا ہے اگر تاشے وغیرہ موقوف کئے جائیں تو فتنہ و فساد برپا ہونے کی صورت ہے اس میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آتی ہے؟

الجواب

عید کے لئے نشان لے جانا اور عمدہ لباس پہننا تو سنت ہے اور گھوڑے کی سواری بھی فی نفسہ

مسنون ہے اگرچہ عیدگاہ جانے کے لئے وارد نہیں اور مصلحت کے لئے وہاں ہاتھی کی سواری یا کوتل ہاتھی گھوڑے اور توپوں کے فیر میں بھی حرج نہیں ایسے شہر میں ایسی رسم کو بند کرنا سراسر خلافِ مصلحت ہے اس میں صرف غازیوں کا سا طبل ہو جسے دہل کہتے ہیں تاشے نہ ہوں،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]
کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

اظہارِ شوکت کی اصل حج میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رمل و اضطباع اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس کا حکم فرمانا ہے اور شک نہیں کہ وہاں اس طریقہ کے بند کرنے میں مشرکین کی فرحت و شادی اور ان کی نگاہوں میں معاذاللہ اسلام کی سُبکی کا باعث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

رسالہ

هادی النّاس فی رسوم الاعراس

(شادیوں کی رسومات کے بارے میں لوگوں کے لئے راہنما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب ۲۱ رجمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح بطرح کا تماشا کرتے ہیں یعنی آتشبازی و بندوق اور گانا بجانا اور لکڑی کھیلنا وغیرہ ان سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے تماشا کرتے ہوئے دُلہن کے مکان میں جاتے ہیں، آیا یہ سب امور مذکورہ بحسب شرع شریف جائز ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح و جائز ہے لان من الرسوم العامۃ التی لامنع فیہا من الشرع (اس لئے کہ یہ اُن عادی رسموں میں سے ہے شریعت میں جن پر کوئی طعن نہیں۔ ت) اور لکڑی پھینکنا، بندوق چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنے اور دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو، اور ان سے مقصود کوئی غرض محمود جیسے فنِ سپہگری کی عادت ہو، نہ مجرد لہو و لعب لانہا من جنس النضال المستثنی فی الحدیث (کیونکہ یہ وہ کھیل ہیں جن کو حدیث میں مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ ت) اور اگر

صرف کھیل کود مقصود ہو تو مکروہ۔

فی الدر المختار کرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ[1] اھ، وفی رد المحتار فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصۃ المصارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھی فانہ مکروہ اھ والظاھر انہ یقال مثل ذلک فی تادیب الفرس والمناضلۃ بالقوس[2] اھ وفیہ عن القھستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یرید الفروسیۃ یجوز[3] اھ وفی الدر المصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلھی فتکرہ، برجندی[4] اھ وفیہ وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ

درمختار میں ہے ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کیلئے ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں) (۱) خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (دل لگی کرنا)۔ (۲) اپنے گھوڑے سے کھیلنا (اس کی تربیت اور سکھلائی کرنا) اور (۳) اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا اھ، فتاوٰی شامی میں الجواہر کے حوالے سے ہے کہ حدیث میں باہم کشتی کرنے کی جواز آیا ہے یعنی جنگ، جہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے، نہ کہ کھیل کود کے سبب، کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے اھ، اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق گھوڑے کو سکھانے اور کمان سے تیر اندازی کرنے پر کیا جاتا ہے اھ، اسی میں قہستانی سے بحوالہ الملتقط مرقوم ہے جس کسی نے صولجان یعنی گھوڑ دوڑ کا کھیل کیا تو یہ جائز ہے اھ، درمختار میں ہے کہ باہم کشتی کرنا بدعت نہیں مگر یہ کہ محض کھیل کود کیلئے ہو، برجندی اھ، اور اسی میں ہے کہ ہر ایسا

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸
[2] رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۲ و ۲۵۳
[3] " " " " " " " " " ۵/۲۵۸
[4] الدر المختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

کرمی الرام وصید لحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ اھ[1] وفیہ عند عد المباحات والسباحۃ والصولجان والبندق ورمی الحجر واشالۃ الحجر والشباک والوقوف علی رجل الخ[2]، فی الشامیۃ البندق ای المتخذ من الطین ومثلہ المتخذ من الرصاص[3]

کھیل جو کسی ماہر کو کھٹکے میں ڈال دے مگر اس میں سلامتی غالب ہو وہ جائز ہے جیسے کسی تیر انداز کے سامنے تیر اندازی کرنا اور کسی قبیلے کا شکار کرنا۔ پھر ان پر اس وقت خوشی کرنا جائز ہے اھ انہی مباح کاموں کو شمار کرنے کے سلسلہ میں ہے تیرنا، گھڑ دوڑ کرنا، ڈھیلے پھینکنا، تیر چلانا (الشباک) آپس میں ایک دوسرے کی بند مٹھیاں کھولنا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونا وغیرہ الخ (یہ سب کھیل جائز اور مباح ہیں) فتاوٰی شامی میں ہے "البندق" جو گارے سے تیار کیا جائے اور اسی کی مانند وہ ہے جو سیسہ سے بنایا جائے۔ (ت)

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین ○ وکان الشیطن لربہ کفورا[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکر گزار ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال، رواہ البخاری[5] عن المغیرۃ بن

بے شک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[2] " " " " "

[3] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[5] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی لا یسئلون الناس الحافا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۰ و ۲/ ۸۸۳
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل " " " ۲/ ۷۵

شعبة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ | مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

من البدع الشنیعة ماتعارف الناس فی اکثر بلاد الہند من اجتماعہم للہو واللعب بالنار واحراق الکبریت[1] اھ مختصرا۔ | بڑی بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا، گندھک جلانا وغیرہ اھ مختصراً۔ (ت)

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصاً وہ ناپاک و ملعون رسم کہ بہت خواب بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین سے بیہودہ سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا سمدھیانہ کی عفیفہ پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرانا خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بد لحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شہدے پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا، مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں، اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں، والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں، اور اگر نادانستہ شریک ہوگئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہونگے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین، زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی

[1] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر شعبان المقالۃ الثالثۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۸۲

بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروّت روا نہ رکھیں گے۔

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (ت)

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرضِ اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصودِ شرع سے تجاوز کرکے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے۔ ولہٰذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعدِ موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے، نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمعِ زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے، نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورات کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکراتِ شرعیہ و مظانِ فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، جیسے انصارِ کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جاکر یہ شعر پڑھا جاتا تھا

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیُّوْنَا نُحَیِّیْکُمْ[2]

یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی جلائے یعنی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک و صاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے مگر حالِ زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہالِ حال خصوصاً زنانِ زمان سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حدِ مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں، لہٰذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے، نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حدِ شرعی کی پابندی محالِ عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶۶، ۶۷
المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۲۰۸
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۴۴۳
[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ و بیجا ہے۔ صحبتِ بد زہرِ قاتل ہے، اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنٰی سی ٹھیس بھی بس ہوتی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یا انجشۃ رویدک بالقواریر[1] (اے انجشہ! ٹھہر جاؤ کہیں کانچ کی شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں۔ ت) فرمایا۔

هذا كله ظاهر بيّن عند من نوّر الله تعالٰى بصيرته وجميع ما نهينا عنه فان عليه دلائل ساطعة من القرآن العظيم والحديث الكريم والفقه القويم بيد ان وضوح الحكم اغنانا عن سردها فلنذكر بعض دلائل على ما ذكرنا اباحته فانا نرى ناسا يشددون الامر يطلقون القول بالتحريم ومنهم من يبيح ضرب الدف بشرط ان لا يكون معه شيئ من الشعر وانما يكون محض دف مع ان الاحاديث ترد ذلك كما ستعلم مما هنالك، اخرج الامام البخاري في صحيحه عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبي صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم

یہ سب کچھ اچھی طرح واضح ہے ہر اس بندے پر جس کی اللہ تعالٰی نے دل کی روشنی بخشی ہے اور تمام وہ باتیں جن سے ہم نے منع کیا ہے کیونکہ اس پر قرآن عظیم، حدیث مبارک اور فقہ قویم کے روشن دلائل موجود ہیں، لہٰذا واضح حکم نے ہمیں اس کی تفصیل سے بے نیاز کر دیا ہے، پھر ہم بعض دلائل بیان کرتے ہیں اس مسئلہ پر جس کی اباحت (پہلے) ہم نے ذکر کر دی کیونکہ کچھ لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ معاملہ میں سختی کرتے ہیں اور مطلق تحریم کا قول ذکر کرتے ہیں (قول بالتحریم مطلق بیان کرتے ہیں) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دف بجانا مباح کہتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اشعار نہ پڑھے جائیں بلکہ صرف دف بجائی جائے حالانکہ احادیث میں اس کی تردید آئی ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہوگا عنقریب تم جان لوگے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ اس بی بی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۸-۱۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم النساء " " " " ۲/ ۲۵۵
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۵۳

فدخل حسين بن علي مجلس على فراشي كمجلسك مني فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي يوم بدر[1] الحديث.

واخرج ايضا عن ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها انها زفت امرأة الى رجل من الانصار فقال نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم ماكان معكم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو[2]، واخرج القاضي المحاملي عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما في هذا الحديث انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال ادركيها يا زينب امرأة كانت تغني بالمدينة[3]، واخرج ابن ماجة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال انكحت عائشة رضي الله تعالى عنها ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

تشریف لائے تو حضرت حسین بن علی حاضر خدمت ہوئے اور میرے بچھونے پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تمہارا میرے پاس بیٹھنا ہے اور ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر ہمارے اکابر شہداء بدر کے مرثیے پڑھتی رہیں الحدیث۔

اور یہ بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کی سند سے تخریج فرمائی کہ ایک دلہن اپنے انصاری شوہر کے گھر رخصت کی گئی تو حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی کھیل (گانے بجانے کا سامان) نہ تھا کیونکہ انصار اس سے جوش میں آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ قاضی محاملی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی کہ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے زینب! کسی ایسی عورت سے رسائی حاصل کرو جو مدینہ منورہ میں گانے والی ہو۔ محدث ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے تخریج فرمائی (اللہ تعالے دونوں سے راضی ہو) انہوں نے فرمایا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا نے قبیلہ انصار میں اپنی ایک قرابتدار کا نکاح کیا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۳
[2] 〃 〃 باب النسوۃ اللاتی یہدین المرأۃ الخ 〃 〃 〃 ۲/۷۷۵
[3] فتح الباری بحوالہ المحاملی کتاب النکاح 〃 〃 〃 مصطفی البابی مصر ۱۱/۱۳۲
عمدۃ القاری 〃 〃 〃 دارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/۱۴۹

فقال أهديتم الفتاة قالوا نعم قال ألا ارسلتم معها من تغني قالت لا، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الانصار قوم فيهم غزل فلو بعثتم معها من يقول اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم[1] فاخرج الطبراني عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال لقي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جواري يتغنين يقلن تحيونا نحييكم فقال لا تقولوا هكذا ولكن قولوا حيانا وحياكم فقال رجل يا رسول الله أترخص للناس في هذا قال نعم انه نكاح لا سفاح[2] واخرج احمد والترمذي والنسائي وابن ماجة عن محمد بن حاطب الجمحي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال فصل ما بين الحلال والحرام الصوت

تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کیا تم نے اس نوجوان لڑکی کو کوئی ہدیہ (تحفہ) دیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کی: جی ہاں۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے؟ سیدہ نے عرض کی: جی نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے۔ لہٰذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجتے جو کہتا اتیناکم اتیناکم الخ یعنی ہم تمہارے پاس آگئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔ امام طبرانی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ملاقات چند بچیوں سے ہوئی جو گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ہم تمہیں اپنی زندگی بخشتی ہیں تم ہمیں بخشو۔ آپ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا وحیاکم اللہ تعالےٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اے برادر! یہ نکاح ہے کوئی بدکاری تو نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۶۶۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۱۵۲

والدف فی النکاح[1]، واخرج النسائی
عن عامر بن سعد قال
دخلت علی قرظة بن کعب
وابی مسعود الانصاری
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی عرس
واذا جوار یغنین فقلت انتما
صاحبا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ومن اہل بدر
یفعل ہذا عندکم فقالا
اجلس ان شئت فاسمع
معنا وان شئت فاذہب
قد رخص لنا فی اللہو
عند العرس[2] قال الامام
البدر محمود العینی فی عمدة
القاری تحت الحدیث
الاول فی الحدیث فوائد
(الی ان قال) منہا
الضرب بالدف بحضرة
شارع الملة ومبین الحل

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے
محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تخریج فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا
حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں اعلان اور دف
بجانے کا ہے۔ امام نسائی نے عامر بن سعد کے
حوالے سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں قرظہ
بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے
پاس ایک تقریب شادی میں گیا، میں نے دیکھا
کہ چند لڑکیاں گا رہی تھیں میں نے کہا رسول اللہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اے دو صحابیو!
اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والو! تمھارے
ہاں یہ کیا ہو رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اگر
پسند کرتا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سن اور اگر
نہیں پسند کرتا اور نہیں چاہتا تو واپس چلا جا
کیونکہ شادیوں میں ہمیں اس کی رخصت دی گئی
ہے۔ امام بدر الدین محمود عینی نے عمدة القاری
شرح صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں فرمایا
حدیث میں بہت سے فوائد ہیں (وہ سب
شمار کرتے ہوئے) یہاں تک فرمایا ان میں سے

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ١/١٢٩
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف نور محمد کارخانہ کراچی ٢/٩٠
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ١٣٠
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب المکتب الاسلامی بیروت ٣/٤١٨ و ٤/٢٥٩
[2] سنن النسائی کتاب النکاح اللہو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ٢/٩٢

من الحرمۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعلان النکاح بالدف والغناء المباح فرقا بینہ وبین ما یستتر بہ من السفاح[1] اھ وفی المرقاۃ قیل تلک البنات لم یکن بالغات حد الشھوۃ وکان دفھن غیر مصحوب بالجلاجل قال اکمل الدین الدف بضم الدال اشھر وافصح ویروی بالفتح ایضا وفیہ دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان والحق بعضھم الختان والعیدین والقدوم من السفر ومجتمع الاحباب للسرور وقال المراد بہ الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیہ الجلاجل فینبغی ان تکون مکروھا بالاتفاق[2] اھ وفی العینی تحت الحدیث الثانی فی التوضیح اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمۃ

ایک فائدہ یہ ہے کہ شادی حلت کی موجودگی میں دف بجائی گئی اور حلت وحرمت ظاہر کرنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا کیا گیا' اور دف بجاکر اور مباح گانا گاکر نکاح کا اعلان کرو تاکہ نکاح اور خفیہ بدکاری (حلال وحرام) کا فرق واضح ہو جائے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہا گیا کہ وہ بچیاں نابالغ تھیں حد بلوغت کو پہنچی ہوئی نہ تھیں اور ان کی دفیں بھی جھانجھ والی نہ تھیں۔ امام اکمل الدین نے فرمایا اَلدُّف حرکت پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور دال پر زبر کی حرکت کی روایت بھی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے اور دلہن کو رخصت کرنے کے وقت اعلان کے لئے دف بجانا جائز ہے، اور بعض نے تقریب ختنہ، عیدین، سفر سے واپسی اور دوستوں کے اجتماع کو بھی تقریب شادی سے ملحق کیا ہے یعنی ان تمام مواقع پر بھی دف بجانے کی اجازت ہے، اور فرمایا کہ اس سے وہ دف مراد ہے جو گزشتہ زمانے میں مروج تھی، اور جھانجھ والی دف بجانا بالاتفاق مکروہ ہے۔ علامہ عینی دوسری حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ولیمہ و نکاح کے موقع پر کھیل کود کو اہل علم بالاتفاق

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۰/۱۳۶

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۰۱

۱۴/۱۴

النکاح کضرب الدف و شبهہ[1] الخ وفی المرقاۃ تحت الحدیث الثانی ماکان معکم لھو ای الم یکن معکم ضرب دف وقراءۃ شعر لیس فیہ اثم وھذا رخصۃ عند العرب کذا قیل والاظھر ماقال الطیبی فیہ معنی التحضیض کما فی حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا الا ارسلتم معھم من یقول اتیناکم الحدیث ملخصا[2]، وفیہا تحت الحدیث السابع ای وان اللہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ[3] اھ قلت فالتحضیض کالتحضیض علی الرخصۃ لا لانہ الافضل فافھم وفی اشعۃ اللمعات تحت الحدیث السادس تغنی مباح است در نکاح مثل دف[4] اھ وفی حظر رد المحتار قبیل فصل اللبس عن الحسن لاباس بالدف فی العرس لیشتھر وفی السراجیۃ

مباح اور جائز قرار دیتے ہیں جیسے دف بجانا اس کے مشابہ کسی آلۂ لہو کا استعمال کرنا الخ، مرقاۃ میں ان الفاظ (ماکان معکم لھو) کے ذیل میں ہے کیا تمہارے پاس کوئی دف بجانے والا نہیں اور نہ ایسا کوئی اشعار پڑھنے والا ہے کہ جن میں کوئی گناہ نہیں، شادیوں میں اس کی اجازت ہے یونہی کہا گیا، اور زیادہ ظاہر وہ بات ہے جو علامہ طیبی نے ارشاد فرمائی کہ حدیث میں تحضیض یعنی ابھارنے اور اکسانے کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت میں "الا ارسلتم الخ" کے الفاظ ہیں یعنی کیا تم نے اس (لڑکی) کے ساتھ اس کو نہ بھیجا جو یوں کہتا (اتیناکم الحدیث) ملخص پورا ہوگیا۔ اور اسی میں ساتویں حدیث کے ذیل میں ہے یعنی اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عزیمتوں کو ادا کیا جائے (عبارت مکمل) میں کہتا ہوں تحضیض اسی طرح ہے جیسے رخصت پر تحضیض، پر نہیں کہ وہ افضل ہو اس کو سمجھ لیا جائے۔ اشعۃ اللمعات میں چھٹی حدیث کے ذیل میں ہے

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/۱۳۶

[2] مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۰۲

[3] " " " " " " الفصل الثالث " ۶ ۳۱۹

[4] اشعۃ اللمعات " " " " الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۰

حمد

هذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی هیأة التطرب ۱ھ[۱] وفی الهندیة سئل ابو یوسف عن الدف أتکرهه فی غیر العرس بان تضرب المرأة فی غیر فسق للصبی قال لا اکرهه واما الذی یجیئ منه اللعب الفاحش للغناء فانی اکرهه کذا فی محیط السرخسی ولا باس بضرب الدف یوم العید کما فی خزانة المفتین ۱ھ[۲] وفی شهادات رد المحتار جوازه ضرب الدف فیه (ای فی العرس) خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکره انه مباح فی النکاح وما فی معناه من حادث سرور قال وهو مکروه للرجال علی کل حال للتشبه بالنساء ۱ھ[۳] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کہ نکاح میں گانا بجانا مباح ہے جیسے دف بجانا اھ ــــــ فتاوٰی شامی کی بحث حظر میں ہے جو فصل اللبس سے کچھ پہلے حضرت حسن سے روایت ہے کہ تشہیر کے لئے تقریب میں دف بجائی جاسکتی ہے اور دف کے بجانے میں کوئی حرج نہیں، سراجیہ میں ہے کہ یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ دف بآوازِ جھانجھ نہ ہو اور وہ گانے کی طرز پر نہ بجائی جائے (عبارت مکمل)، اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دف کے بجانے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ تقریب شادی کے بغیر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت بغیر حالت فسق کے صرف بچہ کے لئے بجائے۔ فرمایا میں اس کو ناپسند نہیں کرتا لیکن وہ جو گانے کے لئے فحش کھیل کے طور پر بجائے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی مذکور ہے۔ عید کے دن دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے اھ۔ ردالمحتار کی بحث شہادات میں ہے کہ شادی میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس وجہ سے جو بحرالرائق میں معراج سے منقول ہے بعد اس ذکر کے کہ وہ تقریب نکاح اور خوشی کے موقع سے جو مناسبت رکھتا ہو اس میں دف بجانا مباح ہے۔ اور فرمایا مردوں کے لئے وہ ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اھ اور اللہ تعالٰی بڑا علم والا ہے۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

[۲] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

[۳] ردالمحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۲

مسئلہ ۹۱ ، ۹۲ از موضع ہرنیگل ضلع کرہ علاقہ بنگالہ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۲ ربیع الاول 1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اول: کیا شادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال دوم: اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب سوال اول: ناجائز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطان لربه کفورا ○[1]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال۔ رواہ الشیخان[2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور گداگری کرنا اور ادھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے، اور فرمایا زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے بخاری ومسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

جواب سوال دوم: جائز ہے۔

اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " " " ۲/ ۷۵، ۷۶

اعلنوا هذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف[1]، وروی احمد بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ والحاکم فی المستدرک عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم قال اعلنوا النکاح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس نکاح کا اعلان کیا کرو (یعنی اس کی تشہیر کیا کرو) اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو، اور اس کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ امام احمد نے سند صحیح سے ابن حبان نے اپنی صحیح میں طبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ اللہ تعالٰی خوب واقف اور آگاہ ہے (ت)

مسئلہ ۹۳: مسئولہ سید محمود الحسن صاحب نبیرہ ڈپٹی اشفاق حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آتشبازی بنانا اور چھوڑنا حرام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ممنوع وگناہ ہے،

لقولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا[3] ولقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلث[4]۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جا خرچ نہ کیا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان کا ہر لہو حرام ہے سوائے تین کے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب النکاح الامر باعلان النکاح دارالفکر بیروت ۲/۱۸۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۲۸ عبداللہ بن وہب دارالکتاب العربی بیروت ۸/۳۲۸
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب النکاح باب اعلان النکاح دارالکتاب بیروت ۴/۲۸۹
موارد الظمآن حدیث ۱۲۸۵ ۱/۳۱۳ وکنز العمال حدیث ۴۴۵۳۳ ۱۶/۲۹۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/۲۶

[4] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/۱۹۶ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۶

جلد

مگر جو صورت خاصہ لہو و لعب و تبذیر و اسراف سے خالی ہو، جیسے اعلان ہلال، یا جنگل میں یا وقتِ حاجت شہر میں بھی دفعِ جانورانِ موذی یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اڑانے کو ناڑیاں پٹاخے تو مڑیاں چھوڑنا،

فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (ت)۔

مسئلہ ۹۳: از موضع بیشکنالی ضلع کرہ ملک بنگالہ مرسلہ مولوی محمد الٰہی بخش ۲۲ شوال ۱۳۱۳ھ

قبلۂ شفقت ورحمت وکعبۂ عاطفت وراحت، واسطۂ حصولِ عزتِ دوجہانی وسیلۂ وصولِ سعادتِ جاودانی ادام اللہ فضلہم وعلم نوالہم وامت شموس عنایاہم بانزغۂ ناصیۂ فدویت وارادت را بغازۂ مفاخرت وسعادت مانندِ گلِ رنگین ساختہ بگزارشِ مدعا پرداختہ کہ ایں احقر را برائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہذا بسیار حیران وسرگرداں ست، ونیز کسے را چنداں غربا نوازے چند کہ تجوب ترین جواب از کتبِ معتبرہ ارزانی داشتہ خاطر ایں فدوی را تسکین دہد، وہم تشفیِ خاطر باشد، لہذا بجاہ وشانِ کیوان ایوان معروض دارد کہ از رہِ بندہ نوازی جوابِ مسائلِ ذیل را بطریقِ فتاوٰے عطا فرمایند۔

قبلۂ شفقت ورحمت، کعبۂ عاطفت ورافت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ۔ اللہ تعالٰی ان کے جود وکرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے۔ ارادت وغلامی کی پیشانی غرۂ سعادت کے پوڈر سے رنگین پھول کی طرح ہو جائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آگئی لہذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غربا پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرما دیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو۔ لہذا غلامانہ حیثیت سے بلند وبالا آسمانِ ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورتِ فتوٰی عنایت فرمائیں (ت)،

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

شخصے اکثر اوقات بعض طائفہ می بیند
و در مجلسِ ایشاں نشیند، و نیز در لہو و لعب
غیر مشروعہ کہ در مذہب حنفیہ حرمتش ثابت شدہ
مستغرق است، مرتکب ایں محرمات فاسق
است یا نہ، فاسقیت را بخوب ترین دلائل ثابت
فرمایند، و نیز آں شخص تنباکو کشی مے کند و کراہت
تنباکو کشی ثابت کردہ باشند، و در صلوٰۃ اقتدا
بایں شخص کراہیت است یا نہ، زیادہ آفتاب
بندہ نوازی از افقِ مرحمت گستری درخشاں باد۔
عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ

سوال: ایک شخص اکثر اوقات ناچنے والے
گروہ کا ناچ دیکھتا اور ان کی محفل میں شرکت
کرتا ہے نیز ناجائز کھیل و تماشہ جن کی حرمت
حنفی مذہب میں ثابت شدہ ہے، ان میں مستغرق
رہتا ہے، کیا ایسا شخص شرعاً فاسق کے زمرے
میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسق قرار پاتا ہے تو
اس کے فسق کو قوی دلائل سے ثابت فرمایا جائے
اور وہ شخص تمباکو نوشی بھی ہے لہذا تمباکو پینے والے
کے عمل کی کراہت ثابت فرمائی جائے۔ کیا ایسے
شخص کی اقتدا نماز میں مکروہ ہے یا نہیں؟
بندہ پروری کا آفتاب رحمت نثار کرنے والی ہے
ہمیشہ چمکتا رہے۔ عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ (ت)

الجواب

اللّٰھم اغفر لنا، در فاسق و فاجر و مرتکب کبائر
بودنِ ایں کس چہ جائے سخن و مجالِ دم زدن۔
قال اللہ تعالٰی فرمان ایزدی ست، قل للمؤمنین
یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم
ذٰلک ازکٰی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون[1] اے نبی!
مسلماناں را فرمائے تا چشمان خود بپوشند و شرمگاہ
خود را نگاہ دارند۔ ایں پاکیزہ تر است مر ایشاں را۔
ہر آئینہ خدائے آگاہ است بہر کارے کہ می کنند۔
وقال تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا

یا اللہ بخش دے، اس شخص کے فاسق و فاجر سمجھنے
میں کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا
ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے محبوب
نبی! مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں کچھ
نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان
کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے بیشک اللہ تعالٰی
پوری طرح باخبر ہے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے
ہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، لوگوں میں
کوئی ایسا شخص بھی ہے جو بے فائدہ کھیل کود کی
باتیں خریدتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو بے جانے جہالت

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳۰

هزوا ط اولئك لهم عذاب مهين[1] از مردمان
کسے است کہ مے خرد سخن لاغ و بازی تا براندازد
از راہ خدائے نادانستہ و سخرہ گیرد آں را۔ مر ایں
کساں کیفرے است خوار کنندہ۔ حضرت عبداللہ
بن مسعود و عبد اللہ بن عباس و امام حسن
بصری و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و مکحول وغیرہم
ائمہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
دریں آیۂ کریمہ سخن لاغ و بازی را بغنا و سرود
تفسیر فرمودہ اند۔

ابو الصہبا گفتہ از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہما ازیں آیت پرسیدم گفت ھو الغناء
واللہ الذی لا الٰہ الا ھو[1] او سرود است
سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز او۔ و یرددہا
ثلث مرات[2] سہ بار ہمیں سخن و سوگند را تکرار فرمود
بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرمود لا یحل تعلیم المغنیات
ولا بیعھن واثمانھن حرام، وفی مثل ھذا
نزلت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
لیضل عن سبیل اللہ[3] الحدیث (ترجمہ) روا
نیست زنان سرایندہ را آموختن و نہ انہارا فروختن

راہ خدا سے بہکا دے اور اس کو یعنی اللہ تعالیٰ کے
راستے کو ہنسی مذاق بنا دے۔ ان لوگوں کے لئے
ذلیل کرنے والی سزا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ
بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ
حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول
اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور
تابعین عظام (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو)
اس آیت کریمہ میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے
گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اسکی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

ابو الصہبا فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کے متعلق
پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے
اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔
چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا
بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گویا عورتوں
کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کا خرید و فروخت
کرنا جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام
ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی
کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی وال

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۶

وفرقتن، وبہائے آنہا حرام است ودر تحقیق کار ایں آیت فرود آمدہ است کہ بعضے از مردم سخن لاغ سے خرند تا مرداں را از راہ خدا دور برند، رواہ الامام البغوی؎۱ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

وقال اللہ تعالٰی، قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاؤکم جزاء موفورا ○ واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا ○ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان؎۲ حق جل وعلا مر ابلیس لعین را فرمود دور شو، پس ہر کہ از فرزندان عالم ترا پیروی کند، پس ہر آئینہ دوزخ پاداش ہمہ شما است پاداش کامل، وسبک سار کن وبلغزاں ہر کہ بر وے دست یابی از ایشاں بآواز خود، الآیۃ۔

امام مجاہد کہ از اجلۂ تلامذہ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس است رضی اللہ تعالٰی عنہم دریں آیہ کریمہ آواز شیطان را بغنا ومزامیر تفسیر کردہ است۔

وقال تعالٰی: ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا

باتیں خرید تا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالٰی کے راستے سے دور کر دے۔ چنانچہ امام بغوی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولاد آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائیگا یقیناً دوزخ ان سب کے لئے پوری اور کامل سزا ہے، پھر ان میں سے جس پر تو قابو پائے اپنی آواز سے اسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھسلا دے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے، بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

امام مجاہد، جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اسکے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

؎۱ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۳۱/ ۶ مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۱۳–۱۴

؎۲ القرآن الکریم ۱۷/ ۶۳ تا ۶۵

لبعولتهن او آبائهن الآیة[۱] . یعنی اے نبی! زنان مومنات را فرما کہ بزنند سر اندازہا ے خود را بر گریبان ہاے خود (تا سر و موے و سینہ و گلو ہمہ نہان ماند) و ننمایند آرائش خود را مگر بشوہران یا محارم۔

اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تا کہ سر، بال، سینہ اور گلا سب با پردہ ہو جائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جو ان کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ فی آخر الکریمۃ ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن و توبوا الی اللہ جمیعا ایها المؤمنون لعلکم تفلحون[۲] (ترجمہ) و زنان نزنند پاہاے خویش را تا دانستہ شود آنچہ نہان مے دارند از آرائش خود و ہمہ باز گردید بسوے خداے تعالیٰ اے مسلمانان تا بکام رسید (نجات یابید)

اور اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے۔ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جاؤ تا کہ مراد پاؤ۔

وقال تعالیٰ، ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن[۳] (ترجمہ) و نزدیک مشوید کارہاے بے حیائی را ہر چہ از آنہا آشکارا است، و ہر چہ نہان است۔ ایں ہمہ آیات و غیر اینہا در تحریم ہمہ اجزاے ایں کار شنیع نص صریح است، و در احادیث خود کثرتے است کہ احصا نتواں کرد۔

نیز ارشاد خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس برے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور صریح نصوص ہیں۔ رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔

۱؎ القرآن الکریم ۲۴/۳۱

۲؎ " " "

۳؎ " ۶/۱۵۱

بالجملہ زنِ اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ بمجلسِ مرداں راہ دادن (یکے) و ہر چہ تمام تر بہ ہیئت و آراستہ بودنش (دو) و مرداں را بسوئے او بنظرِ تلذذ دیدن (سہ) و باعضائے عورت او از سر و مو و ساعد و بازو و سینہ و گلو نگریستن (چہار) و سرود و زمزمش (پنج) و نغمات مزامیر بر آں آتش تیز و تند (شش) و پائے کوبی آں زن خاصہ با آواز خلخال و زنگلہ زیور (ہفت) و دیگر حرکات فتنہ انگیز و شہوت خیز (ہشت)، ایں ہمہ بادر شرع محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرام و حرام و حرام است، ظلمات بعضہا فوق بعضٍ[1]

(خلاصہ کلام) اس برے عمل میں بہت سی خرابیاں ہیں: (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح بے پردہ، مردوں کی محفل میں جانا ہیجان خیز اور فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا اسے شہوت کی نگاہ سے حصول لذت کے لئے دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلاً سر، بال، بازو، سینہ اور گلا، ان سب کی طرف دیکھنا (۵) اس کا ترنم سے گیت گانا، (۶) گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تند و تیز آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکات اور شہوت خیز انداز، یہ سب کام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں۔ (ت)

الحاصل حرمت ایں فاحشہ شنیعہ از ضروریات دینِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا آنکہ ہر کہ او را حلال داند بالقطع و الیقین کافر شود، والعیاذ باللہ تعالیٰ، و دیگر لہو ہائے نامشروعہ را سائل تفصیل ذکر نہ کردہ بعضے از لہو ہائے ممنوعہ کبیرہ باشد، و بعضے صغیرہ کہ باصرار کبیرہ شود، و علی الاجمال در حدیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آمدہ است

خلاصہ یہ ہے کہ اس برے اور بے حیائی کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں واضح ہے، یہاں تک کہ جو کوئی اس کو حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہو جائیگا، اللہ تعالیٰ کی پناہ، اور دوسرے ناجائز کھیلوں کی سائل نے کوئی تفصیل ذکر نہیں کی لیکن ان میں سے بعض ممنوع اور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض گناہ صغیرہ کے زمرے میں آتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

كل شئ يلهو به الرجل باطل الا رميه بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته بامرأته فانهن من الحق[1] یعنی ہر بازی باطل است مگر تیراندازی واسپ تازی وبا زن خود بازی کر اینها از حق است رواہ احمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة عن عقبة بن عامر والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

وخود ہمیں را این حدیث عام وتام وجامع ونافع بسند است کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرمود الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ما کان منہا للہ عزوجل یعنی بر دنیا لعنت وبر ہر چہ در آن است لعنت، مگر آں چہ ازاں برائے خدائے عزوجل باشد، رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والضیاء فی المختارۃ عن جابر[2]

مگر بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہو جائیں گے۔

اجمالی طریقے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں سے ایک ارشاد یوں ہے کہ جس کھیل میں بھی آدمی مشغول ہو وہ ناجائز ہے مگر تین قسم کے کھیل جائز ہیں (۱) کمان سے تیر اندازی کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو جہاد کیلئے تیار کرنا (۳) اپنی منکوحہ یعنی بیوی سے کھیلنا۔ امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت امیر المومنین فاروق سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) خود فرد مومن کے لئے یہ حدیث عام، تام اور یقینی حیثیت کی وجہ سے کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالٰی کے بزرگ وبرتر کی یاد کے سند حسن کے ساتھ اس حدیث کو ابونعیم نے الحلیہ میں اور ضیاء مقدسی نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ما جاء فی فضل الرمی الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۷
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الرمی فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸
سنن الدارمی کتاب الجہاد باب فی فضل الرمی حدیث ۲۴۱۰ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۲/۱۲۳
مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۴۴ و ۱۴۸

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دار الکتاب العربی بیروت ۳/۱۵۷ و ۷/۹۰

بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما باسناد حسن۔

در حدیث دیگر فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالیٰ یعنی بر دنیا لعنت و بر ہر چہ در آن ست لعنت جز آنچہ باو رضائے خدا خواستہ شود۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔

در حدیث آخر ست کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما او متعلما یعنی دنیا ملعون است و ہرچہ در واست ہم ملعون است جز یاد خدائے تعالیٰ و آنچہ پسندیدۂ اوست و عالمے یا علم آموزے۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

و در حدیث آخر ست کہ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا امرا بمعروف او نہیا عن منکر او ذکر اللہ یعنی دنیا ملعونہ و ہر چیز دنیا ملعون جز بہ نیکی فرمودن و از بدی باز داشتن

المختارہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے بجز اس کے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مقصود و مطلوب ہو۔ امام طبرانی نے "الکبیر" میں اچھی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب قابل لعنت ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس چیز کے جسے اس نے پسند فرمایا؛ عالم اور علم حاصل کرنے والا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اور ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے مگر بھلائی کرنے کا حکم دینا اور برے کام سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کی یاد، اس سے مستثنیٰ ہیں

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الزہد باب فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/۲۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲ و ۳۱۳

و یاد خدائے تعالیٰ جل جلالہ۔ رواہ البزار[1] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعند الطبرانی عنہ فی الاوسط[2] کحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(یہ تینوں کام قابلِ تحسین ہیں) محدث بزار نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے ان سے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔

ونماز پس فاسق بکراہت شدیدہ مکروہ است کما فی الغنیۃ[3] وغیرھا وقد فصلناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید۔

(رہی یہ بات کہ نماز کا کیا حکم ہے، تو واضح ہو کہ فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے جیسا کہ الغنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

وقلیان کشیدن اگر بعقل وحواس فتور آرد چنانکہ وقتِ افطار رمضان معمول جہالِ ہندوستان است، خود حرام است لحدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ رواہ احمد[4] وابوداؤد بسند صحیح ورنہ اگر تعاھد نکنند ورائحہ کریہہ آرد، مکروہ تنزیہی وخلاف اولیٰ باشد آنجنانکہ

(رہا حقہ نوشی کا تمباکو نوشی کا مسئلہ، تو اگر وہ عقل اور حواس میں فتور پیدا کرے جیسا کہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ہندوستان کے جاہلوں کا معمول ہے تو یہ بطور خود حرام ہے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث کی وجہ سے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ اور فتور پیدا کرنے والی چیز کا استعمال ممنوع ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کی ہے ورنہ اگر اسے معمول نہ بنائیں لیکن قابل نفرت

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار عن ابن مسعود حدیث ۴۲۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۰
[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۴۹
[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[4] سنن ابی داؤد کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۰۹

سیر و پیاز خام، و اگر ازیں ہم خالی است مباح محض است، کما حققہ المولوی عبد الغنی النابلسی فی الحدیقۃ وغیرھا وقد فصلنا القول فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بدبو پیدا ہو جائے تو مکروہ تنزیہہ اور خلاف اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور پیاز استعمال کرنا، اور اگر اس سے بھی خالی ہو یعنی بدبو وغیرہ نہ ہو تو مباح ہے جیسا کہ مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس قول کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اور اس عظیم شان والے کا علم بڑا کامل اور محکم ہے۔

مسئلہ ۹۵ از آرہ سباحتو، اکسفورڈ رجمنٹ مرسلہ امداد علی صاحب رجمنٹ اسکول والی

۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

عالم علوم ظاہری و باطنی دام فیضکم، تسلیم بعد تعظیم، جناب عالی! یہاں ایک امر میں دو فریق باہم جنگ ہیں، وہ یہ ہے کہ بوقت نکاح دولہا کو خوشبو لگانا اور پھولوں کا گلے میں ڈالنا مسنون ہے یا ممنوع۔ یہاں ایک مولوی کشمیری پھولوں کا گلے میں ڈالنا ناجائز فرماتے ہیں اور بہت زور دیتے ہیں۔ لہذا امیدوار کہ جناب از راہ شفقت بزرگانہ جوابات حق ہو جواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب

خوشبو لگانا سنت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسندیدہ بارگاہ رسالت ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وبارک وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دنیاکم النساء والطیب وجُعِلَتْ قرۃ عینی فی الصلٰوۃ۔ رواہ الامام احمد والنسائی[1] والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ

یعنی تمہاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی، نکاح اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی (امام احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے سند جید کے ساتھ حضرت

[1] سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء حب النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۸

تعالیٰ عنہ بسند جید۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من عرض علیہ ریحان فلا یردہ فانہ خفیف المحمل طیب الریح۔ رواہ مسلم و ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جس کے سامنے خوشبو نبات پھول پتی وغیرہ پیش کی جائے تو اسے رَد نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا اور بو اچھی ہے (یعنی یہ بوجھ کا باعث نہیں کہ پیش کرنے والے پر مشقت نہیں کرنی بھاری احسان نہیں) (امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اربع من سنن المرسلین الختان والتعطر والنکاح والسواک۔ رواہ الامام احمد والترمذی والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال الترمذی ھذا حسن غریب صحیح۔

یعنی چار باتیں انبیائے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں سے ہیں، ختنہ کرنا اور خوشبو لگانا اور نکاح اور مسواک۔ (امام احمد، ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔ ت)

بخاری شریف میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یرد الطیب

یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوشبو کی چیز رَد نہ فرماتے تھے

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب استعمال المسک الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی رد الطیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۹
[۲] جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
شعب الایمان حدیث ۷۷۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۶

رواہ ھو والامام احمد[1] والترمذی والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(بخاری، امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ہار گلے میں پہنیں ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ ایک ڈورے میں پرو لیا ہے، اور گلے میں ڈالا وہی خوشبو سے فائدہ لیا اور اپنے جلیس آدمیوں اور فرشتوں کو فرحت پہنچانا ہے کہ کسی برتن میں رکھیں تو اس کا ساتھ لے پھرنا دقّت سے خالی نہیں، اور ہاتھ میں لئے رہیں تو ہاتھ بھی رنگے اور پھول بھی جلد کملا جائیں، تو اس قدر سے ممانعت وحرمت وناجوازی کس طرف سے آگئی۔

امام ابن امیر الحاج محمد محمد حلبی حلیہ میں احادیث متعددہ ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم علی امرأۃ وبین یدیھا نوی او حصی تسبح بہ فقال الا اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا او افضل فقال سبحان اللہ عدد ما خلق اللہ فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق اللہ فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذٰلك، وسبحان اللہ عدد ما ھو خالق واللہ اکبر مثل ذٰلك لا الٰہ مثل ذٰلك ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے اس کے آگے گٹھلیاں اور کنکریاں پڑی ہوئی تھیں کہ جن پر وہ تسبیح پڑھتی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں وہ وظیفہ اور عمل نہ بتادوں جو اس سے زیادہ آسان اور زیادہ بہتر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا، پاک ہے اللہ تعالٰی اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں پیدا فرمائی، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو اس نے زمین میں پیدا فرمائی، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو ان دونوں کے درمیان ہے، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جس کا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب مالا یرد من الھدیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱
" کتاب اللباس باب من لم یرد الطیب " " " ۲/ ۸۸۸
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۳ و ۲۶۱

مثل ذلك۔ رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد فلم ینهها عن ذلك وانما ارشدها الی ماهو ایسر وافضل ولو کان مکروها لبیّن لها ذلك ثم هٰذه الاحادیث مما تشهد بجواز اتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عدد التسبیح وغیره من الاذکار من غیر ان یتوقف علٰی ورود شیئ خاص فیها بعینها بل حدیث سعد هٰذا کالنص فی ذلك اذ لا تزید السبحة علی مضمونه بضم النوٰی ونحوه فی خیط ومثل ذلك لایظهر تاثیره فی المنع فلاجرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن جماعة من السادة الاخیار۔ واللّٰه سبحانه الموفق۔[1]

وہ پیدا کرنے والا ہے (اور اللہ اسی کے مطابق سب سے بڑا ہے) اللہ اکبر اسی کے مطابق اور لا الٰہ الا اللہ اسی کے مطابق ہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ اسی کے مطابق (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کے مطابق گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے) ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحاح میں اور حاکم نے اسے روایت کیا اور فرمایا اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عورت مذکورہ کو مذکورہ طریق سے تسبیح کرتا دیکھ کر اسے منع نہیں فرمایا بلکہ زیادہ آسان اور افضل طریقہ کی رہنمائی فرمائی، اگر آپ کو اس کا طریقہ پسند نہ ہوتا تو اس کو منع فرما دیتے۔ یہ احادیث مروجہ تسبیح کے جواز پر دلالت کرتی اور شہادت دیتی ہیں۔ یہ تسبیح اعداد وشمار اذکار کے لئے بنائی جاتی ہے، البتہ اوراد و وظائف کا پڑھنا محض اسی پر موقوف نہیں۔ حضرت سعد کی حدیث اس کے جواز کے سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تسبیح مروجہ میں صرف یہی چیز زائد ہے کہ گٹھلیاں کسی دھاگے میں پرو کر مطلوبہ تعداد کے مطابق اسے تیار کر لیا جاتا ہے اور اس نوعیت کے اضافہ میں کوئی تاثیر منع ظاہر نہیں ہوتی۔ بلاشبہہ تسبیح بنانا اور اس کے ذریعے ذکر واذکار کا شغل رکھنا (ایک اچھا عمل ہے) اور عمدہ اکابرین امت کے ایک بڑے گروہ سے منقول ہے، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اور بندوں کو امورِ خیر کی توفیق دیتا ہے (ت)۔

جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، اگر سچا ہے تو بتائے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اللہ تعالٰی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہاں منع فرمایا ہے، اور جب اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا تو پھر دوسرا اپنی طرف سے منع کرنے والا کون، جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از شاہجہانپور محلہ خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خان صاحب، واز رامپور خانقاہ مولٰنا ارشاد حسین مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب غرہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام رحمکم اللہ فی ھذہ المسامات ضرب الدف و البنادیق فی العرس لغرض اعلان النکاح او فخریۃ، ھل یجوز عند الشرع، ام، لا۔ بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحم و کرم فرمائے، اس مسئلہ میں تم کیا فرماتے ہو کہ شادی میں اعلان نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بندوقوں سے ہوائی فائرنگ کرنا خواہ اعلان نکاح کے لئے ہو یا فخریہ طور پر ہو کیسا ہے؟ کتاب و سنت کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ بروز حساب اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

خلاصہ جواب المولوی ریاست علی خاں

یجوز ضرب الدف بلا جلاجل و البنادیق بغرض اعلان النکاح ولا یجوز فخریۃ ولا تطربا۔ فی الحدیث اضربوا علیہ بالدفوف وضرب المدفع یجوز لاعلان افطار الصوم ولزوم الصوم واختتام وقت السحری، ووقت نصف النہار وغیرہ کما ھو معتاد مروج فی اکثر بلاد الاسلام خصوصا

اعلان نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے جبکہ اس کی آواز گھنگرو اور گھنٹی کی جھنکار کے ساتھ نہ ہو یا اس کے مشابہ نہ ہو۔ اسی طرح ہوائی فائرنگ بھی جائز ہے مگر فخر و غرور کے طور پر جائز نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ نکاح کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ روزہ کے وقت کے آغاز کا اعلان کرنے کے لئے سحری کے وقت، روزہ افطاری کے وقت اور دوپہر وغیرہ کے وقت توپ کا گولہ چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک مدائن

في مكة المعظمة فعلى هذا اي
تأمل في جواز ضرب البنادق
لغرض اعلان النكاح لانه مامور
باعلان عن لسان صاحب الشرع و
في رد المحتار ان المدفع يفيد غلبة
الظن وان كان ضاربه
فاسقا لان العادة ان الموقت
يذهب الى دار الحكم آخر النهار
فيعين له وقت ضربه فيغلب بهذه
القرائن عدم الخطاء وعدم قصد
الافساد والا لزم تاثيم الناس[1] . و
ايضا فيه والظاهر انه يلزم اهل
القرى الصوم بسماع
المدافع من المصر لانه
علامة ظاهرة تفيد غلبة
الظن وغلبة الظن حجة
موجبة للعمل[2] فثبت
ان ضرب المدافع مروج
مشروع ، وايضا في
رد المحتار آلة اللهو
ليست محرمة لعينها
بل لقصد اللهو منها اما من

میں معمول ہے بالخصوص مکہ مکرمہ میں یہ طریقہ رائج
ہے، پس اس بناء پر تشہیر نکاح کیلئے فائرنگ
وغیرہ کے جواز کے بارے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے
(یعنی یہ بلا شبہ جائز ہے۔ مترجم) کیونکہ صاحب شرع
کی زبان سے اس کے اعلان کا حکم ہے۔ فتاوی
شامی میں ہے، توپ کا گولہ مفید غلبہ ظن ہے
اگرچہ توپ چلانے والا فاسق ہو اس لئے عادۃً
اس کام پر مقرر آدمی دن کے آخری حصے میں دار القضا
کی طرف جاتا ہے پھر اس کے لئے چھوڑنے کا
وقت مقرر کیا جاتا ہے لہذا ان قرائن کی وجہ سے
غلطی کا ارتکاب نہ ہونے اور فساد پھیلانے کا
ارادہ نہ ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے ورنہ
لوگوں کا گنہگار ہونا لازم آئے گا اور اسی میں
یہ بھی مذکور ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دیہات والے
اگر شہر کی طرف سے توپ کے گولے کی آواز
(بطور اعلان شہادت رویت چاند) سنیں تو
ان پر روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ
یہ ایک ظاہری علامت ہے جو غلبہ ظن کا
فائدہ دیتی ہے اور غلبہ ظن ایک ایسی دلیل
ہے جو عمل کرنا واجب کر دیتی ہے لہذا ثابت
ہوا کہ اس مقصد کے لئے توپیں چلانا مباح اور
جائز ہے، نیز فتاوی شامی میں ہے کہ کھیل کود کے

---

[1] رد المحتار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم دار احیاء التراث العربی بیروت ٢/١٠٦
[2] " " " " ٢/٩١

سامعها ومن المشتغل بها[١] اھ قلت وحرمة آلات اللهو لقصد اللهو في غير العرس واما في العرس فاللهو مباح من حديث عائشة زفت امرأة الى رجل من الانصار فقال صلى الله تعالى عليه وسلم ما كان معكم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو رواه البخاري[٢] وهذا على تسليم ان الناديق من آلات اللهو والا فلا شناعة فيها من قبل والله سبحانه اعلم۔

آوت فی نفسہ حرام نہیں بلکہ کھیل تماشا کے ارادے سے ان کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ "قصد لہو" سامع کی طرف سے ہو یا انھیں استعمال کرنے اور ان سے شغل رکھنے والے کی طرف سے ہو اھ، میں کہتا ہوں آلات لہو کی حرمت "لہو ولعب کے قصد سے موقع شادی کے علاوہ ہے، جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو ان کا استعمال حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے مباح ہے، چنانچہ ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو (تیار کرکے) ایک انصاری کے پاس بھیجا گیا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمھارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا کیونکہ انصار کو کھیل کود سے خوشی ہوتی ہے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اگر یہ تسلیم کریں کہ صندوقوں سے فارزنگ وغیرہ "آلات لہو" میں شامل ہے ورنہ اس سے پہلے ان میں کوئی قباحت نہیں، اور اللہ تعالےٰ پاک سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے (جواب مولوی ریاست علی خاں مکمل ہوگیا ہے)

خلاصہ جواب الشاہ سلامت اللہ فی تائیدہ

لاریب فی جواز ضرب الدف لاعلان النکاح بل فی سنتہ فی الفتاوی الغیاثیۃ ضرب الدف فی النکاح اعلانا وتشہیرا سنۃ و یجب ان یکون بلا صنجات وجلاجل[٣]

اعلان نکاح کے لئے دف بجانے کے جواز بلکہ اس کے سنت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فتاوی غیاثیہ میں ہے: نکاح کے موقعہ پر دف اس کے اعلان اور تشہیر کے لئے سنت ہے اور ضروری ہے کہ دف کی آواز گھنگھرو اور طبلہ

---

[١] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ٥/٢٢٣

[٢] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الی زوجھا قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/٧٧٥

[٣] فتاوی غیاثیہ کتاب الاستحسان الفصل الرابع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ١٠٩

وكذا الطبل قال المحقق العينى والطبل انما كان منهيا اذا كان للهو اما لغيره فلا بأس كطبل الغزاة والعرس، وقد صح ضرب الدف ليلة العرس وفى الاعياد عند النبى صلى الله تعالٰى عليه واٰله وسلم واكد ذلك بما رواه احمد و الترمذى عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم قال فصل ما بين الحلال والحرام الصوت والدف فى النكاح[1] وبما رواه النسائى عن عامر بن سعد قال دخلت على قرظة وابى مسعود الانصارى فى عرس واذا جوار يغنين فقلت انتما صاحبا رسول الله صلى الله تعالٰى عليه واٰله وسلم ومن اهل بدر يفعل هذا عندكم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذهب [...] رخص لنا

کے مشابہ زوردار نہ ہو اور طبلہ بھی اسی طرح ہے۔ محقق عینی نے فرمایا، طبلہ اس وقت منع ہے جب لہو ولعب کے لئے ہو، اگر اس مقصد کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے اگر اعلانِ جہاد کے لئے یا شادی وغیرہ کے موقع پر اس کا استعمال، اور شادی والی رات دف بجانا جائز ہے اور عید کے مواقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے روبرو دف بجائی گئی اور اس کی تاکید کی گئی اس حدیث سے جو امام احمد اور امام ترمذی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا: حلال اور حرام میں فرق نکاح میں دف بجانے اور گیت گانے سے ہے۔ اور وہ حدیث جس کو امام نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں ایک شادی میں قرظہ اور ابومسعود انصاری کے ہاں گیا وہاں چند بچیاں گیت گا رہی تھیں میں نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اے بدری ساتھیو! تمھارے ہاں یہ کام ہو رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر تم بھی سنو اور اگر مرضی نہیں ہے تو یہاں سے چلے جاؤ (اور ہمیں نہ ٹوکو) کیونکہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

في اللهو عند العرس[1]. وفي خزانة المفتين لا بأس بأن يكون ليلة العرس دف يضرب للشهرة واعلان النكاح، قال الفقيه ابو الليث هذا اذا لم يكن عليه جلاجل اما اذا كان فيكره كذا في الظهيرية[2] اهـ، اقول اطلاق الاحاديث ينادي بجوازه مع الجلاجل ايضا ولعل القول بالكراهة لعلة أخرى وقد ظهر من كلام المحقق العيني ان دف العرس وطبله ليسا داخلين في اللهو ولو كانا جائزين ايضا في النكاح بنص الحديث كما افاده الفاضل المجيب وقدمنا التصريح بذلك في رواية النسائي وكذا الاشبه في جواز ضرب البنادق والمدافع في العرس وامثاله.

جیسی شادیوں کے مواقع پر کھیل کود کی رخصت دی گئی ہے۔ اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ شادی والی رات، اعلانِ نکاح اور شہرت کے لئے اگر دف بجائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواز اس وقت ہے یا اس صورت میں ہے کہ جب دف کی آواز گھنگھرو کی جھنکار جیسی نہ ہو لیکن وہ آواز اگر گھنگھرو کے مشابہ اور جھنکار والی ہو تو اس کا استعمال (یعنی دف بجانا) مکروہ ہے۔ یہی فتاویٰ ظہیریہ میں بھی ہے اھ، میں کہتا ہوں کہ حدیثوں کا علی الاطلاق وارد ہونا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "جلاجل" گھنگھرو کی جھنکار جیسی آواز ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو، نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ فاضل مجیب نے افادہ پیش کیا ہے اور روایت نسائی کے حوالے سے ہم نے اس کی تصریح قبل ازیں

[1] سنن النسائی کتاب النکاح اللہو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۲

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۱

کردی ہے اور اسی طرح شادی وغیرہ میں بندوقوں سے فائرنگ کرنے اور توپ سے گولہ باری کرنے کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

الجواب

اللھم لک الحمد والیک الصمد صل علٰی حبیبک النور ماتح السرور وعلٰی اٰلہ وصحبہ الٰی یوم النشور ضرب الدف لاعلان النکاح واظہار السرور فی مستحبات الافراح جائز ومباح مافیہ جناح بل مندوب ومطلوب بالقصد المحبوب لکن یکرہ للرجال بکل حال وانما جوازہ للنساء علٰی ماقالہ فحول العلماء وانما ینبغی لنحو الجواری من الاماء والمذاری دون السیدات ذوات الھیأت فی الدر المختار جاز ضرب الدف فیہ اٰخذ یرید العرس قال فی ردالمحتار جواز ضرب الدف فیہ خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انہ مباح فی النکاح وما فی معناہ من حادث سرور قال وھو مکروہ للرجال علٰی

اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تیری ہی طرف بندوں کا قصد ہے اور اپنے مبارک حبیب پر رحمت بھیج جو خوشی عطا کرنے والے شر انگیز کاموں سے روکنے والے اور قیامت کے دن تک ان کی آل اور ساتھیوں پر نزولِ رحمت ہو، اِن اعلانِ نکاح اور اظہارِ خوشی کے لئے مستحب مواقع میں دف بجانا جائز اور مباح ہے بلکہ اچھے ارادے سے مندوب و مطلوب ہے لیکن مردوں کے لئے ناپسندیدہ ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ اکابر علماء نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح چھوٹی بچیوں کے لئے خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں دف بجانا جائز ہے نہ کہ ان معزز شکل و شباہت رکھنے والی خواتین کیلئے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: شادیوں میں دف بجانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے کہ شادیوں میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ البحرالرائق میں معراج الدرایہ کے حوالے سے منقول ہے کہ اس مسئلہ کے ذکر کرنے کے بعد کہ نکاح اور اس جیسی خوشی کے موقع پر اگرچہ دف بجانا مباح ہے

لہ الدرالمختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۶

هكذا حال للتشبه بالنساء[1] اھ، و اخرج ابن حبان في صحيحه عن أم المؤمنين الصديقة رضي الله تعالٰى عنها قالت كانت عندي جارية من الانصار زوجتها فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم يا عائشة الا تغنين فان هذا الحي من الانصار يحبون الغناء[2]، قال القاري قال التوربشتي يحتمل ان يكون على خطاب الغيبة بجماعة النساء والمراد منهن من تبعها في ذلك من الاماء والسفلة فان الحرائر يستنكفن من ذلك وان يكون على خطاب الحضور لهن ويكون من اضافة الفعل الى الأمر به والاذن فيه قلت ويؤيده الرواية الأتية ام بعثتم معها[3] من تغني الا اما

لیکن ہر حال میں مردوں کے لئے مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اھ، چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے تخریج فرمائی۔ مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ انصار کی ایک بچی تھی میں نے اپنی نگرانی میں اس کی شادی کرائی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم گاتی نہیں ہو؟ کیونکہ انصار تو گانے کو پسند کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ محدث توربشتی نے کہا یہاں اس لفظ "تغنین" میں احتمال ہے کہ غیبت کے طریقے پر عورتوں کی جماعت سے خطاب ہو اور ان سے وہ باندیاں اور گھٹیا عورتیں مراد ہوں جو اس بچی کے ساتھ بارات میں گئیں اس لئے کہ آزاد عورتیں اس کام سے نفرت کرتی تھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ صیغہ حاضر کے طریقہ پر ہو جس کی مخاطب عورتیں ہوں اور فعل کی اضافت آمر اور اجازت دینے والے کی طرف ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آئندہ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "کیا تم نے دلہن کے ساتھ کسی گویا عورت کو بھیجا ہے؟"

---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۲

[2] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان باب الغناء واللعب فی العرس حدیث ۲۰۲۱ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۹۴
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابن حبان فی صحیحہ کتاب النکاح باب اعلان النکاح مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷۲

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۱۳

الجلاجل فمن اللهو الباطل والنهي عنها مشهور وقد تبرا الصدور مزبور وذلك لما فيهما من التطريب وقد كرهوا ضرب التاذج على هيئة الطرب فكيف بما به في نفسه معيب وقد تقدم الفاضل المجيب عن العلامة ط[1] عن الفتاوى السراجية انه هذا اذا جواز ضرب الدف في العرس اذا لم تكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اهـ ولم يثبت وجودها في الدفوف في زمن الحديث والرسالة بل هو لهو حديث اخترعه بعده اهل اللعب والبطالة في المرقاة شرح المشكوة (فجعلت جويريات لنا) بالتصغير قيل المراد بهن بنات الانصار لا المملوكات (يضربن بالدف) قيل تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل قال اكمل الدين المراد به

رہا یہ کہ دف کی آواز گھنگھرو اور گھنٹی کی جھنکار کی طرح ہو تو یہ لہو باطل میں شمار ہے اور اس سے ممانعت مشہور ہے، چنانچہ سینوں کی تختیوں پر لکھا ہوا ہے اس لئے کہ اس میں خوش آوازی اور سریلا پن ہے، حالانکہ فقہائے کرام نے کسی سادہ چیز کو گانے کی شکل اور ہیئت پر بجانے کو مکروہ قرار دیا ہے پھر اس کا کیا کہنا جو بذاتہٖ عیب دار ہو، چنانچہ فاضل مجیب علامہ شامی نے بحوالہ فتاوٰی سراجیہ پہلے نقل کیا ہے کہ شادی میں دف بجانے کا جواز اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں ٹن ٹن کی آواز نہ ہو اور وہ گانے کی ہیئت پر بھی نہ بجایا جائے اھ حدیث اور رسالت کے زمانے میں دف سے ٹن ٹن کی سریلی آواز نہ تھی بلکہ یہ کھیل تماشے کی باتیں زمانہ رسالت کے بعد ارباب باطل نے ایجاد و اختراع کرلیں، چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ ہمارے ہاں چند چھوٹی بچیاں تھیں جو دف بجارہی تھیں، یہاں حدیث میں لفظ جویریات ہے جو جویریہ کی جمع اور صیغہ تصغیر ہے۔ کہا گیا کہ ان سے انصار کی چھوٹی بچیاں مراد ہیں لہذا باندیاں مراد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ بچیاں جوان نہ تھیں اور ان کی دف کی آواز سریلی اور ٹن ٹن والی نہ تھی۔ چنانچہ علامہ اکمل الدین نے فرمایا ان کی دف سے زمانہ متقدمین

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیہ الجلاجل فینبغی ان یکون مکروھا بالاتفاق اھ[1] ملخصا ولا یذھبن عنک ان اللھو حقیقتہ حرام کلھا دقھا وجلھا اما ما ابیح فی العرس ونحوہ من ضرب الدف وانشاد الاشعار المباحۃ بالقصد المباح او المندوب لا للتلھی واللعب المعیوب فانما سمی لھوا صورۃ کما سمیت السنن الثلث ملاعبۃ الفرس والمرأۃ والرمی بذلک لذلک بالضرورۃ فلا منافاۃ بین حدیث قرظۃ بن کعب وابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما وقول المحقق العینی وغیرہ انما کان منھیا اذا کان للھو اما لغیرہ فلا باس کطبل الغزاۃ والعرس[2]، قال فی رد المحتار نقلا عن الکفایۃ شرح الھدایۃ اللھو حرام بالنص قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لھو المؤمن باطل الا فی ثلث تادیبہ فرسہ

کی دف مراد ہے۔ رہی وہ دف کہ جس کی گھنٹی جیسی آواز اور جھنکار ہو تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے (ملخص پورا ہو گیا) یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ در حقیقت ہر لہو حرام ہے خواہ آلاتِ لہو کی آواز باریک ہو یا موٹی۔ رہی یہ بات کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانا مباح ہے اور مندوب ارادے سے جائز اشعار پڑھنا بشرطیکہ معیوب طریقے پر نہ ہو، تو ان تمام باتوں کے مباح ہونے کا حکم ہے البتہ اسے صورۃً لہو کہا گیا جیسا کہ تین کاموں کو (یعنی عورت اور گھوڑے سے کھیلنا اور تیر اندازی کرنا) جو در حقیقت سنت ہیں۔ اسی وجہ سے اس ضرورت کی بنا پر انھیں لہو کا نام دیا گیا ہے قرظہ بن کعب اور ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اور محقق عینی وغیرہ کے کلام میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دف بجانے کا جواز اس صورت میں ہے کہ جب بطور لہو نہ ہو ورنہ منع ہے۔ اس کی مثال جیسے غازیوں کا طبلہ اور شادیوں میں دف بجانا ہے۔ علامہ شامی نے کفایہ شرح ہدایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ نص کی بنیاد پر لہو حرام ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین کھیلوں کے علاوہ مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے: (۱) گھوڑے

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۱

[2]

وفی روایۃ ملاعبتہ بفرسہ ورمیہ عن قوسہ وملاعبتہ مع اھلہ[1] قلت رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ کل شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ انتضالک بقوسک وتادیبک فرسک وملاعبتک اھلک فانھا من الحق ھذا مختصر وقال صحیح علی شرط مسلم[2] ، وتابعہ الذھبی وصحح ابوحاتم و ابوزرعۃ ارسالہ من طریق محمد بن عجلان عن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فذکرہ فی نصب الرایۃ[3] . قلت محمد صدوق من رجال مسلم وعبداللہ ثقۃ عالم

کو ادب سکھانا یعنی جہاد کے لئے تیار کرنا، ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اپنے گھوڑے سے کھیلنا (۲) کمان سے تیر اندازی کرنا (۳) اپنی بیوی سے کھیلنا اھ۔ میں کہتا ہوں کہ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث مذکور ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ سوائے تین کھیلوں کے دنیا کا ہر کھیل باطل ہے (۱) اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا (۳) اپنی گھر والی یعنی اہلیہ کے ساتھ کھیلنا، یہ تینوں جائز ہیں۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ حاکم نے کہا کہ یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ علامہ ذہبی نے اس میں تتابع کیا ہے۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے اس کے ارسال کو صحیح قرار دیا ہے جو محمد بن عجلان کے طریقے سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین سے مروی ہے چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا پھر اس نے حدیث مذکور بیان کی، نصب الرایہ میں یوں کہا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ محمد نامی راوی سچا ہے جو مسلم کے رجال میں سے ہے، عبداللہ راوی ثقہ اور عالم

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد دار الفکر بیروت ۲/۹۵

[3] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۲۷۳

من رجال الستة كلاهما من صغار التابعين فالحديث صحيح على اصولنا على ان النسائي روى بسند حسن عن جابر بن عبد الله وجابر بن عمير رضي الله تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال كل شيء ليس من ذكر الله فهو لهو ولعب الا ان يكون اربعة ملاعبة الرجل امرأته وتاديب الرجل فرسه ومشي الرجل بين الغرضين وتعلم الرجل السباحة[1] واخرج الطبراني في الاوسط عن امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كل لهو يكره الا ملاعبة الرجل امرأته ومشيه بين الهدفين وتعليمه فرسه،[2] فالحديث صحيح لا شك وكان هذا هو مراد الفاضلين الكاملين ذوي الرياسة والسلامة والنفاسة والكرامة المجيب

ہے، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، دونوں اشخاص مذکور چھوٹے تابعین میں سے ہیں لہذا حدیث ہمارے اصول وقواعد کے مطابق صحیح ہے، اس کے علاوہ امام نسائی نے اچھی سند کے ساتھ اسے جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ چیز جس میں ذکر الٰہی نہ ہو وہ کھیل اور تماشہ ہے لیکن چار چیزیں اس سے مستثنٰی ہیں (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا (۳) مرد کا دو نشانوں کے درمیان چلنا (۴) تیراکی سیکھنا۔ امام طبرانی نے "الاوسط" میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ تخریج فرمائی کہ ہر کھیل مکروہ ہے سوائے تین کاموں کے (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) تیراندازی کے دو نشانوں کے درمیان چلنا (۳) اپنے گھوڑے کو سکھانا۔ لہذا حدیث بلاشبہہ صحیح ہے، اور دو فاضلوں کاملوں کی شادی کے لہو مباح ہونے سے یہی مراد ہے جو ریاست سلامت نفاست کرامت والے ہیں ایک جواب دینے والا اور دوسرا

---

[1] کنز العمال بحوالہ (النسائی) عن جابر بن عبد اللہ وجابر بن عمیر حدیث ۴۰۶۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۲۱۱

[2] المعجم الاوسط حدیث ۹۴۱۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/۸

والتنويه بإباحة اللهو في العرس. أمّا ضرب بندقة الرصاص لإعلان النكاح فلا شك أن الإعلان مطلوب فيه مندوب إليه فصلاً بين النكاح والسفاح الذي يكتم ولا يعلم والمقصود إعلام الأباعد والأقاصي فإن الحضور يعلمونه بالحضور ولذا أمر بضرب الدفوف واضطراب الأصوات على وجه المعروف فإن العلم القاصي إنما يحصل بما هو متعارف عندهم وقد شمله قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فصل ما بين الحلال والحرام الصوت والدف في النكاح[1]، رواه الأئمة أحمد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن حبان والحاكم عن محمد بن حاطب الجمحي رضي الله عنه حسنه الترمذي وصححه ابن حبان والدارقطني والحاكم وابن طاهر فلم يخص بالدف بل أطلق الصوت

اس کی تائید کرنے والا ہے۔ رہی یہ بات کہ گولی کی رائفل سے نکاح کی تشہیر اور اعلان کرنا تو یہ مطلوب مندوب ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں امتیاز ہوجائے کیونکہ بدکاری کو چھپایا جاتا ہے بتایا اور ظاہر نہیں کیا جاتا، جبکہ نکاح کی تشہیر کی جاتی ہے کیونکہ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انتہائی دور والے لوگ بھی آگاہ ہوجائیں کیونکہ قریب کے لوگ تو قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے اس معاملے کو بخوبی جانتے ہیں اس لئے دف بجانے اور آوازوں کے پھیلانے کا حکم طریقہ معروف کے مطابق دیا گیا ہے تاکہ قاضی کے لئے حصول علم اس کے مطابق ہوجائے جو لوگوں میں متعارف ہے اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اسی کو شامل ہے کہ حلال حرام میں فرق نکاح کے موقع پر اعلان کرنے اور دف بجانے سے ہے۔ چنانچہ ائمہ کرام مثلاً احمد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسکی تحسین فرمائی۔ ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن طاہر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لہذا اعلان نکاح کو شارع نے دف بجانے کے ساتھ

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۹
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۸ و ۴/۲۵۹

وخاص بالعطف والبندقة صوت
يحصل به الاعلام بل ادخل
في السر اهـ قال ابن
الملك المراد الترغيب الى اعلان
امر النكاح بحيث لا يخفى على الاباعد
قال في شرح السنة معناه
اعلان النكاح واضطراب
الصوت به والذكر في
الناس كما يقال فلان
قد ذهب صوته في
الناس[1] اهـ فالنهي مفقود
ونفي المقصود فالجواز
موجود والمنع مردود و
هل لاحد ان ينهى
عما لم ينه عنه الله
ورسوله جل جلاله وصلى
الله تعالى عليه وسلم
اما زعم بعض جهلة
الوهابية ولعمري
ما في الوهابية الا
الجهلة انه اسراف و
الاسراف حرام فجهل
منهم بمعنى الاسراف و

مخصوص نہیں کیا بلکہ صوت کو مطلق رکھا گیا اور دونوں
میں حرف "و" تقابل کے لئے بڑھایا گیا اور
والنقل سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ جس سے
آگاہی نصیب ہوتی ہے بلکہ اسے مقصود میں زیادہ
دخل ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا علامہ ابن ملک
نے کہا کہ اس سے امر نکاح کے اعلان کرنے کی
رغبت مقصود ہے تاکہ دور دراز والے لوگوں پر
یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہے۔ شرح السنۃ میں
فرمایا گیا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کا اعلان
اور اس کی آواز کی نشر و اشاعت ہو جائے اور
لوگوں میں اس کا تذکرہ ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ
فلاں شخص کی آواز لوگوں میں پھیل گئی اور ان تک
پہنچ گئی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ نہی مفقود اور افادہ
مقصود ہے اور جواز موجود اور ممانعت مردود
ہے، کیا کسی کے لئے گنجائش ہے کہ جس کام سے
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی منع نہ فرمائیں
اس سے لوگوں کو روکے، ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔
اللہ تعالیٰ کی شان عظیم ہے اور اس کے
رسول کریم پر اس کی طرف سے ہدیۂ درود و تسلیم
ہو۔ رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ
یہ اسراف ہے، مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں
سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ لہٰذا قول وہابیہ
کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، تو

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۳

اعظم منداق اجهلهم تلا في تحريمه
آية ان المبذرين كانوا اخوان
الشيطين[1]، ولم يدر المسكين
ما في الانفاق في غرض
محمود في مذموم او في
عبث من بون مبين ولو كان
كل انفاق شئ في غرض مباح
بل ومحمود اسرافا مذموما
اذا امكن حصوله باقل
منه لكان كل توسع في
مأكل او مشرب او منكح او مركب
او ملبس او مسكن حراما وهو
خلاف الاجماع والنصوص الصريحة
بغير نزاع وهذا ربنا عزّ و
جلّ قائلا قل من حرم
زينة الله التي اخرج
لعباده والطيبت من
الرزق[2]، وهذا نبينا
صلى الله تعالى عليه
وآله وسلم قائلا
ان الله تعالى يحب
ان يرى اثر نعمته

ان کا یہ قول یعنی اسراف سے جہالت ہے اور اس
سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے
صادر ہوئی اس نے اس کام کی حرمت میں
قرآن مجید کی آیہ مبارکہ پڑھ لی "بے جا خرچ
کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" اور وہ
بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ
کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق
ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی
غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا جب اس کا
اس سے کمتر درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر
کھانے پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس
اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار
کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاق امت کے بالکل
خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی
نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار
عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو
مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے، فرما
دیجئے کس نے حرام کردی اللہ تعالیٰ کی وہ زیب
زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر
فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷
[2] " " ۷/ ۳۲

علی عبدہ رواہ الترمذی[1] و
حسنہ والحاکم وصححہ عن عبد اللہ
ابن عمرو بن العاص رضی اللہ
تعالٰی عنہما مع قولہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث
الصحیح بحسب ابن اٰدم لقیمات
یقمن صلبہ[2] الحدیث ، وجعل
لہن الی التثلیث وقد اجمعوا
علٰی جوازہ حتی الشبع و
انت تری ھؤلاء الناھین
المجترئین علی اللہ تعالٰی
بما تصف السنتہم الکذب[3] ان
ھذا حرام وھذا ممنوع
یاکلون الالوان ویلبسون الرقاق
ویفعلون یفعلون ولو اجتزؤا
بعشر ما انفقوا لکفٰی وضرب
السدف ایضا لا یخلو عن نفقۃ
اما ثمن و اما اجرۃ

فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثار نعمت دیکھے،
چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس
کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبد اللہ
بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔
اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا
حدیث صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے، ابن آدم
کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اسکی پیٹھ
کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے
مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا حالانکہ
اس کے جواز پر ائمہ کرام نے اتفاق کیا، تم دیکھتے
ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالٰی پر جرأت کرنے
والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ
بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ
لوگ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور
پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں،
کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے
جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا، اور یہ بھی
خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان اللہ یحب ان یری اثرہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۵
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/۱۳۵
[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی کراہیۃ کثرۃ الاکل امین کمپنی دہلی ۲/۶۰
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الاقتصاد فی الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸
الترغیب والترہیب الترہیب من الامعان فی الشبع مصطفٰی البابی مصر ۳/۱۳۶
[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

2/2

ولعلہ قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الی غرض لایحمد وتعدی القصد وتجاوز الحد فانظر ان ھذا امر ذاک واللہ یتولی ھداک نعم من اراد التفاخر فذلک الحرام جملۃ واحدۃ ان اللہ لایحب من کان مختالا فخورا[1] ولا اختصاص لھذا بالدف والبندقۃ بل لوتلا القرآن ونوی التفاخر کان حراما محظورا والتالی اثما موزورا کما لایخفی فھذا ما عندنا فی الباب وربنا سبحنہ اعلم بالصواب وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا والاٰل والاصحاب اٰمین۔

نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید یہ بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی خوبی اور فائدہ نہ ہو، اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو لہذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں (یعنی دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، لہذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوت کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے، پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہگار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں۔ لہذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے، اور ہمارا پاک پروردگار راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے، ہمارے آقا سردار اور ان کی آل اولاد و صحابہ پر اللہ تعالٰی کی خصوصی باران رحمت ہو، آمین! (ت)

مسئلہ ۹۷: از مدراس جناردھاری وسنگ شب گرامین اسٹریٹ مرسلہ مولوی حاجی سید عبدالغفار صاحب بنگلوری۔

پھولوں کا سہرا جس میں کلیاں اور پتی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل اور تمام عادات و رسوم مباحہ کے مباح رہے گا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۶

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے بُرا فرمائیں وہ بُری اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے نہ بُرائی وہ اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل و ترک میں ثواب نہ عقاب۔ یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر جگہ کام آئے گا۔ آجکل مخالفین اہلسنت نے یہ روش اختیار کر لی ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک، حرام، بدعت، ضلالت کہنا شروع کر دیا اگرچہ وہ فعل صحابہ کرام یا تابعین عظام یا ائمہ اعلام سے ثابت ہو، اگرچہ وہ فعل اُس نیک بات کے عموم و اطلاق میں داخل ہو جس کی خوبیاں صریح قرآن مجید و حدیث شریف میں مذکور ہیں، پھر سہرے وغیرہ رسمی باتوں کی تو کیا حقیقت ہے، اور اس پر طرہ یہ ہوتا ہے کہ اہلسنت سے پوچھتے ہیں تم جو ان چیزوں کو جائز بتاتے ہو قرآن و حدیث میں کہاں جائز لکھا ہے حالانکہ ان کو اپنی خوش فہمی سے اتنی خبر نہیں کہ جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں، جو ناجائز کہے وہ قرآن و حدیث میں دکھائے کہ ان افعال کو کہاں ناجائز کہا ہے، کیا اہلسنت پر لازم ہے کہ وہ جس جس چیز کو جائز و مباح بتائیں اس کی خاص صورت کا حکم صریح قرآن مجید و احادیث شریف میں دکھائیں اور تم پر کچھ ضرور نہیں کہ جس چیز کو حرام بدعت گمراہی کہو خاص اس کی نسبت ان حکموں کی تصریح کتاب و سنت میں دکھا دو۔ ان امور کی قدرے تفصیل مسئلہ قیام میں فقیر نے ذکر کی اور تحقیق کامل تصانیف علمائے اہلسنت میں ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ۔

جب یہ قاعدہ شرعیہ معلوم ہو لیا تو سہرے کا حکم خود ہی کھل گیا۔ اب جو ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت بتائے وہ خود قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت کر دکھائے، ورنہ جانِ برادر! شرع تمہاری زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہو بے دلیل حرام و ممنوع کہہ دو۔ اور سفہائے مخالفین جو اس قسم کے مسائل میں حدیث من احدث فی امرنا[1] وغیرہ پیش کرتے ہیں محض بے محل وافترائے جہالی کہ اس قدر تو طائفہ اسمٰعیلیہ کو بھی مسلّم کہ بدعتِ ضلالت وہی ہے جو بات دین میں نئی پیدا ہو اور دنیوی رسوم وعادات پر حکم بدعت نہیں ہو سکتا مثلاً انگرکھا پہننا، پلاؤ کھانا یا دولہا کو جامہ پہنانا، دلہن کو پالکی میں بٹھانا۔ اسی طرح سہرا کہ اُسے بھی کوئی دینی بات سمجھ کر نہیں کرتا، نہ بغرض ثواب کیا جاتا ہے بلکہ سب ایک رسم ہی جان کر کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا ہو کہ اُسے دینی بات جانے تو اس کی اس بیہودہ سمجھ پر اعتراض صحیح ہے، اسی طرح سہرے کے باب میں حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/ ۳۷۱ و صحیح مسلم کتاب الاقضیہ ۲/ ۷۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

پیش کرنا اور یہ کہنا کہ ہندو بھی سہرا باندھتے ہیں قرآن سے مشابہت نکلے گی محض غلط کہ حدیث میں لفظ تشبّہ مذکور ہے اور اُس کے معنے اپنے آپ کو کسی کے مشابہ بنانا توحقیقۃً یا حکماً قصدِ مشابہت پایا جانا ضرور ہے، مثلاً ایک شخص کوئی فعلِ خاص اس نیت سے کرے کہ کفار کی سی شکل پیدا ہو اگرچہ وہ یہ ارادہ نہ کرے مگر وہ فعل شعارِ کفار اور ان کی علامتِ خاصہ ہو جس سے وُہ پہچانے جاتے ہوں، جیسے سر پر چوٹی، ماتھے پر ٹیکا، گلے میں جنیؤ، الٹے پردے کا انگرکھا وعلیٰ ہذا القیاس۔ تو بیشک ان صورتوں میں ذم و وعید وارد۔ اور حدیث من تشبّہ اس پر صادق، نہ یہ کہ مطلقاً کسی بات میں اشتراک موجبِ ممانعت ہو۔ یُوں تو انگرکھا ہم بھی پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں پھر کیا اس وجہ سے انگرکھا پہننا ہم پر حرام ہو جائے گا، اور اگر پردے کا فرق کفایت کرے تو کیا نلکیوں اور پٹی کا نہ ہونا اور اس سہرے کی صورت اُن کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ بربنائے تشبّہ کسی فعل کی ممانعت اُسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصدِ مشابہت ہو یا وہ فعل اہلِ باطل کا شعار و علامتِ خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں، یا اگر خود اُس فعل کی مذمت شرعِ مطہر سے ثابت ہو تو بُرا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں، اور سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے۔

یہ قاعدہ بھی ضرور یاد رکھنے کا ہے جس سے مخالفین کے اکثر اوہام کا علاج ہوتا ہے،

درمختار میں بحرالرائق سے منقول:

التشبّہ بھم لایکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبّہ[1]۔

اہلِ کتاب سے تشبّہ ہر چیز میں مکروہ نہیں بلکہ بُری بات میں۔ اور وہاں کہ ان سے مشابہت کا قصد کیا جائے۔

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انّا ممنوعون عن التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواءٌ کانت من افعال اھل السنۃ اومن

ہم کو یہ منع ہے کہ کفار و اہلِ بدعت کے شعار میں تشبّہ کریں نہ یہ کہ ہر بدعت منع ہو اگرچہ مباح ہو، اب چاہے وُہ اہلسنّت کے افعال سے ہو یا کفار و مبتدعین کے فعلوں سے، تو مدار کار

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

ج

21 افعال الکفرۃ واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار[1] — شعار پر ہے۔

21

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعًا منع نہ شرعًا ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے، کی تو کیا، نہ کی تو کیا۔ اس کے سوا جو کوئی اسے حرام گناہ، بدعت ضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، پر پر باطل، اور جو اسے ضروری لازم اور ترک کو شرعًا موجب تشنیع جانے وہ بڑا جاہل۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ

عبدہ المذنب الفقیر احمد رضا البریلوی عفی عنہ

رسالہ

ھادی الناس فی رسوم الاعراس

ختم ہوا

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

حدود و تعزیرات

مسئلہ ۹۰: مسئولہ مولوی عبدالسبحان صاحب از بنگالہ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کئی روز عمرو سے کوئی بات کی تنازع کیا بعد ازاں عمرو کے اوپر سردار محلہ کے انہوں نے تہمت دیا اور کہا کہ اہل مجلس نے اگر اس کو کھانے تو میں نہیں ہوں اہل مجلس نے کہا کیوں اسی وقت زید نے جواب دیا کہ عمرو بدکار ہے اس کی کے ساتھ، پھر عمرو نے اس بات پر مقدمہ دائر کیا حاکم سے ممبر کے پاس حکم آیا کہ یہ مقدمہ صحیح ہے یا نہیں بعد اس کے ممبر نے محلہ والوں کو پہنچایا کہ یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں ان لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ جو مقدمہ عمرو نے دائر کیا صحیح ہے پھر وہاں زید نے حاضر ہو کر کہا میں اہل مجلس سے اور پنچین صاحب سے خواستگار ہوں کہ میں نے افترا اور جھوٹ کہا معافی کا خواستگار اسی حالت میں عمرو کو اہل محلہ اور ممبر صاحب نے بلایا اور کہا ان کو معاف کرو انہوں نے ان لوگوں کی بات کو منظور کیا بعد اس کے قریب ایک سال کے بعد پھر کہا زید نے عمرو کے ساتھ کھانے میں نہیں ہوں تب سرداران اہل مجلس نے کہا کیا سبب ہے فوراً جواب دیا کہ میں نے پہلے جو بات ظاہر کیا تھا وہی ہے تب سرداران اہل محلہ نے گواہ طلب کیا اس نے کہا ہے فلاں فلاں شخص اس مجلس میں حاضر ہے اُن لوگوں نے بھی کہا کہ آپ کی زبان سے اگلے سال سنا تھا فی الحال ہم لوگ کچھ نہیں جانتے پھر اہل مجلس نے کہا کہ آپ کے اور کوئی گواہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہے عمرو بکر خالد عبداللہ وغیرہ ان لوگوں نے ان سب سے پوچھا یہ بات زید نے جو کہا صحیح ہے یا نہیں عمرو بکر وغیرہا نے کہا کہ ہم لوگوں نے ایک عورت سے

سُنا تھا اُس عورت سے بھی پُوچھا تو عورت بھی اس وقت مانع ہے پھر جمعہ کے دن سب مصلیوں کے مقابلہ زید سے پُوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی سنا اور جو میرا شاہد ہے وہ بھی مانع ہے بلکہ بعضوں کی طرف اشارہ کیا تھا انھوں نے مسجد ہی میں منع کیا اس حال میں زید پر حدِ قذف لازم آتا ہے یا نہیں، اگر آتا تو بالمال ہوسکتا ہے یا نہیں ———— اگر تعزیرات ساتھ مال کے ہوسکتی ہوتا ہے کوئی مقدار معین ہولینا اور اس مال کا مستحق کون ہے؟ از روئے شرع کے مع الدلائل بیان فرمائیے اور اگر وہ شخص توبہ کرے معافی کی امید ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید ضرور مرتکبِ قذف کا ہوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ اسّی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ تعالٰی فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفاسقون[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو اور وہی نافرمان ہیں۔ (ت)

مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہوسکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارہ کار یہ ہے کہ اُسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے اگر توبہ کرے تو اللہ عزوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود آیۂ مذکورہ میں الا الذین تابوا[2] کا استثنا ہے مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عورت سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴
[2] القرآن الکریم ۲۴/۵
[3] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۰۹

مسئلہ ٩٩ مرسلہ نور اللہ صاحب پیش امام و عبد الحق زمیندار وغیرہما ساکنان سردار نگر تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت ٢٣ ربیع الاول ١٣٣٢ھ

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مدد علی نام قوم فقیر ساکن سردار نگر ایک عورت نکاحی بھگا لایا ہے اور دو صد دو برس سے اس سے زنا کرتا ہے جب اُس کو ہم لوگوں اور برادری والوں نے تنگ کیا تو مسمّی مذکور کو مبلغ سَو روپیہ اور عورت کو لے کر موضع ہر پور پنچایت گیا اور کہا کہ یہ عورت اور یہ روپیہ موجود ہے میرا فیصلہ کرا دو۔ مسمّی کلّن شاہ و جھمّن شاہ وغیرہ ساکنان ہر پور پنچوں نے روپیے کو اپنے پاس جمع کر لیا اور عورت مسمّی مذکور کو واپس دے دی اور جس کی بی بی تھی اُس کو نہیں دی اور نہ اس کو روپیہ دے کر استعفا لیا اب جو ہم گاؤں والوں نے مسمّی مدد علی کو سخت کیا تو وہ کہتا ہے میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں میں جمع ہے وہ نہ استعفا دلاتے ہیں اور نہ روپیہ مجھ کو واپس دیتے ہیں کہ میں خود مدعی کو راضی کر لوں ، ایسے جھگڑے میں دو برس ہو گئے اب ہم گاؤں والے اس کا کیا تدارک کریں کیونکہ انگریزی عملداری ہے اگر اس کا حقہ پانی بند کریں تو وہ عدالت میں نالشی ہوگا لہٰذا جواب سے مشرّف فرمائے جائیں فقط۔

الجواب

اُس شخص پر فرض ہے کہ اُس عورت کو اپنے سے جُدا کرے اور یہ اس کا عذر جھوٹا ہے کہ میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں کے پاس جمع ہے روپیہ جمع کر دینے سے زنا حلال نہیں ہو سکتا ، اگر وہ اُسے نہ نکالے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے میل جول ترک کر دیں برادری سے خارج کر دیں اور اس میں ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہو سکتا یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ جو زانی کو اپنا حقہ پانی نہ دے وہ مجرم ہے اپنے حقہ پانی کا ہر شخص کو اختیار ہے جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے اور اس صورت میں فقط وہی شخص مجرم نہیں بلکہ ان پنچوں پر بھی شرعی الزام بشدت قائم ہے جنہوں نے اس کا روپیہ کر دبا لیا اور عورت زنا کے لئے اسے واپس دی وہ سب عذاب الٰہی کے مستحق ہیں ان پر فرض ہے کہ اس کا روپیہ واپس دیں اور توبہ کریں اور قدرت رکھتے ہوں تو عورت کو اس سے چھڑا کر اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ١٠٠ مسئولہ احمد الدین مقام کیمپ بونہ شنبہ ١٢ شوال المکرم ١٣٣٢ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں پیش امام ہے اور عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور جب حلفیہ شہادت

تھی تو عینی شہادت کوئی نہیں دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے سُنا ہے اور اس سے پوچھو تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سُنا ہے عینی شہادت کوئی نہیں بیان کرتا ہے ایسی صورت میں بعض اشخاص نے زید کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے اگر احتیاط ایسی حالت میں زید سے توبہ واستغفار کرائی جائے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں اور عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک علماء فتوٰی نہ دیں گے تو ہم اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے آیا ایسی حالت میں وہ توبہ واستغفار کرے اور پھر نماز پڑھائے تو زید کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور زنا پر عند الشرع شریف کے گواہوں کی ضرورت ہے اور وہ کیسے ہوں؟ فقط

الجواب

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ (ت)

خاص معائنہ کے چار گواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعاً استی کوڑوں کا مستحق ہوگا، زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور توبہ و استغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ الور متصل جامع مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

بوڑھے زانی کی کیا سزا ہے حالانکہ اس کی جوان اور تندرست بی بی اس کے پاس موجود ہو اور وہ ایک مشرکہ سے زنا کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زنا کی سزا آخرت میں عذاب نار ہے اور دنیا میں حد ہے جس کا سلطان اسلام کو اختیار ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

"اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں، مفلس متکبر اور بوڑھا زانی اور جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔"[2] واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱
کنز العمال حدیث ۴۳۹۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹

مسئلہ ۱۰۲: از امرتسر سید بڑے شاہ صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جنھوں نے زناکاری اور ناچنا گانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کئے بیٹھے ہیں اور اسی پر اُن کی عمر گزرتی ہے اور اسی زنا کی آمدنی پر اُن کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا اُن کا کوئی کام کرنا اس کی اُجرت لینا یا اُن کا جنازہ پڑھنا یا شریک جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا اُن کے ہاتھ کوئی چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خریدنا وغیرہ وغیرہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

ان سے میل جول نہ چاہئے،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے،

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم۔[2] جو کوئی اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے (ت)

زنا وغنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا اُن کے ہاتھ میں مثل مغصوب ہوتا ہے کما صرح بہ فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور دوسرے فتاوٰی میں اسس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) نہ اس کا اُجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ و ہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اُسے خیرات کہنا حرام ہے اُس پر اُمید ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے، اور جو مال بعینہٖ انھوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام، اس کا کھانا بھی حرام، ہاں اگر یہ مال انھوں نے خریدا ہو اگرچہ اپنے زرِ حرام سے اور اسس پہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

عقد و نقد جمع نہ ہوئے ہوں یعنی یوں نہ ہوا ہو کہ وہ حرام روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے اور وہی روپیہ ثمن میں دے دیا کہ یوں تو جو کچھ وہ خریدیں وہ بھی حرام ہے علی ما قالہ الامام الکرخی وعلیہ الفتوی (اسی بناء پر جو کچھ امام کرخی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا اور اسی پر فتوی ہے۔ ت) ہاں اگر یوں ہوا مثلاً کہا ایک روپیہ کی فلاں چیز دے دے اس نے دے دی اس نے اپنا زرِ حرام ثمن میں دیا تو اگرچہ اسے ثمن میں صرف کرنا حرام قطعی تھا مگر جو چیز خریدی وہ حرام نہ ہوئی ایسی خریدی ہوئی چیز کا ان سے خریدنا جائز ہے اور اناج وغیرہ اس طور پر خرید کر پکایا ہو تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں مگر ان کے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔ رہا جنازہ اور اس کی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہوا :

الصلوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براکان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1]	تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے ان کے یہاں کی رسم سُنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دلھن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہوجاتے ہیں ان پر نماز حرام ان کے جنازہ کی شرکت حرام۔ فنسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ تا ۱۰۴ : از دبانوں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم صاحب مدرس مدرسہ ۹ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) زید نے بکر کو زنا کی تہمت لگائی۔

(۲) ایک عورت زانیہ اپنے گناہ سے ایک عالم متدین کے ہاتھ پر تائب ہوگئی ہے لیکن اب بھی چند ایک آدمی اسی کی برادری میں سے اس کو گزشتہ گناہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور پھر کر اس کو اس کے خاوند کے گھر میں آباد نہیں ہونے دیتے حالانکہ اس کا خاوند اس کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

آباد کرنے میں راضی ہے، ایسے اشخاص کے واسطے از روئے شرع شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادۃ، اسّی کوڑوں کا شرعاً سزاوار ہے یہاں دنیا میں نہیں ہوسکے۔ آخرت میں استحقاق عذاب نار ہے۔

(۲) گناہ سے توبہ کرنے والے کو اگلے گناہ سے عیب لگانا سخت حرام ہے ایسے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو،

اخرجہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ[1] قال المناوی المراد من ذنب قد تاب منہ کما فسرہ بہ ابن منیع اھ[2]، و قد جاء کذا مقیدا فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین فرمائی، جو کوئی اپنے بھائی کو کسی گزشتہ گناہ پر عار دلائے وہ نہ مرے گا مگر جبکہ خود اس گناہ کا مرتکب ہو۔ امام مناوی نے فرمایا کہ حدیث پاک میں گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے کرنے والے نے توبہ کرڈالی، جیسا کہ ابن منیع نے اس کی وضاحت فرمائی اھ۔ اور ایک دوسری روایت میں ذنب کے ساتھ قید مذکور ہے جس کو شرعۃ الاسلام میں نقل فرمایا، چنانچہ حدیقہ ندیہ میں اس کو بیان فرمایا۔ (ت)

اور زن و شو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا رواہ ابوداؤد والحاکم بسند

وہ آدمی ہم میں سے نہیں کہ جو دغابازی سے عورت کو شوہر کے خلاف کرے۔ ابوداؤد اور حاکم نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۷۳/۲

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من عیر اخاہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۴۳۲/۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی من خبب مملوکا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۷/۲

المستدرک للحاکم کتاب الطلاق دارالفکر بیروت ۱۹۶/۲

معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۰۱۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۲/۹

صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی السراوی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

صحیح سند سے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں عبداللہ ابن عمر سے اور معجم اوسط میں ابویعلی کی طرح صحیح سند سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب علم امر ونہی سے واقف ہیں مگر وہ شخص نہ کبھی رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور نہ کبھی نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کے روز بطور ریاکاری مسجد میں آکر جمعہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اس شخص کو کیا کہنا چاہئے، اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا لازم ہے، اس کا جواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمائیں اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

وہ شخص سخت فاسق فاجر مستحق جہنم ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از پوسٹ آفس موضع سرشدی ضلع نواکھالی بنگال مرسلہ سید عبدالرحمٰن صاحب یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ من مدظلہ، بعد سلام وقدمبوسی عرض ہے ایک شخص نے چارپاے سے وطی کیا اس پر ایک عالم نے کہا کہ تم اتنے روپیہ بطور زجر کے ادا کرو تاکہ آئندہ کوئی آدمی مرتکب گناہ نہ ہو اس سے روپیہ لے کر مسجد کے لئے چٹائی خرید کر دیا گیا اب وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا (بیان فرمائیے۔ ت) فتوٰی کی عبارت ذرا لمبا اور فتوٰی لمبا ہونے سے عوام زیادہ اعتبار کرتا ہے، چونکہ اس وطی کے لئے کفارہ کا حکم نہیں ہے اگر کفارہ ہوتا بیشک غریب کا حق تھا یہ روپیہ زجراً یا جبراً لیا گیا ہے اور وہ نیک کام میں صرف کیا گیا بعض اس پر معترض ہیں، امید ہے حضور عالی جس طرح درست ہو ایسا تحریر فرما کر ایک فتوٰی بہت جلد بیرنگ روانہ فرمادیں، چارپائے کو حسب شرع جیسا کرنا ہے کیا گیا ہے اس پر کوئی معترض نہیں صرف اس سے جو روپیہ لیا گیا اس کو مسجد میں صرف کیا گیا ہے اس پر اعتراض ہے کہ کفارہ مسجد میں خرچ نہیں ہوسکتا ہے، جناب عالی! حسب مناسب سوال تحریر فرما کر اس کے جواب جواب بدلیل کتب فقہ تحریر فرما کر بہت جلد روانہ بیرنگ کریں تاکہ رفع فساد ہو بہت جلد درکار ہے جس طرح درست ہو مسجد کے لئے خرچ کرنا درست ہے تحریر

فرمادیں کیونکہ اس کام میں کفارہ واجب نہیں ایک روپیہ بطور استادی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے دس پانچ عالم کا مہر ودستخط کرادیں سوال جس پرا میں حضور تجویز کریں مگر وہ روپیہ مسجد کے خرچ میں درست ہونا درکار ہے حضور تو بحر العلوم ہیں جن کا اسم گرامی تمام جہان میں مشہور ہے بیرنگ روانہ کرنے سے جلد مل جائے گا مگر لفافہ پر کاتب کا نام ضروری ہے ورنہ ڈاک والا روانہ نہیں کرتا ہے۔

الجواب

وُہ روپیہ کہ اس شخص سے زبردستی لیا گیا حرام ہے کہ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

التعزیر تأدیب دون الحد واکثرہ تسعۃ و ثلاثون سوطا ویکون بہ و بالصفع لا باخذ مال فی المذھب۔[1]

تعزیر ادب سکھانا ہے جو حد سے کم سزا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہیں اور یہ کوڑے یا تھپڑ مارنے سے ادا ہوتی ہے۔ معتمد مذہب میں اس میں مال لینا نہیں۔ (ت)

بحر الرائق و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

افاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساك شیئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی شرح الآثار للامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ۔[2]

فتاوٰی بزازیہ میں یہ افادہ پیش فرمایا کہ مال لے کر تعزیر قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے مال میں سے کچھ مدت کے لئے مال حاکم اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ جرائم سے باز آجائے، پھر سُدھر جانے پر حاکم وہ مال اس کو لوٹا دے۔ یہ مطلب نہیں کہ حاکم اپنی ذات کے لئے یا بیت المال کے لئے مالی جرمانہ اس سے وصول کرے جیسا کہ بعض ظالموں نے وہم کیا ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کا مال حاصل کرے۔ اور شرح آثار امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ مالی تعزیر شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۹-۱۷۰

اور مسجد میں اس روپے کا صرف کرنا حرام۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب، رواہ الترمذی[1] وغیرہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یقیناً اللہ تعالٰی پاک ہے، وہ سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ امام ترمذی وغیرہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب[2]

اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے۔ (ت)

یعنی اس مسجد میں صرف کرنے کا یہ فعل حرام ہے اور صرف کرنے والا مبتلائے آثام ہے اس پر فرض تھا اور ہے کہ روپیہ جس سے لیا اُسے واپس دے نہ کہ اُسے دوسرے کام خصوصاً مسجد میں صرف کرے۔ قال اللہ تعالٰی

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ، رواہ الامام احمد[3] فی مسندہ والائمۃ ابوداؤد والترمذی[4] والنسائی وابن ماجۃ فی سننھم والحاکم فی صحیحہ المستدرک عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو کچھ ہاتھ نے لیا اس پر ضروری ہے کہ اُسے ادا کردے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور دوسرے ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت فرمایا ہے۔ (ت)

رہیں وہ چٹائیاں کہ اس روپیہ سے خرید کر مسجد میں دیں اُن پر اگر عقد و نقد جمع نہ ہوئے تھے تو

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

[2] القرآن الکریم ۸/۳۷

[3] جامع الترمذی کتاب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن سمرۃ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/۸

مسجد میں اُن کا لینا اور استعمال کرنا اور ان پر نماز پڑھنا سب درست ہے اُس میں کچھ حرج نہیں، عقد و نقد جمع ہونے کے یہ معنی کہ وہی خبیث روپیہ بائع کو دکھا کر کہا ہو کہ اس روپے کے بدلے چٹائیاں دے دے، یہ اس روپیہ پر عقد ہوا پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا گیا ہو یہ اُس روپے کا نقد ہوا، ظاہر کہ یہاں خرید و فروخت میں ایسا بہت نادر ہے غالباً چیز مانگتے ہیں کہ ایک روپیہ کی یہ دے دو پھر زرِ ثمن ادا کرتے ہیں یہ اگر اس مالِ خبیث سے ہوا ہو تو اس کا صرف نقد ہوا اس پر عقد نہ ہوا اور اس صورت میں ان چٹائیوں میں کوئی خباثت نہ آئی اور مسجد پر ان کا وقف صحیح ہوگیا اور وہ دینے والے کو واپس نہیں دی جاسکتیں جب تک مسجد میں قابلِ استعمال رہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

غصب عبدا او اجرہ تصدق بالغلة كما لو تصرف في المغصوب والوديعة وربح اذا كان متعينا بالاشارة او بالشراء بدراهم الوديعة او الغصب ونقدها وان اشار اليه ونقد غيرها او الى غيرها او اطلق ونقدها لا وبه يفتى[1]

جیسا کہ اگر کسی نے کوئی غلام غصب کیا (یعنی کسی سے اس کا غلام زبردستی چھین لیا) پھر اسے مزدوری پر لگایا (اور ٹھیکہ پر دیا) اور غلہ ہو تو پھر اجرت اور غلہ دونوں خیرات کرے جیسا کہ کسی نے غصب کردہ چیز یا امانت میں (بغیر اجازت مالک) کچھ تصرف کیا (یعنی اس کو آگے فروخت کر دیا) اور اس سے نفع کمایا، اگر وہ متعین ہو، اور اس کے تعیین کی صورت اشارہ ہے اور امانت یا غصب کردہ دراہم سے اسے خریدنا ہے (یعنی عقد اور نقد دونوں میں زرِ حرام جمع ہو تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام ہوگی، پس اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا) (پس تعیین باشارہ اور خرید میں وہی حرام نقدی ہو تو اس حاصل شدہ نفع کو خیرات کرے) اور اگر اوپر والی صورت مذکورہ نہ ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ عقد کے وقت زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت کوئی اور نقدی دے دی۔

۲۔ بوقتِ عقد کسی اور مال کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت وہی مالِ حرام دے دیا۔

۳۔ عقد کرتے وقت ثمن میں اطلاق (یعنی بغیر کسی قید لگانے کے کہہ دیا کہ اتنی رقم کی فلاں چیز دے دو) لیکن ثمن دیتے وقت وہی زرِ حرام دے دیا۔

پس ان تینوں صورتوں میں خیرات نہ کرے (کیونکہ حرمت نہیں پیدا ہوئی جیسا کہ ظاہر ہے) اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۵

ردالمحتار میں ہے:

وبه یفتی قاله فی الذخیرة وغیرها کما فی القهستانی ومشی علیه فی الغرر والمختصر والوقایة والاصلاح والیعقوبیة عن المحیط۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

اور یہی قول قابلِ فتوٰی ہے، چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں یہی ارشاد فرمایا جیسا کہ جامع الرموز قہستانی میں مذکور ہے۔ الغرر، المختصر، الوقایہ اور الاصلاح میں یہی روش اور طرز اختیار فرمائی۔ اور یعقوبیہ میں المحیط سے یہی منقول ہے۔ واﷲ تعالٰی اعلم (ت)

؎ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۲۱

آداب

مجلس وعظ، مسجد، قبلہ، اذان واقامت، تلاوت، سجدۂ تلاوت، درود وسلام، خطبہ، اوراد ووظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، جماع، سفارش، مصحف، کتب اور سونے وغیرہ امور سے متعلق آداب

مسئلہ ۱۰۱:
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:
لایمسّہ الّا المطھرون[1] اسے نہ چھوئیں مگر پاکیزہ لوگ۔ (ت)
اور بعض علما چارپائی پر لیٹے یا بیٹھے ہوتے ہیں اور لڑکے کتابیں لئے ہوئے جن میں بسم اللہ شریف و دیگر آیاتِ قرآنیہ ہوتی ہیں نیچے چٹائی پر بیٹھے رہتے ہیں، پس یہ فعل کیسا ہے؟ اور وہ کتابیں قابلِ تعظیم ہیں یا نہیں؟ اور شروع پر بسم اللہ لکھنے سے کلام الناس ہوجاتی ہے یا کلام اللہ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

الجواب

ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جُدا جُدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ اُن میں کوئی بُرا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما۔ تاہم حرفوں کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت و تذلیل ہے۔

فی الھندیۃ اذا کتب اسم فرعون او کتب ابو جھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف حرمۃ کذا فی السراجیۃ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ہے جب فرعون اور ابوجہل وغیرہ کے نام کسی غرض کے لئے لکھے جائیں تو مکروہ ہے کہ انہیں کہیں پھونک دیں اس لئے کہ ان حروف کی عزت و توقیر ہے جیسا کہ "سراجیہ" میں مذکور ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ کتاب پر دوات رکھنا منع ہے مگر جب لکھتے وقت ضرورت ہو،

فی الدر المختار یکرہ وضع المقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ[2] ملخصا۔ فی رد المحتار قولہ الا للکتابۃ الظاھر ان ذلک عند الحاجۃ الی الوضع اھ[3]

درمختار میں ہے کتاب پر دوات رکھنا مکروہ ہے مگر جبکہ لکھنے کی حاجت ہو تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہے اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں مصنف درمختار کے قول "الا للکتابۃ" کے ذیل میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ جب تک رکھنے کی ضرورت ہو اس وقت تک اجازت ہے اھ (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اُس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ فی الھندیۃ،

حانوت او تابوت فیہ کتب فالادب ان لایضع الثیاب فوقہ[4]

کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳
[2] درمختار کتاب الطہارت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴
[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

تو کیونکر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں حروف تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے،

کما فی رد المحتار[1] للعلامۃ الشامی عن سیدی عبد الغنی النابلسی عن کتاب الاشارات فی علم القرأت للامام القسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی۔

جیسا کہ علامہ کے فتاوٰی شامی میں سید عبد الغنی نابلسی کے حوالے سے "کتاب الاشارات فی علم القراءت" میں امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

البتہ کتب دینیہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں بعض علماء مطلقاً جائز فرماتے ہیں اور بعض مطلقاً مکروہ اور بعض تفصیل کرتے ہیں کہ کتب تفسیر میں مکروہ اور غیر میں جائز بشرطیکہ اُن میں جہاں کوئی آیت لکھی ہو خاص اس پر ہاتھ نہ رکھے کہ اُس کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں اور یہی تفصیل زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے،

فی رد المحتار الاظہر والاحوط القول الثالث ای کراھتہ فی التفسیر دون غیرہ[2] الخ وتمامہ فیہ عن السراج عن الایضاح لا یجوز مس موضع القراٰن منھا[3] الخ۔

ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ زیادہ ظاہر اور زیادہ احتیاط تیسرے قول میں ہے یعنی کتب تفسیر کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا جبکہ دوسری کتابوں کو ہاتھ لگانے میں کراہت نہیں الخ، اور اس کی پوری بحث ردالمحتار میں سراج بواسطہ ایضاح سے منقول ہے کتابوں میں جہاں قرآن مجید کا کوئی حصہ لکھا ہو وہاں ہاتھ لگانا جائز نہیں الخ(ت)

اور بسم اللہ کہ شروع پر لکھتے ہیں غالباً اُس سے تبرک و افتتاح تحریر مراد ہوتا ہے نہ کتابت آیۃ قرآنیہ، اور ایسی جگہ تغیر قصد سے تغیر حکم ہوجاتا ہے ولہذا جنب کو آیات دُعا و ثنا نہ نیت قرآن بلکہ بہ نیت ذکر و دُعا پڑھنا جائز ہے،

فی الدر المختار لو قصد الدعاء والثناء

درمختار میں ہے اگر تسمیہ وغیرہا سے دعا، ثناء

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۱۹

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۱۸ و ۱۱۹

او افتتاح امر حل فی الاصح حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ[1] الخ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یا کسی کام کے شروع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو زیادہ صحیح قول میں جنبی اس کو پڑھ سکتا ہے یہاں تک فرمایا کہ نماز جنازہ میں فاتحہ سے ثناء کا ارادہ کیا جائے تو نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا مکروہ نہیں الخ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص متدین متبع سنت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پارہائے کہنہ فرسودہ قرآن شریف اور قواعد بغدادی اور قواعد ابجد کو جو لڑکوں کے دست مالش سے پھٹے ہوئے تھے اس مصلحت سے کہ ان کی بے ادبی نہ ہو اور پاؤں کے تلے نہ آئیں جلادیں قصدًا تو ان کے بسند حدیث بخاری کے جو باب جمع القرآن میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

امر بما سواہ من القراٰن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق[2]۔

قرآن مجید کے موجودہ متعارف نسخہ کے علاوہ باقی ہر صحیفہ یا مصحف موجود تھا سب کے متعلق خلیفہ سوم نے جلا دیے جانے کا حکم جاری کیا۔ (ت)

ان کو جلادیا آیا یہ شخص اہل سنت کے نزدیک بلحاظ مصلحت وسند مذکور و ادلہ شرعیہ کے صواب پر ہے یا خطا پر، کتب معتبرہ سے جواب فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

احراق مصحف بوسیدہ وغیر منتفع بہا میں مختلف فیہ ہے اور قوی اس پر ہے کہ جائز نہیں،

قال فی الفتاوی عالمگیریۃ المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءۃ منہ لایحرق بالنار اشار الشیبانی الی ھذا فی السیر الکبیر وبہ

فتاوی عالمگیری میں فرمایا گیا جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہوجائے اور وہ پڑھے جانے کے لائق نہ رہے تب بھی اسے آگ میں نہ جلایا جائے۔ چنانچہ امام محمد شیبانی نے سیر کبیر میں اس کی طرف اشارہ

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳
[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۶

ناخذ کما فی الذخیرۃ[1]۔

فرمایا ہے لہذا اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ کتاب ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

بلکہ ایسے مصاحف کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہئے۔

فیہ ایضا المصحف اذا صار خلقا لایقرأ منہ ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن ودفنہ اولی من وضعہ موضعا یخاف ان یقع علیہ النجاسۃ او نحو ذٰلک ویلحد لہ لانہ لو شق ودفن یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ وفی ذٰلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقف بحیث لایصل التراب الیہ فھو حسن ایضا کذا فی الغرائب[2]۔

اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہوجائے اور اسے نہ پڑھا جاسکے اور یہ اندیشہ ہو کہ کہیں گر کر بکھر جائے گا اور بے ادبی ہونے لگے گی تو اسے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی محفوظ جگہ دفن کردیا جائے اور اُسے دفن کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت کسی ایسی جگہ رکھ دینے کے جہاں اس پر گندگی پڑے اور آلودہ ہوجائے اور لاعلمی میں پاؤں کے نیچے روندا جانے لگے، نیز اس کی تدفین کے لئے صندوقچی قبر کی بجائے بغلی قبر بنائی جائے اس لئے کہ اگر صندوق نما قبر بنائی گئی تو دفن کرنے کے لئے اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی اور یہ عمل بھی ایک لحاظ سے بے ادبی والا ہے، ہاں اگر مصحف شریف کو قبر میں رکھ کر اوپر چھت بنادی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے اور نہ اس تک مٹی پہنچے تو بھی اچھی تدبیر ہے، اسی طرح فتاوٰی الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ احراق واقع ہوا کما فی حدیث البخاری (جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ ت) بغرض رفع فتنہ وفساد تھا اور بالکلیہ رفع اُس کا اسی طریقہ پر منحصر کہ صورت دفن میں اُن لوگوں سے جنہیں مصاحف محرّفہ اور ان کی ترتیب خلاف واقع پر اصرار تھا احتمال نزاع تھا بخلاف مانحن فیہ کہ یہاں مقصود حفظ مصحف ہے بے ادبی اور ضائع ہوجانے سے اور یہ امر طریقہ دفن میں کہ مختار علماء ہے کما مر بنہج احسن (جیسا کہ اس کی تفصیل بہت اچھے انداز سے گزرچکی۔ ت) حاصل البتہ قواعد بغدادی وابجد اور سب کتب غیر منتفع بہا اور لئے مصحف کریم کو جلادینا بعد محو اسمائے باری عزّ اسمہ اور اسمائے رسل وملائکہ صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم اجمعین کے جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] " " " " " " " "

كما فى الدر المختار الكتب التى لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملئكته ورسوله ويحرق الباقى[1] والله تعالٰی اعلم وعلمه عزاسمه اتم۔

درمختار میں ہے وہ کتابیں اور کاغذات جن سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ان سے اللہ تعالٰی، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے مقدس نام کسی طرح مٹا کر باقی حصہ جلا دیا جائے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم سب سے زیادہ مکمل ہے جس کا نام غالب اور باعزت ہے (ت)

مسئلہ ۱۰۹: از ادجین محلہ مرزا واڑی مرسلہ شیخ آفتاب حسین و شیخ حامد علی صاحبان ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام اس کے رسول مقبول پر ہو اور ان کی تمام اولاد اور ساتھیوں پر۔ (ت)

امابعد گزارش خاکسار یہ کہ چند مسئلہ کتب فقہیہ امام اعظم صاحب علیہ الرحمۃ مثل ہدایہ و شرح وقایہ و فتاوٰی قاضی خاں و درمختار و ردالمحتار و فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی برہنہ و فتاوٰی سراجیہ خلاف حدیث رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں بجملہ مسائل حلافیہ کے ایک یہ مسئلہ ان میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے ہیں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ یہ عبارت کتب مذکورہ میں ہے یا اتہام؟ اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں۔ (محمد رفیع الدین)

الجواب

الحمد للہ رب العلمین و افضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد و الہ واصحابہ وعلماء امتہ و مجتہدی ملتہ اجمعین آمین۔

تمام خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کی، اور سب سے بہتر درود اور سب سے کامل سلام رسولوں کے سردار پر ہو جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان کی آل، اصحاب، علمائے امت اور مجتہدین مذہب ان سب پر (بالواسطہ) درود وسلام ہو۔ آمین۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) معترض نے اس عبارت میں متعدد طور پر دھوکے دینے سے کام لیا ہے۔

اوّلاً ایہام کیا کہ ہدایہ وغیرہ سب کتب مذکورہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، حالانکہ نہ ہدایہ میں اس کا پتا نہ شرح وقایہ میں نشان، نہ درمختار میں وجود نہ عالمگیری میں ذکر یا قول موجود۔ یہ سب معترض صاحب کی مغالطہ دہی ہے۔ فتاوٰی برہنہ فقیر کے پاس نہیں، نہ وہ کوئی معتبر کتابوں میں معدود۔

ثانیاً سراجیہ[1] میں اس کے بعد صراحۃً لکھا کہ لم ینقل ھٰذا (مگر یہ منقول نہ ہوا۔ ت) اسی طرح ردالمحتار[2] میں نقل فرمایا، تو اُن کی طرف حکم جواز کی نسبت کردینی محض افترا ہے مگر کسی شرط پر مشروط کرکے وجودِ شرط حکم کو تسلیم نہ کرنا ہے، ذکر کردینا کمالا یخفٰی علٰی جاھل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی ان پڑھ سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل سے پوشیدہ ہو۔ ت)

ثالثاً فتاوٰی قاضی خان میں صاف بتادیا کہ یہ مسئلہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے نہ اُن کے اصحاب کا، نہ شاگردان شاگرد کا، نہ شاگردانِ شاگرد کے کسی شاگرد کا، بلکہ شیخ ابوبکر اسکاف بلخی کا قول ہے کہ چوتھی صدی کے مشائخ سے تھے وہ بھی نہ اس طور پر جس طرح معترض نے بیان کیا جیسا کہ عنقریب آتا ہے تو اس کے باعث یہ ایہام کرنا کہ فقہ امام اعظم کا یہ حکم ہے صریح فریب دہی ہے۔

رابعاً فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:

الذی رعف فلا یرقأ دمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیئا من القرآن، قال ابوبکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی یجوز، قیل لو کتب بالبول، قال لو کان فیہ شفاء لا بأس بہ، قیل لو کتب علی جلد میتۃ، قال ان کان فیہ شفاء جاز، وعن ابی نصر بن سلام

جس شخص کی نکسیر آئے کہ خون بند نہ ہو پھر اس نے اپنے خون سے قرآن مجید کا کوئی حصہ اپنی پیشانی پر لکھنے کا ارادہ کیا ہو (تو شرعاً کیا حکم ہے) ابوبکر اسکاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا اگر پیشاب سے لکھے (تو پھر کیا حکم ہے)، فرمایا اگر اس میں شفاء معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں۔ پھر کہا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر لکھے، تو فرمایا اگر اس میں بھی شفاء معلوم ہو تو جائز ہے۔ ابوالنصر بن سلام

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب التداوی والمعالجۃ نولکشور لکھنؤ ص ۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۰

رحمہ اللہ تعالٰی معنی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم انما قال ذٰلک فی الاشیاء التی لایکون فیہ شفاء فاما اذا کان فیھا شفاء فلاباس بہ، الا تری ان العطشان یحل لہ شرب الخمر حال الاضطرار[1]

رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد کہ "بے شک اللہ تعالٰی نے جو کچھ تم پر حرام فرمایا اس میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی" کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جن میں فی الواقع شفا نہیں لیکن جن میں شفا موجود ہے تو ان کے استعمال میں کیا حرج ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ پیاسے آدمی کیلئے اضطراری حالت میں شراب کا پینا بھی حلال ہے۔ (ت)

اس عبارت سے واضح کہ فقیہ ممدوح سے اس حالت کا سوال ہوا تھا کہ کسی کے دماغ سے ناک کی راہ خون جاری ہے اور کسی طرح نہیں تھمتا اُس حالت میں اُس کی جان بچانے کو اگر خون یا بول سے لکھیں تو اجازت ہے یا نہیں؟ فقیہ موصوف نے فرمایا کہ اگر اس سے شفا ہوجانا معلوم ہو تو مضائقہ نہیں، اور اس کی نظیر یہ بتائی کہ پیاس سے جان جاتی ہو اور سوا شراب کے کوئی چیز موجود نہیں یا بھوک سے دم نکلتا ہو اور سوا مُردار کے کچھ پاس نہیں تو اس وقت بقدر جان بچانے کے شراب و مردار کے استعمال کی شرع مطہر نے رخصت دی ہے تو فقیہ موصوف کا یہ حکم حقیقۃً تین شرطوں سے مشروط تھا:

اوّل یہ کہ جان جانے کا خوف ہو، جیسا کہ عبارت قاضی خان فلا یرقا دمہ (اس کا خون بند نہ ہو۔ت) سے ظاہر ہے اور اسی ردالمحتار میں کہ اُس کا نام بھی معترض نے گن دیا۔ عبارت یوں ہے:

نص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولا ینقطع حتی یخشی علیہ الموت[2]

(حاوی قدسی میں تصریح فرمائی) یعنی خون ناک سے جاری ہے اور نہیں تھمتا یہاں تک کہ اُس کے مرجانے کا اندیشہ ہو۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

دوم اس تدبیر سے شفا ہو جانا بھی معلوم ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں لوکان فیہ شفاء[1] (اگر اس میں شفا معلوم ہو۔ ت) سے ظاہر۔ اور اسی ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:
وقد علم انہ لوکتب ینقطع[2] تحقیق معلوم ہو کہ یوں لکھا جائے تو خون منقطع ہو جائے گا۔

سوم اس کے سوا کوئی اور تدبیر شفا نہ ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں حال الاضطرار سے ظاہر، اور اسی ردالمحتار میں ہے:

فی النہایۃ عن الذخیرۃ یجوزان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر[3]

(نہایہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے) جب جائز ہے کہ اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو اور دوسری کوئی دوا نہ معلوم ہو۔

اسی میں ہے:

ھذا المصرح بہ فی عبارۃ النہایۃ کما مر ولیس فی عبارۃ الحاوی الا انہ یفاد من قولہ کما رخص الخ لان حل الخمر والمیتۃ حیث لم یوجد ما یقوم مقامھما[4]۔

عبارتِ نہایہ میں یہ تصریح کی گئی جیسا کہ بیان گزر چکا، لیکن عبارت حاوی قدسی میں یہ تصریح موجود نہیں مگر یہ کہ اس کے قول "کما رخص" سے مستفاد ہے الخ اس لئے کہ شراب اور مردار (وہاں) حلال ہیں جہاں کوئی قائم البدل نہ پایا جائے لہذا بصورتِ دیگر وہ حلال نہیں۔ (ت)

اہلِ انصاف غور کریں کہ جو حکم ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہو جن کے بعد اس میں اصلا استبعاد نہیں کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) شرع و عقل و عرف سب کا مجمع علیہ قاعدہ ہے اُن تمام شرائط کو اڑا کر مطلقاً یوں کہہ دینا کہ ان کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے کون سی ایمان و امانت و دین و دیانت کا مقتضا ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کافر نصرانی یہودی بک دے کہ قرآن مجید میں سُور کھانا حلال لکھا ہے۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۰
[3] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״
[4] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے کہ،

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ[1]

پھر جو کوئی بیقرار ہو گیا بشرطیکہ بغاوت اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر (مردار کھالینے کا) کوئی گناہ نہیں (ت)

یا کوئی مردود نیچری یوں جھک مارے کہ کفر کے بول بولنا اللہ تعالٰی نے جائز فرمادیا ہے اور سند میں یہ آیت سُنادے کہ،

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2]

مگر اس کو کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے کہ جس کو مجبور کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (ت)

ان مفتری کذابوں سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن عظیم نے تو سُور کھانا اور کلمہ کفر بکنا قطعی حرام کئے ہیں یہ تیرا محض افترا و بہتان ہے، ہاں دم نکلتا ہو اور کچھ اور میسر نہیں تو جان بچانے کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی یا کوئی ظالم بغیر کفر کے ظاہر کئے مارے ڈالتا ہو یا آنکھیں پھوڑتا یا ہاتھ پاؤں کاٹتا ہو تو دل میں خالص ایمان کے ساتھ حفظ جسم و جان کے لئے کچھ ظاہر کرنے کی رخصت فرمائی یہ قطعاً حق و عین رحمت و مصلحت ہے اور اسے تیرا اس طور پر تعبیر کرنا یقیناً بہتان و صریح شرارت و خباثت ہے بعینہٖ یہی جواب ان غیر مقلد صاحبوں کے اعتراض کا سمجھ لیجئے۔

خامساً فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اگر اللہ عزوجل نظر غائر و وقت شناس نصیب فرمائے تو عند التحقیق اس کلام علمائے کرام مرجع و مآل صاف ممانعت ہے نہ تجویز و اجازت کہ وہ شرط فرماتے ہیں کہ جب اس سے شفاء ہو جانا معلوم ہو حالانکہ اس علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر علم بمعنی یقین لیجئے جب تو ظاہر کہ یقین تو ظاہر و واضح و مجرب و معقول الاثر دواؤں میں بھی نہیں نہایت کار ظن ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم[3]

بیشک تُو نے جان لیا کہ طبیبوں کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ (ت)

اور اگر ظن کو بھی شامل کیجئے تو یہ ظن نہایت درجہ از قبیل رقیہ ہوگا نہ از قبیل معالجات اصولِ طبیہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳
[2] ؍ ؍ ۱۶/ ۱۰۶
[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسے معالجات سے شفاء معلوم ہونا درکنار مظنون بھی نہیں صرف موہوم ہے؛ اسی عالمگیری میں فصول عمادی سے ہے:

الاسباب المزیلۃ للضرر تنقسم الی مقطوع بہ کالماء للعطش والخبز للجوع والی مظنون کالفصد والحجامۃ و شرب المسھل وسائر ابواب الطب یعنی معالجۃ البرودۃ بالحرارۃ ومعالجۃ الحرارۃ بالبرودۃ وھی الاسباب الظاھرۃ فی الطب والی موھوم کالکی والرقیۃ۔[1]

جن اسباب سے ضرر دور ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں (۱) یقینی جیسے پانی پیاس دُور کرنے کے لئے اور کھانا بھوک رفع کرنے کے لئے، ۲۔ ظنی، جیسے خون نکلوانا، پچھنے لگوانا، جلاب آور دوا پینا اور دیگر ابواب طب یعنی سردی کا گرمی سے علاج کرنا اور گرمی کا سردی سے اور علم طب میں یہ ظاہری اسباب ہیں اور وہمی اسباب جیسے داغ لگانا اور جھاڑ پھونک یعنی دم کرنا۔ (ت)

تو دیکھو علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ لکھنا جائز جب ہو کہ اس سے شفاء معلوم ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمائی کہ اس سے شفا معلوم نہیں تو کیا حاصل یہ نکلا کہ یہ لکھنا جائز ہے یا یہ کہ ہرگز جائز نہیں، صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دربارہ رمل سوال ہوا ارشاد فرمایا:

کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاك۔ رواہ مسلم[2] فی صحیحہ واحمد وابوداؤد والنسائی عن معاویۃ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کچھ خط کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیریں ان کے خطوں سے موافق ہوں وہ ٹھیک ہے (امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اب اس حدیث سے ٹھہرا دیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رمل پھینکنے کی اجازت دی ہے حالانکہ حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا جواز موافقت خط انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵
[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۳

معناه من وافق خطه فهو مباح له ولكن لا طريق لنا الى العلم اليقيني بالموافقة فلا يباح والمقصود انه حرام لانه لا يباح الا بيقين بالموافقة وليس لنا يقين بها[1]

حدیث پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاء کرام کی لکیروں کے موافق ہو جائیں تو اس کے لئے (علم رمل) مباح ہے لیکن حصول موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لیکن علم مذکور (ہمارے لئے) مباح نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہو سکتا اور یقینی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔

یعنی مقصود حدیث تحریم رمل ہے کہ اباحت بشرط موافقت ہے اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حاصله ان فى هذا الزمان حرام لان الموافقة معدومة او موهومة۔[2]

یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ رمل اس شریعت میں حرام ہے کہ موافقت معدوم ہے یا موہوم۔

اسی میں امام ابن حجر سے، انہوں نے کثیر سے نقل فرمایا:

لا يستدل بهذا الحديث على اباحته لانه علق الاذن فيه على موافقة خط ذلك النبى وموافقته غير معلومة فاتضح تحريمه[3]

یعنی اس حدیث سے رمل کی اباحت پر استدلال نہ کیا جائے کہ اس میں تو اجازت اُن نبی کے خط سے موافقت پر موقوف فرمائی ہے اور یہ موافقت معلوم نہیں تو اس کا حرام ہونا روشن ہو گیا۔

بعینہٖ یہی حالت اس قول علماء کی ہے کہ جب اجازت کتابت علم شفا سے مشروط فرماتے ہیں اور وہ معدوم یا موہوم تو اباحت معدوم۔

هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق ثم رايت كتابتى بهذا المحل

یونہی تحقیق کرنی چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہ جگہ لکھنے کے بعد

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ۱/۲۰۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب ما لا یجوز من العمل الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۲

[3]

الشامی نقل عن البحر عن الفتح ما نصه واهل الطب یثبتون للبن البنت نفعا للوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لا یجوز وقیل یجوز اذا علم انه یزول به الرمد ولا یخفی ان حقیقة العلم متعذرة فالمراد اذا غلب علی الظن والا فهو معنی المنع اھ[1] اقول وانت تعلم انه لا وجه فیما نحن فیه بغلبة الظن ایضا فهو معنی المنع قطعا وهذا عین ما فهمت ولله الحمد۔

فتاوی شامی کو دیکھا اس میں بحرالرائق بحوالہ فتح القدیر نقل کیا کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی کہ اہل طب نے لڑکی کے دودھ کو درد سر کے لئے مفید قرار دیا ہے، اور مشائخ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے ______ چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ جائز ہے جبکہ یہ علم ہو جائے کہ اس سے درد چشم زائل ہو جائیگا، لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ حقیقت علم تک رسائی مشکل ہے، اور مراد یہ ہے کہ جب غالب گمان ہو ورنہ یہی منع کا مفہوم ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) کہ تو جانتا ہے کہ یہاں غلبۂ ظن کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا یہی قطعی طور پر مفہوم منع ہے اور یہ بعینہٖ وہی ہے جس کو میں نے سمجھا، اور خدا ہی کے لئے تمام حمد بیان ہیں۔ (ت)

سادساً طرہ یہ کہ معترض نے چوتھی صدی کے ایک فقیہ کا قول بہزاران عیاری سب شرائط اڑا کر طرح طرح کی تہمت وبہتان کے ساتھ فقیہ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بزعم خود اعتراض جمانے کے لئے نقل کیا، اور اسی درمختار، ردالمحتار، وقاضی خاں وعالمگیری وغیرہا عامہ کتب معتمدہ مذہب متون و شروح وفتاوٰی میں جو خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب کہ ظاہر الروایہ ومعتمد فی المذہب ہے اور اس پر تصریحات کثیرہ ہیں وہ سب اڑا گیا کہ بے علم بیچاروں کو دھوکے دے کر امام الائمہ امام اعظم معاذ اللہ ایسے ایسے وحشی حکم دیتے تھے معترض اگر کچھ پڑھا لکھا ہے اور اس نے ان کتابوں کے نام کسی سے سُن کر یا رجماً بالغیب آنکھیں بند کرکے نہ لکھ دئے تو ایمان سے کہے کہ اسی درمختار میں یہیں یعنی کتاب الطہارۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی اختلف فی التداوی بالحرام وظاهر المذهب المنع[2] حرام چیز دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۴

[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶

یہ کہ جائز نہیں۔ اسی درمختار کتاب الرضاع میں یہ عبارت تو نہ تھی:

فی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاهر المذهب[1]

یعنی بحرالرائق میں ہے کہ مذہب حنفی ظاہر الروایہ میں حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں۔

اسی درمختار میں کتاب الحظر میں یہ عبارت تو نہ تھی:

جاز الحقنة للتداوی بطاهر لا بنجس وکذا کل تداو لا یجوز[2]

حقنہ بغرض دوا پاک چیز سے جائز ہے ناپاک سے نہیں، اسی طرح کوئی علاج ناپاک چیز سے جائز نہیں۔

اسی ردالمحتار میں بحر الذخیرہ قول جواز ذکر کرکے یہ تو نہ تھا کہ المذهب خلافه[3] مذہب حنفی اسی قول جواز کے خلاف ہے۔ اسی عالمگیری میں یہ عبارت تو نہ تھی:

تکره ابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذا فی الجامع الصغیر[4]

اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت دوا میں بھی مکروہ ہے ایسا ہی جامع صغیر امام محمد میں ہے۔

اسی میں یہ تو نہ تھا:

قال له الطبیب الحاذق علتك لا تندفع الا باکل القنفذ او الحیة او دواء یجعل فیه الحیة لا یحل اکله[5]

یعنی ساہی یا سانپ یا ایسی دوا جس میں سانپ ڈالا جائے علاج کے لئے بھی کھانا حلال نہیں اگرچہ حکیم حاذق کہے کہ تیرا مرض بغیر اس کے نہ جائے گا۔

اسی عالمگیری میں اسی فتاوی قاضی خاں سے یہ تو نہ تھا:

تکره البان الاتان للمرض وغیره وکذلك لحومها وکذلك التداوی

گدھی کا دودھ اور گوشت مرض وغیرہ کسی میں مباح نہیں اور ایسے ہی حرام چیز سے علاج

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع " " " ۲/۲۴۶
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۹
[4] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵
[5]

بکل حسوا مرہ[1] علاج۔

اسی عالمگیری میں اسی ہدایہ سے یہ تو ذرتھا:

لا یجوز ان یداوی بالخمر جرحا او دبر دابة ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ[2]

جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرے، نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز، نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا، اور بچے کے پلانے میں وبال پلانے والے پر ہے۔

غیر مقلد صاحبو! خدارا انصاف، جو ائمہ دین تمھارے حضرت کے لئے بھی کسی ناپاک چیز کا استعمال جائز نہ جانیں وہ قرآن عظیم کی آیات کو ناپاک چیز سے لکھنا جائز بتائیں گے، ذرا خدا سے ڈر کر بات کیا کرو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی شان عظیم ہے سب سے زیادہ کامل اور نہایت پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ از علیگڑھ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبلہ رو اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر کپڑا اوڑھے ہے بدن چھپا ہوا ہے تو کچھ حرج نہیں، اور اگر برہنہ ہے تو ایک تو برہنہ جماع کرنا خود مکروہ، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت جماع مرد و زن کو کپڑا اوڑھ لینے کا حکم دیا اور فرمایا: ولا یتجردان تجرد العیرین[3] گدھے کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ دوسرے بحالت برہنگی قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا دوسرا مکروہ وخلاف ادب۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵

[2] " " " " " " "

[3] کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۴۸

فی الدرالمختار کرہ تحریما استقبال قبلۃ واستدبارھا لاجل بول او غائط فلو للاستنجاء لم یکرہ[1]۔ فی ردالمحتار ای تحریما لمافی المنیۃ ان ترکہ ادب ولما مر فی الغسل ان من ادابہ ان لایستقبل القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ حتی لوکانت مستورۃ لاباس بہ ولقولھم یکرہ مد الرجلین الی القبلۃ فی النوم وغیرہ عمدا وکذا فی حال مواقعۃ اھلہ[2] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار کے آدابِ استنجا میں ہے پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت کے وقت قبلہ رُخ ہوکر یا اسکی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر استنجا کے لئے بیٹھنا پڑے تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لم یکرہ یعنی مکروہ تحریمی نہیں اس لئے کہ منیۃ المصلی میں ہے استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا مستحب ہے۔ بحث غسل میں گزرا ہے کہ غسل کرنے میں ادب اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، کیونکہ وہ غالباً کشفِ عورت کے ساتھ ہوگا (یعنی غسل کرتے وقت اس کی شرمگاہ کھلی ہوگی) حتی کہ اگر شرمگاہ پوشیدہ اور ڈھکی ہوئی ہو تو کچھ حرج نہیں، اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے نیند وغیرہ میں دانستہ طور پر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، اسی طرح اپنی بیوی سے ہمبستری کے وقت (پاؤں پھیلانا)۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اکثر مساجد میں رنڈیاں چراغ جلاتی ہیں آیا انکا چراغ مسجد میں جلانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اس قوم کی عادت سُنی گئی کہ ایسے مصارفِ خیر میں جو کچھ صرف کریں اپنے مالِ خبیث سے نہیں ہوتا بلکہ قرض لے کر صرف کیا جاتا اور اس کا معاوضہ اپنے مال سے دیا جاتا ہے، اگر ایسا ہے جب تو اس کے جواز میں اصلاً شُبہہ نہیں اور اس امر میں کہ یہ صرف اپنے مال سے نہیں قرض سے ہے اُنکا قول مقبول ومسموع ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ من الکراھیۃ وغیرھا وبیناہ فی فتاوٰنا اخیرا

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۰
[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۶

فتاوٰی عالمگیری بحث کراہت وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ وہ تیل یا چراغ بعینہٖ انھیں اُجرتِ افعال محرمہ میں ملے ہیں تو حرام ہے اسی طرح اگر اپنے حرام مال سے یُوں خریدے کہ وہ مال حرام بائع کے سامنے پیش کیا کہ اس کے عوض مثلاً تیل دے دے اس نے دے دیا اس نے وہی مال حرام ثمن میں دیا جب بھی امام کرخی کے قول مفتٰی بہ پر وہ خریدی ہوئی چیز حرام و خبیث، اور اگر ایسا نہیں بلکہ مطلقاً تیل وغیرہ بغیر کسی مال حرام کے دکھائے خریدا اگرچہ قیمت دیتے وقت وہی مال حرام دیا جیسا کہ غالب خرید و فروخت کا یہی دستور ہے تو وہ قول صحیح و مفتٰی بہ پر وہ چیز خرید کردہ حلال ہے،

کمابینّٰہ فی الدرالمختار، واوضحہ الامام عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ وفصلناہ فی الحظر من فتاوٰنا۔

جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان فرمایا اور امام عبدالغنی نابلسی نے اس کو "الحدیقۃ الندیۃ" میں واضح فرمایا اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث حظر واباحت میں اس کو مفصل بیان کردیا ہے (ت)

اور اگر حالت معلوم نہ ہو تو فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز،

کماافادہ فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ واوضحنا فی فتاوٰنا بمایتعین المراجعۃ الیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری بحوالہ ذخیرہ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے ایسے طریقے سے واضح کیا کہ اس کی طرف مراجعت سے وہ متعین ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۲ تا ۱۱۳: از ملک بنگالہ ضلع کمراڈ ڈاکخانہ چاندپور مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مجلس میں چند آدمی جمع ہو کر قرآن مجید ساتھ آواز بلند کے ہو یا خفی کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید کو چند آدمی مل کر اس طور پڑھنا کہ ایک آدمی کسی سورت کے نصف یا رُبع یا ایک دو آیت شروع کردے باقی آیتوں کو باقی لوگ انتہائے سورت تک ختم کردیں آپس میں آواز ملا کر تقریباً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل مع حوالۃ

الکتب توجروا بالتحقیق (بحوالۂ کتب دلیل کے ساتھ بیان کرو تاکہ یقینی طور پر اجر و ثواب کے مستحق قرار پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سُننا اور خاموش رہنا فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر (بغور) سُنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع و خاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے اُن میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام و گنا ہگار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سُن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اول احوط ہے۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیۃ والاصل ان الاستماع للقراٰن فرض کفایۃ لانہ لاقامۃ حقہ بان یکون ملتفتا الیہ غیر مضیع وذلک یحصل بانصات البعض الخ ونقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاۃ یحیٰی شہیر بمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیہا ان استماع القراٰن فرض عین[2]

دوسرے قول میں زیادہ وسعت اور گنجائش ہے جبکہ پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالے سے فرمایا اصل یہ ہے کہ قرآن مجید سُننا (شرعاً) فرض کفایہ ہے تاکہ اس کا حق قائم ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اس کو ضائع نہ کرے اور بعض کے خاموش رہنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے الخ، علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ یحیٰی سے (جو منقاری زادہ کے نام سے مشہور تھے) نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا سُننا فرض عین ہے۔ (ت)

(۲) **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے کہتا ہوں۔ ت) ظاہر

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۶-۳۶۷

یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوت قرآن عظیم بآواز کر رہا ہے اور باقی لوگ اس کے سُننے کو جمع نہ ہوئے بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں تو ایک شخص تالی کے پاس بیٹھا بغور سُن رہا ہے اداے حق ہو گیا باقیوں پر کوئی لزوم نہیں اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سُننے کا لزوم چاہئے جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع وانصات جُداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ خطبہ کہ اُن میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق اُن سب پر سُننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو، جب تذکیر میں کلام بشیر کا سُننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجۂ اولٰی۔

ولا یفرق بافتراض الخطبۃ[۱] ورود الامر بقولہ تعالٰی فاسعوا الی ذکر اللّٰہ[۲] بخلاف التلاوۃ فان المعتمد وجوب الاستماع لکل خطبۃ ولو خطبۃ ختم القراٰت ولو خطبۃ النکاح کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار وان حملنا القولین علی ماذکرنا من الصورتین یحصل التوفیق۔

خطبہ کی سماعت فرض ہونے میں اللہ تعالٰی کے اپنے اس ارشاد "فاسعوا الی ذکر اللّٰہ" (اللہ تعالٰی کے ذکر (خطبہ) کی طرف جلدی سے جاؤ) میں امر وارد ہونے سے فرق نہ کیا جائے گا بخلاف تلاوت کے کیونکہ سماع خطبہ میں ہر خطبہ شامل ہے اور سماعت واجب ہے خواہ ختم قرآن کا خطبہ ہو یا خطبۂ نکاح ہو جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ بڑی کتابوں میں مرقوم ہے۔ اگر ہم دو قولوں کو ان دو صورتوں پر محمول کریں کہ جنھیں ہم نے (پہلے) بیان کر دیا تو دونوں اقوال میں موافقت پیدا ہو جائے گی۔ (ت)

بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ قرآن عظیم کا ادب وحفظ حرمت لازم اور اس میں لغو ولغط حرام و ناجائز، پس صورت اولٰی میں جہاں مقصود تلاوت وختم قرآن ہے نہ حاضرین کو سنانا اگر سب آہستہ پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کو نہ جائے تو عین ادب واحسن واجب ہے، اس کی خوبی میں کیا کلام۔ اور اگر چند آدمی بآواز پڑھ رہے ہیں یوں ہی قاری کے پاس ایک یا چند مسلمان بغور سُن رہے ہیں اور اُن میں باہم اتنا فاصلہ ہے کہ ایک کی آواز سے دوسرے کا دھیان نہیں بٹتا تو قول اوسع پر اس میں بھی حرج نہیں اور اگر کوئی سُننے والا نہیں یا بعض کی تلاوت بعض اشخاص سُن رہے ہیں بعض کی کوئی نہیں سنتا یا ایسی قریب آوازیں مختلف ومختلط ہیں کہ جدا جدا سُننا میسر ہی نہ رہا تو یہ صورتیں بالاتفاق ناجائز و

---

[۲] القرآن الکریم ۶۲/۹

گناہ ہیں اور صورتِ ثانیہ میں جہاں مقصود سنانا ہے اگر قولِ احوط پر عمل کیجئے تو چند آدمیوں کا مل کر آواز سے پڑھنا صریح حرام ہے اور اگر توفیق مذکور پر نظر کی جائے تو جب بھی یہ صورت سب پر لزوم خاموشی کی ہے اور اگر اس سے قطع نظر کرکے قولِ اوسع ہی لیجئے تاہم اس صورت کے بدعت و شنیع ہونے میں کلام نہیں آوازیں ملانا گانے وغیرہ کے مناسب حال ہے، قرآن عظیم میں یہ ایک نو پیدا امر ہے جس کے لئے دین میں کوئی اصل نہیں اور اس کی تجویز و ترویج میں ایک اور فتنہ عظیم کا اندیشہ ہے کہ آوازیں بنا کر آوازیں ملا کر گانے کی طرح قرآن پڑھنا ہوگا تو ایسے لوگ عبارت کو اپنے لہجوں پر منطبق کرنے کے لئے جا بجا آواز گھٹانے بڑھانے کے عادی ہوتے ہیں نظم میں خیریت ہے قرآن عظیم میں جب ایسا اتار چڑھاو کیا جائے گا قطعاً اجماعاً حرام ہوگا لہٰذا ہر طرح اس سے ممانعت ہی لازم ہے، عالمگیری میں ہے:

یکرہ للقوم ان یقرؤا القراٰن جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع والانصات المامور بہما[1] اھ اقول وبما قررنا تبین ان روایۃ القنیۃ ھذہ ھی التی ینبغی اختیارھا فیما نحن فیہ دون روایتہا الاخری لاباس باجتماعہم علٰی قراءۃ الاخلاص جہرا عند ختم القراٰن ولو قرأ واحد واستمع الباقون فہو اولٰی[2] فافہم واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

لوگوں کے لئے قرآن مجید کو جملۃً (یعنی بغیر وقفہ کے) پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ترکِ سماع اور ترکِ سکوت پر مشتمل ہے حالانکہ دونوں مامور بہ ہیں اھ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے (قارئین کے روبرو) پڑھا اس سے ظاہر ہوگیا کہ قنیہ کی یہی روایت ہماری اس بحث میں اختیار کرنے کے قابل اور مناسب ہے نہ کہ دوسری روایت (کہ جس میں یہ آیا ہے کہ) ختمِ قرآن کے وقت کسی مجلس اور اجتماع میں سورۂ اخلاص بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی سنیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اھ، اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۳: از بڑودہ ملک گجرات محلہ منگلوارہ نعلبندواں کا چورہ مکان استاد غریب اللہ ملازم راجہ بڑودہ مرسلہ مولوی محمد اسرار الحق صاحب دہلوی ۶ رجب المرجب ۱۳۱۴ھ

افضل العلماء واکمل الکملاء آیۃ من آیات اللہ برکۃ من برکات اللہ مجدد دین نائب سید المرسلین

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۶

[2] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان باب القراءۃ والذکر مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۵۱

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم حضرت مولانا صاحب بریلوی مدظلنا وکرمنا ادام اللہ المنان علٰی رؤس اہل الایمان من الانس والجان بطول حیاتہ من بعد آداب تسلیمات خادمانہ دست بستہ معروض خدمت فیضدرجت باعث تکلیف دہی جناب قبلہ وکعبہ یہی ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا فساد ایک امر میں پھیلا ہوا ہے اور فیصلہ اس کا یہاں علماء وجہلا نے آں قبلہ کی تحریر مبارک پر رکھا ہے لہٰذا جناب تکلیف فرما کر اس کا جواب مع دلائل روانہ فرمائیں۔

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک شخص واعظ ہے اور وعظ کے درمیان میں اشعار مدحیہ نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے، یا وعظ میں حدیثوں کا ترجمہ لحن کے ساتھ نظم میں پڑھتا ہے اور درمیان میں قرآن شریف کی آیات کو لحن عرب میں پڑھتا ہے، آیا اس طرح کا پڑھنے والا گنہگار تو نہ ہوگا؟ اور کوئی شخص قرآن شریف کو ذرا بھی لحن کے ساتھ پڑھے گا یا قصائد حسنہ و ترجمہ حدیث نظم کو جیسے کہ اکثر الفاظ وجوان و پیر قصائد وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں اور اس کے سننے والے اگر اس پر تعریف کریں یا واہ واہ یا سبحان اللہ کہیں گے تو کافر ہوجائیں گے اور ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہوجائیں گی یا نہیں، یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ حکم تکفیر و زوال نکاح صریح غلط و خطائے سخت مردود و نا سزا شرع مطہرہ پر کھلا افترا، مسلمانوں کو ناحق ناروا کافر بنانے پر اجترا ہے۔ ایسا کہنے والوں پر توبہ فرض ہے، قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوشنما و دلکش پسندیدہ، دل آویز، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو۔ اور معاذ اللہ رعایت اوزان موسیقی کے لئے ہیئات نظم قرآنی کو بدلا نہ جائے، ممدود کا مقصور مقصور کا ممدود نہ بنایا جائے، حروف مد کو کثیر فاحش کشش جسے اصطلاح موسیقیاں میں تان کہتے ہیں نہ دی جائے زمزمہ پیدا کرنے کے لئے بے محل غنہ و نون نہ بڑھایا جائے غرض طرز ادا میں تبدیل و تحریف راہ نہ پائے بیشک جائز و مرغوب بلکہ شرعاً محبوب و مندوب بلکہ بتاکید اکید مطلوب اعلٰی درجہ کی ہے زمانہ صحابہ و تابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے آج تک اس کے جواز و استحسان پر اجماع علماء ہے۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اذن اللہ لشیئ ما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی

اللہ تبارک وتعالٰی کسی چیز کو ایسی توجہ و رضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے

بالقرآن یجھر بہ۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دُوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل الحسن الصوت بالقرآن یجھر بہ من صاحب القینۃ الی قینتہ۔ رواہ ابن ماجۃ[2] وابن حبان والحاکم وقال صحیح علٰی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جیسی شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گانے والی کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ۔ رواہ الامام احمد[3] عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اُسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے اسکو روایت کیا)

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۷۵۱ و صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸
سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دارالفکر بیروت ۱/ ۵۷۱
سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت بالقرآن دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۶

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

زینوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسنا[۱] رواہ الدارمی فی سننہ و محمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ بلفظ حسنوا او باللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک[۲] کلھم عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا

اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

پانچ حدیثوں صحیح رفیع جلیل میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن۔ رواہ البخاری[۳] عن ابی ھریرۃ و ابو داؤد عن ابی لبابۃ عبد المنذر و ھو کاحمد و ابن حبان عن سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنہ و عن عائشۃ و عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمنذر سے اسے روایت کیا، نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت

کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان ھذا القراٰن نزل بحزن	بیشک یہ قرآن غم و حزن کے ساتھ اُترا

---

[۱] سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۳ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۴۰
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۵

[۲] کنز العمال بحوالہ الدارمی و ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۰۵

[۳] صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/ ۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استحباب ترتیل فی القرآن ۱/ ۲۰۶
مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱۷۲ و کنز العمال حدیث ۲۷۶۹ ۱/ ۶۰۵
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۵۶۹

وكآبة فاذا قرأتموه فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا وتغنوا به فمن لم يتغن به فليس منا۔ رواه ابن ماجة[1] ومحمد بن نصر فی الصلوۃ والبیهقی فی شعب الایمان عن سعد بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔

تو جب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اسکو روایت کیا ہے۔)

پھر اس کے ساتھ اگر اس کی قراءت بلا قصد اوزان موسیقی سے کسی وزن کے موافق نکلے تو اصلا حرج والزام نہیں حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز وحسن ومستحسن ہے۔ علامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحب مختار کے فتاوٰی خیریہ لنفع البریۃ میں ہے:

سئل فی امام یقرأ فی الجهریات بصوت حسن علی القواعد المقررۃ عند اهل العلم بحیث لا یخل بحکم من احکام القراءۃ لکن یحدث ان یخرج قراءته علی طبق نغم من الانغام المقررۃ فی الموسیقی من غیر لحن و تطریب هل یجوز ذلك واذا قلتم بالجواز هل یکرہ ام لا اجاب نعم یجوز ذلك ولا یکرہ اذ تحسین الصوت بالقراءۃ مطلوب کما صرح به المحقق ابن الهمام فی فتح القدیر وقال فی البحر نقلا عن الخلاصة وتحسین الصوت لاباس به من غیر تغن

اس امام کے متعلق پوچھا گیا جو جہری نمازوں میں اچھی آواز کے ساتھ اہل علم کے ہاں ثابت شدہ قواعد کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ایسا طریقہ اپناتا ہے کہ قراءت کے کسی حکم میں خلل پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ اس خوف کے پیش نظر کترانا اور اعراض کرتا ہے کہ کہیں اس کی قراءت موسیقی کے نغموں یا گانے کی سروں سے مشابہ نہ ہو، کیا اس کا ایسا پڑھنا جائز ہے بصورت جواز کیا یہ مکروہ بھی نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں کیونکہ خوبصورت آواز میں قرآن مجید پڑھنا شرعاً مطلوب ہے جیسا کہ محقق ابن الہمام نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی ہے، بحر الرائق میں خلاصہ سے نقل کیا گیا کہ تحسین صوت میں کوئی حرج نہیں جبکہ بغیر گانے کے ہو، اور

---

[1] سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

وفی التبیان فی آداب حملة القرآن اجمع العلماء رضی الله تعالیٰ عنهم من السلف والخلف من الصحابة والتابعین ومن بعدهم من علماء الامصار ائمة المسلمین علی استحباب تحسین الصوت بالقرآن واقوالهم وافعالهم مشهورة نهایة الشهرة فنحن مستغنون عن نقل شیء من افرادها ودلائل هذا من حدیث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مستفیضة عند الخاصة والعامة کحدیث زینوا القرآن باصواتکم وحدیث ابوموسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال له لقد اوتیت مزمارا من مزامیر داؤد رواه البخاری ومسلم وفی روایة لمسلم ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال له لو رأیتنی وانا استمع لقراءتک البارحة رواه مسلم ایضا من روایة بریدة بن الحصیب (ثم ذکر الحدیثین الاولین ببعض ما ذکرنا لهما من التخاریج ثم قال) وحدیث ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال

"تبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں ہے سلف وخلف صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد جتنے شہروں میں علماء کرام اور مسلمانوں کے امام ہوئے ہیں ان سب کا اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے مستحسن ہونے پر اتفاق ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کے اقوال وافعال بہت مشہور ہیں پس ہم ان کے کسی حصہ کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس کے دلائل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے عام اور خاص سب لوگوں میں مشہور ہیں جیسا کہ حدیث زینوا القرآن باصواتکم یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت بخشو (مراد یہ کہ خوبصورت لہجے کے ساتھ قرآن مجید پڑھو) اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تجھے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی عطا ہوئی ہے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کاش تو مجھے دیکھتا جب میں گزشتہ رات تیری قراءت سن رہا تھا۔ نیز امام مسلم نے اس کو حضرت بریدہ بن حصیب سے بھی روایت کیا ہے پھر وہ دو پہلی احادیث ان تخریجات کے ساتھ ذکر فرمائیں جن کا کچھ حصہ ہم نے ذکر کیا تھا۔ پھر فرمایا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من لم يتغنى بالقراٰن فليس منّا رواه ابوداؤد باسناد جيد قال جمهور العلماء معنى لم يتغن لم يحسن صوته الخ.[1]

جو کوئی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ امام ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ جمہور علماء کرام کہتے ہیں کہ لم یتغن کا مفہوم لم یحسن صوتہ یعنی اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ نہ پڑھنا ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

امّا تحسین الصوت فلا اظن ان قائلا یمنعہ لعدم وجہہ بل کان جماعۃ من السلف یطلبون من اصحاب القراءۃ بالاصوات الحسنۃ ان یقرؤا وھم یستمعون وھذا متفق علی استحبابہ وھو عادۃ الاخیار والمتعبدین وعباد اللہ الصالحین۔[2]

جہاں تک اچھی اور خوبصورت آواز کا تعلق ہے تو میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی اس سے منع کرتا ہو اس لئے کہ اس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ سلف میں ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو پڑھنے والوں سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا مطالبہ اور تقاضا کیا کرتی تھی تاکہ وہ لطف اندوز ہوں، چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے اور یہ اچھے لوگوں، عبادت گزاروں اور اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کی عادت اور روش رہی ہے۔ (ت)

تو ایسے امر محمود و مسعود کی تحسین پر جو خود اللہ و رسول کو محبوب اور باجماع صحابہ و تابعین و ائمہ دین مستحسن و مندوب ہے معاذ اللہ کفر و بطلان نکاح کا حکم دینا خیال کیجئے کہاں تک پہنچتا ہے خرق اجماع امت سے تکفیر جملہ امت کی خبر دیتا ہے۔ خود ان قائلوں کو چاہیے کہ تجدید توبہ اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، ہاں معاذ اللہ بالقصد راگنی پر قرآن عظیم ٹھیک کرنا اس کی درستی کو بے جگہ مد یا حرکت یا غنہ وغیرہ بڑھانا گھٹانا تانیں لینا یہ ضرور حرام اور اس کی تحسین اس پر سبحان اللہ و آفریں اس سے زیادہ حرام تر و مجمع آثام ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ٢/١٦٦، ١٦٧

[2] " " " " " " " ٢/١٦٧

اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اھل الکتابین واھل الفسق فانه سیجیئ بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والرھبانیة والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونة قلوبھم وقلوب من یعجبھم شانھم۔ رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط والبیھقی فی الشعب عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود ونصارٰی اہل فسق کے لحنوں سے بچو کہ میرے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ آ کرکے پڑھیں گے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی آتار چڑھاؤ، قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا فتنے میں ہوں گے اُن کے دل اور جنھیں ان کی یہ حرکت پسند آئے گی اُن کے دل۔ (طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

(واھل الفسق) من المسلمین الذین یخرجون القرآن عن موضوعه بالتمطیط بحیث یزید اوینقص حرف فیه حرام اجماعا[2]

مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور ادائیگی میں کمی وبیشی کرتے ہیں یعنی اخفاء حروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ (ت)

تیسیر میں بعد عبارت مذکورہ سابقًا ہے:

ثم قال (ای فی التبیان) قال العلماء رحمھم اللہ یستحب تحسین الصوت بالقراءة وتزیینھا مالم یخرج عن حد القراءة بالتمطیط فان افرط حتی زاد حرفا او اخفاہ فھو حرام اتھی قلت

پھر تبیان میں فرمایا علماء کرام (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید کو بنا سنوار کر پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قراءت کی حد سے تجاوز کرتے ہوئے باہر نہ نکلے پھر اگر اس نے افراط سے کام لیا یعنی کوئی حرف بڑھا دیا یا کم اور پست کردیا تو ایسا کرنا

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ٧٢١٩ مکتبۃ المعارف ریاض ٨/١٠٨
شعب الایمان حدیث ٢٦٤٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ٢/٥٤٠
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزۃ تحت حدیث اقرأوا القرآن مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ١/١٩٤

ما تصنعونه نص عليه في البزازية وغيرها من كتاب الاستحسان قراءة القرآن بالالحان معصية والتالي والسامع آثمان قلت محله اذا اخرج لفظ القرآن عن صيغته بادخال حركات فيه او اخراج حركات منه او قصر ممدود او مد مقصور او تمطيط يخفى به اللفظ او يلبس به المعنى فهو حرام يفسق به القارئ و يأثم به المستمع لانه عدل به عن نهجه القويم الى الاعوجاج والله تعالى يقول قرانا عربيا غير ذي عوج وان لم يخرجه اللحن عن لفظه وقراءته على ترتيله كان مباحا لانه زاد بالحانه في تحسينه ويؤيد ذلك تفسير كثير من علمائنا التغني في كلام ابن عمر رضي الله تعالى عنهما في الاذان بالتطريب الذي هو اخراج الكلام عن موضعه الاصلي وصيغته واما تحسين الصوت فلا اظن ان قائلا يمنعه الى اخر ما مر۔

حرام ہے اھ اگر تو یہ کہے کہ بزازیہ وغیرہ کی "کتاب الاستحسان" میں بیان کردہ صراحت کا کیا جواب ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید غیر موزوں لہجوں کے ساتھ بگاڑ کر پڑھنا گناہ ہے لہٰذا پڑھنے اور سننے والا دونوں گنہگار ہوں گے۔ میں کہتا ہوں اور جواب دیتا ہوں کہ اس کا محل یہ ہے کہ جب لفظِ قرآن کو اس کے مخرج سے نکالتے ہوئے اس میں کچھ حرکات داخل یا خارج کردے یا حروف ممدودہ کو مختصر کردے یا غیر ضروری درازی کردے جس سے لفظ کی ہیئت بدل جائے یا اس کے معانی میں اشتباہ پیدا ہوجائے تو ایسا کرنا حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہوگا کیونکہ اس طرح کرنے سے اس نے اس لفظ کو اس کے درست مقام سے ہٹا کر بدل ڈالا، جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں بالکل کجی اور ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور اگر لہجہ اس لفظ کو اسکی ترتیل کے مطابق پڑھتے ہوئے نہ نکالے تو مباح ہے کیونکہ اس نے اپنے لہجوں سے اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے اور اس کی تائید تغنی کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو متعدد علماء کرام نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کلام التطریب فی الاذان سے فرمائی ہے یعنی وہ اذان میں تطریب کیا کرتے تھے۔ دراصل تطریب کلام کو اس کے ٹھکانے اور صیغے سے نکالنے کا نام ہے (اور یہاں صرف خوش الحانی سے آواز بلند کرنا ہے)

؎۱ فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۷

رہا تحسینِ صوت (آواز کو بنا سنوار کر خوبصورت بنا کر پڑھنا) میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اس کو منع کرنے والا نہ ہوگا، پھر آخر تک وہی کلام دہرایا گیا جو گزر چکا ہے۔ (ت)

اشعارِ حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمدِ الٰہی و نعتِ رسالت پناہی جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و اولیاء و علمائے دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بروجہ صحیح اور ترغیب مقبول شرعی یا ذکرِ موت و تذکیرِ آخرت و احوالِ قیامت وغیر ذٰلک مقاصد شرعیہ ہو قطعاً جائز و روا اور خود زمانۂ اقدس حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تمام ائمۂ دین و عباد اللہ الصالحین میں رائج رہا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی زوجہا الکریم و ابیہا و علیہا وسلم سے ہے:

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد فیقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللّٰہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[۱]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں منبر بچھاتے حسان اوس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل و مفاخر بیان کرتے حضور کی طرف سے طعنہائے کفار کا رد کرتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

پھر ظاہر کہ وعظ کے اشعار حدیث کے ترجمے اسی قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں مطلوب و مندوب ہوئی تو یہ تو شعر ہے یہاں اگر الحان کے لئے مد و قصر و حرکات و سکنات وغیرہ ہیئات حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ صرف سادہ خوش الحانی ہو اور تمام منکرات شرعیہ سے خالی اس قدر پر بھی احکام شدیدہ مذکورہ تکفیر و زوال نکاح میں تقریباً ویسی ہی ناپاکی و بیباکی ہے حلال کو حرام مسلمانوں کو کافر بتانا کس شریعت نے مانا اسے قدر کو عرف میں پڑھنا کہتے ہیں نہ کہ گانا کہ موسیقی کے اوزان مقررہ نغمات محررہ طرقات مطربہ قرعات معجبہ اُتار چڑھاؤ زیر و بم تان کٹکری تال سم کی رعایت سے رنڈیوں ڈومنیوں مراثیوں ڈھاریوں نقالوں قوالوں وغیرہم میں معمول اور باوضع شرفاء مہذبین صلحاء میں معیوب و مخذول۔ محمود و مباح

---

[۱] احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/۲۷۳

اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا بھی زمانۂ صحابہ و تابعین وائمۂ دین مجوز و مقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ماثور و منقول بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا حضور سنتے اور انکار نہ فرماتے بارگاہ رسالت میں حُدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے کہ اپنی خوش الحانیوں دلکش حدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر اکرم سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود موکب اقدس کے حُدی خواں تھے غضب آواز دلکش رکھتے اور بہت خوبی سے اشعار حُدی پڑھتے یہ اجلۂ صحابہ کرام سے ہیں بدر کے سوا سب مشاہد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا، بہت الجھے بال میلے کپڑے والے جن کی کوئی پروا نہیں ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل پر کسی بات میں قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم سچی ہی کردے انھیں میں سے براء بن مالک ہیں[1] ایک روز انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس گئے اُس وقت اشعار اپنے الحان سے پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا آپ کو اللہ عزوجل نے وہ چیز عطا فرمائی جو اس سے بہتر ہے یعنی قرآن عظیم۔ فرمایا کیا یہ ڈرتے ہو کہ میں بچھونے پر مروں گا خدا کی قسم اللہ مجھے شہادت سے محروم نہ کرے گا سو کافر تو میں نے تنہا قتل کئے ہیں اور جو شرکت میں مارے ہیں وہ علاوہ جب خلافت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ملک تستر پر جہاد ہوا ہے اور مسلمانوں کو سخت وقت پیش آیا، حدیث مذکور سنے ہوئے تھے ان سے کہا اپنے رب پر قسم کھائیے انھوں نے قسم کھائی کہ اے رب میرے! کافروں پر ہمیں قدرت دے کہ ہم ان کی مشکیں کس لیں اور مجھے اپنے نبی سے ملا، یہ کہہ کر حملہ آور ہوئے اور ان کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا ایرانیوں کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا کافر بھاگ گئے اور براء شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] اور بیبیوں کے ہودجوں پر انجشہ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حُدی خوانی کرتے ان کی خوش آوازی مشہور تھی حجۃ الوداع شریف میں کہ پڑھی ہے اور اونٹ گرمائے بہت تیز چل نکلے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! آہستہ، شیشیوں کے ساتھ نرمی کر۔ شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزار دو، ان کے سوا سیدنا عبد اللہ بن رواحہ و سیدنا عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے، روز عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکرم صلی اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب البراء بن مالک امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۶

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/۱۴۳

[3] " " " " " " " " " " " "

شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۰۷
" " " " " " " " " " " "

تعالیٰ علیہ وسلم باعزاز جاہ وجلال داخلِ مکّہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگر پر تیر برساتے جارہے تھے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابنِ رواحہ! رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم میں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ پڑھنے دو کہ یہ اُن پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد فرمایا؛ اے عمر! ہم سُن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو۔ بالجملہ ممانعت منازعت جو کچھ ہے گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں اگرچہ بنام نعت و منقبت کا نام ہو جیسے بے قیدوں کے خلاف شرع شعر کہ توہین انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام حتّٰی کہ تنقیصِ شانِ سیّد الانام علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام بلکہ گستاخی و بے ادبی بارگاہ عزت ذی الجلال والاکرام کچھ اُٹھا نہ رکھیں اور نعت و منقبت کا نام بدنام یا محلِ محلِ فتنہ خواہ فطنۂ فتنہ ہو جیسے زنِ اجنبیہ کا مردوں کے جلسے میں خوش الحانی کرنا یا خارج سے امور نامشروعہ کا قدم درمیان ہو مثلاً مزامیر، تالیاں، ٹھپکا، توڑا، بھاؤ بتانا جیسے آج کل بعض بے شرم واعظان نیچری مشرب آزادی مذہب نے اپنی مجلس گرم کرنے کا انداز بنا رکھا ہے اشعار گائیں مثنوی مولانا روم کے اور رنگ رچائیں مثنوی میر حسن کی دھوم کے الیٰ غیر ذٰلک من المحذورات والمجیبۃ والمحظورات المتخیلۃ (اسکے علاوہ اجتناب کردہ محرمات اور لائے ہوئے ممنوعات ہیں۔ ت) یہ تیرہ وتیرہ برت کہ جو چاہے حلال کو حرام کرے ورنہ سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً جائے کلام نہیں بلکہ اشعار محمودہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ میں معدود و باعث اجر و رضائے رب ودود ہیں۔ مواہب لدنیہ و شرح علامہ زرقانی میں ہے؛

كان يحدو بين يديه عليه الصلوٰة والسلام في السفر عبد الله بن رواحة الامير المستشهد بموتة اي يقول الحداء بضم المهملة وهو الغناء للابل (زرقاني) الترمذي عن انس انه صلى الله تعالى عليه

حضرت عبد اللہ بن رواحہ سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے یہ امیر لشکر تھے جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے کان یحدو ای یقول الحداء بضم المھملۃ وھو الغناء للابل (یعنی کان یحدو کے معنی ہیں وہ اونٹوں کی تیز رفتاری کے لئے خوش الحانی سے گیت گایا کرتے تھے، الحداء بے نقطہ حرف ح کی پیش کے ساتھ اونٹوں کیلئے گیت گانے کو

وسلم دخل مكة في عمرة القضية (ابن رواحة يمشي بين يديه ويقول ؎

خلوا بني الكفار عن سبيله
اليوم نضربكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله
ويذهل الخليل عن خليله

فقال عمر يا ابن رواحة بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وفي حرم الله تقول الشعر فقال صلى الله تعالى عليه وسلم خل عنه يا عمر فلهي فيهم اسرع من نضح النبل ، وفي رواية انه لما انكر عمر عليه قال صلى الله تعالى عليه وسلم يا عمر اني اسمع فاسكت يا عمر (وعامر بن الاكوع) كان يحدو بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم (واستشهد يوم خيبر و انجشة العبد الاسود) كان حسن الحداء وفي الصحيح عن انس كان حسن الصوت (قال انس) في الصحيحين (كان براء بن مالك) اخو انس

کہا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکۃ المکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ آپ سے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے کفار کی اولاد! ان کا راستہ کھلا چھوڑ دو آج ہم تمہیں ایسی ماریں گے کہ کھوپڑیاں تن سے جدا ہو جائیں گی اور دوست اپنے دوست کو بھول جائیگا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا، کیا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے سامنے ان کے روبرو اللہ کے حرم میں اشعار پڑھتا ہے۔ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عمر! اسے چھوڑ دو کہ یہ رجزیہ اشعار دشمن پر تیر اندازی سے بھی زیادہ موثر ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ نے انکار فرمایا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عمر! میں تو سن رہا ہوں لہذا تم خاموش رہو۔ اور حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالے عنہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے اور یہ خیبر میں شہید ہوگئے اور حضرت انجشہ حبشی غلام تھے یہ بہترین حدی خواں تھے صحیح میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت انجشہ کی آواز خوبصورت تھی۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

شهد المشاهد الا بدرا قال صلى الله 23
تعالى عليه وسلم رب اشعث 29
اغبر لا يؤبه له لو اقسم على الله لابره
منهم البراء بن مالك قال انس
فلما كان يوم تستر من بلاد
فارس انكشف الناس فقال المسلمون
يا براء اقسم على ربك فقال اقسم
عليك يا رب لما منحتنا اكتافهم و
الحقتني بنبيك فحمل وحمل الناس
معه فقتل هرمزان من عظماء
الفرس واخذ سلبه وانهزم الفرس
وقتل البراء رواه الترمذي
والحاكم وذلك في خلافة عمر
سنة عشرين (يحدو
بالرجال وانجشة بالنساء
وقد كان يحدو وينشد
القريض والرجز) وفي
الصحيحين عن انس ان
انجشة حدا بالنساء
في حجة الوداع فاسرعت
الابل فقال صلى الله تعالى عليه
وسلم يا انجشة رفقا بالقوارير
(اي النساء فشبههن بالقوارير
من الزجاج لانه يسرع
اليها الكسر فلم يأمن عليه

فرمایا حضرت براء بن مالک (جو حضرت انس کے بھائی تھے) سوائے بدر کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے خاک آلود جن کی کوئی پروا نہیں کرتا (عنداللہ ایسے (اہم) ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کر دیتا ہے اور انہی میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔

حضرت انس نے فرمایا کہ ایران میں قلعہ تستر پر جس دن حملہ کیا گیا لوگ تتر بتر ہو گئے اور حالات مسلمانوں کی شکست کے بن گئے۔ اس موقع پر حضرت براء سے کہا گیا کہ اپنے پروردگار کے بھروسا پر اس کی قسم کھائیں۔ چنانچہ حضرت براء نے قسم کھائی اور فرمایا، اے میرے پروردگار! میں تیری ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے ہمیں کافروں کے کندھے باندھنے کی طاقت بخشی اور تو مجھے اپنے نبی مکرم سے ملایا ہے۔ اس کے بعد حضرت براء نے عام لوگوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں پر حملہ کیا، ان کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا ایرانیوں کو شکست ہوئی اور فرار ہونے لگے اس کا سامان قبضے میں لے لیا گیا اور حضرت براء شہید ہو گئے۔ امام ترمذی اور حاکم نے اس کو روایت کیا۔ یہ معرکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں سنہ ۲۰ھ میں ہوا۔ حضرت براء مردوں کے لئے حدی خوانی کیا کرتے تھے جبکہ انجشہ عورتوں کے

الصلوٰة والسلام ان يقع في قلوبهن حداؤه وقيل نهاه لان النساء يضعفن عن شدة الحركة قال الدماميني وحمله هذا اقرب الى ظاهر لفظه من الحمل على الاول اھ[1] ملخصا۔

کجاووں کے قریب جاکر حدی خوانی کرتے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت انجشہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کی سواریوں کے پاس جاکر حدی خوانی کی جس کے نتیجے میں اونٹ تیز رفتار ہوگئے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے ساتھ کانچ کی شیشیاں (بوتلیں) بھی ہیں (مراد عورتیں ہیں) کہیں جلدی ٹوٹ نہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ دے کر اشارہ فرمایا کہ وہ حدی خوانی اور خوش الحانی سے متاثر نہ ہوجائیں، اور یہ مفہوم بھی ہے کہ سواریوں کے بوجہ حدی خوانی تیز رفتار ہوجانے سے وہ کہیں گھبرا نہ جائیں کیونکہ وہ فطرتاً کمزور ہوتی ہیں، علامہ دمامینی نے فرمایا اس کو ظاہری الفاظ پر حمل کرنا بنسبت قول اول کے زیادہ مناسب اور موزوں ہے اھ ملخصاً۔

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

روى البغوي باسناد صحيح عن محمد بن سيرين عن انس قال دخلت على البراء بن مالك وهو يتغنى فقلت له قد ابدلك الله ما هو خير منه فقال اترهب ان اموت على فراشي لا والله ما كان الله ليحرمني ذلك وقد قتلت مائة منفردا سوى من شاركت فيه[2]

امام بغوی باسناد صحیح محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں حضرت براء بن مالک کے پاس گیا وہ خوبصورت انداز میں اشعار پڑھ رہے تھے میں نے ان سے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بجائے آپ کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے (یعنی قرآن مجید) فرمایا کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ میں اپنے بستر پر ہی مرجاؤں گا، خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ مجھے شہادت سے محروم کردے ایک سو کافر تو خود میں نے ہاتھوں

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السابع ۲/۱۹۳ و شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ۳/۳۴۶ و ۳۴۷

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الباء ترجمہ ۶۲۰ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/۱۴۳

۲۱ قتل ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جن کے قتل میں میری شراکت اور معاونت ہوئی وہ مزید ہیں (ت)

24 امام ابن حجر مکی کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع میں فرماتے ہیں:

قال جمع من الشافعیۃ والمالکیۃ منھم الاذرعی فی توسطہ والقرطبی فی شرح مسلم الغناء انشادا و استماعا علی قسمین القسم الاول ما اعتاد الناس استعمالہ لمحاولۃ عمل وحمل ثقیل وقطع مفاوز سفر ترویحا للنفوس وتنشیطا لھا کحداء الاعراب بابلھم وغناء النساء لتسکین صغارھن ولعب الجواری بلعبھن، فھذا اذا سلم المغنی بہ من فحش وذکر محرم کوصف الخمور و القینات لاشک فی جوازہ ولا یختلف فیہ وربما یندب الیہ اذا نشط علی فعل خیر کالحداء فی الحج الغزو، ومن ثم ارتجز صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو والصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیھم فی بناء المسجد وحفر الخندق وغیرھما کما ھو مشھور وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نساء الانصارات

شوافع اور مالکیہ کے ایک گروہ نے فرمایا ان میں سے امام اذرعی نے توسط میں اور قرطبی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا، راگ، گانا اور سننا، اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس کے استعمال کی لوگوں کو عادت ہے کوئی کام کرتے ہوئے بھاری وزن اٹھاتے ہوئے، سفر طے کرتے ہوئے بیابان سے گزرتے ہوئے، سواریوں کو تیز قدم کرنے کے لئے دیہاتیوں کا حدی خوانی کرنا۔ اپنا دل بہلانے اور تسکین و راحت پہنچانے کے لئے خوش الحانی کے ساتھ لغو سے پاک ہونا اور اشعار پڑھنا بشرطیکہ فحش گوئی پر مبنی نہ ہو یہ ہرگز منع نہیں۔ عورتوں کا بچوں کو بہلانے اور سلانے کے لئے لوریاں دینا، گیت الاپنا اور باندیوں کا کھیل تماشا کرنا بوجہ حد سے تجاوز نہ کرنے کے جائز ہے۔ حد سے تجاوز کرنے سے مراد شراب کی تعریف، گانے والی عورتوں کا تذکرہ وغیرہ ہے۔ یہ امور اگر نہ ہوں تو حدی خوانی کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں بلکہ بعض حالات میں یہ فعل مندوب ہوتا ہے یعنی اچھے کام کے لئے راغب کرے جیسے حج، جہاد وغیرہ میں حدی خوانی۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیر مسجد نبوی اور خندق کھودے جانے کے موقع پر خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

يقلن في عرس لهن سه

اتيناكم اتيناكم
فحيانا وحياكم

وكالاشعار المزهدة في الدنيا الراغبة في الآخرة فهي من انفع الوعظ فالعامل عليها اعظم الاجر ويؤيد ما نقله من نفي الخلاف في هذا القسم ان ابن عبد البر وغيره قالوا لا خلاف في اباحة الحداء واستماعه وهو ما يقال خلف نحو الابل من الشعر سوى الرجز وغيره لينشطها على السير ومن اوهم كلامه نقل الخلاف فيه فهو شاذ او مؤول على حالة يخشى منها شئ غير لائق القسم الثاني ما ينتحله المغنون العارفون بصنعة الغناء المختارون المدن من غزل الشعر مع تلحينه بالتلحينات الانيقة وتقطيعه لها على النغمات الرقيقة

اور صحابہ کرام نے اشعار پڑھے اور نہ صرف ان دو موقعوں پر بلکہ ان کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپ نے اور آپ کے صحابہ نے رجزیہ اشعار پڑھے ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنی شادیوں میں عمدہ اشعار پڑھا کریں "ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔" اسی طرح اُن اشعار کا استعمال بھی جائز ہے جو دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کی رغبت دلانے والے ہوں۔ اس قسم کے اچھے اشعار پڑھنا بہترین وعظ ہے اور باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو امام موصوف نے اس قسم کی نفی خلاف میں نقل کیا کہ علامہ ابن عبد البر وغیرہ نے کہا کہ حدی خوانی اور اسکے سننے کے مباح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ وہ اشعار گوئی اور حدی خوانی ہوتی تھی جو اونٹوں کو ہانکتے وقت ان کے پیچھے پیچھے کی جاتی تھی بجز رجز وغیرہ کے۔ اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ اونٹوں کو چلنے میں خوش اور چست رکھا جائے اور جو اس سلسلے میں وہم اور اختلاف نقل ہوا ہے وہ شاذ ہے یا اس کی بھی تاویل کر دی گئی کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جس میں نامناسب بات کا اندیشہ کیا گیا ہو۔ دوسری قسم (جس کی نسبت گانے والے کی طرف کریں) جو گانیوالے

التي تهيج النفوس وتطربها كحميا الكؤوس فهذا هو الغناء المختلف على اقوال العلماء احدها انه حرام قال القرطبي وهو مذهب مالك (الى قوله) وهو مذهب ابي حنيفة رضي الله تعالٰى عنه وسائر اهل الكوفة۔[1]

کی طرف منسوب ہو۔ جو فن موسیقی سے ماہر ہوں شائستگی سے غزلی شعر کو پسند کریں اپنے لہجے کے ساتھ خوشنما لہجوں سے، اور ان کی تقطیع کریں نغمات رقیقہ پر جو نفوس کو ابھاریں اور آمادہ کریں اور انھیں شراب کے جاموں کا شوق دلائیں پس یہ وہی راگ ہے جس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ان اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک کا یہی مذہب ہے بلکہ فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور باقی اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال الاذرعي وما نسب الى اولئك الصحابة اكثره لم يثبت ولو ثبت منه شئ لم يظهر منه ان ذلك الصحابي يبيح الغناء المتنازع فيه فانه روي عن عمر رضي الله تعالٰى عنه ان غلامًا دخل عليه فوجده يترنم ببيت او نحو ذلك فعجب منه فقال اذا خلونا قلنا كما تقول الناس فالله اعلم ما كان ذلك البيت وما كان ترنمه وصفته، وصح عن عثمان رضي الله تعالٰى عنه

امام اذرعی نے فرمایا ان لوگوں اور صحابہ کرام کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے ان میں اکثر حصہ ثابت نہیں اور اگر کچھ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ صحابی راگ متنازع فیہ کو مباح کہتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ خوش الحانی سے اشعار پڑھ رہے تھے اسے تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب ہم اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، پس اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ وہ اشعار کیا تھے اور ان کا حال اور کیفیت کیا تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۹ تا ۶۱

ماتغنیت ماتمنیت ای تزینت فاطلاق القول بنسبۃ الغناء المتنازع فیہ واستماعہ الی ائمۃ الہدی تجاسر ولا یفہم الجاہل منہ ہذا الغناء الذی یتعاطاہ المغنون المخنثون ونحوہم وقال الشیخ الامام ابراہیم المروزی فی تعلیقہ وعن عمر وعبد الرحمن بن عوف وابی عبیدۃ بن الجراح وابی مسعود الانصاری انہم کانوا یترنمون بالاشعار فی الاسفار وکذلک عن اسامۃ بن زید وعبد اللہ بن ارقم وعبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم والترنم کذلک لیس فی محل النزاع اذ ہو من انواع القسم الاول من القسمین السابقین وقد مرانہ لاخلاف وبہ یعلم ان الظاہر الذی یتعین القطع بہ ان غالب ماحکی عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وعمن بعدہم من الائمۃ انما ہو من ہذا القسم الذی لاخلاف فیہ[1] وتمامہ فیہ وفی ذکرنا کفایۃ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بعصمت ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں گیت گاتا ہوں تو اُسے میں بنا سنوار لیتا ہوں لہٰذا غنا متنازع فیہ اور اس کے سننے کی اجازت کی نسبت ہدایت یافتہ اماموں کی طرف کرنا بہت بڑی جراءت ہے اور جاہل آدمی اس سے یہ غنا نہیں سمجھتا جو گانے والے ہیجڑے وغیرہ اختیار کرتے ہیں شیخ امام ابراہیم مروزی نے اپنی تعلیق میں فرمایا حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمن ابن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم یہ سب اپنے سفروں کے دوران خوش الحانی سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے۔ پس اس طرح کا ترنم محلِ نزاع نہیں کیونکہ وہ سابقہ دو قسموں سے پہلی قسم میں داخل ہے اور پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہر بات جس کا قطعی ہونا متعین ہو یہ ہے کہ جس کی حکایت صحابہ کرام اور ان کے بعد ائمہ حضرات کی طرف کی گئی غالباً اس سے یہی قسم مراد ہے جس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ پوری بحث اس میں موجود ہے اور ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ کافی ہے اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۶-۹۹

مسئلہ ۱۱۵ از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۲ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۶ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ فرد دو زوجہ رکھتا ہے اور دونوں سے مباشرت ایک مکان میں بے پردہ کرتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے اپنی بی بی سے کیا حجاب۔

الجواب

یہ امر مکروہ و بے حیائی ہے مرد کو بی بی سے حجاب نہیں تو بی بی کو بی بی سے تو ستر فرض اور حیا لازم ہے۔ بحرالرائق وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ ان یطأ احدٰھما بحضرۃ الاخری حتی لو طلب وطأھا لم یلزمھا الاجابۃ ولا تصیر فی الامتناع ناشزۃ ولاخلاف فی ھذہ المسائل[1]

دو بیویوں میں سے کسی ایک سے دوسری کی موجودگی میں ہمبستری کرنا مکروہ ہے۔ اگر شوہر ایک بیوی سے دوسری بیوی کی موجودگی میں اس قسم کا تقاضا کرے تو بیوی کے لئے اس کا تقاضا پورا کرنا ضروری نہیں اور اس انکار یا رکاوٹ کے سبب وہ نافرمان نہیں ہوگی۔ ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (ت)

ردالمحتار میں شرح ملتقی اس میں فتاوٰی امام قاضیخان اس میں منتقی امام حاکم الشہید سے ہے:

یکرہ للرجل ان یطأ امرأتہ وعندھا صبی یعقل او اعمٰی اوضرتھا او امتھا او امتہ[3]

کسی ذی عقل و ذی فہم بچے، کسی اندھے، اپنی بیوی کی سوکن اور اپنی یا بیوی کی لونڈی کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا مرد کے لئے مکروہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۶ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اور ثواب حاصل کیجئے۔ ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب النکاح باب القسم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۲۱
فتاوٰی ہندیۃ " الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۴۱

[3] " " باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۰۲

الجواب

قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلنا اور اس پر رحمتِ الٰہی کا اترنا اور سوال جواب کے وقت شیطان کا دور ہونا، اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷ تا ۱۲۰

کیا فرماتے علمائے دین مسائل ذیل میں،

(۱) زید فجر کو بعد پانچ بجے کے مسجد میں چراغ بغرضِ رونق و زینتِ مسجد نہ کہ بغرضِ تلاوت اور مطالعہ کتب دینیہ جلا دیتا ہے حالانکہ روشنی کی اس وقت ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ نمازیوں کی آمد ہونے چھ بجے اور جماعت بعد چھ بجے طرح روشنی صبح صادق میں ہوتی ہے اور علاوہ اس کے سرکاری لالٹین کی روشنی تینوں دروں میں مسجد کے اور صحن میں کافی طور سے ہوتی ہے عمرو جو مہتمم قدیم مسجد کا ہے اور سیکڑوں روپیہ اپنی کوشش موزہ سے فراہم کر کے مسجد کی ترمیم و دیگر اخراجات میں لگا رہا ہے بلکہ اب بھی مرمت کرا رہا ہے زید کو اس وقت کے فضول بلاضرورت چراغ جلانے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے مال میں اسراف نہ چاہئے مگر زید نہیں مانتا پس ایسی صورت میں چراغ جلانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) زید نے مسجد کی مرمت کے نام سے مسلمانوں سے کچھ چندہ جمع کیا اور عمرو مہتمم سے بھی دس روپیہ مرمت کے بہانے سے لئے جو اس کے پاس مرمتِ مسجد کے لئے رکھے تھے اس روپیہ سے اپنے چچا کی قبر جو مسجد سے باہر تھی پختہ بنوا کر مسجد کے اندر داخل کر لی اور بقیہ روپیہ خورد و نوش کر لیا حساب نہیں سمجھایا مسجد کی مرمت کا روپیہ قبر یا اپنے صرف میں لانا کیسا ہے اور وہ شخص شرعاً کس مواخذہ کے قابل ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) زید کہتا ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید مسجد کے اندر گناہ، نہیں چاہئے۔ عمرو کہتا ہے کہ گناہ نہیں ہے اگر جماعت ہوتی ہو یا کوئی نماز پڑھتا ہو تو دل میں آہستہ پڑھنا اور جبکہ یہ امر مانع نہ ہوں تو باآواز پڑھنا بھی جائز ہے گناہ نہیں۔ زید کا قول درست ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

(۴) زید اپنا اثاث البیت مسجد کے حجرہ میں رکھ لیتا ہے جس سے مسجد کے اسباب کو پراگندگی اور مسافروں اور طلباء کو تکلیف ہوتی ہے اور بہ سوئی اس کا اکثر اوقات مسجد کے اندر سو رہتا ہے یہ فعل زید کا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ اس وقت مسجد میں کوئی نہیں آتا چراغ جلانا فضول و ممنوع ہے خصوصاً جبکہ لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجد کے روپے سے اپنے چچا کی قبر پکی بنانا حرام تھا اور دھوکا دے کر لینا اور بھی سخت حرام، ایسا شخص فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید کا قول غلط ہے مسجد میں قرآن عظیم کی تلاوت بیشک جائز ہے اور کسی کے نماز و وظیفہ میں خلل نہ آئے تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) مسجد کا اسباب پراگندہ اور مسافروں اور طلبہ کو ناحق تکلیف دینا حرام ہے اور بے اعتکاف کے مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱

بعد نماز فجر اور آفتاب طلوع ہونے سے قبل قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک جائز ہے بلکہ بہت اعلیٰ وقت ہے جبکہ آفتاب طلوع نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از افریقہ حاجی عبداللہ و یعقوب علی ۲۲ محرم ۱۳۳۱ھ

رستے میں چلے جانا اور قرآن مجید پڑھتے جانا رستے میں نجس مکان بھی آتے ہیں جن کی بدبو سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہے کیا ایسے مکانوں سے چلے جانا اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

راستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے، ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے۔ جہاں نجاست یا بدبو ہو وہاں خاموش رہے جب وہ جگہ نکل جائے پھر پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۳ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

سوتے سے اٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے بعض استاد منع کرتے ہیں اور شاگرد کو پڑھاتے جاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سونے سے اُٹھ کر ہاتھ دھوکر کُلّی کرلے اس کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اگر مُنہ میں حقہ وغیرہ کی بدبُو ہو یا کوئی کھانے پینے کی چیز ہو تو بغیر کُلّی کے تلاوت نہ کرے جو اُستاد ایسا کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر صاحبان کو دیکھا گیا کہ کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوارِ مسجد کے سہارے سے بیٹھ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں ایسے صاحبان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ نامناسب ہے، حدیث میں ہے:[1]

افضل المجالس ما استقبل به القبلة۔ سب میں بہتر نشست رُو بہ قبلہ ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ و ۱۲۶ مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) مصحف مجید جو نہایت بوسیدہ ہوجائے اس کو اولٰی دفن یا احراق، اور اگر دفن ہو تو کس جگہ؟

(۲) اسپند پر بعض حفاظ کوئی آیت پڑھ کر پھونکتے ہیں پھر وہ جلایا جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟

بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) مصحف کریم کا احراق جائز نہیں نص علیہ فی الدر المختار (درمختار میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت) بلکہ حفاظت کی جگہ دفن کیا جائے جہاں پاؤں نہ پڑیں، اور اگر تھوڑے اوراق ہوں تو اولٰی یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچّوں کو ان کے تعویذ تقسیم کردئے جائیں۔

(۲) اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۷ و ۱۲۸ از دانا پور کیمپ مسئولہ پیر خیر شاہ صاحب ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) زید اپنی زوجہ کی پستان اپنے مُنہ میں رکھ کر جماع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لذّت زیادہ حاصل ہوتی

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۲۵۳۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۳۹

ہے، کیا اس کو کسی طرح کا ہرج نکاح میں آسکتا ہے یا اس کو ہر حال ہمیشہ کیلئے مباح ہے؟

(۲) زید اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ تیری پستان بالکل خورد تر ہیں مجھ کو لذت جماع حاصل نہیں ہوتی اسکی زوجہ نے خاوند کی رضامندی کے لئے اپنے پستان خود ہی چوستا اور پینا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے پستان بوجہ دُودھ آنے کے خوبصورت بن گئے، اب خاوند خوش ہوگیا، وہ عورت ایسا کر سکتی ہے کیا اپنا دودھ پی سکتی ہے؟ جواب کتب معتبرہ سے عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورت مستفسرہ جائز ہے بلکہ اگر نیت محمود ہو تو امید اجر ہے، جیسا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے باہم زوجین میں مس شرمگاہ کے متعلق فرمایا: ارجو ان یؤجرا (میں امید کرتا ہُوں کہ وہ دونوں اس پر اجر دیئے جائیں گے۔ اصل یہ ہے کہ شرع مطہر کو جس طرح اپنی حرام فرمائی ہوئی چیز یعنی زنا کے دواعی مبغوض ہیں ویسے ہی اپنی حلال کی ہُوئی چیز یعنی جماع زوجہ کے دواعی محبوب ہیں، ہاں اگر عورت شیردار ہو تو ایسا چوسنا نہ چاہیے جس سے دُودھ حلق میں چلا جائے اور اگر منہ میں آجائے اور حلق میں نہ جانے دے تو مضائقہ نہیں کہ شیر زن حرام ہے نجس نہیں البتہ روزے میں اس صورت خاص سے احتراز چاہیے، کما نصوا علی کراھۃ ذوق شیئ بلا ضرورۃ (جیسا کہ کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی ضرورت کے ائمہ فقہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہاں جو بات فرض کی ہے دو وجہ سے مستبعد ہے، ایک چھوٹی پستان کا ایسا ہونا کہ عورت جسے خود پی سکے، دوسرے اپنے چینے کی وجہ سے دودھ اُتر آنا، بہر حال اگر خالی پستان پیا مضائقہ نہیں اور اگر دُودھ پیا تو حرام ہے بلکہ دودھ کی پستان چینے سے خوبصورت ہوجانا خلاف واقع ہے، دودھ بھرے ہونے سے خوبصورتی ہوگی اور خالی ہوکر بدصورتی ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: مسئولہ مسعود علی صاحب پیش امام جامع مسجد حیدر آباد دکن ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بلدہ حیدر آباد دکن میں منبر کے پاس جو جمعے کا محراب ہے اس کے گرداگرد آیات قرآنی بخط طغرا سنگ سیاہ پر کندہ ہیں اگر خطیب صاحب منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے رہے تو آیات قرآنی نیچے ہوتی ہیں تو کیا آیات قرآنی بوجہ منبر کے نیچے ہونے کے بے ادبی وبے حرمتی ہوتی ہے اگر بے ادبی ہوتی ہے تو اُن آیات کو

لہ فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یکرہ من النظر والمس الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

سیمنٹ یا چونے سے پوشیدہ کردیں تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب

دیواروں پر کتابت قرآن عظیم میں رجحان جانب ممانعت ہے، اور اگر منبر پر کھڑے ہونے میں اُس طرف امام کی پیٹھ ہوتی ہے تو ضرور خلاف ادب ہے، اور اگر پاؤں یا مجلس سے بلا ساتر نیچے ہیں تو اور زیادہ شوء ادب ہے، ان حالتوں میں اُن کا سیمنٹ یا چونے کسی پاک چیز سے بند کردینا حرج نہیں رکھتا بلکہ بہ نیتِ ادب محمود ہے، اور اگر نہ نیچے ہیں نہ پیچھے جب بھی اگر اُس قول راجح کے لحاظ سے یا اس لئے کہ محراب میں کوئی شے شاغلِ نظر نہ ہونی چاہیے بند کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا،

فان الامور بمقاصدھا[1] وانما لکل امرئ مانوی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کام اپنے مقاصد پر مبنی ہیں، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۱: مسئولہ محمود احسن گوالیار بروز شنبہ تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جامع مسجد میں وعظ کسی کی اجازت سے ہونا چاہیے یا اگر کوئی تقریر وغیرہ کرنا چاہے اور اس کی قابلیت علم علوم دینیہ میں کافی نہ ہو اور اس کی تقریر اشتعال شیئہ ہو گیا اس کو امام مسجد تقریر کرنے سے بند کرسکتا ہے؟

الجواب

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ و رسول ہے جل اللہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں، اور اگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائب شیطان ہے اس کی بات سننی سخت حرام ہے، اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اُسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے، اور اگر بیدار عالم سُنی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اُسے روکنے کا کسی کو حق نہیں، بقولہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۵۳

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] القرآن الحکیم ۲/ ۱۱۴

مسئلہ ۱۳۱ از مقام اہور ملک مارواڑ متصل آئرنپورا پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

بروز جمعہ کو مکتب کے رہاکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حدیث و آیت کے آگاہ فرمائیں فقط۔

الجواب

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی، ایسی جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں اور آیت وحدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظار جمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبل جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی بعد نماز فرمایا گیا:

فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ[1] جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں بھی تجارت وکسب حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیم علم کا، تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از بدایوں کچہری کلکٹری محافظ خانہ صدر مسئولہ سلامت اللہ نائب محافظ دفتر پٹواری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں، اگر مرد کو معلوم ہو کہ میری بی بی حاملہ ہے تو کس مدت تک عورت سے صحبت کرنا جائز ہے؟ فقط

الجواب

جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳ از شاہجہاں پور بازار سبزی منڈی محمد رضا خاں سوداگر بروز دوشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد اور عیدگاہ میں واسطے ترمیم ان دونوں مسجدوں کی یا کسی اور مسجد کی خواہ اسی شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں، جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر کوئی سائل اپنی ذاتی حاجت کے واسطے چندہ طلب کرے یا مؤذن اور امام مسجد اس کے واسطے اعلان

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

کردے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ یا جامع مسجد یا عیدگاہ میں چندہ طلب کرنا وقت قراءت خطبہ کے حکم جواز میں ہے یا عدم جواز میں؟ اور رافضی کی مسجد میں سُنّی المذہب کا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ یا غیر مکروہ؟ اگر روافض نے مسجد بنوادی ہے اور اس میں روافض نماز کے واسطے کسی وقت حاضر نہ ہوسکیں اور سُنّی لوگ اس کے گرد و پیش سکونت رکھتے ہوں اور اُس مسجد میں نماز پنجوقتہ پڑھا کریں تو سُنّیوں کے واسطے موجب قباحت شرعًا ہے یا نہیں؟ نماز اس مسجد میں سُنّیوں کی بکراہت ادا ہوگی یا بلا کراہت؟

اور علماء جو وعظ مساجد جامعہ یا غیر جامع میں کہتے ہیں اور حاضرین کو پند و نصائح سناتے ہیں اور وہ اُن کی خدمت و تواضع نقود وغیرہ سے کرتے ہیں یہ آمدنی اُن کو جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعض صرف حمد و نعت پڑھتے ہیں اور سامعین اُن کی خدمت گزاری نقد و جنس سے کرتے ہیں یہ امر مساجد وغیر مساجد میں مباح و درست ہے یا نہیں اور یہ آمدنی اُن کے واسطے وجہ جواز میں ہے یا عدم جواز میں؟ یہ لوگ ماتحت آیۂ کریمہ اولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاخرۃ[1] (یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ ت) کے داخل ہیں یا خارج؟ اُس سے تین حاملین کا مقصود وطرفین الصالح اور انتفاع اور نفع رسانی اور مہمان نوازی اور مسافر پروری ہو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

خطبہ کے وقت چندہ مانگنا خواہ کوئی بات کرنا حرام ہے، اور خالی وقت میں مسجد یا اور کسی دینی کام یا کسی مسلمان حاجتمند کے لئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سُنّت سے ثابت ہے اور اپنے لئے مانگنے کی مسجد میں اجازت نہیں۔ روافض کی بنائی ہوئی مسجد شرعًا مسجد نہیں نماز اس میں ہوگی جیسے کسی گھر میں، اگر محلہ میں کوئی مسجد اہلسنت کی ہے تو اُسے چھوڑ کر اس میں پڑھنا ترکِ مسجد ہوگا اور ترکِ مسجد بلا عذرِ شرعی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[2]۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد نہیں ہوتی۔ (ت)

اور اگر کوئی مسجد نہیں تو اپنی مسجد بنائیں یا اسی کو مول لے کر وقف کردیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود ہی یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اُس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لاتشتروا بآیٰتی ثمنًا قلیلا[3] (میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۶

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلٰوۃ باب الماموم یصلی خارج المسجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

ڈھونڈو کرو۔ت) کے مخالف، وُہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوالی کی اجازت ہے کیونکہ تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وُہ آمدنی خبیث تر وحرام مثل غصب ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث[1]

سائل نے گداگری سے جو کچھ جمع کیا وہ ناپاک ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ وعظ وحمد ونعت سے اُن کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود اُن کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کرینگے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوتی ہے، تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورت اولٰی کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا:

الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود و النصارٰی[2]

مال جمع کرنے کے لئے وعظ کرنا یہود ونصارٰی کی گمراہیوں سے ہے۔

یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اوّل کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم[3] (تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزقِ حلال) تلاش کرو۔ت) فرمایا، لہذا فتوٰی اس کے جواز پر ہے۔

افتی بہ الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھا والذی ذکرتہ توفیق بین القولین، وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر فتوٰی دیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ دو قولوں کے درمیان موافقت پیدا کرنا ہے، اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۸

مسئلہ ۱۳۴: مسئولہ محمد عبدالرحمن از نگرہ ضلع کھیری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ زید عرصہ اٹھارہ سال سے سفر حضر معمولی علالت میں بہ پابندی بعد ادائے نمازِ فجر تلاوتِ قرآن مجید کیا کرتا ہے گو دنیاوی تعلقات اور گوناگوں تفکرات اسے بہت ہی لاحق ہیں مگر وہ اس فرض کو ہر حالت میں انجام دیتا رہتا ہے مگر بوجہ کم استعداد ہونے کے وہ مطالب سے لاعلم رہتا ہے اسی صورت میں وہ مترجم قرآن مجید لفظی اردو یا فارسی کا ترجمہ دیکھ کر روزانہ بجائے دو پارہ ایک ربع یا اس سے کم وبیش تلاوت کرے یا حسبِ معمول روزانہ دو پارہ تلاوت کرے۔ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل[1] — اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل ثم ترک قیام اللیل[2] — فلاں کی طرح نہ ہونا تہجد پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

مہینے میں دو ختم خیر کثیر ہے اور جب اٹھارہ سال سے اس کا التزام ہے تو اس میں کمی ہرگز نہ کیجئے وفیہ حدیث عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما (اور اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث موجود ہے۔ ت) قرآن عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہہ مطلوب اعظم ہے مگر بے علم کثیر وکافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے جب تک کسی عالم ماہر کامل سُنّی دیندار سے نہ پڑھے خصوصاً اس حالت میں کہ ترجمہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سوا آج تک اُردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ اُن باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ کردیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی قیام اللیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۵

(اور اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از ملک کاٹھیاواڑ مقام اڑتیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

قرآن شریف کی تلاوت آواز سے کرنا یا آہستہ چاہئے؟

الجواب

قرآن مجید کی تلاوت آواز سے کرنا بہتر ہے مگر نہ اتنی آواز سے کہ اپنے آپ کو تکلیف یا کسی نمازی یا ذاکر کے کام میں خلل ہو یا کسی جائز نیند سونے والے کی نیند میں خلل آئے یا کسی بیمار کو تکلیف پہنچے یا بازار یا سرا یا عام سڑک ہو یا لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہیں اور کوئی سننے کے لئے حاضر نہ رہے گا، ان صورتوں میں آہستہ ہی پڑھنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

اکثر لوگ اپنی اپنی جوتیوں کو بغرض حفاظت مسجد کے اندر لیجا کر اپنے قریب یا کسی گوشہ میں رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جُوتے جن میں نجاست نہ ہو اگر کسی گوشہ میں رکھ دیے جائیں یا اپنے پاؤں کے سامنے تو حرج نہیں مگر سجدہ کے سامنے نہ ہوں کہ نمازی کی طرف رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے، نہ دہنی طرف کہ ادھر ملائکہ ہیں بائیں طرف کہ دوسرے کے دہنی طرف ہوں گے، ہاں اگر یہ کنارہ پر کھڑا ہے کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہیں اور دیوار سے ساتھ متصل ہے کہ کسی کے آنے کا بھی احتمال نہیں تو رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ مرسلہ محمود احمد صاحب از قصبہ دیوی شریف ضلع بارہ بنکی ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں حضرات علمائے دین اسلام و مفتیان شریعت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جس طرح آگرہ میں مقبرہ تاج محل کے بیرونی پھاٹک واندرونی دروں و نیز دہلی کی جامع مسجد کے درہا اور بعض دیگر مقدس مقامات و مساجد کے دروں پر آیات قرآن مجید کندہ ہیں اگر کسی بزرگ و برگزیدہ خدا کے مقبرہ کے دروں پر بایں احتیاط کہ زمین سے سات فٹ بلندی پر جہاں کسی قسم کی بے ادبی کا گمان بھی نہ ہو قرآن مجید کی کوئی سورہ یا اسمائے جناب احدیت جل جلالہ سنگ مرمر کے ایسے مضبوط مسالہ سے لگائے جائیں جو مثل پتھر کے مستحکم ہوں اور جن کا رنگ دھوپ یا پانی سے کبھی تبدیل نہ ہوسکے اور حروف ہمیشہ بدستور قائم رہیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دیواروں پر کتابت سے علما نے منع فرمایا ہے کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) اس سے احتراز ہی اسلم ہے، اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی اُن پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا۔ غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہٰذا اجتناب ہی چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰: جناب مولوی صاحب! یہ عرض ہے اگر چلّے کے اندر مرد وعورت سے بولے پھر عورت چالیس دن کا چلّہ نہائے تو عورت پاک ہوجائے گی اور نماز روزہ اور قرآن شریف کی عبادتوں کے لائق ہوجائے گی، چلّے کے اندر عورت نے انکار کیا مرد ناراض ہو یا کہ کرچکی ہیں آ آپ کہ میں نکاح کروں، عورت کو ان باتوں کا خیال ہو اور بلوا لے اس کا مسئلہ، اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔

الجواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد جس وقت خون بند ہوجائے اگرچہ چلّے کے اندر پھر نہ آئے تو اسی وقت عورت پاک ہوجاتی ہے مثلاً فقط ایک منٹ بھر خون آیا پھر نہ آیا تو بچہ پیدا ہونے کے ایک منٹ تک ناپاکی تھی پھر پاک ہوگئی، نہا کے نماز پڑھے روزہ رکھے، پھر اگر چلّے کے اندر خون نہ آیا تو یہ نماز روزے سب صحیح ہوگئے اور اگر پھر آگیا تو نماز روزے پھر چھوڑ دے۔ اب اگر پورے چلّے یا اس سے کم پر جاکر بند ہوا تو شروع پیدائش سے اس وقت تک سب دن خون کے گنے جائیں گے وہ نمازیں جو پڑھیں بیکار گئیں اور وہ فرضی روزے جو رکھے قضا کیے جائیں گے، اور اگر چلّے سے بھی باہر جاکر بند ہوا اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں جتنے دن خون آیا تھا اُتنے دن ناپاکی کے گنے جائیں گے باقی پاکی کے، مثلاً گھڑی بھر خون آیا اور بند ہوگیا پھر پچیس دن بعد آیا اور چالیس دن سے پاؤ گھڑی زیادہ تک آیا کہ شروع پیدائش بچہ سے اس وقت تک چالیس دن پاؤ گھڑی کا عرصہ ہوا تو اس سے پہلے اگر کوئی بچہ نہ ہوا تھا جب تو پورا چلّہ ناپاکی کا ہوگا فقط پاؤ گھڑی یا جتنا چلّے سے بڑھا استحاضہ ہے اس میں وضو کرکے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ تو بہرحال روا ہے، اور اگر پہلے بچہ پر مثلاً بیس دن خون آیا تھا تو بیس دن ناپاکی کے ہیں باقی دن پاکی کے ہیں ان میں نماز روزے نہ رکھے ہوں قضا کرنے ہوں گے یہ حکم ہے۔ اور عورتوں میں جو مشہور ہے کہ خون آئے یا بند ہوجائے چلّہ پورا ہی کرکے نہاتی ہیں اور جب تک نمازیں قضا کرتی ہیں یہ سخت حرام ہے۔ رہا خاوند کے پاس جانا اگر چلّہ کے اندر خون بند ہوجائے اور اُتنے دنوں سے کم ہو جتنے دن اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا تو خاوند کے پاس جانا حرام ہے، اور اُس کا یہ کہنا عورت کسی طرح نہیں مان سکتی نہ مانے گی تو سخت

گنہگار ہوگی توبہ کرے، اور اگر اتنے دن پورے ہو لئے جتنے دنوں اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا اس کے بعد بند ہوا اور چلّہ ابھی پورا نہ ہوا تو جب عورت نہالے گی یا ایک نماز کا وقت اس پر گزر جائے گا اس وقت 25
خاوند کے پاس جاسکتی ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

مسئلہ ۱۲۹ از جالندھر شہر کوک مرسلہ محمد امین مورخہ ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کوئی حرج نہیں، وہ ایک ستارہ ہے، ستارے سب طرف ہیں فقط۔

مسئلہ ۱۳۰ از محلہ نالہ بریلی جمن خاں مورخہ ۲۰ ذی القعدہ

ایک شخص نے طرف کعبہ شریف کے پیر کئے لیکن اس کا خیال تھا جب اٹھوں گا تو میرا منہ زیارت مقدس کی طرف ہوگا اور میں پڑھتا اٹھوں گا۔

الجواب

کعبہ معظمہ کی طرف پاؤں کرکے سونا بلکہ اس طرف پاؤں پھیلانا سونے میں ہو خواہ جاگنے میں، لیٹنے میں ہو خواہ بیٹھنے میں، ہر طرح ممنوع و بے ادبی ہے۔ اور یہ اس کا خیال ناقص ہے، سنت یوں ہے کہ قطب کی طرف سر کرے اور سیدھی کروٹ پر سوئے کہ سونے میں بھی منہ کعبہ کو ہی رہے۔ ہاں وہ مریض جس میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں اس کی نماز کے لئے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہو اور سر کے نیچے اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ کعبہ معظمہ کو ہو بوجہ ضرورت کے واسطے۔ غیر مریض اپنے آپ کو اس پر قیاس نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱ مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سروہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی سے ہمبستری کس طرح سنت ہے؟

(۲) دن میں بی بی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے: طلب ولد صالح کہ توحید و رسالت کی شہادت دے تکثیر امت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرے۔ عورت کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانا۔ یادِ الٰہی و اعمالِ صالحہ کے لئے اپنے قلب کا

5 اُس تشویش سے فارغ کر نا ہوں کہ نرا اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا،

3 ولا یتجردان تجرد العیـــر۔[1] دونوں (میاں بیوی) گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں (ہمبستری کے وقت)۔ (ت)

اور اُس وقت نہ رُو بقبلہ ہو نہ پُشت بقبلہ، عورت چت ہو اور یہ اُکڑوں بیٹھے اور بوس وکنار ومساس وملاعبت سے شروع کرے، جب اُسے بھی متوجہ پائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جنبنا الشیطٰن وجنب الشیطان ما رزقتنا[2] (اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء جو بہت رحم کرنے والا مہربان ہے، اے اللہ ہمیں شیطان کے واسطے بچائیے اور جو کچھ تُو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں شیطان کو ہم سے دُور رکھئے۔ ت) کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے، بعد فراغ فوراً جُدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پُوری ہو، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار درودیں اُن پر جنہوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیم خیر دی اور ہماری کسی حاجت دینی ودنیوی کو مہمل نہ چھوڑا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(۲) جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ نظر یزاں بجانب منشی ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مولوی صاحب مجلس وعظ میں جو کہ قرآن شریف وحدیث شریف سے ہو کہیں کہ ہماری چارپائی دُور بچھا دو تاکہ ہمارے کان میں آوازِ وعظ نہ آئے تکبراً اور عناداً، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ وہ واعظ سُنّی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلاوجہ شرعی محض تکبر وعناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

فما لھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔[3] انہیں کیا ہوا کہ وعظ سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ حدیث ۴۴۸۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۸

[2] " " حم، ق عن ابن عباس " ۴۴۸۴۷ " " " ۱۶/ ۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۹ تا ۵۱

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط مسئلہ بیان کرتا یا عالم کسی طمع وغیرہ کے سبب اُلٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴ از جوالاپور ڈاک خاص تحصیل رُڑکی ضلع سہارنپور مرسلہ سید امتیاز علی نائب مدرس مدرسہ پرائمری اسکول ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کام اس عاجز نے کار ثواب سمجھ کر کیا مگر بعد کو چند اصحاب سے معلوم ہوا کہ یہ کام بالکل ناجائز ہے لیکن اکثر جائز بھی بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے بندہ بحر تذبذب میں شب و روز غوطہ زن ہے، امید کہ حضرت اس کو مبدل بخوشی کریں گے، و اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے اپنے ہر دو ہاتھوں پہ ہتھیلی سے چہار انگشت کے فاصلہ پر ایک ہاتھ پر یااللہ دست شمالی پر یا محمد بذریعہ مشین کھدوا لیا ہے، بندہ کو اللہ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت قلبی ہے، بندہ خاندان چشت اہل بہشت نیز پیر چہار خاندان کے زمرہ میں ہے، بندہ نے اس غرض سے یہ کام کیا تھا کہ بندہ کے دل سے اللہ و محمد (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر دم نکلتا رہے نیز جو شخص اس کو دیکھے اس کی زبان سے ایک مرتبہ کم از کم یااللہ یا محمد نکلے، بندہ کی عقل ناقص اسی قدر ہے جو کہ ظاہر کی گئی، امید کہ اس مشتبہ کو حضور بندہ کے دل سے دور کریں گے نیز عرض ہے کہ اگر یہ ناجائز ہو تو بندہ کو مطلع کرنا کہ کیا کام کیا جائے کہ اللہ جل شانہ بزرگ و برتر اپنی رحمت کاملہ سے اس بار عظیم سے سبکدوش کردے یہ مٹانے سے مٹ اور چھیلنے سے چھل بھی نہیں سکتا۔

الجواب

یہ غالباً خون نکال کر اُسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا۔ اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ و استغفار کے کیا علاج ہے مولیٰ تعالیٰ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (م) اس طرح لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرف (م) لکھنا جائز نہیں نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم کریم پر،

لوگوں کے نام پر تو یُوں نہیں کہ وُہ اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نام اقدس پر یُوں نہیں کہ وہاں پُورے درود شریف کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھے فقط ؐ یا صلعم یا صلم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع و ممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیف شانِ اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۱۴۶ از کوہ منصوری ڈاک خانہ کلھڑی کام اپر انڈیا گیٹ مستری حکیم اللہ ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

پردیس میں بال بچّے دار کو کب تک رہنا چاہیے؟

الجواب

بلاضرورت سفر میں زیادہ رہنا کسی کو نہ چاہیے، حدیث میں حکم فرمایا ہے کہ جب کام ہو چکے سفر سے جلد واپس آؤ اور جو وطن میں زوجہ چھوڑ آیا ہو اُسے حکم ہے کہ جہاں تک بن پڑے چار ماہ کے اندر واپس آئے بذٰلک امر امیر المومنین الفاروق الاعظم علیہ الرضوان (مومنوں کے حکمران، حق اور باطل میں سب سے بڑے فرق کرنے والے حضرت عمر نے مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا تھا انہیں اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷ از سورت بربان پوری بھاگل مرسلہ سید نور القاری ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تاریخ کا پتھر جماعت خانہ کے صحن کے پتھر کے نیچے کھڑا نصب کیا گیا ہے کہ جس پتھر پر دوسرا پتھر بچھایا گیا ہے اور یہ دوسرا اوپر کا پتھر نیچے کے کھڑے نصب کئے ہوئے پتھر کے اوپر دو انچ لمبا بڑھا ہوا ہے اور اس اوپر کے پتھر پر سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے یعنی اس پر قدم رکھتے ہیں مذکور منصوب پتھر پر ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کندہ ہے ان کندہ حرفوں پر لوگوں کے قدم رکھتے نہیں ہیں تو آیا اس میں کسی طرح کا حرج ہے کیونکہ لوگ رمضان المبارک لفظ قرآن شریف کا ہونے کی بہت بحث کرتے ہیں عوام الناس میں بہت بڑی افواہیں پھیل رہی ہیں اور نفاق کی صورت ہے۔

الجواب

اوّلاً "رمضان" اور "مبارک" دونوں لفظ کلام شریف کے ہیں، ثانیاً رمضان مبارک کا نام خود واجب التعظیم ہے بلکہ حدیث میں آیا کہ "رمضان" اسماءِ الٰہیہ سے ہے۔ ثالثاً کچھ نہ ہوتا تو حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ ان میں کچھ لکھا ہو۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا کتب اسم فرعون او کتب اسم ابی جھل علی غرض یکرہ

جب فرعون یا ابوجہل کا نام لکھا جائے، کسی غرض کے لئے لکھا جائے تو پھر یہ مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

ان یرموا الیہ لأن لتلک الحروف حرمۃ۔[1] کہ لوگ انھیں پھینک دیں کیونکہ ان حروف کی تعظیم ہے۔ (ت)

ان حرفوں پر اگرچہ پاؤں رکھنے میں نہیں آتا پاؤں ان سے اونچا تو ہوتا ہے یہ خلافِ ادب ہے پتھر یہاں سے نکال کر اونچا نصب کریں کہ سر سے بلند رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸: از الٰہ آباد سرائے گڈھا دار الطلبہ مرسلہ محمد امیر حسن ۱۰ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

چند پتھروں میں مسجد کے مختصر تاریخی و نیز تاریخ تعمیر بحساب قلم سے کندہ کرا کے مسجد کی مغربی دیوار میں محراب کے اوپر نصب کرنا جس سے نمازیوں کی نظر اس پر پڑنے کا احتمال ہے اور نماز میں خیالات بٹنے کا اندیشہ ہے بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟

ایک صاحب نے چندہ سے مسجد بنوانے کی کوشش کی اسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب

نام کندہ کرانے کا حکم اختلافِ نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریاء و نمود ہے حرام و مردود ہے، اور اگر نیت یہ ہے کہ تابقائے نام مسلمان دعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محلِ نیک ہی پر محمول کیا جائے گا، پتھر جبکہ محراب سے اونچا ہوگا نماز میں اس پر نظر پڑنے کی کوئی وجہ نہیں، نماز میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنے کا حکم ہے اور اوپر نگاہ اٹھانا تو جائز ہی نہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ان کی نگاہ اوپر ہی اُچک لی جائے اور واپس نہ دی جائے۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ علی بخش صاحب محرر رجسٹری ۲۳ شوال ۱۳۳۶ھ

(۱) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا ائمہ مجتہدین و شہداء و صالحین خصوصاً اولیائے کاملین و علمائے متقین کی شان میں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لفظ لکھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) شرعاً انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے نام کے ساتھ علیہ السلام اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اولیاء و علماء کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۳-۱۰۴

ہرایک کے لئے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کردئے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں ؟

الجواب

(۱) رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو تو کہا ہی جائے گا ائمہ و اولیاء و علمائے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں، کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف وجملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی وغیرہ اکابر میں یہ شائع و ذائع ہے۔ تنویر الابصار میں ہے :

یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والاخیار وکذا یجوز عکسہ علی الراجح [1]

صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالٰی عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے، تابعین اور بعد والے علماء کرام اور شرفاء کیلئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا الٹ بھی راجح قول کی بناء پر جائز ہے یعنی صحابہ کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

(۲) صلٰوۃ و سلام بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا ومولٰنا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے، اولیاء و علماء کو رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم یا قدست اسرارھم، اور اگر رضی اللہ تعالٰی عنہم کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از حیدر آباد دکن مرسلہ محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ روزانہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مونوگرام بنانا چاہتا ہے جس کا نقشہ درج ذیل ہے :

دریافت طلب یہ ہے کہ اس مہر کے چوتھے درجہ میں ایک آیۃ قرآنیہ لکھی ہوئی ہے اُس کے اُوپر کے تین درجوں میں انگریزی میں اخبار روزانہ صحیفہ حیدر آباد دکن درج ہیں اس میں کوئی امر آیۃ قرآنیہ کی توہین کا تو نہیں ہے، اگر ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر ہے؟ اگر انگریزی کے عوض چینی، جاپانی یا اطالوی زبان میں خاص ان کے حروف میں کوئی عبارت لکھ کر نیچے آیۃ قرآنیہ لکھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتّی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰

یا نہیں ؟

دوسرا امر یہ ہے کہ اس مونوگرام کو اخبار کے بیرونی طبلق اور دوسرے خط و کتابت کے لفافہ جات پر چھپوایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اس لئے کہ طبلق اور لفافہ جات مثل ملفوف کے حفاظت سے نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو چاک کرکے ردی میں پھینکا جاتا ہے، اس صورت میں اگر لفافہ جات و طبلق وغیرہ پر اسے چھپوایا جائے تو کیا کوئی حرج شرعی لازم آتا ہے ؟ اگر آتا ہے تو کس آیت یا حدیث کی بنا پر ؟

المستفتی الفقیر الی اللہ الولی محمد اکبر علی مدیر صحیفہ روزانہ

الجواب

تعظیم قرآن عظیم ایمان مسلم ہے، اس کے لئے کسی خاص آیت و حدیث کی کیا حاجت، اور تعظیم و بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

یحال علی المعهود.[1] یہ معاملہ عرف اور رواج کے حوالے کیا جاتا ہے۔ (ت)

حال قصد تعظیم انگریزی، چینی، جاپانی، جرمنی، لاطینی، جو زبان غیر اسلامی ہو جسے اسلام نے فارسی اور اُردو کی طرح اپنا خادم ذکر الٰہی کی دو زبان نہ ہوئے ہے بلا ضرورت اس میں کلام نہ چاہئے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

ایاکم ورطانة الاعاجم، رواہ البیہقی.[2] عجمی لوگوں کی زبانیں بولنے سے بچو۔ امام بیہقی نے اس کو روایت کیا۔ (ت)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

فانہ یورث النفاق۔ رواہ الحاکم فی صحیحہ المستدرک.[3] کیونکہ یہ چیز نفاق پیدا کردیتی ہے۔ حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں اس کو روایت کیا۔ (ت)

نہ قرآن عظیم کا اُس سے ملانا کہ ضم شرعاً و عقلاً و عرفاً مجانست ہے لہٰذا علمائے کرام نے زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا اگرچہ بروجہ استشہاد تھا سخت مذموم و معیوب و خلاف ادب

---

[1] فتح القدیر

[2] المصنف لعبد الرزاق باب الصلوٰۃ فی البیعۃ حدیث ۱۶۰۹ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۱۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ فضل کافۃ العرب الخ مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۴/۸۷

جاتا۔ علامہ برہان الدین حیدر بن الہروی تلمیذ علامہ تفتازانی پھر فاضل شمس الدین اصبہانی اپنی تفسیر جامع بین الکبیر و الکشاف میں کشاف کے محاسن لکھ کر فرماتے ہیں،

الا انہ لاحدھا انہ سلوك الطرق الادبیۃ التزم فی کتابہ امورا ادھشت رونقہ و ابطلت منظرہ فتکدرت مشاربہ و تنزلت خریتہ منھا انہ لشغفہ باظھار الفضائل و الکمالات و ان یعرف انہ مع تبحرہ فی العلوم موصوف بلطائف المحاورۃ و نفائس المحاضرۃ اورد فیہ ابیاتا بنی علی الھزل و الفکاھۃ اساسھا و ھذا امر من الشرع و العقل بعید اھ ملتقطا.[1]

مگر یہ کہ زمخشری اس وجہ سے ادبی طریقوں پر چلنے سے غلط ہو گیا کہ اُس نے اپنی کتاب میں ایسے امور کا اہتمام کیا کہ جن سے اُن کی رونق دہشت زدہ ہو گئی اور اُن کا منظر باطل ہو گیا اور اس کے پانی کی نالیاں گدلی ہو گئیں اور اسکی زیب زینت نیچی ہو گئی۔ اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ وہ فضائل و کمالات کے اظہار کا دلدادہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا تعارف ہو جائے کہ وہ علوم میں سمندر کی حیثیت رکھنے کے باوجود دلچسپ محاوروں اور نفیس چٹکلوں سے موصوف ہے، اس لئے اس نے کتاب میں کچھ ایسے اشعار شامل کئے کہ جن کی بنیاد ہنسی مذاق اور خوش طبعی پر ہے۔ اور یہ بات شریعت اور عقل کے اعتبار سے امر بعید ہے اھ ملتقطا (ت)

شک کہ انگریزی کا اوپر اور آیہ کریمہ کا نیچے ہونا ذکر میں درجہ بلندی۔ یہاں علو و سفل ضرور عرفاً تعظیم بے تعظیمی کا مشعر ہوتا ہے ولہٰذا مروی ہوا کہ انگشتری مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کہ محمد رسول اللہ منقوش تھا سطر بالا میں کلمۂ جلالت تھا اور سطر دوم میں رسول سوم میں نام اقدس اس شکل پر الله / رسول / محمد ظاہر یہی ہے کہ مہروں میں یہ رسم ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی ہیں۔ علامہ اسنوی پھر علامہ ابن رجب وغیرہما فرماتے ہیں،

کتابتہ کانت من اسفل الی فوق یعنی الجلالۃ اعلی الاسطر الثلاثۃ و محمد اسفلھا و یقرأ من اسفل۔[2]

مُہر میں لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی کا باعظمت نام تین سطروں میں اوپر والی سطر پر ہے اور حضور پاک کا اسم گرامی سب سے نیچے ہے اور پھر نیچے کی طرف سے پڑھا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1]

[2] فتح الباری کتاب اللباس باب ہل یجعل نقش الخاتم الخ مصطفی البابی مصر ٢٢/ ٣٣٨

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

بود نقش خاتم سہ سطر یک سطر پایاں محمد و سطر میانہ رسول و سطر دیگر بالا اللہ شیخ محی الدین نووی گفتہ سطر اول اللہ و سطر دوم رسول و سطر سوم محمد بدیں ہیأت[1] (الله / رسول / محمد)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی انگوٹھی کا نقش مبارک یوں تھا کہ ایک سطر میں سب سے نیچے حضور کا اسم گرامی اور درمیانی سطر میں لفظ رسول اور سب سے اوپر والی سطر میں لفظ "اللہ" درج تھا۔ شیخ محی الدین نووی نے فرمایا: حضور پاک کی مُہر کا نقش مبارک (نقشہ مذکورہ کی طرح تھا) پہلی سطر میں لفظِ اللہ، دوسری سطر میں لفظِ رسول اور تیسری سطر میں لفظِ محمد اس شکل میں درج تھا (الله / رسول / محمد)

علامہ عزیز الدین بن جماعہ فرماتے ہیں:

انہ الیق بکمال ادبہ[2] (کمال ادب عزت وعظمت کے یہی زیادہ لائق ہے۔ ت)

اور پھر آیۂ کریمہ کو اخبار کی طبلیق یا کارڈ یا لفافوں پر چھپوانا ضرور بے ادبی کو مستلزم اور حرام کی طرف منجر ہے اُس پر چٹھی رسانوں وغیرہ بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ لگیں گے جو ہمیشہ جنب رہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔

قال تعالٰی لا یمسہ الا المطھرون[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگاتے ہیں (ت)

مُہریں لگانے کے لئے زمین پر رکھے جائیں گے پھاڑ کر ردی میں پھینکے جائیں گے ان بے حرمتیوں پر آیت کا پیش کرنا اس کا فعل ہوا۔

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست ۔۔۔ عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

(میں نے عقل سے یہ سوال کیا کہ تو یہ بتادے کہ ایمان کیا ہے، عقل نے میرے دل کے کانوں میں کہا کہ ایمان ادب کا نام ہے۔ ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الخاتم الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۰
[2] حاشیۃ البجیرمی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المعدن والرکاز المکتبۃ الاسلامیہ دیار بکر ترکیا ۲/ ۳۲
[3] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

فنسأل الله حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ ت) اس سوال کا منشا ہی اس کے جواب کو بس تھا کہ قلب کی حالت ایمانی نے ان دونوں باتوں میں خدشہ جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الاثم ماحاك فی صدرك[1] (گناہ وہ جو تیرے دل میں کھٹکے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۵۲) از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلند شہر مرسلہ امیر حسین صاحب طالب علم ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں کہ سامعین را در مجلس وعظ و نصیحت اندرون وعظ درود شریف خواندن بر روح پُر فتوح صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز است یا چہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کی مجلس کے دوران سننے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی سن کر درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: درود شریف خواندن بر روح پُر فتوح صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در مجلس وعظ و پند بلاشک و بلاشبہہ جائز است بلکہ مستحب حصول ثواب است کما فی ردالمحتار ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعۃ وغیر ذلك ومنها الوعظ[2] وشرذمہ قلیلہ وجہلا عدیدہ کہ ایشاں از ضوابط دیں و قواعد شرع متین بہرہ کامل وحظ اوفر نمی دارند بدون تفرقہ و بغیر امتیاز حق و باطل درود شریف را از قبیل بدعۃ ضلالہ شمارده بر عدم جواز فتوی دادہ اند قابل اعتبار اصلا نیست چونکہ مخالف کتب شرعیہ است، اللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ۔

حضور کی روحِ پُر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مجلس وعظ ونصیحت میں بے شک وشبہہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، جیسا کہ فتاوی شامی میں مذکور ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے درود شریف چند مقامات میں پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، مثلاً جمعہ کے دن اور وعظ و نصیحت کے دوران، اور ان دو کے علاوہ باقی اچھے مقامات ہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی جماعت جو چند جاہلوں پر مشتمل ہے کہ جو دین کے ضابطوں اور شرع متین کے قاعدوں سے پوری طرح واقف نہیں اور انھیں اچھی طرح نہیں جانتے، اور نہ دین سے پورا حصہ رکھتے ہیں اور وہ تفرقہ اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کئے بغیر درود شریف کو ایک گمراہ کن بدعت شمار کرکے اس کے ناجائز

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تفسیر البر والاثم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۴
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۴

۴۳۰ ہونے کا فتوٰی دیتے ہیں، لہٰذا ان کا یہ فتوٰی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ اسلامی نصاب اور کتب شرعی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ

الجواب

فی الواقع درود شریف از اعظم مطلوبات و اجل مندوبات و افضل مثوبات است واعظ از او منع نکند مگر گمراہ و در بارۂ سامعین خود احادیث کثیرہ ناطق است کہ ہنگامِ سماعِ ذکرِ اقدس ہر کہ درود نفرستد وعید بر او صادق است آرے باید کہ جہر نکنند تا در سماعِ وعظ خلل نیفتد فی الدر المختار والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ[1] وفی ردالمحتار وکذا اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب وعلیہ الفتوٰی رملی[2] ہم در انست قولہ (فی نفسہ) ای بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانہم فسروا بہ وعن ابی یوسف قلبا[3] اھ قلت وعلیہ یعول علی السامعین فی الوعظ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واقعی درود شریف سب سے بڑا مطلوب، بڑی شان والا مستحب اور سب سے افضل ثواب۔ لہٰذا وہی واعظ درود شریف پڑھنے سے منع کرے گا جو گمراہ ہو۔ اور وعظ سننے والوں کے متعلق بیشمار حدیثیں ناطق ہیں (یعنی دورانِ وعظ ان کا درود شریف پڑھنا بتا رہی ہیں) کہ حضور اطہر کا ذکر اقدس سن کر جو ان پر درود نہ بھیجے اس پر عذاب کی دھمکی (جو حدیث میں آئی ہے) بلاشبہ صادق ہے۔ ہاں یہ ضرور خیال رکھیں کہ بلند آواز سے نہ پڑھیں تاکہ وعظ و نصیحت سننے سے نقصان پیدا نہ ہو۔ چنانچہ درمختار میں ہے صواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر آپ پر دل میں درود شریف پڑھے۔ فتاوٰی شامی میں ہے یونہی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر چھڑ جائے تو آپ پر بلند آواز سے درود شریف نہ پڑھیں بلکہ دل میں پڑھیں اور اسی پر فتوٰی ہے، رملی۔ اسی میں ہے قولہ یعنی مصنف کا "فی نفسہ" کہنا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نفس سنے (اور اسے سنائے) یا حروف کو صحت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اہل علم نے

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳
[2] ردالمحتار 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۰
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۵۵۱

اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے اور قاضی امام ابویوسف علیہ الرحمۃ سے اس کی تفسیر (قلبا الخ) مروی ہے یعنی دل میں پڑھے۔ وعظ میں پہلی بات پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۳: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے، آیا اس پر مسجد بنوانا لازم ہے یا لڑکی کا نکاح کرنا۔ فقط

الجواب

مسجد بنانا خیر کثیر ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنۃ[1]۔ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے۔

خصوصاً اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔ نکاحوں میں کثرت مصارف شرعاً کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں کہ آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴: از بیرنگر مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد بیرنگر درس مدرسہ

گم شدہ شے کے دریافت کے لئے یٰسین شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طرح چور کا پتا معلوم کرنے کے لئے یہ طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ ناممکن و منہی ہیں اور اُن سے جس کا نام نکلے اُسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] معجم الاوسط طبرانی حدیث ۳۲۸۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۱۹۲
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس ۲/ ۳۱۶

مسئلہ ۱۵۵ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
فال کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ سعدی و حافظ وغیرہ کے فالنامے صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب

فال ایک قسم استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں، اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاؤل جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
انگریزی قلم و روشنائی سے تعویذ لکھنا کچھ عیب یا حرج ہے اور ہندوستانی قلم و سیاہی کیا ضروری ہے؟

الجواب

ہاں تعویذات و اعمال میں ایسی اشیاء سے احتراز ضرور ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو اگرچہ بوجہ شہرت و شبہہ جیسے پڑیا کی رنگت اس سے تعویذ نہ لکھا جائے بلکہ ہندوستانی سیاہی سے لکھا جائے، رہا قلم وہ مثل سیاہی تعویذ کا جزو نہیں ہو جاتا لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کاموں میں انگریزی اشیاء سے احتراز مطلقاً بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
غیر مذہب کو آیات قرآنی لکھ کر دینا بطور تعویذ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا تدبیر کی جائے؟

الجواب

غیر مسلم کو آیات قرآنی لکھ کر دینا ہرگز نہ دی جائیں کہ اسائت ادب کا مظنہ ہے بلکہ مطلقاً اسماء الٰہیہ و نقوش مطہرہ نہ دیں کہ ان کی بھی تعظیم واجب، بلکہ دیں تو ان کے اعداد لکھ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اعمال میں ایام و وقت مثلاً حب کے لئے عروج ماہ وقت عشاء بعض کے لئے نزول ماہ وقت ظہر فتوح و دست غیب کے لئے ثابت ماہ وقت صبح وغیرہ وغیرہ کچھ اصل رکھتی ہیں بعض اعمال میں زکوٰۃ و ورد ہے اگر نافہ ہو تو عمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بعض کو جلالی با پرہیز اور بعض کو جمالی بے پرہیز بتایا جاتا ہے بعض میں چکی اور کسی میں کتے کی آواز کی قید ہے، یہ سب کیسی باتیں ہیں؟

الجواب

اوقات عشاء و ظہر و صبح کی قید ان اجناس مطلقہ میں نہیں، ہاں عمل فتوح کے لئے ماہ ثابت اور حب کے لئے دو جسدین اور تفریق کے لئے منقلب اور دو اول کے لئے عروج قمر اور آخر کے لئے نزول قمر

اور ہر زکوٰۃ کے لئے التزام ورد مقرر اور اسماء الٰہیہ جمالیہ میں صرف ماکولات جلالی یعنی حیوان کا پرہیز کہ لحم و بیض و عسل و سمک کو شامل ہے اور اسماء الٰہیہ جلالیہ میں جلالی و جمالی دونوں یعنی حیوان وما یخرج منہ (جانور اور جو کچھ اس سے برآمد ہوتا ہے) کا پرہیز اور صوم کا التزام مع اعتکاف تام شرط ہے اور یہ از قبیل استخراج مشائخ بسبب مناسبت جلیہ یا خفیہ ہے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ماثور ہے کہ دعاء استسقاء کے لئے فرماتے منزل قمر کا لحاظ کرو، ہاں معاذ اللہ جو ان ساعات کواکب کو موثر سمجھے اس کے لئے حرام ہے نیز ان اکابر کا ان قیود اکل و شرب و خلوت و بعد عن الخلق سے اصل مقصود اور ہے اکثر عوام آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے اور دنیوی مطلب کے لئے جان مصیبت میں ڈالنا آسان سمجھتے ہیں لہٰذا انھوں نے اسماء و اذکار الٰہیہ مقاصد عوام کی تحصیل کو مقرر کئے اور یہ قیدیں لگائیں جس سے انھیں کم خوری و کم خوابی و گوشہ نشینی کی عادت پڑے اگر ذکر نفسی کی برکت مقصود اصلی کی طرف کھینچ لے گئی تو عین مراد ہے ورنہ کم از کم یہ فائدہ نقد وقت ہے کہ کچھ اختلاط خلق سے گناہ کم ہوں گے سخت و خشن کھانے اور روزوں کی کثرت سے شہوات نفسانیہ کمزور پڑیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۹ از میرٹھ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

اعمال حُب و بغض و حاجات وغیرہ مسجد میں پڑھے جائیں یا خارج؟ بعض کہتے ہیں مسجد میں پڑھنے سے عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔

الجواب

اعمال مسجد و خارج مسجد دونوں جگہ جائز ہیں جبکہ اس کے لئے مسجد کی جگہ نہ روکے کہ یہ جائز نہیں اور وہ عمل بھی جائز ہو اور اس سے مقصود بھی امر جائز ہو اور اگر عمل اصلاً یا قصداً ناجائز ہو تو مسجد میں دربی سخت تر حکم رکھے گا مثلاً زن و شوہر میں بغض پیدا کرنا اس کے لئے عمل حرام ہے تو اسے مسجد میں پڑھنا حرام تر ہوگا، یونہی اعمال سفلیہ کہ اصل میں حرام ہیں مقصود محمود کے لئے بھی مسجد میں حرام تر ہوں گے، پھر جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس میں حالتیں دو ہیں: ایک اہل علم کی کہ وہ اسماء الٰہیہ سے توسّل اور اپنے جائز مقصد کے لئے اللہ عزوجل کی طرف تضرع کرتے ہیں یہ دعا ہے اور دعا مغز عبادت ہے مسجد میں ہو خواہ دوسری جگہ، دوم عوام نافہم کہ ان کا مطمح نظر اپنا مطلب دنیوی ہوتا ہے اور عمل کو نہ بطور دعا بلکہ بطور تدبیر بجالاتے ہیں ولہٰذا جب اثر نہ دیکھیں اس سے بے اعتقاد ہو جاتے ہیں اگر دعا سمجھتے بے اعتقادی کے کیا معنی تھے کہ حاکم پر حکم کس کا، ایسے اعمال نہ مسجد میں عبادت ہو سکتے ہیں نہ غیر میں بلکہ جب کسی دنیوی مطلب کے لئے ہوں مسجد میں نہ پڑھنا چاہئے فان المساجد لم تبن لھٰذا[1] (اس لئے کہ مساجد اس کام

---

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ص۵۵ و صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ ۱/۲۱۰

کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۰: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ بلاوضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناغہ ہوں تو دوسرے وقت قضا ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور پڑھتے میں اگر کوئی شخص سلام کرے یا مہم کلام ہو تو اس کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب

وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکر الٰہی بتائے انھیں بلاوضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، ان میں حسب حاجت بات بھی کرسکتا ہے یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی ہے جیسے صبح وعصر کی نماز کے بعد بغیر پاؤں بدلے بغیر بات کئے دس بار لا الٰه الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد بیده الخیر یحیی ویمیت وهو علی کل شیئ قدیر پڑھنا اس میں بات نہ کی جائے اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقاً منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے، ہاں اگر کسی کے سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب ہو تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم و اعظم ہے۔ یہ وظائف اگر وقت خاص سے مختص ہیں اور وہ وقت نکل گیا تو ان کی قضا نہیں ورنہ دوسرے وقت پڑھ لئے جائیں کہ ثواب ملے اور عادت نہ چھوٹے۔ یہ احکام وظائف واذکار کے تھے۔ رہے اعمال کہ ارباب عزائم مقرر کرتے ہیں ان کی زکوٰۃ میں تو روزانہ غسل شرط ہے وہ بھی غسل پاک یعنی بحالت طہارت نہانا، یہاں تک کہ اگر نہانے کی حاجت ہوجائے تو غسل جنابت کرکے دوبارہ پھر نہائے اور ان کے ورد میں کہ عمل بحال رہنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وضو شرط ہے بلاوضو نہیں پڑھ سکتا، نہ ان کی زکوٰۃ یا ورد میں ہرگز بات کرسکتا ہے مگر جو بات شرعاً فی الحال فرض ہو اس کے لئے بمجبوری قطع قراءت لازم، مثلاً یہ عمل پڑھ رہا ہے اور ماں یا باپ نے آواز دی جواب دینا فرض ہے، یا کسی کافر نے کہا مجھے مسلمان کرلے قطع عمل فرض ہے یہاں تک کہ جو مسلمان ہونا مانگے اس کے لئے تو فرض نماز کی نیت فوراً توڑ دینی واجب ہے یا کوئی مسلمان کنویں میں گرا جاتا ہے کسی لکڑی یا اینٹ سے رکا ہوا ہے اگر دیر کی جائے گی گر پڑے گا اور وہ آواز دے یا یہ دیکھے اور بچانا اسی پر متعین ہو تو فرض ہے کہ عمل بلکہ فرض نماز قطع کرے اور اسے بچائے وقس علیہ۔ ان سب صورتوں میں جتنا پڑھ لیا تھا محسوب نہ ہوگا بلکہ ازسرنو پڑھے اعمال میں قضا بھی نہیں اگر وسط زکوٰۃ میں کوئی دن ناغہ ہوگیا تو زکوٰۃ نہ ہوئی پھر ادا کرے اور کسی دن کا ورد ناغہ ہونے کو ہو تو اس کی نیت سے اس دن ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ ناغہ میں نہ گنا جائے گا نہ اس کی قضا ہوگی

اور اگر یہ بھی نہ کیا تو مال ہاتھ سے نکل جائے گا پھر زکوٰۃ دے، غرض ارباب عوائق کے یہاں ہر طرح تشدّد ہے اور اللہ و رسول کے یہاں تیسیر، وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱: از بریلی عقب کوتوالی مسئولہ شاہ محمد خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے جانے کے کس قدر دن ہیں، اور اگر کسی وجہ سے اس روز نہ جانا ہوسکے تو اپنا اسباب اور خود بیرون شہر کردینے سے سفر کا جانا مانا جائے گا یا نہیں اسباب باہر چھوڑا اور خود شہر میں چلا آیا تو یہ سفر کی صورت ٹھیک ہے یا نہیں ورنہ جیسا حکم ہو اُس کا کاربند ہوجاؤں۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ہر سفر پر جانے کو دوشنبہ، پنجشنبہ، شنبہ بہتر ہیں نہ ایسے کہ اُن کی رعایت واجب ہو بلکہ حسب نحو تو اولٰی ہے اور حرج ہو تو جس دن بھی ہو اللہ پر توکل کرے اور اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح سفر کی حد میں نہیں آسکتا نہ ایسے ٹوٹکوں کی حاجت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ سید محمد علی حسین قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اُردو اخبار کی ردّی بازاری دکانداروں کے ہاتھ فروخت کی جائے یا نہیں کیونکہ عموماً اسلامی اخبارات وہندو اخبارات و دیگر صحائف میں اسلامی معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور آیات و احادیث و اسمائے مقدسہ کا اندراج ہوتا ہے چونکہ فی الحال انجمن خادم المسلمین بریلی کے دارالمطالعہ میں انگریزی اور اردو اخبارات کی ردّی موجود ہے لہذا ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ استفسار حاصل کیا جائے۔

الجواب

جبکہ ان میں آیت یا حدیث یا اسمائے معظمہ یا مسائل فقہ ہوں تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ ان میں سے علیحدہ کرلیں پھر بیچ سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لف شیئ فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقہ وفی الکلام الاولٰی ان لایفعل وفی کتب الطب یجوز ولو کان فیہ اسم اللہ

کسی چیز کو کسی ایسے کاغذ میں لپیٹنا کہ جس میں علم فقہ کے مسائل لکھے ہوں جائز نہیں اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے البتہ علم طب کی کتابوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اگر اس میں

تعالیٰ او اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجوز محوہ لیلف فیہ شیئ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ 26

اللہ تعالیٰ کا مقدس نام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی تحریر ہو تو اُسے مٹا دینا جائز ہے تاکہ اس میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۳: از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو مسجد میں غل مچا دیتے ہیں نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے اپنے لئے خواہ دوسرے کے لئے۔ حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عن واثلۃ بن الاسقع وعبدالرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آواز سے بچاؤ (محدث ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع سے، اور امام عبدالرزاق نے حضرت معاذ بن جبل سے اس کو روایت کیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو۔ ت)

حدیث میں ہے:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جہنم۔ رواہ احمد والترمذی[3] وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اُس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنایا (امام احمد اور جامع ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکو روایت کیا۔ ت)

---

[1] فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲
[2] المصنف لعبدالرزاق باب انشاد الضالۃ فی المسجد حدیث ۱۷۲۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۴۲
سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵
[3] جامع الترمذی کتاب الجمعۃ باب کراہیۃ التخطی یوم الجمعۃ امین کمپنی دہلی ۱/۶۹
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لاردھا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا۔ رواہ احمد[1] ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ .

جو کسی کو مسجد میں اپنی گُمی چیز دریافت کرتے سُنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں (امام احمد اور مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصًا اکثر بلاضرورت بطور پیشہ کے خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے، ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہِ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل شور ہو نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت سے ثابت ہے، اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۵: از شہر بریلی محلہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کے مزاروں پر کسی اپنے مدعا کے حصول کے لئے بحکم خداوندِ کریم چادر کا چڑھانا یا کسی پارچے یا پھول کا صدقہ نعت خوانی مزار موصوف یا اشتہارِ راہ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چادر پھول میں سے لا توڑ کر یا بنا کر اس وقت میلاد شریف پڑھنے والوں کے گلے میں ڈال دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جائز ہے جبکہ باذنِ مالک ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰
سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

مسئلہ ۱۶۶: از فیض آباد مرسلہ محمد خلیل ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند قرآن بوسیدہ اور تمام اوراق اُن کے پھٹ پھٹ کر علیحدہ ہوگئے ہیں اس حالت میں وہ اوراق اِدھر اُدھر زمین پر پائے جاتے ہیں اس طرح نہایت ہی خرابی ہے اور گناہ بھی بعید ہوتا ہے تو کیا اُن کو جلا کر کسی جاری پانی میں ڈالا جائے یا بے جلائے کسی کپڑے میں مع پتھر کے باندھ کر کنوئیں میں ڈالا جائے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

اسے مثل مسلم دفن کریں یعنی ان اوراق کو جمع کرکے پاک کپڑے میں لپیٹیں اور ایسی جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتا ہو عمیق بغلی قبر انسان کے لائق کھود کر اُس میں سپرد کر دیں۔ درمختار میں ہے:

المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیہ یدفن کالمسلم[1]۔

مصحف شریف کی جب ایسی حالت ہو جائے کہ اُسے پڑھا نہ جاسکے تو پھر اُسے مسلمان کی طرح (احترام سے) دفن کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن فی محل غیر ممتھن لایوطؤ وفی الذخیرۃ وینبغی ان یلحد لہ ولایشق لہ لانہ یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ وفی ذلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقفا بحیث لایصل الیہ فھو حسن ایضا[2] اھ اقول الشق قد ینھدم فاللحد اولی۔

یعنی اس صورت میں اُسے کسی صورت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں نہ اس کی توہین ہو اور نہ لوگوں کے پاؤں سے پامال ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے مناسب یہ ہے کہ اس کے لئے "لحد" (یعنی بغلی قبر) بنائی جائے لیکن "شق" (سیدھی) نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس پر یعنی اس کے اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی کہ جس میں ایک قسم تحقیر ہے۔ ہاں اگر اُس قبر پر چھت بنائی جائے کہ اس تک مٹی نہ پہنچے تو پھر یہ بھی ایک اچھی صورت ہے اھ میں کہتا ہوں شق (سیدھی قبر) کبھی گرجاتی ہے لہذا بغلی قبر ہی زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹

ہاں جہاں زمین ایسی نرم و کمزور ہو کہ قبل کے دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو اوپر تختے مضبوط لگا کر قبر بنائیں، اور اگر اوراق تھوڑے ہوں تو سب سے اولٰی یہ کہ ایک ایک یا زیادہ کا تعویذ بنا کر اطفالِ مسلمین کو تقسیم کردیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کانچ کی ایک سطح پر آیات واذکار تیزاب وسپیدی سے اُلٹے لکھے جاتے ہیں جو دوسری طرف سیدھے دکھائی دیتے ہیں ایسے ایسے تختے و نیز کاغذ میں لکھے ہوئے آیات واذکار کانچ میں مڑھا کر مکان میں برکت و آرائش کے لئے رکھتے ہیں ایسے مکان میں جماع کرنا بے ادبی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جہاں قرآن کریم کی کوئی آیۂ کریمہ لکھی ہوئی ہو کاغذ یا کسی شے پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جب تک حاجب نہ ہو جب تک اس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از برہٹی ڈاک خانہ کوریٰ بازار مرسلہ نیاز احمد اینڈ سنس ۴ رجب المرجب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہمارے پاس ہمیشہ ذیل کے مضمون کے کارڈ آتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط، انعمت۔ اس کے علاوہ اور مضمون کے بھی دیتے ہیں اور لکھا ہوتا ہے ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر مختلف لوگوں کو تقسیم ڈاک کرو ورنہ نقصان ہوگا۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ والسلام

الجواب

یہ محض بے اصل بات ہے اس پر عمل نہ کیجئے، ناحق تضییع مال ہے، اور وہ دھمکی غلط و باطل ہے اُن کارڈوں پر ناخدا ترس لوگ آیات کریمہ لکھتے ہیں کہ ان کی نقلیں کرکے بھیجو حالانکہ وہ بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ میں آتی ہیں اور زمین پر رکھ کر اُن پر ڈاک کی مُہریں لگائی جاتی ہیں، قرآن عظیم کی اس بے ادبی کا وبال اُن لکھنے والوں پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹: از امرپور میواڑ راجپوتانہ جہاں نا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے عالم یا والدین یا دینی مہتمم مدرسہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تعظیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

قرآن عظیم کی تلاوت میں سلطانِ اسلام اور عالمِ دین اور اُستادِ علمِ دین اور والدین کی تعظیم کرسکتا ہے ولیس۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازمقام آصف آباد ڈاک خانہ بلہار پور ضلع چاندہ ملک متوسط مرسلہ عبدالرحمن صاحب

۱۶ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمد ونعت میں آدابِ مقامِ طہارت کا بخیال حرمت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تک لحاظ کیا جانا لازم ہے کہ حمد ونعت تماشاگاہوں، شادی کی مجلسوں اور دعوت کے ایسے جلسوں میں جس میں لوگ انگریزی وضع کے موافق آدابِ اسلام کے برعکس کرسیوں پر تجبّر سے بیٹھے ہوں اور اربابِ نشاط جمع ہوں پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص اُس موقع پر جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے ادائے حمد ونعت سے بخیال ادب وحرمت تامل پذیر ہو اور انکار کرے تو گناہ تو لازم نہ آئے گا ایسے جلسوں میں آداب ورواج اسلام کے خلاف جوتا پہنے ہوئے میز کے پاس کھڑے ہوکر حسبِ سامعین کرسیوں پر نشست رکھتے ہوں اور قاری زمین پر کھڑا ہو حمد ونعت کے متبرک الفاظ باآواز بلند پڑھنا جائز ہوگا، اور اگر کوئی شخص جائز نہ سمجھ کر ایسے موقع پر تامل کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

ادب واجلال جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے، فتح القدیر میں ہے:

کل ماکان فی الادب والاجلال کان حسنا۔[1] ہر وہ کام جو ادب واحترام میں داخل ہو وہ اچھا ہے (ت)

تماشاگاہوں میں جہاں لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوں اور ذکر شریف نہ سُنیں گے نعت شریف باآواز بلند پڑھنا ممنوع ہے جس طرح ایسی جگہ قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے، شادی ودعوت کے جلسوں میں حالت دیکھی جائے اگر حاضرین سب اُسی بیہودہ طرز کے ہیں کہ التفات نہ کریں گے تو وہاں بھی پڑھنا منع اور تامل وانکار کرنے والا کہ بہ نیت ادب وحرمت انکار کرے گا ثواب پائے گا اور اگر وہاں وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہو کر ذکر شریف سُنیں گے اگرچہ بعض انگریزی بیہودہ فیشن کے متکبر ومتجبر بھی ہوں تو نعت

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

نہیں اور ایسی جگہ تاویل وانکار بیجا ہے گناہ گار اب بھی نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت ادب واحترام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ حیدر گڑھ مسئولہ افضل احمد امام جامع مسجد ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحنِ مسجد داخل مسجد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحن مسجد مسجد ہے، فقہاء اسے مسجد صیفی کہتے ہیں اور حصہ مسقف کو مسجد شتوی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از بمبئی مدنپورہ صفی آبادی بر دکان جہانگیر مرغ مسالہ والے مسئولہ عبدالستار صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ تعویذ کا یا آیاتِ قرآن کا نقش جداول میں لکھنا خلافِ شرع اور ناجائز ہے، عمرو کہتا ہے کہ نہیں۔ عدد میں خلافِ شرع تو نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ حرفوں میں لکھنا فضیلت رکھتا ہے، دونوں میں سے کس کا قول مطابقِ شریعت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آیاتِ کریمہ واسمائے طیبہ کی برکات سے استفادہ کے دونوں طریقے ہیں جن میں عبارت والفاظ لکھے جائیں وہ حروز کہلاتے ہیں اور زبان تکسیر میں منظرہ اور اعداد والے وفق ومضر۔ علم اوفاق امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین ابن عربی وغیرہم اجلّہ اکابر سے ہے اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں بلکہ محلِ احراق وغیرہ میں وہی انسب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳: سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین دیری ٹولہ بریلی ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا وکان اللہ علی کل شیئ مقیتا۔[1]

جو کوئی اچھی سفارش کرے تو اس کے لئے اس میں حصہ ہے اور جو کوئی بُری سفارش کرے تو اس کیلئے اس میں بھی حصہ ہے اور اللہ تعالٰی ہر چیز پر پوری طاقت رکھنے والا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

اس آیت شریف کا کیا مطلب ہے اور شفاعت حسنہ اور سیئہ سے کیا مراد ہے ؟

الجواب

نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے مظلوم کو اس کا حق دلادینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچالینا یا کسی محتاج کی مدد کرادینا شفاعت حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو، اور بُری بات کے لئے سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے کوئی گناہ کرادینا شفاعت سیئہ ہے اسکے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پرنور اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ مسجد میں امام کو دیوانا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کوئی حرج نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ تا ۱۲۹ از موضع برن پور ضلع بریلی تحصیل نواب گنج مسئولہ فقیر بخش

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت پیران پیر دستگیر غوث اعظم کی گیارھویں شریف میں تعظیم کو اٹھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) محرم میں ماتم یا نوحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) رافضیہ کی مجلس میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) اولیائے کرام کے کسی مزار پر شیرینی لے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) جو کوئی کسی نیک کام کو جاتا ہو اور اس کو کوئی روکے تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟

الجواب

(۱) گیارھویں شریف میں قیام سے کوئی ممانعت شرعیہ نہیں مگر یہ تعظیم عرف مسلمین میں ذکر اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص ہو رہی ہے اس تخصیص کا لحاظ چاہئے ۔

(۲) ماتم و نوحہ محرم ہو یا غیر محرم مطلقاً حرام ہے ۔

(۳) رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے ۔

(۴) شیرینی اگر ایصال ثواب کے لئے ہو اور وہاں مساکین پر تقسیم کی جائے تو حرج نہیں ۔

(۵) اگر وہ کام واقعی نیک ہے اور یہ کسی وجہ شرعی سے اسے نہیں روکتا تو مناع للخیر ہے اور مناع للخیر ہونا شیطانی کام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۰ ازبنارس محلہ انبیالی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب سنی حنفی قادری رضوی ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منجانب خلافت کمیٹی ایک روپیہ کا نوٹ شائع ہوا ہے جس میں قرآن پاک کی پوری ایک آیت لکھی پس مسلمان یا ہنود کے ہاتھ فروخت کیسا ہے کیا مسلمان اس کو ہر حالت پاکی وناپاکی میں لے سکتا ہے یا نہیں اور اس کے فروخت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس پرچہ پر کہ ہر کس وناکس ہر پاک وناپاک ہر کافر ومشرک ہر بھنگی چمار کے ہاتھ میں جانے کے لئے وضع کیا گیا ہے، قرآن کریم کی آیت لکھنا اُسے بے ادبی کے لئے پیش کرنا ہے بے وضو اس کا چھونا جائز نہیں اگر آیہ کریمہ کے سوا اس میں اور کتابت نہ ہوا اور اگر اور کتابت زائد ہے تو آیہ کریمہ جہاں لکھی ہے اُس پر بے وضو ہاتھ لگنا حرام ہے خواہ اُسی رُخ ہو جدھر آیت لکھی ہے یا دوسرے رخ بہر حالت ناجائز ہے اور اُسے کافر کے ہاتھ فروخت نہ کریں اور اس کا بیچنا بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱ ۔ ۱۸۲ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ متصل گھنٹہ گھر مسجد دار کا چلہ مسئولہ حافظ جان محمد امام مسجد مذکور ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں، جواب مع حوالہ کتب اہلسنت سے مرحمت فرمایا جائے:

(۱) بعد نماز جمعہ کوئی عالم یا میلاد خواں منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور عام طور پر بھی منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا منبر محض وعظ اور خطبہ ہی کے لئے ہے؟ اگر چند مسلمان زید کو بعد نماز جمعہ مسجد میں منبر پر میلاد شریف پڑھنے کے لئے بٹھائیں اور چند لوگ کہیں کہ اگر تم کو میلاد شریف پڑھنا ہے تو منبر پر مت بیٹھو بلکہ تخت پر بیٹھو ہم منبر پر نہیں پڑھنے دیں گے، اور نہیں پڑھنے دیا، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اُردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے اور صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) میلاد شریف منبر پر پڑھنا بلاشبہہ جائز ہے اور یہ فرق کہ میلاد شریف تخت پر ہو منبر پر صرف

خطبہ و وعظ ہو محض نادانی ہے، میلاد شریف ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ذکر الٰہی ہے، حدیث میں ہے رب عزوجل نے فرمایا،

جعلتك ذكرا من ذكری فمن ذکرك فقد ذکرنی[1] | اے محبوب! میں نے اپنے ذکر سے تمھیں ایک ذکر بنایا تو جس نے تمھارا ذکر کیا اس نے بیشک میرا ذکر کیا۔

تو میلاد شریف خطبہ و وعظ بھی ہے اور خطبہ و وعظ بھی ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی نہیں ہو سکتے تو سب شئ واحد ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور مشرکین کا رد سناتے تھے[2] واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) منبر مسند نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے، جاہل اردو خوان اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃً وعظ اس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اُسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اُسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ص ۱۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۸

احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/۳۰۲

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونو جرافیا

۱۳۲۸ھ

(فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)

مسئلہ ۱۵۳ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سُننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اُس کام کی نوکری کرکے یا اُجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعار حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سُننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سُننا یا کیا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للہ الذی انزل القراٰن ذکرا للعٰلمین واغنانا بہ عن الغنا الخبیث ولھو الحدیث وملاھی المبطلین وحرم بغیرتہ ورحمتہ

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند و نصیحت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہل باطل کے کھیل و تماشوں سے بے نیاز کردیا، اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے

الفواحش والفسق ما ظهر منها وما بطن والصلوة والسلام علٰی سیدنا ومولٰینا محمد سید المرسلین المبعوث بزهق المعازف والمزامیر وکل لهو مهین وعلٰی اٰله وصحبه الذین هم لعهدهم بتعظیم الذکر راعون وبلا طمع اجرة ولا کراء موفون المتنزهین المجتنبین عن لهو الحدیث الذین میز الله بسعیهم ورعیهم الطیب من الخبیث ما اطرب الورقاء بالالحان وغنّی القمری فی الافنان اٰمین!

فحش (یعنی بےحیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فسق حرام کر دیئے۔ اور درود و سلام ہمارے آقا و مولیٰ پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردار اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات واسباب اور ہر ذلیل کھیل و تماشہ کے مٹانے (اور ختم کرنے) کے لئے بھیجا گیا (نیز درود و سلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کہ جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرتے رہے۔ اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں وہ شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے۔ یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جدا کر دیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحانی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاخوں پر (خوش ہو کر) گیت گاتی اور خوش آوازی کرتی رہیں یا اللہ! اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک بحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشاف احکام مقصور، وہ فونوگراف سے فوٹوگراف کا اظہار فرق ہے فوٹو کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال و شبیہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے گا وہ حقیقۃً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت و تصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید نہ ہو اس کی مثال و نظیر ہو، یونہی اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے ذکر اس کا نشان و پرواز،

کما توهمه بعض فضلاء العصر وهو العلامة السید محمد بن عبد القادر الاهدل الشافعی المقیم الاٰن بحدیدة الّف فیه رسالة سماها

جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہو گیا (اور مغالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبدالقادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے

"القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح" نعم فیها ان ما یسمع من ذلک الصندوق لیس اصوات الاصل ولا مساویا لها انما یشبهها فی اصل الصوت کالصدا و مولها کالخیال من عالم المثال وبنی علیه جواز ان تسمع منه اصوات الآلات اذ ماهی هی وما یتعدی حکم الاصل الی الحکایة کما قال ابن حجر المکی وغیره فی رؤیة صورة صورة المرأة فی المرآة وقد کنت کتبت فی ابطال هذا الوهم عدة فی مکة المکرمة فی صفر سنة ۱۳۲۳ھ حین عرضت علی صاحبنا الفاضل الکامل النبیل النبیه ذو قلب فقیه و طبع وقاد وذهن نقاد الشیخ محمد علی المکی المالکی امام المالکیة ومدرس المسجد الحرام ابن مفتیهم بها مولینا العلامة المرحوم بکرم الله تعالی الشیخ حسین الازهری المکی رسالة له فی هذا الباب سماها "انوار الشروق فی احکام الصندوق" وهو حفظه الله

اس کا نام "القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح" (یعنی بالکل واضح اور ظاہر بات رسوا کرنے والی غلطی کے بیان میں) رکھا پس انہوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ جو کچھ اس صندوق سے سنائی دیتا ہے وہ اصل آواز اور اس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز کی شبیہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی گونج، جیسے خیالی عالم مثال ہے، اور اس پر یہ بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سننی جائز ہیں کیونکہ وہ آوازیں اصلی اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکم اصل حکایت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر کی صورت کا دیکھنا اور میں نے اس وہم کو باطل قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے ماہ صفر ۱۳۲۳ھ میں تحریر کئے جب میرے سامنے ہمارے دوست (ساتھی، کامل، فاضل شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے، بہترین طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی مالکی (امام مالک کے پیروکار) جو کہ مذہب امام مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس اور وہاں ان کے مفتی کے صاحبزادے ہیں، اور وہ مولانا علامہ، اللہ تعالٰی کے کرم سے ان پر رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری مکی ہیں۔ اس باب میں اپنا ایک رسالہ بنام انوار الشروق فی احکام الصندوق (یعنی چمکیلے انوار صندوق کے احکام شرعی کے بیان میں) انہوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالٰی

تعالٰی اجادفی تحریم سماع الطرب المعتاد لاھل الفساد من فوم غرافیا و بینہ سیّاناکافیا وذھب ایضا فی تحریم سماع القرآن العظیم مطلقا منہ وسنحقق الامر فیہ کما ستری ان شاء اللہ تعالٰی۔

انکی حماقت ظاہر کر اُنھوں نے اہلِ فساد کے لئے ذوقِ گرافت سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اِس طرف بھی گئے ہیں کہ اُس سے مطلقاً قرآن عظیم سُننا حرام ہے ہم ان شاء اللہ تعالٰے عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔ (ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک یہ کہ قرنو سے جو سُنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اُسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سُنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعووں کو دو مقدموں میں روشن کریں وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰے ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے۔ ت)۔

مقدمۂ اُولٰی کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے۔

(۱) آواز کیا چیز ہے؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اُس کی اضافتِ عــہ کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اُسی سے منکشف ہو **فاقول** وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰے کی توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا سختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اُس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت

عــہ یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف یا کیا ۱۲ منہ

مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی قرع ہے کہ زبان و گلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصۂ کلام پر بنتی ہے جسے قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے، یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع و قلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا علیم و حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلۂ تموج قائم فرمایا، ظاہر ہے کہ ایسے نرم و تر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل وہ اپنے متقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک و متشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بوجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا ہوا ہے یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالیٰ ادراک سمع حاصل ہوا۔ الحاصل سننے کا سبب حقیقی ارادہ اللہ عزوجل ہے بے اس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سننے کا وہ تموج و تجدد قرع و قلع تا ہوائے جوف سمع ہے متحرک اول کے قرع سے ہوائے مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اس میں اُتر گیا یونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں مگر جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے و لہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ وجہ قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اُترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا

قاعدہ اُس متحرک و محرک اوّل کی طرف ہے اور راس اُس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی ، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظلی کہ صرف جہت مقابل جرم مضیٔ مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹپا سب تک پہنچے گا سب اُسی آواز و کلام کو سُنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ گنی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عند التحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی ۔ اس تقریر سے بحمداللہ تعالٰی وہ ساتوں سوال منکشف ہوگئے ۔

(۱) آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی مواقف اور اس کی شرح میں ہے :

الصوت کیفیة قائمة بالهواء یحملها الهواء الی الصماخ[1]

آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے ۔ پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اپنا سوار کرکے ، کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے ۔ (ت)

مقاصد اور اس کی شرح میں ہے :

کیفیة تحدث فی الهواء بسبب تموجه[2] الخ۔

"آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں ۔ ت) یہ نظریہ اکثر ہے ورنہ طلائے آب میں بھی آواز سُنی جاتی ہے دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور ان میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو ان کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اُسی کا تموج کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہٰذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت طلائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں ۔

(۲) اُس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ موثر

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

[2] شرح المقاصد " دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

زمو قوف علیہ اور آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدما کا خلاف کیا ہے عملاً بالتحقیق وتجافیا عن الجزاف (تحقیقی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ ت) وہ قلع و قرع کو سبب بعید اور تموج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموج ہُوا اور تموج سے وہ شکل و کیفیت کہ مسمّٰی بہ آواز ہے پیدا ہوتی مواقف و شرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء[1]

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔ (ت)

مقاصد و شرح میں ہے:

تحدث بالتموج لمعلول للقرع والقلع[2]

آواز ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کے لئے معلول، اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لئے علت ہیں (ت)۔

[ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا "قرع" اور سختی سے الگ ہونا "قلع" کہلاتا ہے۔ مترجم]

مطالع الانظار اصبہانی شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی ھو سبب قریب للصوت[3]

"قرع" اور "قلع" موج ہوا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق اللہ تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الھواء والقرع والقلع کسائر الحوادث وکثیرا ما تورد الاسباب طبعیۃ

آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس میں تموج ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں۔ اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے۔ اور بسا اوقات فلاسفہ

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۷-۲۵۰

[2] شرح المقاصد " المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

للفلاسفة من غير تعرض لبيان البطلان الا فيما يحتاج الى زيادة بيان والصوت عندهم كيفية تحدث في الهواء بسبب تموجه المعلول للقرع والقلع[1]

کے افکار باطلہ کو توپیش کر دیا جاتا ہے لیکن اُن کے بطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو۔ آواز اُن کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کا معلول ہے (اور وہ دونوں اس کی علت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خیال کاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اس کیفیت کے حدوث کو قلع وقرع بس ہیں تموج کی حاجت نہیں،

اولاً قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اسی کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں بلکہ اسی کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموج کی ہے، خود مواقف وشرح میں فرمایا

ليس تموجه هذا حركة انتقالية من هواء واحد بعينه بل هو صدم بعد صدم وسكون بعد سكون فهو حالة شبيهة بتموج الماء في الحوض اذا القي حجر في وسطه[2]

بعینہ ایک ہوا کا "تموج" حرکتِ انتقالی نہیں اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے، بعد ازاں اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہو جاتی ہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبهة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم وسكون بعد سكون[3]

تموج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون سے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اول میں جو تکیف وتشکل ہوا اس کے لئے صرف اسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اول کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر

---

[1] شرح المقاصد، النوع الثالث، دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۲

[2] شرح المواقف، المقصد الاول، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۹

[3] شرح المقاصد، " " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کر لیا۔

ثانیاً اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہیے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہو جائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو ان کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلۂ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے مسبب متخلف ہو جائے گا اور دونوں باطل ہیں۔ ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اول سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جزء کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الا ماشاء اللہ تعالیٰ اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل، تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا۔

وتفصيل القول ان التموج هو الاضطراب والاضطراب هو التضارب بين اجزاء الشيء وذلك اما بان يعلو بعضه ينحدر في الفوهات او يذهب و يجئ الى غير جهة العلو والسفل كما في الترجرج و فيهما التضارب حقيقة لان الجزء الضارب اولاً يصير مضروبا بالعكس واما بان يضرب جزء الاول والثاني الثالث وهكذا وهذا هو الواقع في تموج الماء والهواء واما ما كان فلا بد في التموج من حركات متوالية ولا يقال لشكل ما هو انتقل ماج واضطرب فزيد الماشي ليس متموجا لا لغةً ولا عرفاً

اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ "تموج" (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اور اضطراب اجزائے شے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شے کے درمیان منقسم ہو جانا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہو جائیں تو پھر تیرا جوش سست اور ماند پڑے گا۔ یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمد و رفت کی حرکت میں ہوا کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لئے کہ جزء ضارب اوّلاً مضروب ہوگا و بر عکس۔ یا پہلا جزء دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک۔ پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے۔ لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگی۔ لہذا زید

هذا ما نعرف من معنى التموج والهواء بنفس القرع ينضغط ويتشكل وتكيف ولا[1]...... على توقفه على تكرر......[2] و امکان قرع الهواء يوجب فيه الموج ولابد.

ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں متموج نہیں (یعنی موج والا)، کیونکہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے۔ اور ہوا نفسِ قرع سے دھکیلی جاتی ہے اور تشکیف ہوکر متشکل ہوجاتی ہے اور تکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں...... قرعِ ہوا کا امکان بلاشبہ اس میں موج پیدا کر دیتا ہے۔ (ت)

اگر کہئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اسی کو تموج سے تعبیر کیا اگرچہ حقیقتِ تموج وہی کہ اوپر گزری۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحرک مقروع مراد ہے۔

ثانیاً یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلول کا انفعال ہے۔

هو كما ترى وتحقيقه ان التشكل وان لم يكن الامع التحريك ولو لم يتحرك لم يتشكل و سلمنا ان هذه ليست معية معلولى علة كوجود النهار واستضاءة الارض بالقيود المعلومية لدى العارف بل للتحرك مدخل فى التشكل لكن لانسلم ان التحرك مرسم التشكل و يفيض الكيفية بل مرسم هو القرع وان كان مشروطا بالتحرك فجعل التموج اعنى التحرك

وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل بغیر تحریک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہو تو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ معیت "علت کے دو معلولوں جیسی معیت" نہیں جیسے وجودِ نہار۔ اور زمین کی روشنی اُن قیود کے ساتھ جو ایک عارف کو معلوم ہی ہیں بلکہ تحرک کو تشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ "تحرک" مرسمِ تشکل اور مفیضِ کیفیت ہے۔ بلکہ مرسمِ تشکل قرع ہے اگرچہ وہ مشروط بالتحرک ہے ــــ لہٰذا تموج یعنی تحرک کو

---

[1] و [2] یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لئے مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

سببا قريبا ناشئ عن اشتباه الشرط بالسبب كمن يزعم ان قبول المعلول اثر العلة هو السبب القريب له فافهم و اعلم والله تعالیٰ اعلم هذا و استدل العلامة قدس سره في شرح المواقف على كون التموج سببه القريب بانه متى حصل حصل الصوت واذا انتفى انتفى فانا نجد الصوت مستمرا باستمرار تموج الهواء الخارج من الحلق والآلات الصناعية و منقطعا بانقطاعه وكذا الحال في طنين الطست فانه اذا سكن انقطع لانقطاع تموج الهواء حينئذ اه اقول اولا لا تموج عند المقروع الاول حين هو مقروع و ان حصل حين كونه قارعا والصوت موجود فيه لكونه مقروعا لا لكونه قارعا و ثانيا ينقطع فيما بعد بانقطاع التموج لانقطاع القرع لان القرع في

سبب قریب قرار دینا (یہ بات) اس اشتباہ سے پیدا ہوگی کہ شرط کو سبب سمجھ لیا گیا۔ اس شخص کی طرح جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا علت کے اثر کو قبول کرلینا اس کے لئے "سبب قریب" ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے اور اچھی طرح جان لیجئے۔ اور اللہ تعالےٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ علامہ قدس سرہٗ نے شرح مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لئے "تموج" سبب کے قریب ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب تموج پیدا ہو تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تموج منتفی ہو تو آواز بھی منتفی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم آواز کا استمرار حلق اور آلات صناعیہ سے نکلنے والی ہوا کے تموج کے استمرار سے پاتے ہیں اور تموج میں انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے اور طشت کی جھنکار کا بھی یہی حال ہے۔ جب وہ ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اس وقت تموج ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ —

اقول (میں کہتا ہوں) اولاً مقروع اول بحیثیت مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہوجائے گا جبکہ وہ قارع ہوگا۔ اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔ وثانیاً ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے

له شرح المواقف النوع الثاني المقصد الاول منشورات الشريف الرضي قم ايران ۲۵۸/۵

الاجزاء الاخيرة انما يحصل على وجه التموج كما عرفت وثالثها الشئ ينعدم بانعدام شرطه فلا يفيد السببية فضلا عن الاقربية وتمسك بعضهم بانهم انما لم يجعلوا القرع والقلع سببين للصوت ابتداء حتى يكون التموج والوصول الى السامعة سببا للاحساس به لا لوجوده نفسه بناء على ان القرع وصول والقلع لا وصول وهما آنيان فلا يجوز كونهما سببين للصوت لانه زماني اه اقول التموج حركة والحركة زمانية فكيف صار الآني سببا له وان جاز فلم لم يجز ان يكون سببا للصوت ابتداء وتقريره ان التموج ان كان آنيا فقد جعلوه سبب الصوت الزماني وان كان زمانيا فقد جعلوا القرع والقلع الآنيين سببا له فجعل الآني سببا للزماني لازم على كل تقدير واجاب عنه العلامة

اس لئے کہ تموج منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ قرع منقطع ہو گیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع علی وجہ التموج پہنچتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ ثالثاً الشئ ینعدم شرط کی وجہ سے شئے منقطع ہو جاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہٰذا یہ سبب ہونے کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لئے مفید ہو۔ اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہل علم نے قرع اور قلع کو ابتداءً آواز کے لئے سبب نہیں قرار دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اسکے احساس کا سبب ہو جائیں نہ کہ اس کے نفس وجود کا اس لئے کہ قرع وصول ہے اور قلع لا وصول ہے۔ اور وہ دونوں "آنی" ہیں لہٰذا یہ دونوں آواز کیلئے سبب نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ زمانی ہے اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہوا کرتی ہے۔ پھر جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ ابتداءً آواز کے لئے سبب ہو۔ اور اسکی تقریر یوں کی گئی کہ "تموج" آنی ہے تو خود انھوں نے اس کو صورت زمانی کے لئے سبب قرار دیا ہے اور اگر وہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع جو کہ دونوں آنی ہیں اس کے لئے سبب ٹھہرائے۔ گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لئے سبب ہونا

السید الشریف بانہ لامحذور فیہ اذا لم یکن السبب علۃ تامۃ اوجزء اخیرا منہا اذ لا یلزم حینئذ ان یکون الی ما ان موجودا فی الأن[1] اھ اقول فلم لایقال مثلہ فی سببیۃ القرع للصوت و تخلل نحو شرط ینفی کونہ جزء اخیرا ولاینافی کونہ سببا قریبا کما لا یخفی وتعقب بالتمسک المذکور فی الصحائف بما قد کان ظہر للعبد الضعیف اول ما نظرت التمسک وھو لنا لانسلم ان الصوت زمانی لان بعض الحروف انی کما یجیئ مع انہ صوت اھ قال الحسن چلپی ولا یخفی علیک اندفاعہ بما مر من ان الحروف عارض للصوت لا نفسہ[2] اھ اقول لا یخفی علیک اندفاعہ بما یأتی للعلامۃ حسن نفسہ ان کون الحروف عبارۃ عن تلک الکیفیۃ العارضۃ

لازم آیا۔ علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت نہیں جبکہ سبب علت تامہ یا علت تامہ کا جزء آخری نہ ہو کیونکہ پھر زمانے کا آن میں موجود ہونا لازم نہیں آتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل (درمیان میں گھس جانا) اس کے جزء اخیر ہونے کی نفی کرتا ہے لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب کیا گیا جو اس بندۂ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا، اور معلوم ہوا کہ وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز زمانی ہے کیونکہ بعض حروف آنی ہیں جیسا کہ آگے آئیگا حالانکہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے ہیں لہذا خود آواز نہیں[2] اقول خود علامہ موصوف کے آئندہ کلام سے پیش نظر تم پر اس کا رد مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حروف کا کیفیت عارضہ للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابوعلی ابن سینا

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶

[2] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف

للصوت انما هو عند الشيخ (يعنى ابن سينا شيخ المتفلسفين) وعند جمع من المحققين الحرف هو الصوت المعروض للكيفية المذكورة اھ[1] اما ما قال بعده ان الاشبه بالحق انها مجموع العارض والمعروض كما صرح به البعض وسيشير اليه الشارح فيما سيأتى[2] اھ

اراد به قول العلامة ان الحرف قد يطلق على الهيأة المذكورة العارضة للصوت وعلى مجموع المعروض والعارض وهذا انسب بمباحث العربية[3] فحسبك فى دفعه ما نقل هو عن قدس سره ان اصحاب العلوم العربية يقولون الكلمة مركبة من الحروف ويقولون للكلم انه صوت كذا فلو لم يكن الحروف عندهم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط لما صح منهم ذلك اھ[4] وانت تعلم ان القول بالمجموع وان كان اقرب الى قول ائمة العربية ان الكلمة صوت لانه حينئذ

شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے۔ لیکن ایک گروہ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض معروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضہ لصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور کبھی عارض و معروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اھ اور تجھے اسکے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علامہ قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ حروف سے مرکب ہے پھر متعدد کلمات سے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض و معروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف "عارض لصوت" ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگرچہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ کلمہ آواز ہے اس لئے کہ پھر اس طور پر

---

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۹۹-۲۹۸
[2] " " " " " " " " " " " ۵/۲۹۹
[3] شرح المواقف " " " " " " ۵/۲۰۱
[4] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف " " " " " ۵/۲۰۱

تسمیة للكل باسم الجزء وعلى الاول تسمية للعارض باسم المعروض وهذا ابعد من ذالك لكن الموافق بقولهم وفاق كلي هو ما قال المحققون ان الحرف صوت لا عارضة ولا المجموع ولذا قال چلپی نفسه ان كون الحرف عبارة عن نفس المعروض انسب بذلك القول من المذهبين ولا مجاز في ذلك الاطلاق على هذا التقدير اهـ[1] اقول وكان مراد القائل بالمجموع انه المعروض من حيث هو معروض فلا ينافي قول المحققين انه الصوت المعروض وبعد يتم الاستدلال لقول المجموع بكلام ائمة العربية من دون اشكال فاستقر عرش التحقيق على ان الحرف هو الصوت المعروض وبه اندفع القال رأسا ورأيت في كلام امام جميع الفنون الاعرف بكلها من اهلها لسان الحقائق سيدنا الشيخ الاكبر محی الدين ابن العربي رضی الله تعالى عنه في كتابه "الدر المكنون والجوهر المصون" في علم الجفر ما نصه اما الحروف فلفظ مشترك

تسمیہ کل باسم الجزء، اور قول اول کے مطابق تسمیہ العارض باسم المعروض ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے۔ لیکن وفاق کلی کے طور پر ان کے قول کے موافق وہ ہے جو کچھ اہل تحقیق نے فرمایا "حرف" حرف آواز ہے، نہ عارض ہے اور نہ عارض ومعروض کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے خود علامہ چلپی نے فرمایا "حرف" نفس معروض سے عبارت ہو یہ دونوں مذہبوں میں سے اس قول کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس تقدیر پر اس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد یہ ہے کہ وہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ ائمہ تحقیق کی بات کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض ہے۔ پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی اشکال ائمہ عربیہ کے کلام سے تام ہو جاتا ہے پس عرش تحقیق قرار پذیر ہوگی کہ حرف وہی صوت معروض ہے۔ اور اس سے استدلال بالکل دفع ہو گیا۔ میں نے ان کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام، سب کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف، حقائق کی زبان، ہمارے آقا، سب سے بڑے شیخ، دین اسلام کو زندہ کرنیوالے "ابن عربی" رضی اللہ تعالٰی عنہ، انھوں نے اپنی کتاب "الدر المکنون والجوہر المصون" جو علم جفر میں ہے اس کی عبارت یہ ہے "حرف" ایک مشترک

---

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف المقصد الاول القسم الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۰۱

يطلق على اللفظ من اى جنس من المخلوقات وهو الهواء الخارج من الصدر المقطع بالشفتين واللسان المتكيف الى الحروف والاصوات اھ[1] فهو كما ترى تجوز منه رضى الله تعالى عنه الا ترى انه جعل فى اخر الكلام الهواء متكيفا بالحروف فالحروف كيفيات تحدث فى الهواء لا نفسه كما هو ظاهر ثم رأيته قدس الله تعالى بسره الكريم صرح به نفسه قبل هذا فى توضيحه اتى به فى فصل سر الاستنطاق" الاول اعتبارات الحروف على ثلثة انواع فكرية ولفظية وخطية فالحروف الفكرية هى صور روحانية فى افكار النفوس مصورة فى جواهرها والحروف اللفظية هى اصوات محمولة فى الهوى مدركة بطريق الاذنين بالقوة السامعة والحروف الخطية هى نقوش خطت بالاقلام فى وجوه الالواح اھ[2] فهذا هو الحق الناصع وعليه المحققون، والله تعالى اعلم.

لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیا جاتا ہے خواہ مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو۔ اور وہ ہوا ہے جو سینے سے برآمد ہوتی ہے۔ دونوں ہونٹوں اور زبان سے قطع کی جاتی ہے۔ حروف اور آواز سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور آواز کی کیفیت اختیار کرلیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مجازی کلام ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے آخر میں ہوا کو موصوف بکیفیت حروف قرار دیا ہے۔ لہذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں، نفس ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے اُن کے کلام میں دیکھا، اللہ تعالٰی انہیں ان کے بھید کریم کے طفیل پاک فرمائے، خود انھوں نے اس سے قبل اس کی تصریح فصل سر الاستنطاق میں کردی ہے جیسا جان لیجئے، حروف کی تین قسمیں ہیں (۱) فکری (۲) لفظی (۳) خطی۔ "حروف فکریہ" وہ افکار نفوس میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں تصویر شدہ ہیں۔ "حروف لفظیہ" وہ آوازیں ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔ وہ کانوں کے ذریعے قوت سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "حروف خطیہ" وہ ایسے نقوش، جو قلموں کے توسط سے الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ۔ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] و [2] الدر المکنون والجواہر المصون

(۳) سُننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یونہی یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوئی ہوئی کان تک پہنچی ہے۔ طوالع و مقاصد و مواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

ولانطیل الکلام بذکرہا وذکر مالہا وعلیہا اقول والحق ان الصوت یحدث عند اول مقروع کہواء الفم عند التکلم ثم لایزال یتجدد حتی یحدث فی الاذن فہو موجود خارج الاذن بعدہ لا یعلمہا الا اللہ جل وعلا ثم باعلامہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم باعلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شاء من خدمہ واولیائہ انما المسموع بالفعل الا صوتا حادثا فی الاذن کما علمت فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق۔

ہم اُن دلائل و شواہد کے ذکر اور ما لہا اور ما علیہا (یعنی جو کچھ اُن کے لئے ہے اور ان پر وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے (بلکہ) میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت منہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی جل و بالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمادیں۔ لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ لہٰذا توفیق ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ (ت)

---

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ علائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ مواقف سے گزرا: الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء[1] (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ ت)

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اُسی کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ہوائے متشکل سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

اِن جوابوں کے سوا اور بھی فائدے ہماری اس تقریر سے روشن ہوئے مثلاً:

(۸) انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہو سکتا ہے کہ کان تک اُس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہُوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام اشکال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اوّل کہ مثلاً ہوائے وہی تشکل میں پیدا ہوا [illegible] نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی جاکر کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہو لئے تو [illegible] رحیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ ت) نے جوفِ سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ ان کیفیات سے متشکل ہو نفس کے حضور ادائے اصوات و الفاظ کرے یونہی یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معاً اس کیفیت سے خالی ہو کر پھر لوحِ سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات و کلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہو کر مانعِ فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی، و لہذا اب تک عام لوگوں کے پاس اُن کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ و جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوق سے ایک اُمت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلماتِ ایمانی تسبیح رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلماتِ کفر تسبیحِ الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت،

كما صرح به امام الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ والشیخ العارف باللہ تعالٰی سیدی الامام عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی۔

جیسا کہ اہلِ حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالٰی اُن سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرما دی۔ اور شیخ، اللہ تعالٰی کی معرفت رکھنے والے، امام، عبدالوہاب، شعرانی (ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرما دی۔ (ت)

اور اس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ اُن کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم و لطیف و رطب جسم تھا یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت و رطوبت باعث سہولت انفعال ہے یونہیں موجب سرعت زوال ہے اسی لئے نقش بر آب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیت الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالٰے یہ قوت پیدا ہوتی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی ان اشکال حرفیہ و صوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس و صلابت کے سبب ایک زمانہ تک انہیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انہیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموّج ختم ہو جاتا ہے آواز ختم ہو جاتی ہے کما تقدم عن شرح المواقف (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموّج ہوا ختم ہُوا اور آواز محفوظ و مخزون ہے اتنا ہے کہ تموّج سے سُننے میں نہیں آتی اس کے لئے دوبارہ متموج ہوا کی محتاج ہے کہ ہمارے سُننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کو غنی مطلق ہے اب بھی اسے سن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر اقسام اشکال معلوم و مشاہد ہیں و لہٰذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہو جاتے ہیں جس طرح کاغذ سے حروف کے نقش چھیل جاتے ہیں اور اُن سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہُوئی تختی دھو [illegible] اُن میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہو کر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک اُن چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں اُن اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت و لطافت کے باعث بدستور اُن کیفیات سے متکیف اور قوت تحریک کے باعث متموج ہو کر اسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا ان اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد تموّج کے سبب تجدد سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت. کما اسلفنا له التحقیق واللہ ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کر دی۔ اور اللہ تعالٰے حصول توفیق کا مالک ہے۔ ت) تو فونو کی چوڑیاں صوت ہوا کے متوسط میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلے کی گونج سامع تک بیچ میں سو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اور اس سے دوسری اس سے تیسری یہاں تک کہ سوئیں ہوا نے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہو کر ہوائے جوف گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا، یہاں یوں سمجھئے کہ اس نواخت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہو کر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ و یکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ و دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہو کر سوئیں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں

صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ تجدد امثال تنو واسطوں سے کان تک پہنچی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ (ڈنکا) دونوں کا مبدا ہے تو کیا وجہ کہ ان تنو واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان تنو واسطوں مع بعد جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو اس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے، اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت ہونے میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل، پھر تفرقہ کیسی چہ، علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الھواء الحامل له الی الصماخ لا بمعنی ان ھواء واحد بعینه یتموج یتکیف بالصوت ویوصله الی القوة السامعة بل بمعنی ان ما یجاور ذلك الھواء المتکیف بالصوت یتموج ویتکیف بالصوت ایضاً وھکذا الی ان یتموج ویتکیف به الھواء الراکد فی الصماخ فتدرکه السامعة حینئذ۔[1]

آواز کا احساس اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اٹھائے ہوئے ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے، نہ اس معنی سے کہ بعینہ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیت صوت سے متصف ہوجاتی ہے، پھر آواز کو قوت سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہوا "متکیف بالصوت" ہے اس کے متصل مجاور جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی ہوائے اول کی طرح متکیف بالصوت ہوجاتی ہے، پھر یونہی یہ سلسلہ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیت صوت سے متصف ہوجاتی ہے پھر اس طرح قوت سامعہ آواز کا ادراک کرلیتی ہے۔ (ت)

اس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء ولیس تموجه حرکة انتقالیة من ھواء واحد بعینه بل ھو صدم بعد

آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اس کا یہ تموج ایسی حرکت انتقالیہ نہیں جو بعینہ ایک ہوا سے ہو، بلکہ وہ نوبت بر نوبت

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۶۱-۲۶۰

صدمۃ وسکون بعد سکوت[1] دباؤ اور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے (ت)

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سُنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال و مثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور بفرضِ غلط ایسا ہوتا بھی تو تجویز کے لئے کیا باعثِ خوشی تھا بالجملہ شرعِ مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص نوع بلا تشخص تشکل بلا تشخص طبلہ کسی کو بھی اس میں دخل نہیں حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے آوازِ طبلی علتِ تحریم وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں

کما ینبئ عنہ اسمہ ویشیر الیہ قولہ تعالٰی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث[2] وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لہو المؤمن باطل وفی روایۃ حرام الا فی ثلث[3]

جیسا کہ ان کا نام اس سے آگاہ کر رہا ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالٰی کا ارشاد اشارہ کر رہا ہے "لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور ان سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے)" اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی "مومن کا ہر کھیل باطل ہے" اور ایک روایت میں ہے: "ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل" (کہ ان کی اجازت ہے)۔ (ت)

وہ دل کو خیر سے پھیر کر شہوات و ہفوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر اُن کے زنگ چڑھ کر مُہر ہو جاتی ہے پھر حق بات نہ سُنے نہ سمجھے، والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

کما قال عزوجل بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون[4]، وفیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب و نزع

جیسا کہ اللہ زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا "بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان بُرے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے" اور اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۵۵-۲۵۶

[2] القرآن الکریم ۳۱/۶

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷
مسند احمد بن حنبل ۴/۱۴۴ و ۱۴۸ و درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۶

[4] القرآن الکریم ۸۳/۱۴

واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذلك الران الذی ذکر الله تعالیٰ فی القرآن[1] رواہ احمد و الترمذی وصححه والنسائی وابن ماجة[2] و اٰخرون عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه وھو معنی حدیث ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب[3] بل ھو للبیھقی فی شعب الایمان عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وفیه الزرع مکان العشب[4]۔

اُبھر آتا ہے، اگر توبہ کرے باز آئے اور اسے اتار پھینکے اور اللہ تعالٰے سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہو جاتا ہے، اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے (اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے) "پس یہی وہ زنگ اور میل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰے نے جس کا ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد، جامع ترمذی نے اسکو روایت کیا اور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث "راگ دل میں اس طرح نفاق اگا دیتا ہے جس طرح پانی گھاس اگا دیتا ہے" کا یہی معنٰی ہے، بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس میں لفظ عشب (گھاس) کی جگہ لفظ الزرع (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذلك قوله تعالیٰ واستفزز من استطعت منھم بصوتك[5]۔

اور اللہ تعالٰے کا یہ ارشاد گرامی ہے: جن لوگوں پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۸ و ۱۶۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ص ۳۲۳

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ دارالفکر بیروت ۸/ ۲۳

[4] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۵۱۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۷۹

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جب آلہ سے پیدا ہوں
28 اپنا رنگ لائیں گی تو علت حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکم حرمت کیونکر زائل، اور یہ ادعا کہ فونو سے سازوں
کی آوازیں موجب طرب نہیں صرف موجب عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلا شبہہ سازوں سے اُن کی
آواز سُننا جو اثر کرتا ہے وہی فونو سے کہ آواز بلا تفاوت وہی ہے خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدم ایراث
طرب میں کیا دخل، نہ اضافۂ عجب مانع طرب۔

فان فهم ما زعم الفاضل المعاصر السید الاهدل حفظه الله تعالٰی انه لایحصل من سماعه طرب بل عجب و غایة مایدعیه بعضهم حصول اللذة و اللذة مع کونها من باب التشکیك لیست علة التحریم فقط بل العلة مع ذلك کون الاٰلات من شعار الفسقة والصندوق لم یوضع للضرب ولا قصد له ولا شهر بانه شعار الفساق فانّٰی یتاتی الالحاق اھ بمحصله وقد اتینا فی تلخیصه علٰی مقصد مسالته اجمع
اقول اوّلاً ما الطرب الا الفرح والحزن او خفة تلحقك تسرك او تحزنك والحرکة و الشوق کما فی القاموس[1] وکل ذلك معلوم قطعا فی سماع اصوات الاٰلات من الصندوق کما هی

فاضل معاصر سید اہدل حفظہ اللہ تعالٰی کا دفاع ہو گیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف "عجب" پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علت حرمت نہیں، بلکہ گانے بجانے کے آلات واسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصول لذت، یہ دونوں مل کر علت تحریم ہیں اور صندوق بجانے کیلئے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں، اور شعار فساق میں اس کی شہرت بھی نہیں۔ پھر اس کا اُن آلات لہو سے کیسے الحاق ہو سکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہو گیا ہے۔
اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** طرب صرف خوشی، غم، حرکت اور شوق، اور ایسی خفت جو تجھے لاحق ہو تو تجھے خوش یا غمگین کر دے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور یہ سب کچھ یقینی طور پر معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سُننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات

---

[1] القاموس المحیط فصل الطاء باب الباء مصطفی البابی مصر ۱۰۱/۱

28/28

منها سواء بسواء وكلاهما ههنا سواء ثم اللذة التي سلم وجودها لا الخفة ان اخذت بمعنى ما يقهر العقل فليست لازمة لجميع الآلات ايضا فرب سامع لها لا يعتريه خفة في عقله انما ذلك لمن انهمك فيها وهي تحصل لمثله في السماع من الصندوق ايضا وثانيا هذه الآثار التي تتولد منها هي الكافية قطعا للتحريم واليها النظر في النصوص التي تلوناها وفي تسميتها آلات الملاهي من دون توقف على كونها شعار الفسقة حتى لو فرض انعدام الفساق من الدنيا لحرمت الآلات لما ذكرنا وان كانت الفسقة اذ قال الله عز وجل لابليس واستفزز من استطعت منهم بصوتك[1] بل هذه الآثار هي التي جعلتها شعار الفسق فهو اثر العلة منها لاجزءها نعم مالا باس به

کے سماع میں موجود ہے۔ لہٰذا اس باب میں دونوں برابر۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہاں یہ سب لوازم لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے (مراد یہ کہ ان سب کے لئے حصول لذت لازم ہے) اگر "خفت" اس معنٰی میں لی جائے کہ وہ چیز جو عقل کو مقہور اور مغلوب کر دے تو پھر یہ بات سماع آلات میں بھی لازم نہیں کیونکہ بسا اوقات آلات سے راگ سننے والے کی عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور عارض نہیں ہوتا، البتہ اس شخص کے لئے ہوگا جو بصورت استغراق آلات سے راگ سنتے ہیں، استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سنے تو اس سے نیز یہ کیفیت خفت حاصل ہو جائیگی (گویا بصورت استغراق دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ وثانیاً یہ آثار و کوائف جو سماع آلات سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لئے یقیناً کافی ہیں چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کا نام آلات لہو رکھنے میں بھی یہی منظور نظر ہے بغیر اس توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماع راگ ان آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا اولادِ آدم میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

في نفسه ولم يكن من
ما ينافي مقاصد الشرع الشريف
وهو مما شعار الفساق يكون النهي عنه لذلك
التشبه بهم فهٰهنا تلك تبحث
الامر على الشعار لا في مثل
في مبحث عنه وكذلك
ما به باس في نفسه وهو ما
شعار الفسقة ينهى عنه
للوجهين اي بكل منهما لا للمجموع
حتى تكون الشعارية جزء
العلة ويقتصر النهي عليها
فاذا انتفت انتفى لا قائل
به احد من علماء الدنيا
وثالثا وكون اللذة من باب
التشكيك انما كان يجدي نفعا
لو ثبت جواز نفس الالتذاذ
بتلك الاصوات وتوقفت الحركة
على مخصوص منها وثبت
ان اللذة لا تبلغ ذلك الحد
لا بالسماع من نفس الآلات
دون الصندوق ولم يثبت شيء
من ذلك ورابعا ان
الصندوق لم يوضع للضرب فتحت

جس پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے
ڈگمگا دے۔ (اسے بتاؤ) کہ اس وقت فاسق
کہاں تھے بلکہ وہ آثار جن کو تم نے فساق کا شعار قرار
دیا وہ ان کے لئے اثر علت ہیں۔ علت کا جزء نہیں
البتہ بذاتہ جن میں کچھ حرج نہیں۔ اور نہ یہ مقاصد
شریعت کے مخالف ہیں۔ پھر وہ فساق کا شعار ہیں
تو ان سے تشبہ کی وجہ سے ممنوع ہوں گے۔ پھر یہاں
امر شعار پر مبنی ہوگا نہ کہ زیر بحث مقام میں۔ اور
یونہی وہ امور کہ ان کے فی نفسہ وجود میں کوئی
حرج ہے اور شعار فساق ہوں تو ان سے دو وجوہ
کی بنا پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے
کہ ہر ایک وجہ کی بنا پر لہٰذا مجموعہ مراد نہیں تاکہ
اب کا شعار ہونا علت کا جزء ہو جائے۔ اور
نہی صرف اسی پر مبنی ہو کہ جب وہ منتفی ہوں تو نہی
منتفی ہو جائے۔ حالانکہ دنیا کا کوئی عالم اس بات
کا قائل نہیں وثالثا لذت کا باب تشکیک
سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہو سکتا ہے
کہ جب ان آوازوں سے نفس لذت کا جواز ثابت
ہوتا اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔
اور یہ ثابت ہوتا کہ نفس آلات کے سماع سے
بغیر صندوق کے لذت اس حد تک نہ پہنچتی حالانکہ
ان میں سے کوئی بات ثابت نہیں ورابعا واقعی
صندوق بجانے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ یہی وجہ

لا تحريم نفسه بل سماع صوت اى منه وذلك يكون بوضع القوالب المودعة فيها اصواتها هى ما وضعت الا لذلك وحينئذ لا يقصد من الصندوق الا الضرب وسماعها شعار الفسقة قطعا وبالجملة فالتفرقة بين سماع اصوات الملاهى منها ومن الصندوق ما هى الا جرف هار ماله من قرار وخامسا هذا كله على فرض ذنب التنزل والا فقد اقمنا البرهان على ان صوت الملاهى المسموع من الصندوق هو عين صوت تلك الملاهى فكيف يفرق بين الشئ ونفسه واى حاجة الى الالحاق وبالله التوفيق وسادسا ثم ان السيد نفسه يقول قد سمعنا حكاية للقرآن فلم نر الا انها قراءة فصيحة مرتلة بنغمة تميل اليها النفوس اھ اقول افصحتم بالحق فلا ......عــه...... القرآن واسمعت تلك النغم الحسان تميل نفوس العامة او تلك الاصوات الملهية عن ذكر الرحمٰن ......عــه...... لها الشيطان وذلك هو الطرب المنهى عنه وعليه مدار تحريمها فحسب والله الموفق۔

ہے کہ نفس صندوق کو حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سننے کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اس میں ایسے قالب موجود ہیں کہ ان میں آوازیں بھری جاتی ہیں۔ اور وہ قالب اسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔ اور ان لوگوں کا راگ سننا بلاشبہ شعار فساق ہے۔ (خلاصۂ کلام) راگ کی آوازیں، آلاتِ لہو اور صندوق کے سننے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ تفرقہ بالکل کھوکھلا گرنے والے دہانے کی طرح ہے جس کو کوئی قرار اور ثبات نہیں۔ **وخامسا** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریق تنزل "صندوق" کو فرض کر لیا جائے ورنہ ہم نے اس پر دلائل و شواہد قائم کئے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سنائی دیتی ہے وہ بالکل وہی اصلی آواز ہے (اس کی حکایت اور مثل نہیں) کیونکہ شئے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہٰذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے حصولِ توفیق ہے۔ **سادساً** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی حکایت سنی۔ اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح و بلیغ قراءت ہے جو نغمات سے ترتیل شدہ ہے، جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلاشبہ

عــه وعــه یہاں اصل میں بیاض ہے۔

تم نے حق ظاہر کر دیا ہے۔ کیا یہ قرآن مجید نہیں۔ اور جو کچھ ان حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوس عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ آوازیں ہیں جو ذکرِ رحمٰن سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔ اور یہ وہی خوش کن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور بس۔ اور اللہ تعالیٰ ہی (امورِ خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سُننا حرام ہے بلاشبہہ اُن کا فونو سے بھی سُننا حرام ہے زید کا اُسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکمِ اصل سے جُدا کر دیجئے یہ محض باطل وبے معنی ہے۔

سابعًا اس تصویر مجرد بیانِ اصل ہونے کا حال تو جب کھلے کہ زید کی ہجو یا اس کے والدین پر گالیاں اس آلہ میں بھر کر سُنائی جائیں کیا اس پر وہی ثمرات مرتب نہ ہوں گے جو فونو سے باہر سننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لئے فرق نہ کرنا اور رواج قمار کی معصیتوں کو ہلکا کر لینے کے لئے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دُور و مہجور ہے،

نسأل الله العفو والعافية اما ما ذكره السيد الاهدل عفا الله تعالى عنه و عنه من حديث رؤية صورة المرأة فى المرأة **فاقول ثامنا** تبين لك ان صوت الملاهى من الصندوق هو عين صوتها منها لامثاله بخلاف عكس المرأة فى المرأة **وتاسعا** كلام ابن حجر فى التحفة فى باب النكاح عقيب قول الامام النووى فى منهاجه و يحرم نظر رجل بالغ الى عورة حرة ما نصه خرج مثالها فلا يحرم نظره فى نحو مرأة

ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں، رہا یہ کہ جو کچھ سید اہدل نے ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور انھیں معاف فرمائے، اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل وصورت دیکھنے کی بات ہے۔ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) **ثامنا** تمھارے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے راگ کی آواز سُننا بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آلاتِ راگ سے آواز سُنی جائے لہٰذا آوازِ صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا۔ **تاسعا** علامہ ابن حجر کا کلام تحفہ باب نکاح میں امام نووی کے قول "منہاج" کے بعد کہ کسی بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی انھوں نے تصریح فرمائی

حاشیہ

كما افتى به غير واحد ويؤيده قولهم لو علق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤية خيالها فى نحو مرآة لانه لم يرها ومحل ذلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة ولا شهوة اهـ ومثله فى النهاية للرملى فقد افاد خراما باد هذا القياس فان صوت الملاهى نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص الة ما به يورث قطعا سماعه من الصندوق ما يورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف الخيال فانه غير مشتهى بنفسه ولا صالح لذلك ما فترقا وعاشرا انى لا اظن هذا الشرع المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية عن الثياب فى المرآة فان فيه من الفساد والبعد عن مقاصد الشرع ما لا يخفى ولا اعلم قط رخصته فى ذلك عن علمائنا وان حكموا ان برؤية فرج المرأة فى المرآة بشهوة لا تثبت حرمة المصاهرة لانه لم يرفرجها بل مثاله وهو مبنى على القول بالانطباع دون انعكاس الشعاع والا لكان المرئى نفس الفرج لا خياله۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے لہٰذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور عکس دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے اس کا فتوٰی دیا ہے۔ اور اُن کے اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق (موقوف) کر دیا تو پھر آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے۔ اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ اور علامہ رملی کے "النہایہ" میں یونہی مذکور ہے۔ پس اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کیا جس نے اس قیاس کو واضح کر دیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں لہٰذا صندوق سے راگ سننا یقیناً وہی کچھ پیدا کرتا ہے جو دوسرے آلات راگ سے سنا جائے تو پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں کے سماع میں کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس میں بذاتِ خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور وہ اس قابل بھی نہیں ہوتا لہٰذا دونوں میں فرق ہو گیا (اور وجہ افتراق ظاہر ہو گئی) عاشراً میں تو اس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہو (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیونکہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بُعد

ؔ تحفہ

(دوری) سے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعًا اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں۔ اگرچہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینے میں بطورِ شہوت کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے حرمتِ مصاہرہ (حرمتِ دامادی) ثابت نہ ہوگی کیونکہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔ اور یہ قول انطباع (نقش یا چھپ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاسِ شعاع پر۔ ورنہ مرئی نفسِ شرمگاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مقدمہ ثانیہ علمائے کرام نے وجودِ شَے کے چار مرتبے لئے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے تصور کے لئے مرآتِ ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمّٰی وفی مسند احمد[1] و سنن ابن ماجۃ وصحیح الحاکم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[2]۔

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰیۃ والانجیل[3]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اپنی کتاب اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند امام بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۲
[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ظاہر ہے کہ ہمارا ایمان میں یہ وہ نقوش اخیر بلکہ نقوش ثانی ہی شے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشئ لیس فی الذھن بل شبیھہ و حملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الی ما ذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لا یعقل عن عاقل فضلا عن اولئک اساطین العلم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا اسی معنیٰ ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخرالدین رازی نے اس بات کو اس پر محمول کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے، پھر متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف وہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں، چہ جائیکہ ان علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود وتحقیق ہیں مجازی مشہود میں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزہ جلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم ومستحیل الانفکاک ولا ہو ولا غیرہ لا خالق ولا مخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے، نہ عین ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین نہ یہ کہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا مکسوؔں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے کثرت سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا ؎

وہ بہدم گر لباس گشت بدل	شخص صاحب لباس را چہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحب لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہر ست دراز تاب شعاعش	ایمان باید تراز کشاکش

(چمکتا وہ طویل کرنوں والا کا مہر ہے، تجھ میں ایمان ہونا چاہئے نہ کہ صلاح وشورات)

ابوجہل نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر زجوان کی شکل میں دیکھا کہ منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبریل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقیناً جبریل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبریل کی صورت اصلیہ ہرگز صورت دحیہ نہیں لہ ستمائۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہل حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون[1]	جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہو کر اُسے کان سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجره حتی یسمع کلام الله[2]	تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے (ت)

اور فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن[3]	پڑھو جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر[4]	یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کردیا، بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل هو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[5]	بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم سے نوازا گیا (ت)

اور فرماتا ہے:

وانه لفی زبر الاولین[6]	بیشک وہ پچھلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶
[3] " ۷۳/ ۲۰
[4] " ۵۴/ ۱۷
[5] " ۲۹/ ۴۹
[6] " ۲۶/ ۱۹۶

اور فرماتا ہے:

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ [1]

وہ باعزت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ [2]

بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوح محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

انہ لقراٰن کریم ○ فی کتٰب مکنون ○ لا یمسہ الا المطہرون ○ [3]

بیشک وہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

نزل بہ الروح الامین ○ علٰی قلبک لتکون من المنذرین ○ بلسان عربی مبین ○ [4] الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

اسے روح الامین (حضرت جبریل) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلب اطہر پر اتارا تاکہ تم ڈرسنانے والے حضرات میں سے ہوجاؤ، یہاں تک کہ انکے علاوہ اور بھی بیشمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

دیکھو اُسی کو مقروّ اُسی کو مسموع اسی کو محفوظ اُسی کو مکتوب قرار دیا اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب و فی القلوب محفوظ و علی الالسنۃ مقرو و علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل و لفظنا بالقراٰن مخلوق وکتابتنالہ مخلوق و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق [5]

قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بالیقین اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸۰/ ۱۳ و ۱۴
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۲۱
[3] ″ ″ ۵۶/ ۷۷ تا ۷۹
[4] ″ ″ ۲۶/ ۱۹۳ تا ۱۹۵
[5] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳

نیز وصایا میں فرماتے ہیں :

نقر بان القرآن کلام اللہ تعالیٰ و وحیہ وتنزیلہ وصفتہ لاھو ولا غیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقروء بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حلول فیہا (الی قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واللہ تعالیٰ معبود ولا یزال عما کان وکلامہ مقروء ومکتوب ومحفوظ من غیر مزایلۃ عنہ[1]

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام، اس کی وحی، اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ لہٰذا وہ عین ہے اور نہ غیر، بلکہ بربنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا، زبانوں پر پڑھا ہوا اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد تک) اور اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے اور اس کی شان ہمیشہ "الان کما کان" (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا، لکھا گیا اور حفاظت شدہ ہے، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں :

وتظن ان کلام اللہ تعالیٰ اثنان ھذا اللفظ المقروء والصفۃ القدیمۃ کما توھم ذلک بعض من غلبت علیہ اصطلاحات الفلاسفۃ والمعتزلۃ فتکلم فی کلام اللہ تعالیٰ بما اداہ الیہ عقلہ وخالف اجماع السلف الصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ان کلام اللہ تعالیٰ واحد لا تعدد لہ بحال وھو عندنا وھو عندہ تعالیٰ ولیس الذی عندنا غیر الذی عندہ ولا الذی عندہ غیر الذی عندنا

یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے دو کلام ہیں ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ، دوسری وہ صفت قدیمہ، جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلاسفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہوگئی۔ پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچا دیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے، کسی حال میں اس کے اندر کوئی تعداد نہیں۔ لہٰذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اس کا جو اس کے پاس ہے اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹

بل هو صفة واحدة قديمة موجودة عنده تعالٰی بغیر آلة لوجودها وموجودة ایضًا عندنا بعینها لکن بسبب آلة هی نطقنا وکتابتنا وحفظنا فمتی نطقنا بهذه الحروف القرآنیة وکتبناها وحفظناها کانت تلك الصفة القدیمة القائمة بذات الله تعالٰی التی هی عندها تعالٰی هی عندنا ایضًا بعینها من غیر ان یتغیر منها انها عنده تعالٰی ولا انفصلت عنه تعالٰی ولا اتصلت بنا وانما هی علٰی ما علیه قبل نطقنا وکتابتنا وحفظنا الٰی اٰخر ما طال واطاب علیه رحمة الملك الوهاب۔

بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالٰی کے ہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے۔ اور وہ ہمارا بولنا، لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروف قرآنیہ کو بولیں، انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو یہ صفت قدیمہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہو جائے اس صفت سے جو اللہ تعالٰی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالٰی سے یہ منفصل (جدا) ہو کر ہم سے متصل (پیوست) ہو جائے۔ بلکہ وہ صفت اب بھی اسی حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جس حالت پر موجود تھی (علامہ موصوف نے) آخر تک یہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا۔ بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی اُن پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ لوح اوّل فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت هذا ظهر لك فساد قول من قال ان کلام الله تعالٰی مقول بالاشتراك الوضعی علی معنیین الصفة القدیمة والمؤلف من الحروف والکلمات الحادثة فانه قول یؤدی بصاحبه الٰی اعتقاد الشرك فی صفات الله تعالٰی واشارة النبی صلی الله تعالٰی علیه

جب تمھیں یہ معلوم ہو گیا تو پھر تم پر اس کے اس قول کا فساد ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی کا کلام اشتراک وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو حروف اور کلمات حادثہ سے مرکب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالٰی کی صفات میں اعتقاد شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا) ہے (لہٰذا یہ قول قطعًا صحیح نہیں)

۱؎ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیۃ

وسلم ھذا فی ھذا الحدیث (ای حدیث ان ھذا القرآن طرفہ بید اللہ تعالٰی و طرفہ بایدیکم رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی فی الکبیر[1] عن ابی شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ) الی القرآن تفیدانہ واحد لاتعدد لہ اصلا وھو الصفۃ القدیمۃ وھو مکتوب فی المصاحف المقروء بالالسنۃ المحفوظ فی القلوب من غیر حلول فی شیئ من ذٰلک ومن لم یفھمہ علی حسب ما ذکرنا لصعوبتہ علیہ یجب علیہ الایمان بہ بالغیب کما یؤمن باللہ تعالٰی وبباقی صفاتہ سبحانہ وتعالٰی ولایجوز لاحد ان یقول بحدوث ما فی المصحف والقلوب والالسنۃ الٰی اٰخر ما افادواجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد۔[2]

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کا اس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے: یہ قرآن مجید اس کی ایک طرف اللہ تعالٰی کے دستِ قدرت میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں محفوظ شدہ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں۔ اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالٰی پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم، دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نے افادہ فرمایا اور اس میں کمال کر دیا۔ لہٰذا اللہ تعالٰی جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے اس کی ان پر خصوصی رحمت و برکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالا میں فرماتے ہیں،

قد جعلہ (ای المکتوب والمصحف) اھل السنۃ والجماعۃ حقیقۃ کلام اللہ تعالٰی

اہل سنت وجماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقۃً اللہ تعالٰی کا کلام ٹھہرایا اگرچہ

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۱

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۹۲-۹۱

وان کان النطق بہ واقعامنافانہ ذاکثر من ذٰلک لایقال ولا یسطر فی کتاب ؎۱

ہماری طرف سے اس کا تلفظ (ہون) واقع ہوتا ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے (ت)

اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کتوشیں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا۔ یونہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں، یونہی جب اُس سے کوئی آیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیہ سجدہ تلاوت کی جائے

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں فقیر نے یہی فتوٰی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے، نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کیلئے قاری کا جنس مکلف سے ہونا عندالاکثر وہوالصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب صحیح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں نہ اس پر اگرچہ جاگنے کے بعد اُسے اطلاع دے دی جائے کہ تُو نے آیت سجدہ پڑھی تھی نہ اس سے سننے والے پر۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لا تجب بسماعہ من الطیر ؎۲

سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا جبکہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سُنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الاصح تتویج وغیرہ وقیل

اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکور ہے)

؎۱ المیزان الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲
؎۲ درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

وقیل تجب وفی الحجۃ ھو الصحیح، تاتارخانیۃ۔ قلت والاکثر علی تصحیح الاول وبہ جزم فی نور الایضاح۱؎

اور یہ بھی کہا گیا بصورت مذکورہ سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، چنانچہ فتاوٰی حجہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے، تاتارخانیہ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ائمہ کرام قول اول کی تصحیح پر قائم ہیں، چنانچہ نورالایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

النائم اذا اخبر انہ قرأھا فی حالۃ النوم تجب علیہ وھو الاصح تتارخانیۃ وفی الدرایۃ لاتلزمہ ھو الصحیح اھ ا د ففیہ اختلاف التصحیح واما لزومھا علی السامع منہ او من المغمی علیہ ففصل فی الشرنبلالیۃ ایضا اختلاف الروایۃ والتصحیح وکذا من المجنون۲؎

سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالت خواب آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تتارخانیہ۔ اور درایہ میں ہے کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں اور یہی صحیح ہے اھ اد۔ پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بیہوش پر سجدۂ تلاوت کا لزوم تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر شیخ الاسلام انہ لایجب بالسماع من مجنون او نائم او طیر لان السبب سماع تلاوۃ صحیحۃ وصحتھا بالتمییز ولم یوجد وھذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن ھو المعتبر ان کان ممیزا وجب بالسماع منہ والا فلا اھ واستحسنہ فی الحلیۃ۳؎

فتح القدیر میں فرمایا لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سُنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس کا سبب تلاوت صحیحہ ہے۔ اور صحت تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے۔ لہذا اسی کا اعتبار کرنا چاہئے کہ اگر بچہ عقل وتمیز رکھتا ہے تو اس سے آیۂ سجدہ سنی گئی تو سجدۂ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

۱؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۷
۲؎ و ۳؎ " " " " ۱/ ۵۱۷

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سُننے میں آتی اُسی مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی پکی کو وہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سُنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سُننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سُنی کہ دوبارہ یہ گونج سُنی نہ سُنے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سُنی تھی یہ صدا ہی سُنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر و در میں ہے:

لا تجب بسماعه من الصدٰی[1]

آواز بازگشت سے آیت سجدہ سُنیں تو سجدہ تلاوت واجب نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوۃ ھؤلاء الا المجنون لعدم اھلیتہ لانعدام التمییز کالسماع من الصدٰی کذا فی البدائع والصدی ما یعارض الصوت فی الاماکن الخالیۃ[2]

بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سُننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں، اس لئے کہ وہ اہلیتِ سجدہ نہیں رکھتا کیونکہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سُننے سے وجوب سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے۔ اور صدٰی (آوازِ بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہو جائے۔(ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ یہ وہی تموّج اول ہے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموّج زائل ہو کر تموّج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف و مقاصد اور ان کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموّج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف و طوالع و بعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے یہ نص مواقف و متن مقاصد و شرح ہے، مطالع الانظار کی عبارت پھر محتمل ہے ولہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۵
[2] بحرالرائق " " مصطفی البابی مصر ۲/۱۱۹

میں ہے :

الظاہر ان الصدی تموج ھواء جدید لا رجوع الھواء الاول[1] 2!

ظاہر یہ ہے کہ آواز بازگشت ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہوتا ہے، لہٰذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں۔ (ت)

شرح میں ہے :

وذلک لان الھواء اذا تموج علی الوجہ الذی عرفتہ حتی صادم جسما یقاومہ و یردہ الی خلف لم یبق فی الھواء المصادم ذلک التموج بل یحصل فیہ بسبب مصادمتہ ورجوعہ تموج شبیہ بالتموج الاول، وقد یظن ان الھواء المصادم یرجع متصفا بتموجہ الاول بعینہ فیحصل ذلک الصوت الاول الی السامع الا تری ان الصدی یکون علی صفتہ وھیأتہ وھذا وان کان محتملا الا ان الاول ھو الظاہر[2]

یہ اس لئے کہ جب ہوا میں اس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے، حتی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آئے اور وہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اول کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا۔ اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصادم بعینہٖ بالکل اسی پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے۔ پھر اُس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدی (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔ (ت)

مقاصد میں ہے :

جعل الواصل نفس الھواء الراجع او اخر متکیفا بکیفیتہ علی ما ھو الظاہر[3]

نفس ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اور متصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔ (ت)

شرح میں ہے :

---

[1] المواقف مع شرحہ النوع الثالث المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۷

[2] شرح المواقف " " " " " ۵/۹۶-۲۶۷

[3] المقاصد علی ہامش شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

تردد وافی ان حدوثہ من تموج الھواء الاول الراجع عن ھیأتہ او من تموج ھواء اخر فیما وبین المقاوم متکیف بکیفیۃ الھواء الراجع وھذا ھو الاشبہ[1]

ماہرین عقلیات کو اس بات میں تردد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے؟ آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی اشبہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصدی صوت یحصل من انصراف ھواء متموج عن جبل او جسم املس[2]

الصدٰی آواز بازگشت ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

اس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الھواء اذا تموج وقاومہ مصادم کجبل او جدار املس بحیث یصرف ھذا الھواء المتموج الی خلف محفوظا فیہ ھیأۃ تموج الھواء الاول حدث من ذلک صوت وھو الصدی[3]

جب ہوا میں تموج یعنی لہر پیدا ہو۔ اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہو جائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اس پہلی ہوا کا تموج اپنی ہیئت پر بدستور محفوظ ہو۔ پس اس سے ایک آواز پیدا ہوگی۔ پس وہی صدی یعنی آواز بازگشت ہے۔ (ت)

اس کی دوسری شرح میں ہے:

الصدی صوت یحصل من ھواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الھواء المتموج و یمنعہ من النفوذ

الصدی آواز بازگشت، ایک آواز ہے جو موج والی ہوا، جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے، جو تموج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے، اور اس کو

---

[1] شرح المقاصد   النوع الثالث   دار المعارف النعمانیہ لاہور   ۱/۲۱۸
[2] طوالع الانوار
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

فیه وبالضرورة ینصرف الهواء المتموج من ذلك الجسم الی الخلف علی مثل الهیأة التی کان علیها وحینئذ یحتمل ان یکون الهواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه ویحمل الصوت الی السامع وان یکون سبب الصدی تموج جدید حصل للهواء لانه اذا تموج الهواء حتی صادم جسما املس یقاومه ویرده الی الخلف لم یبق فی الهواء المتصادم ذلك التموج بل یحصل لسبب المصادمة و لرجوع تموج شبیه بالتموج الاول ههنا. لتموج الجدید الذی کان ابتداءه عند انتهاء الاول هو سبب الصدی قیل لاظهر هو الثانی ۱؎۔

اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کی بناء پر تموج والی ہوا اُس جسم سے اُسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو کسی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہٖ پہلے تموج سے متصف رہتے ہوئے لوٹ جائے، اور آواز کو اٹھاکر سامع تک پہنچادے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آواز بازگشت (صدٰی) کا سبب کوئی تموج جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جبکہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم متقابل ہوجائے جو اُسے پیچھے کی طرف لوٹادے۔ پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہوجائے جو بالکل تموج اول کی شبیہ ہو۔ پس یہ تموج جدید کہ جس کی ابتدائی پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔ پس یہی آواز بازگشت (صدٰی) کا سبب ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ دُوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) برتقدیرِ ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے۔

اوّلًا صدمۂ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دُور کردیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکن ٹھہرا نہ کہ محرک

ثانیًا اثر قرع دو ہیں، تحرک و تشکل۔ جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش برآب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو شکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی مٹا جاتی رہتی ہے۔ خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی ۲؎ (جب وہ منتفی ہوگا تو یہ منتفی ہوگا۔ ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے چلے گی بھی

۱؎ شرح طوالع الانوار

۲؎ شرح المواقف المقصد الاول النوع الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۰

اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریکِ غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قولِ ثانی کی صحیح و صاف تعبیر وہی ہے جو مواقف و مقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومتِ جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تموّج آیا اور رکا تھپا اس میں سے اس میں اتر گیا اور یہ رک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمتِ اجسام میں وہی پیشِ نظر ہے، قوتِ محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اسی طاقت کو پورا کرکے رک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹکرا کر بقیہ طاقتِ تحریک سے قدرے پیچھے لوٹتا ہے یوں اس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے۔ اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو، ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمے سے ٹکرا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہرحال کچھ ہی اتنا یقینی ہے کہ آواز دہی آوازِ متکلم ہے خواہ پھیل ہی جائے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے اور رکا پانی دوسری میں اتر گئی اور وہ لانی مگر شرح مسلم نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا قولِ ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع ثانیاً جب تک یہ نہ ہو کہ اسی تموجِ اول سے وقوعِ سماع لازم ہے اور قولِ اول پر قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریکِ حلق و زبانِ تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوتِ دافعہ بھی شریک ہوگئی، غرض کچھ کہئے یہی حکم سماعِ فونو میں ہوگا۔ قولِ ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور تموج ہوائے ثانی اور قولِ اول پر یہاں بدرجۂ اولٰے عدمِ وجوب لازم کہ جب بحالِ بقائے تموج و تشکل منا صرف تخللِ تصادم و رجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج مل گیا بدرجۂ اولٰے وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدۂ سماعِ اول پر ہے نہ کہ معاد پر، اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہو اور شک نہیں کہ سماعِ صدا سماعِ معاد ہے، اور فونو کی تو وضع ہی اعادۂ سماع کے لئے ہوئی ہے لہٰذا ان سے ایجابِ سجدہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ مقدمہ جلیلہ ممہد ہو لیا تو اب بتوفیقہ تعالٰی **تنقیحِ مسئلہ** کی طرف چلئے۔ یہ سوال صور عدیدہ و وجوہ شتّٰی ہیں:

وجہ اول: سب میں پہلے تحقیق طلب اُن پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے، مسالا کہ اُن پر لگایا جاتا ہے اگر اس میں کوئی ناپاک جز شامل ہے (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود و مشہور ہے

اُن کے یہاں شراب کے برابر کوئی شے حافظِ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات و اعمالِ کیمیاویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اسپرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے ہیئت کے سبب قابلِ شرب نہ ہونا اُسے شراب ہونے سے خارج نہیں کر سکتا بلکہ اس کی ہیئت ہی غایت جوش و اشتداد و سکر و فساد سے ہے، برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں اُن کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے نوّے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سو میں، اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سونگھنے سے۔ تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاستِ غلیظہ بھی، کما ھو الصحیح المعتمد المفتی بہ (جیسا کہ صحیح اور قابلِ اعتماد اور وہ بات کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ ت) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی اور سخت شدید توہین و بے ادبی ہے جب وہ قالب نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذ اللہ اُس پر لکھنا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانہ موضع النجاسات ولایقرأ فی بیت الخلاء[1]

مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے اس لئے کہ وہ محلِ نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لابأس بالقراءۃ راکبا وماشیا اذا لم یکن ذلک الموضع معدا للنجاسۃ فان کان یکرہ[2]

سوار ہونے والے اور پاپیادہ چلنے والے کیلئے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کیلئے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسلِ میت اُسے نجاستِ حقیقیہ سے تطہیر کیلئے رکھا گیا ہے وہ قبلِ غسلِ میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اُسے بالکل ڈھانک نہ دیا جائے کہ نجاستِ منکشفہ کا قرب ہوگا۔ تنویر میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ فصل فی قراءۃ القرآن مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/ ۷۶

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ القنیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

کرہ قراءۃ القراٰن عندہ الی تمام غسلہ[1]

میّت کو غسل دینے تک اُس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیھا للقراٰن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث وعلیہ فینبغی جوازھا کقراءۃ المحدث[2]

امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی یہ تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میّت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیونکہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبث ہے جبکہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میّت کے پاس قرآن مجید جائز ہے جیسے بے وضو کا یاد سے قرآن مجید پڑھنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وذکر ط ان محل الکراھۃ اذا کان قریبا منه اما اذا بعد عنه فلا کراھۃ اھ قلت والظاھر ان ھذا ایضا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنہ الخ[3]

علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میّت کے قریب بیٹھا ہو، لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی۔ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میّت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہو الخ۔ (ت)

جب قربِ نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اُس ہوا کا جو اشکال حروف قرآن کی حامل ہے محل نجاست پر گزر نہ ہو تو خود جس چیز میں معاذ اللہ ان اشکال طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

اقول وما بینا ظھر وجه التقیید بان لایکون جمیع بدنہ مسجی فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میّت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو، پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] " " " " " ۱/۱۲۰-۱۱۹

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۳

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جبل مردم و نا واقفی حال آلودہ و عدم نیت و عدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہو تو دیدہ و دانستہ اُن میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذ اللہ القی مصحف فی القاذورات (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے۔ ت) کے مثل ہوتا بلکہ روشن کرچکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اُس کے لئے معاذ اللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ پھر یہ توہین خبیث صرف اُن بھرنے والوں ہی کے ماتھے نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اُسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اُس سے ادا کرنے والے اس کی فرمائش کرکے ادا کرانے والے، سُننے والے، سُنانے والے، اس پر راضی ہونے والے، بادصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اُسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے۔ نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اُس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں، نہیں بلکہ ہر بار بعینہٖ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ انھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اس نجس میں لکھے انھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اس پر گزرتے ہوئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ و حجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا بہ تشخص نہ کہے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلاً اشتباہ نہ ہوگا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے تحفظ اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے۔ ت)

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید و نجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو

فان الظن فی الفقہیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین۔

کیونکہ فقہی مسائل میں گمان یقین کے ساتھ ملحق ہے خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔ (ت)

بلکہ اگر حالت شبہہ ہو جب بھی حکم احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملحق بیقین ہے، کما نص علیہ فی الہدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ جیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے۔ قرآن عظیم اس لئے نہیں اترا۔ اُسی عزت والے عزیز علیم سے پوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے،

اقترب للناس حسابھم وھم فی

لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ

غفلة معرضون ٥ ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون ٥ لاهية قلوبهم [1]

غفلت میں روگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے،

افمن هذا الحديث تعجبون ٥ وتضحكون ولا تبكون ٥ وانتم سامدون [2]

تو کیا اس کلام کو اچنبھا جانتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے،

وذر الذين اتخذوا دينهم لعبا ولهوا وغرتهم الحيوة الدنيا وذكر به ان تبسل نفس بما كسبت ليس لها من دون الله ولي ولا شفيع وان تعدل كل عدل لا يؤخذ منها اولئك الذين ابسلوا بما كسبوا لهم شراب من حميم وعذاب اليم بما كانوا يكفرون [3]

چھوڑ دے ان کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے اُن کو نصیحت دے کہیں پکڑی نہ جائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جدا اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے انھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔

اور فرماتا ہے،

ونادى اصحب النار اصحب الجنة ان افيضوا علينا من الماء او مما رزقكم الله قالوا ان الله حرمهما على الكفرين [4] ٥ الذين اتخذوا دينهم لهوا ولعبا وغرتهم الحيوة الدنيا فاليوم ننسهم كما نسوا لقاء

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا وہ بھولے اُن

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱ تا ۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/۵۹ تا ۶۱

[3] " " ۶/۷۰

[4] " " ۷/۵۰

یومھم ھذا وما کانوا بایتنا یجحدون ۱؎ — کا مِلنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآنِ عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا، ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرما دیا اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو ولغو میں سے تماشے کے طور پر قرآن مجید سنایا جا رہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر وتفکر ہی کے طور پر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، مگر یہ بھی ہو جب بھی وہ گناہ وجرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیت خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین ۲؎

اور جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنا رہے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اٹھ کھڑا ہو۔

بلکہ اسی کی یہ دوہائی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر وسخت تر فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللّٰہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللّٰہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا ۳؎

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور رہا بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اس وقت اُن کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے،

۱؎ القرآن الکریم ۷/ ۵۰ و ۵۱ — ۲؎ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

۳؎ " ۴/ ۱۴۰

یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیٰمۃ۔[1]

اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع، ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحا نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اُس سے سننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اب یہاں دو نظریں ہیں، نظرِ اولٰی و نظرِ دقیق۔

نظرِ اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیتِ لہو کا رہا اس سے یہ لوگ منزہ ہیں اور بجانے والوں کی نیتِ فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔[2]

اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

اور کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کی جاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف یکساں ہے جیسے اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف، حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ ہیں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلہ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں ان سے ادا کرسکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلہ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کرسکتے بلکہ وہ مدح و ذم و ثواب و عقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایتِ اسلام

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ وقد نزل علیکم فی الکتاب الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی جائے اور سخت بری ہے اگر خونِ ناحق میں برتی جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[1] والطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبداللہ بن عمرو بن العاص وابو یعلٰی عنہ وعن ام المومنین الصدیقۃ والدارقطنی عنہا والشافعی عن عروۃ مرسلًا رضی اللہ تعالٰی عنہم واسنادہ حسن۔

شعر بمنزلہ کلام کے ہے تو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا برا مثل برے کے۔ (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابو یعلٰی نے ان سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے۔ اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور ارسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ ت)

یہ اسی سبب سے [illegible] ہیں تو ان پر فی نفسہا کوئی حکم حسن وقبح نہیں ہو سکتا بلکہ مودی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی بات ادا کی جائے تو حدیث[2] میں ان من الشعر لحکمۃ (بیشک بعض شعر ضرور حکمت ہوتے ہیں۔ ت) ارشاد ہوا ہے اور بیہودہ سرائی، ہرزہ درائی کی جائے تو الشعراء یتبعہم الغاون[3] (اور شاعروں کی پیروی اور ان کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ ت) فرمایا گیا وہاں ان اللہ یؤید حسان بروح القدس (اللہ تعالٰی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ ت) کی بشارت جانفزا[4] ہے اور دوسری طرف امرؤ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار (امرؤ القیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ ت) کی وعید جانگزا۔ رواہ[5] احمد والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے احمد و بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۶۹۲ ریاض ۲۳۰/۸ و ادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۳

[2] ادب المفرد حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من البیان سحرا الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۸/۲

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۴

[4] کنز العمال برمز حم ت عن عائشہ حدیث ۳۳۴۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶۴۲/۱۱
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۷۲/۶

تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت) بعینہٖ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لئے موضوع نہیں جسے معازف و مزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن و قبح و منع و اباحت میں اُسی آواز مؤدی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ و تذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ و تذکیر میں اور واعظ و مذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ۔۔۔ ور نبشت ست پند بر دیوار

(مرد کو چاہئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سُنے اگرچہ کلمات نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ ت)

آلہ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی نہ آوازیں تو رکاوٹوں میں ہیں جو بعینہٖ مثل گلو و حنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو ثواب و ناجائز چیزوں کا حکم پاک و جائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی و قبح ضرور ان کا فعل ہے خُذ ما صفا و دع ما کدر (جو صاف ہو لے لو اور جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ ت) پر عمل کرنے والے اس پر کیوں ماخوذ ہوں گے اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک مالک نے اُسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کریگا نہ عرف میں اسے باجا گننا مزامیر و معازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کرے گا۔

فان الامور بمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی۔[1]

کیونکہ کاموں کا اعتبار بلحاظ ان کے مقاصد کے ہے۔ اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے (ت)

معازف و مزامیر آلات لہو و طرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی و نشاط شیطانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لئے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگرچہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی و نقارۂ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان و مال بچانے کے لئے ان کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

یہ نام اس فعل حسن کو ممنوع ہ سیٹی اور پیپے کے حکم میں نہ کر دے گا، بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیتِ لہو سے یا مجمع لہو سے ہے کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہٖ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا بغیرہٖ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ممانعت منتفی۔ یہ نظر اولٰی کی تقریر ہے، اور **نظرِ دقیق فرمائیے** کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصد فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو و لعب ہے اور اس کے ذریعہ سے کمانا قرآن کا بنانا حرام اور اُسے استعمال کرنے والے اس حرام کے معین ہوئے اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے۔ شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اُسے بھی حرام فرمادیتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

جو چیز بنانا ناجائز ہو اُسے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں ان کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انہیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہٰذا خواجہ سراؤں کا خریدنا ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا اور ائمہ کرام نے اس کی علت یہی بیان فرمائی کہ آدمی کو خصی کرنا حرام ہے یہ فعل اگرچہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ان سے کام لینا ہی اس پر جرأت دلاتا ہے کہ کوئی مول لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابو جعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

لما نھی عن اخصاء بنی اٰدم کرہ بذلک اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذھم ما یحمل من تخصیصھم علی اخصائھم لان الناس اذا تحاموا اتخاذھم لم یرغب اھل الفسق فی اخصائھم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسی الذھلی قال اتی

جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کر دیا گیا پس اسی لئے خصی افراد سے خدمت لینا اور انہیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ استعمال کرنے سے لوگوں کو انہیں خصی کرنے پر ابھار اور آمادگی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جب لوگ انہیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور اوباش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم، العلاء بن عیسٰی الذہلی کے چند وسائط

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

عمر بن عبد العزیز بخصی فکرہ ان یبتاعه وقال ماکنت لاعین علی الاخصاء فکل شئ فی ترک کسبه ترک لبعض اهل المعاصی فلا ینبغی کسبه[1]

ہم تک (یعنی امام ابوجعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خصی آدمی لایا گیا تو آپ نے اس کو خریدلینا ناپسند کیا اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر مدد گاروں سے تعاون کروں۔ پھر ہر کام کہ جس کے ترک کرنے سے بعض گناہگاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نامناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخدام الخصیان لان الرغبة فی استخدامهم حث الناس علی هذا الصنیع وهو مثلة محرمة[2]

خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ ان سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس بُرے کام پر آمادہ کرنا ہے اور یہ "مُثلہ" ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکهم واستخدامهم وقال ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنه لولا استخدام الناس ایاهم لما اخصاهم الذین یخصونهم[3]

خصی لوگوں کی کمائی اور ان کا ملک (یعنی ملکیت) اور ان سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کا ان سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جو لوگ انہیں خصی کرتے ہیں وہ کبھی انہیں خصی نہ کرتے۔ (ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خصی دُنبے قربانی کئے اور خچر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے۔ شرح معانی الآثار شریف میں ہے:

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۹

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲

[3] مختصر الطحاوی " یکرہ کسب الخصیان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳

قد رأینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین وھما المرضوضان خصاھما والمفعول بہ ذٰلک قد انقطع ان یکون لہ نسل فلو کان اخصاؤھا مکروھا اذا لما ضحی بھما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

بیشک ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی یعنی وہ دو ایسے دُنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔ اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اسکی نسل ختم ہوجاتی ہے۔ اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے مکروہ جانوروں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔ (ت)

اُسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

لوکان مکروھا لکان رکوب البغال مکروھا لانہ لولا رغبۃ الناس فی البغال ورکوبھم ایاھا لما انزئت الحمیر علی الخیل۔[2]

گدھوں کا گھوڑی سے جفتی کرانا اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا، اس لئے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لاباس باخصاء البھائم وانزاء الحمیر علی الخیل وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رکب البغلۃ فلو کان ھذا الفعل حراما لما رکبھا لما فیہ من فتح بابہ۔[3]

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیونکہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (ت)

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں اُن کو دینا گناہ ہے کہ اُن کا بھیک مانگنا حرام ہے اور اُن کو دینے میں اس حرام پر مدد، اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب اخصاء البہائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۲۱
[2] " " " کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل " " ۲/ ۱۶۹
[3] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲

پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے :

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم[1]

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اُس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اُسے دینے والا گنہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے، کیونکہ حرام پر اس نے اُس کی مدد کی۔ (ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی، جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا،

فان رفع التالی ینتج رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔

اس لئے کہ رفع تالی، رفع مقدم نتیجہ دیتی ہے۔ جس طرح وضع مقدم، وضع تالی کا نتیجہ دیتی ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لیں گے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکم شرع معطل رہ جائے چھوڑنے کا یوں کہ ہر پیسا اپنے ہی استعمال ذاتی کا ذریعہ صنعت سمجھے، جب سب چھوڑ دیں گے آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے :

یایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم[2]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کرلو تمہیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہئے یہ ترا‌ن افعال میں سے جو فی نفسہٖ مذموم ہیں تلاوت کی آواز کا اس میں ودیعت رکھنا بنفسہٖ مذموم نہیں، اُن کی نیت لہو وغیرہ مقاصد ومفاسد نے اُسے ممنوع کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) کلام واقع سے ہے نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمہیں خریدنے والوں کام میں لانے والوں نے کھولا کہ ‌ڈ

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

موال ہے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، واللہ تعالٰی اعلم عن سبیل الزیغ والزلل (اللہ تعالٰی ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے بچاتا ہے۔ ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعار حمد و نعت و منقبت و جملہ عبارات و کلمات معظمہ دینیہ کہ نہ ان کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی۔ نہ انھیں کھیل تماشا بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی۔ نہ انھیں لہو و لغو بنانے کے جلسے میں شریک ہونا جائز اگرچہ اپنی لعب کی نہ ہو یہ وجہ سوم ہوئی۔ نہ ان کی خریداری استعمال سے مرتبہ ان کی تذ جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا، ع

وفینا نبی یعلم مافی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرمادیا کہ،

دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین[1]۔ اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلۃ السماع میں فرماتے ہیں،

وقد دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت الربیع بنت معوذ وعندھا جواریغنین فسمع احدٰھن تقول "وفینا نبی یعلم مافی غد" علی وجہ الغناء فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین وھذا شھادۃ بالنبوۃ فزجرھا عنھا وردھا

یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو ان کے پاس بچیاں گیت گارہی تھیں تو حضور اقدس نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ وہ بچیاں گیت کے طور پر گا رہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں" تو اس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۳

الغناء الذي هو لهو لان هذا جد محض فلا يقرن بصورة اللهو[1]

اس گانے پر انہیں ڈانٹ دیا اور اس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک تکمیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے لہٰذا جو چیز صورۃً کھیل ہو اس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی حق کہ خدا کے بتانے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اُسے صورت لہو میں شامل کیا جائے لہٰذا اس سے روک دیا۔ وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے یہ بھی نہیں سُوجھتا کہ اگر نسبت علم امورِ غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے، اور وہ بھی لڑکیاں کم عمر یعنی نابالغ نہ ہوں اور جب مرد عاقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا قصیدہ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا: ؎

ومتی تشاء یخبرک عما فی غد[2]

تو جب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتا دیں۔

اُن پر کیوں نہ انکار فرمایا حالانکہ انہوں نے تو اُن لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم اُن کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء" میں ذکر کی انکار فرمانا درکنار حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں اُن کے لئے کلمۂ خیر فرمایا اور انہیں خلعت پہنایا اور انہیں ان کی قوم ہوازن وقبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا

کما رواہ المعافی فی الجلیس والانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن اسحاق عن ابی وجزۃ یزید بن عبید السعدی۔

جیسا کہ معافی نے اس کو جلیس وانیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحٰق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔ (ت)

۱؎ احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۰
۲؎ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر تحت آیۃ ۹/ ۲۶ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۲/ ۳۴۹

وللہ الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

باب۲۔ خلاصۂ حکم دیگر

یہاں تین چیزیں ہیں: ممنوعات، مشکلات، مباحات۔

اوّل کا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اُسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی، مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرِ مو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی، اور وہ بھی اُسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی۔ یونہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ بھی اُسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا، اور وہ بھی اُس کا اُسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔

دوم بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں، اگر گراموں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو و لعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں، اور اگر ان سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال اُن قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھر دیتے ہیں کہ وہ اصل بانی فساد ہوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گراموں پلیٹ باقی رہیں ان کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہو گئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ من دون ان ینقص من اوزارھم شیئا۔[1]

جس شخص نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اُس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بیروت ۴/ ۳۵۹ و ۳۶۲ و صحیح مسلم باب من سن سنۃ حسنۃ ۲/ ۳۴۱ و سنن ابی داؤد ۲/ ۲۶۹

سوم میں تفصیل ہے اگر جلیبیوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا اُن میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں کمابیناہ فی فتاوٰنا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اُسے سننا اہلِ اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہلِ باطل سے اختلاط نہ چاہیے اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو تفرج اولے میں گزرے پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لئے ہے جیسے عالم کہ اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه. حدیث صحیح مشهور عن سبعة من الصحابة منهم الصدیق والمرتضٰی والحسین رضی اللہ تعالٰی عنهم ورواہ الترمذی[1] وابن ماجة عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه.

خوبیِ اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات ترک کرے (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے جن میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

یوں ہی اس حالت میں ہے کہ نادراً ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا،

لحدیث کل شیئ من لهو الدنیا باطل الا ثلثة رواہ الحاکم[2] عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه. هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و انّ

اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد من علم الرمی ثم ترکہ الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۵

قد خرجت العجالة فی صورۃ رسالة تناسب ان نسمیه ، الکشف شافیا حکم فونوجرافیا لیکون علما و علی عام التالیف علما وکان ذٰلك للتاسع عشر من شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن وقت السحور سنة ۱۳۲۸ الف وثلثمائة وثمان وعشرین من هجرة سید المرسلین صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلیهم وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین اٰمین و اللّٰه تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم۔

اور بیشک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرضِ وجود میں آگیا ، مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (یعنی شافی اور مکمل انکشاف فونوگراف کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سالِ تصنیف پر ایک نشان ہو ، اور اس کی تصنیف ماہِ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا سال ہجری ۱۳۲۸ھ سید المرسلین کی ہجرت مبارکہ کے مطابق محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالٰی کی بے حد و شمار رحمت و برکات ہوں آمین ۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے ، اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے ۔ (ت)

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

ختم ہوا

رسالہ

الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ

۱۲

(ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳ از انجمن محب اسلام مرسلہ مولوی صاحب صدر انجمن ۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ بالفعل اہل تشیع نے اپنی اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کلمہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل کہنا اختیار کیا ہے، پس اہلسنت کو اس کلمہ کا سننا بمنزلہ سننے تبرا کے ہے یا نہیں اور اس کے انسداد میں کوشش کرنا باعث اجر ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین محمد وخلفائہ الاربعۃ الراشدین واٰلہ وصحبہ و اھل سنتہ اجمعین۔

تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کے لئے ہیں اور صلوۃ وسلام رسولوں کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء اربعہ راشدین اور آپ کی وصحابہ اور تمام اہلسنت پر۔ (ت)

الحق یہ کلمہ مغضوبہ مبغوضہ مذکورہ سوال خالص تبرا ہے اور اس کا سُننا سُنّی کے لئے ہرگز تبرا سُننے سے کم نہیں بلکہ حقیقۃً تبرا سُننا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، تبرا کے معنے اظہار براءت وبیزاری جس پر یہ کلمہ خبیثہ نہ کنایۃً بلکہ صراحۃً دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافت راشدہ حضرات خلفاء ثلٰثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی نفی ہے اور اس نفی کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ ان کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تخت خلافت پر جلوس فرمانا فرمان واحکام جاری کرنا نظم ونسق ممالک اسلامیہ وتمام امور ملک ومال ورزم وبزم کی باگیں اپنے دست حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں اوافق مخالف یہاں تک کہ نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ اُن محبان خدا وفدایان مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا منشا یہی ہے کہ اُن کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی میں منحصر تھا جب بحکم الٰہی خلافت راشدہ اول ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولٰی علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ شقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب کو عیاذًا باللہ سخت نامرد وبزدل وتارک حق ومطیع باطل بنایا ؎

دوستی بے خرداں دشمنی ست

(بے عقل لوگوں کی دوستی اصل میں دشمنی ہے۔ ت)

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا[۱]	کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ (ت)

تو لاجرم لفظ بلافصل میں جو نفی ہے اس سے نفی لیاقت واستحقاق مراد۔ تو اس مجمل لفظ میں غصب وظلم وانکار حق واصرار باطل ومخالفت دین واختیار دنیا وغیرہ وغیرہ ہزاروں مطاعن ملعونہ جو قوم روافض اپنے اعتقاد میں رکھتی اور زبان سے بکتی ہے سب دفعۃً موجود ہیں اور لانے نفی سے اپنی براءت وبیزاری کا کھلا اظہار، پھر تبرا اور کس چیز کا نام ہے، میں اس واضح بات کے ایضاح کرنے یعنی آفتاب روشن کو چراغ دکھانے میں زیادہ تطویل محض بیکار دیکھ کر صرف اس الزامی نظیر پر قناعت کرتا ہوں اگر کوئی شخص کہے (قوم شیعہ میں بعد عبدالرزاق بن ہمام کے جس نے ۲۱۱ھ میں انتقال کیا بلافصل بہاؤ الدین آملی ہونے سے محفوظ اور بنظام تمام اسلام سے محفوظ ہے) تو کیا اُس نے ان دونوں کے بیچ میں

ف: روافض کے طور پر حضرت مولٰی علی معاذ اللہ بزدل، تارک حق، مطیع باطل ٹھہرے۔

[۱] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

جتنے شیعے گزرے مثل طوسی وحلی وکلینی وابن بابویہ وغیرہم سب کو کافر ملعون نہ کہا۔ نہیں نہیں یقیناً اس کے کلام کا صاف صاف یہی مطلب ہے جس کے سبب ہم اہل حق بھی اس لفظ پر انکار کریں گے اور اسے ناپسند رکھیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان سب پر علی الاطلاق حکم کفر ولعنت جائز نہیں۔ انصاف کیجئے کیا اگر یہ بات علانیہ برسر بازار پکاری جائے تو شیعہ کو کچھ ناگوار نہ ہوگا یا وہ اسے صریح اپنی توہین وتذلیل نہ سمجھیں گے حالانکہ اس بیچ میں جتنے شیعے گزرے کسی کی مدح وعقیدت شیعوں کے اصول مذہب میں داخل نہیں نہ معاذ اللہ قرآن وحدیث یا اقوال ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم ان لوگوں کی نیکی وخوبی پر دال، پھر حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم جن کی ثنا ومدحت وادب وعقیدت ہم اہل سنت کے اصول مذہب میں داخل[ف۱] اور ہمارے نزدیک ہزاروں آیات واحادیث حضرت رسالت واقوال ائمۂ اہلبیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے ان کی لاکھوں خوبیاں قطعیقینی بالادلّ ان کی نسبت ایسا کلمہ مغضوبہ اذان میں پکارا جانا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا، غرض یہ تو روشن وبدیہی بات ہے جس کے ایضاح کو جو کچھ کہئے اس سے واضح تر نہ ہوگا مجھے بتوفیق اللہ عزوجل یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کلمات جو روافض حال نے سنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں اُن کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔ تالہ ۲۳

(۱) ان کی حدیث وفقہ کی رُو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔

(۲) اُن کے نزدیک بھی اُس اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز وگناہ اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون قوم[ف۲] ہے جنہیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔

میں ان تینوں امور کی سندیں مذہب امامیہ کی معتبر کتابوں سے دوں گا اور اُن کی عبارتیں مع صاف ترجمہ کے نقل کروں گا وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ارادۃ سواء الطریق (اللہ تعالٰی سے توفیق ہے اسی کے لئے حمد ہے سیدھا راستہ دکھانے پر۔ ت)

ف۱: حضرات خلفائے ثلثہ کی ثنا ومدحت، ادب وعقیدت اہل سنت کے اصول مذہب میں ہے۔

ف۲: روافض کے پیشواؤں نے کہا کہ اذان میں خلیفہ رسول اللہ بلافصل وغیرہ زیادت کی موجب ایک ملعون قوم ہے۔

سند امر اوّل: شرائع الاسلام شیخ علی مطبوعہ کلکتہ مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ کے صفحہ ۴۳ پر ہے:

الاذان علی الاشہر ثمانیہ عشر فصلا التکبیر اربع والشہادة بالتوحید ثم بالرسالة ثم یقول حی علی الصلوٰة ثم علی الفلاح ثم حی علی خیر العمل والتکبیر بعدہ ثم التہلیل کل فصل مرتان[1]

اذان مشہور تر قول پر اٹھارہ کلے ہیں۔ تکبیر چار بار اور گواہی توحید، پھر رسالت کی پھر حی علی الصلوٰۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار۔

خضیدی جو شہید ثانی کہا جاتا ہے اس کی شرح مدارک میں لکھتا ہے:

ھذا مذھب الاصحاب لا اعلم فیہ مخالفا والمستند فیہ ما رواہ ابن بابویہ والشیخ عن ابی بکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لہما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوٰة حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ، والاقامة کذلک وعن اسمٰعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان والاقامة خمسة وثلٰثون حرفا

اذان کے وہی اٹھارہ کلے ہونا مذہب تمام امامیہ کا ہے جس میں میرے نزدیک کسی نے خلاف نہ کیا اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن بابویہ و شیخ نے ابوبکر حضرمی و کلیب اسدی سے روایت کی کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ان کے سامنے اذان یوں بیان فرمائی۔ اللہ اکبر ۴، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشہد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲۔ اور فرمایا اسی طرح تکبیر کہے۔ اور اسمٰعیل جعفی سے روایت ہے میں نے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اذان و تکبیر کا مجموعہ پینتیس ۳۵ کلے ہے، پھر حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک کر کے گنے: اذان اٹھارہ ۱۸

---

[1] شرائع الاسلام المقدمۃ السابعۃ فی الاذان والاقامۃ مطبعۃ الآداب فی النجف الاشرف ۱/۷۵

فعد ذٰلك بيده واحدا واحداً الاذان ثمانية عشر حرفاً والاقامة سبعة عشر حرفاً ، واشار المصنف بقوله على الاشهر الى ما رواه الشيخ بسنده الى الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله بن سنان قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الاذان فقال تقول الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله ، حی على الصلوٰة حی على الصلوٰة ، حی على الفلاح حی على الفلاح ، حی على خیر العمل حی على خیر العمل ، الله اكبر الله اكبر ، لا اله الا الله ، وروى زرارة والفضيل عن ابی عبد الله عليه السلام نحو ذٰلك وحكى الشيخ عن بعض الاصحاب تربيع التكبير فی آخر الاذان وهو شاذ مردود بما تلوناه من الاخبار آه ملخصاً۔

کلمے اور تکبیر سترہ[1] ، اور وہ جو مصنف (یعنی محقق) نے شرائع الاسلام میں ، کہا کہ مشہور تر قول پر اذان کے اٹھارہ[1] کلمے ہیں وہ اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نے بسند خود حسین بن سعید اُس نے نضر بن سوید اُس نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اذان کو پوچھا فرمایا یوں کہہ اللہ اکبر ۲ ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۲ ، اشھد انّ محمدا رسول اللہ ۲ ، حی علی الصلوٰۃ ۲ ، حی علی الفلاح ۲ ، حی علی خیر العمل ۲ ، اللہ اکبر ۲ ، لا الٰہ الا اللہ ۲ (یعنی اس حدیث میں شروع اذان صرف دو تکبیر سے ہے تو اذان کے سولہ[1] ہی کلمے رہیں گے) اور زرارہ و فضیل نے امام ممدوح سے یونہی روایت کی اور شیخ نے بعض امامیہ سے آخر اذان میں چار تکبیریں نقل کیں اور وہ شاذ مردود ہے بسبب اُن حدیثوں کے جو ہم نے ذکر کیں اھ ملخصاً۔

شہید شیعہ ابوعبداللہ بن مکی لمعہ دمشقیہ میں لکھتا ہے :

یکبر اربعا فی اول الاذان ثم التشهدات ثم حیعلات الثلث ثم التكبير ثم التهليل مثنى فهذه ثمانية عشر فصلا ، فهذه جملة الفصول

اول اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے پھر دونوں شہادتیں پھر تینوں حی علی پھر اللہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار ، یہ اٹھارہ کلمے ہیں اور کل یہی ہیں جو شرع میں منقول ہوئے

[1] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

المنقولة شرعا ولا یجوز اعتقاد شرعیة غیر هذه الفصل فی الاذان والاقامة کالتشهد بالولایة لعلی[ف۱] اھ ملخصا۔[۱]

اُن کے سوا اذان اور اقامت میں اور کسی کو مشروع جاننا جائز نہیں جیسے اشہد ان علیا ولی اللہ اھ ملخصا۔

سند امرِ دوم: اسی مدارک میں ہے:

الاذان سنة متلقاة من الشارع کسائر العبادات فیکون الزیادة فیه تشریعا محرما کما یحرم زیادة ان محمدا و اٰله خیر البریة فان ذلک وان کان من احکام الایمان الا انه لیس من فصول الاذان۔[۲]

اذان ایک سنت ہے جسے شارع (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے تعلیم فرمایا مثل اور عبادتوں کے، تو اس میں کوئی لفظ بڑھانا اپنی طرف سے نئی شریعت[ف۲] ایجاد کرنا ہے اور یہ حرام ہے جیسے ان محمدا و اٰله خیر البریه کا بڑھانا حرام ہوا کہ یہ اگرچہ احکام ایمان سے ہے مگر اذان کے کلمات سے نہیں۔

اسی میں ہے:

الاذان عبادة متلقاة من صاحب الشرع فیقتصر فی کیفیته علی المنقول والروایات المنقولة عن اھل البیت علیهم السلام خالیة عن هذا اللفظ فیکون الاتیان به تشریعا محرما۔[۳]

اذان ایک عبادت ہے کہ صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیکھی گئی تو اس کی کیفیت میں اسی قدر اقتصار کیا گیا ہے جس قدر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام سے جو روایتیں منقول ہوئیں وہ اس لفظ سے خالی ہیں تو اس کا بڑھانا نئی شریعت تراشنا ہوگا کہ حرام ہے۔

سند امرِ سوم: شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی کہ ان کے یہاں کے اکابر مجتہدین وارکان مذہب سے ہے، کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامۃ وثواب المؤذنین میں لکھتا ہے:

روی ابوبکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیه السلام انه حکی لهما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر،

ابوبکر حضرمی وکلیب اسدی حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے راوی کہ اس جناب نے ان کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر ۴

---

[۱] اللمعۃ الدمشقیۃ

[۲] و [۳] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

[ف۱] بعض مجتہدِ روافض کی تصریح کہ اذان میں اشہد ان علیا ولی اللہ یا اس کے مثل کہنا جائز ہے اور اذان میں اس کی مشروعیت کا اعتقاد باطل ہے۔

[ف۲] بعض پیشوایان کی تصریح کہ کلمات منقولۂ اذان سے کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گڑھنا ہے اور یہ حرام ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله، حي على الصلوٰة حي على الصلوٰة، حي على الفلاح حي على الفلاح، حي على خير العمل حي على خير العمل، الله اكبر الله اكبر، لا اله الا الله، وقال مصنف هذا الكتاب هذا هو الاذان الصحيح لا يزاد فيه ولا ينقص منه والمفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخباراً و زادوا في الاذان محمد و آل محمد خير البرية مرتين، وفي بعض رواياتهم بعد اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان علياً ولي الله مرتين ومنهم من روى بدل ذلك واشهد ان علياً امير المؤمنين حقاً مرتين ولا شك في ان علياً ولي الله و انه امير المؤمنين حقاً وان محمداً و آله صلوات الله عليهم خير البرية ولكن ليس ذلك في اصل الاذان وانما ذكرت ذلك ليعرف بهذه الزيادة المتهمون بالتفويض المدلسون انفسهم في جملتنا ۱؎

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشہد ان محمداً رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲۔ مصنف اس کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ اُن پر لعنت کرے کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں محمد و آل محمد خیر البریۃ دو بار بڑھایا اور انہیں کی بعض روایات میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیاً ولی اللہ دو بار آیا اور اُن کے بعض نے اس کے بدلے اشہد ان علیاً امیر المؤمنین حقاً دو بار روایت کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور بیشک محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اُن کی آل علیہم السلام تمام جہان سے بہتر ہیں مگر یہ کلمے اصل اذان میں نہیں اور میں نے اس لئے ذکر کر دیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ) میں داخل کرتے ہیں۔

دیکھو امامیہ کا شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں وہی اشارہ کلمے ہیں اور اُن پر یہ زیادتیاں مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہا لعنہم اللہ تعالیٰ

۱؎ من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان والاقامۃ ج ۱ دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران ۱/۸۹-۱۸۸

اُن پر اللہ لعنت کرے۔

تنبیہ لطیف: جس طرح بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے یہ امر پیشوایانِ شیعہ کی تصریحات سے لکھے یونہی مناسب کہ اس کلمۂ خبیثہ کا تبرا ہونا بھی انہی کے معتمدین سے ثابت کر دیا جائے مقصد کلام میں جس واضح تقریر سے ہم نے اس کا تبرا ہونا ظاہر کیا اُس سے قطع نظر کیجئے تو ایک امام شیعہ کی شہادت لیجئے کہ اس کی تقریر سے اس ناپاک کلمے کا سب صریح و دشنام قبیح ہونا ثابت۔ ان کا علامہ کتاب المختلف میں لکھتا ہے[1]:

المفاخرة لا تنفك عن السباب اذ المفاخرة انما تتم بذكر فضائل له وسلبها عن خصمه او سلب رذائل عنه واثباتها لخصمه وهذا معنى السباب۔

دو شخصوں کا آپس میں تفاخر کرنا (کہ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر کسی فضل و کمال میں ترجیح دے) باہم دشنام دہی سے خالی نہیں ہوتا کہ مفاخرت یونہی تمام ہوتی ہے کہ یہ شخص کچھ خوبیاں اپنے لئے ثابت کرے اور اپنے مقابل کو اُن سے خالی کہے یا بعض برائیوں سے اپنی تبری اور اپنے مقابل کے لئے انہیں ثابت کرے۔ اور یہی معنے دشنام دہی کے ہیں۔

نقله بعض محشي الروضة البهية شرح اللمعة الدمشقية على هامشها من كتاب الحج في تفسير السباب صفحه ۱۶۱۔

اس کو روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ کے بعض محشی نے اس کے حاشیہ پر کتاب الحج میں سباب کی تفسیر میں صفحہ ۱۶۱ پر نقل کیا ہے۔ (ت)

اب کہئے کہ خلافت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضیلت ہے یا نہیں، ضرور کہئے گا کہ اعلیٰ فضائل سے ہے، اب کہئے "خلیفۂ رسول اللہ" کہہ کر آپ نے اُسے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لئے ثابت اور "بلا فصل" کہہ کر حضرات خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے سلب کیا یا نہیں، اقرار کے سوا کیا چارہ ہے۔ اور جب یوں ہے اور آپ کا علامہ گواہی دیتا ہے کہ شرعاً یہی دشنام اسی کا نام، تو کیا محلِ انکار رہا کہ یہ مبغوض کلمہ معاذ اللہ علی الاعلان ہمارے پیشوایانِ دین کو صاف صاف دشنام دیتا ہے پھر تبرا نہ بتانا عجیب سینہ زوری ہے۔

---

[1] کتاب المختلف

ہاں اب داد انصاف طلب ہے

اگر بالفرض یہ کلمۂ ملعونہ ان کی اذانِ مذہبی میں داخل ہوتا اور ان کے یہاں روایات میں آتا تو کہہ سکتے کہ صرف اہلسنت کا دل دُکھانا مقصود نہیں بلکہ اپنی رسمِ مذہبی پر نظر ہے اب کہ یقیناً ثابت کہ کلمۂ مذکورہ خود اُن کے مذہب میں بھی نہیں، نہ صاحبِ شرع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی روایت نہ حضرات ائمۂ اطہار سے اس کی اجازت، نہ ان کے پیشواؤں کے نزدیک اذان کی یہ ترتیب وکیفیت، بلکہ خود انہیں کی معتبر کتابوں میں تصریح کہ اذان میں صرف اتنا بڑھانا بھی حرام ہے کہ اشہد ان علیاً ولی اللہ، اور یہ زیادتیں اس فرقۂ ملعونہ کی نکالی ہوئی ہیں جو باتفاقِ اہلسنت وشیعہ کافر ہیں، تو ایسی حالت میں اس کے بڑھانے کو ہرگز کسی رسمِ مذہبی کی ادا پر محمول نہیں کرسکتے بلکہ یقیناً سوا اس کے کہ اہلسنت کو آزار دینا اور اُن کا دل دُکھانا اور اُن کی توہینِ مذہبی کرنا مدِ نظر ہے اور کوئی غرض مقصود نہیں۔ سبحان اللہ! طرفہ تماشا ہے اگر یہ ناپاک لفظ اُن کی اذانِ مذہبی میں ہوتا جب بھی تاہم کوئی فریق اپنی اُس رسمِ مذہبی کا اعلان نہیں کرسکتا جس میں دوسرے فریق کی توہینِ مذہبی یا اس کے پیشوایانِ دین کی اہانت ہو، نہ کہ یہ ناپاک رسم کہ خود شیعہ کے بھی خلافِ مذہب ملعون کافروں سے سیکھ کر یہ اعلان کریں اور ہمارے پیشوایانِ دین کی جناب میں ایسے الفاظ کہہ کر جو بتصریح انہیں کے علماء کے صریح دشنام ہیں ہمارا دل دُکھائیں کیا اب ہند میں روافض کی سلطنت ہے یا گورنمنٹ ہند شیعہ ہوگئی یا اس نے ہماری توہینِ مذہبی کی پروانگی دے دی یا شیعی صاحبوں نے کوئی خفیہ طاقت پیدا کرلی جس کے باعث ارتکابِ جرم میں دہشت نہ رہی، فالی اللہ المشتکی وعلیہ البلاغ وھو المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

ادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ

ختم ہوا

زینت

کنگھی، سُرمہ، مِسّی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۸۹: از بمبئی محلہ چھتری سرنگ متصل مسجد حافظ عبدالقادر چاندے مرسلہ شیخ عبداللہ ولد حاجی اللہ رکھا محرم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان صورتوں میں کہ ذیل میں معروض ہے:

(۱) کہ دریں زماں عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ کاٹھیاواڑی اور کچھی اور بعض دیہاتِ ہند میں یہ رواج ہے کہ مرد مرجائے تو عورتیں ناک میں کچھ نہیں پہنتی اور کہتی ہیں یہ ہمارے مرد کی نشانی ہے اور جب دوسرا مرد کریں گی تب پہنیں گی، یہ عقیدہ ان کا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ناک چھیدنا اہلسنت وجماعت کے نزدیک فرض، واجب، سنّت، مستحب ہے یا کیا؟

(۴) اس نیت چھیدنے کو مارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] (جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ ت) پر عمل کرسکتے ہیں یا کیا؟ کیونکہ عورتوں کی زینت ہے۔

(۵) ناک داہنی طرف کا یا بائیں طرف کا چھیدنا یا کیا کیونکہ اکثر بلادِ ہند کی عورتیں بعض داہنی طرف کا اور بعض بائیں طرف کا ناک چھیدتی ہیں وغیرہ۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ تم اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ تجعل اللہ العبادۃ ماعترۃ وابی بکر جماعۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۷۸

الجواب

عورتوں کو نتھ یا بلاق کے لئے ناک چھیدنا جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا،

فی الدر المختار لا باس بثقب اذن البنت استحسانا ملتقط وھل یجوز فی الانف لم ارہ[1] اھ ملخص قال العلامۃ الطحطاوی قلت ان کان مما یتزین النساء بہ کما ھو فی بعض البلاد فھو فیہا کثقب القرط[2] وقال العلامۃ السندی المدنی قد نص الشافعیۃ علی جوازہ واقرھم العلامۃ ش قلت واقول ولا شک ان ثقب الاذن کان شائعا فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد اطلع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم ینکرہ ثم لم یکن الا ایلاما للزینۃ فکذا ھذا بحکم المساواۃ فثبت جوازہ بدلالۃ النص المشترک فی العلم بہا المجتہد وغیرھم کما تقرر فی مقرہ۔

درمختار میں ہے کہ لڑکی کے کان چھیدنے میں بطور استحسان کوئی مضائقہ نہیں، کیا ناک چھیدنا بھی جائز ہے، میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ لیکن علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کام عورتوں کی زیبائش میں شامل ہے جیسا کہ بعض شہروں میں رواج ہے تو پھر یہ بالیوں کے لئے کان چھیدنے کی طرح کا عمل ہے۔ اور علامہ سندی مدنی نے فرمایا شوافع نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ ان دونوں باتوں کو علامہ شامی نے نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں کچھ شک نہیں کہ کان چھیدنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں متعارف اور مشہور تھا اور حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اطلاع پائی مگر ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ دکھ پہنچانا صرف زیب و زینت کے لئے ہوگا۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کیونکہ دونوں کا حکم مساوی ہے۔ پس اس کا جائز ہونا دلالۃ نص کی بنیاد پر ثابت ہوگیا اس علم سے جس میں مجتہد وغیر مجتہد مشترک ہیں جیسا کہ یہ بات اپنے محل میں ثابت ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت ۴/۲۰۹

ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۰

اور وہ صرف ایک امر مباح ہے فرض واجب سنت اصلاً نہیں، ہاں جو مباح بہ نیت محمودہ کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے جیسے مہندی لگانی کہ عورت کو مباح ہے اور اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعاً محمود ہے، اور جبکہ یہ امر خود زیور ہی کے لئے کان چھیدنے سے کہ خاص زمانہ اقدس حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں رائج تھا اور حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے جائز و مقرر رکھا بحکم دلالت ثابت تو اس کے لئے اثر ماراٰہ المسلمون (جس کو مسلمان اچھا کہیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔ ت) کی طرف رجوع کی حاجت نہیں فان الثابت بدلالۃ النص کالثابت بالنص (کیونکہ جو دلالت نص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہے۔ ت) اور دہنے بائیں جانب میں مختار ہیں یہ کوئی امر شرعی نہیں رسم زمانہ پر مبنی ہے جس طرف چاہیں چھیدیں۔ ہاں موت شوہر پر نتھ زیب تن ایام عدت تک تو شرعاً ضرور ہے کہ نتھ زیور اور زینت ہے اور بیوہ کو کوئی گہنا کسی طرح کا سنگار جائز نہیں،

فی الدرالمختار وتحد (ای وجوبا کما فی البحر) مکلفۃ مسلمۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت بترك الزینۃ بحلی (ای بجمیع انواعہ بحر) وفی قاضی خان المعتدۃ تجتنب عن کل زینۃ اھ[1] ملتقطا۔

درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت سوگ منائے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ البحرالرائق میں ہے۔ مسلمان عورت سوگ منانے کی پابند ہے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی۔ سوگ منانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قسم کے زیورات نہ پہنے تاکہ زیبائش نہ ہونے پائے (البحرالرائق)، فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ہر قسم کی زیب و زینت سے پرہیز کرے اھ ملتقطا۔ (ت)

اور بعد ختم عدت اگر شرعاً نتھ وغیرہ پہننا ناجائز و ممنوع سمجھے گنہگار ہوگی کہ یہ معاذ اللہ شریعت مطہرہ پر افترا ہے اور اگر جائز و روا سمجھ کر ویسے ہی عادۃً نہ پہنے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار فصل الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹
ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱۴-۶۱۶

مسئلہ ۱۹۰: از شہر کہنہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کرکے بلا ضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اور ضرورت شرعی کیا کیا ہیں ؟ صرف مہندی لگانا مسنون ہے یا نہیں ؟ سوائے خضاب مذکورہ بالا اور خضاب بھی مثل مازو و بلیلہ وغیرہ کے جائز ہیں یا نہیں ؟ جواب مع حوالہ کتاب مرحمت ہو۔

الجواب

سیاہ خضاب خواہ مازو و بلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سُرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنّت مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں :

خضاب بسواد حرام ست و صحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز ۔[1] اھ ملخصاً۔

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے، صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصاً (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ۔ (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

محیط پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے :

اما الحمرۃ فھو سنۃ الرجال

رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصاً

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل نوریہ رضویہ سکھر ۴/۵۶۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دارالفکر بیروت ۵/۳۴۴

وسیما المسلمین[1] — مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔ (ت)

قاضی خاں پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذھبنا ان الصبغ بالحناء و الوسمۃ حسن[2] — ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔ (ت)

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں،

وقد حققنا مسألۃ تحریم السواد مطلقا فی فتاوٰنا بما فیہ شفاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — ہم نے اپنے فتاوٰی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۱: مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ضعفِ بصر کے سبب سے کہ طب میں علاج کے منجملہ ہر روز کئی دفعہ سر و ریش میں کنگھی کرنا بتایا ہے، اور حدیث میں ایک دفعہ سے زیادہ کنگھا کرنا یا ایک دن کے بعد کرنا آیا ہے اس روایت کی بابت سوال ہے آیا معمول بہ ہے یا نہیں، یہ روایت کہاں ہے، بصورتِ اول میں بضرورتِ علاج اجازت ہے یا نہیں، از منظر زینت و کبر جو بکراہت و تضییع وقت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الترجل الاغبا[3] — رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ناغہ کرکے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الخنثٰی مسائل شتّٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۴۸۲
[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۶

نیز ابوداؤد و نسائی کی حدیث میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یمتشط احدنا کل یوم۔[1]

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص روز کنگھی کرے۔

مقصود احادیث ترفہ و تنعم کی کثرت اور تزئین و تحسین بدن میں انہماک سے نہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو زنانہ طور پر سنگار اور کنگھی چوٹی میں مشغول نہ چاہئے۔ مرقاۃ میں امام ولی الدین عراقی سے ہے:

ھو نھی تنزیہ لا تحریم والمعنی فیہ انہ من باب الترفہ والتنعم فیجتنب۔[2]

یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، اور اس کا معنٰی یہ ہے یہ آسودگی اور خوشحالی کے باب سے ہے لہذا اس کام سے پرہیز کرے۔ (ت)

اور جہاں یہ حیثیت ذمیمہ نہ ہو بلکہ بہ نیت صالحہ مثل علاج وغیرہ دن میں کئی بار کنگھی کرے کوئی حرج و کراہت نہیں۔ امام مالک موطا میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

ان لی جمۃ افارجلھا۔

میرے بال شانوں تک ہیں کیا میں انھیں کنگھی کروں؟

فرمایا: نعم واکرمھا۔ ہاں اور ان کی عزت کر۔

قال فکان ابوقتادۃ ربما دھنھا فی الیوم مرتین لما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3]

یعنی ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر دن میں دو بار بالوں میں تیل ڈالتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہاں اور ان کی عزت کر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی وغیرہ پر مرد کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی البول فی المستحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۲۶

[3] موطا امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۱، ۷۲۲

بلا کسی وجہ کے وسمہ کرنا یا کسی رنگ سے رنگنا جائز ہے یا گناہ؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر ایک گھاس مشابہ برگِ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سُرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے، مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

مر علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمر اٰخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال هذا احسن من هذا ثم مر اٰخر قد خضب بالصفرۃ فقال هذا احسن من هذا کله[1]۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کیے گزرے، فرمایا: یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا، فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے۔ پھر تیسرے زرد خضاب کیے گزرے، فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر[2]۔

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اہلِ اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم و ضیاء اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۴

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۴/ ۵۲۶

کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۲۸

فرماتے ہیں :

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ۔[1]

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیٰمۃ۔[2]

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی و طحطاوی و شامی فرماتے ہیں :

ھذا فی حق غیر الغزاۃ و لایحرم فی حقھم للارھاب۔[3]

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کرسکتے ہیں۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب می کرد بحنا و کتم کہ نام گیا ہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است۔[4]

طریقِ صحت تک یہ روایت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (ت)

اس مسئلے کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل ۱/۲۷۳

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱

[3] رد المحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶۰

مسئلہ ۱۹۲ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو زیبائش وآرائش کے لئے مسی سیاہ لگانا یا دانتوں کے گر جانے کے خوف سے سیاہ مسی لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مسی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاج دنداں یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے مطلقاً جائز بلکہ مستحب ہے، صرف حالتِ روزہ میں لگانا منع ہے۔

فی الدر المختار کرہ مضغ علك ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر وقیل یباح ویستحب للنساء لانہ سواکھن[1] اھ۔ وفی ردالمحتار قیدہ بذلك لان الاسود وغیر الممضوغ وغیر الملتئم یصل منہ شیئ الی الجوف[2] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے سفید گوند کہ جس کے باہم اجزاء ملے ہوئے ہوں اور جو چبائی ہوئی ہو مگر مزید چبائے جانے کے قابل ہو تو اس کے استعمال یعنی چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غیر روزہ دار کے لئے اس کا استعمال بلا عذر مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے خلوت میں اس کا چبانا مکروہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح ہے اور مستورات کے لئے اس کا استعمال مستحب ہے اس لئے کہ یہ ان کی مسواک ہے، فتح القدیر۔ فتاوٰی شامی میں ہے کہ مصنف نے اس کو چند شرائط کے ساتھ مشروط یا مقید کیا (اسود، غیر ممضوغ (چبایا ہوا نہ ہو)، غیر ملتئم (اجزاء باہم پیوستہ نہ ہوں)) اس لئے کہ غیر موصوف کے ہونے کی صورت میں اس کا کچھ حصہ پیٹ میں چلا جاتا ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۳ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۳ رجب ۱۳۲۱ھ

عورت یا مرد کو سر میں کھلی ڈالنا پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا۔

الجواب

جائز ہے مگر اس کا خیال رہے کہ سر میں بدبو پیدا ہو دھوتا رہے، اگر بدبو آنے لگے گی نماز مکروہ ہوگی، اور مرد کو مسجد میں جانے جماعت میں شریک ہونے سے محروم ہونا پڑے گا اور یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۲

مسئلہ ۱۹۵ و ۱۹۶: مستفسرہ ذکاء اللہ خاں رضوی روز سہ شنبہ بتاریخ ۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) زید کا قول ہے کہ خضاب مہندی میں ملا کر لگانا جائز ہے۔

(۲) زید کا قول ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ وقت جہاد داڑھی کتروانا چاہئے۔

الجواب

(۱) مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے قیامت کے دن اُن کے منہ کالے کئے جائیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اختضب بالسواد سوّد اللہ وجہہ یوم القیامۃ۔[1] جو سیاہ خضاب کرے قیامت میں اللہ تعالٰی اس کا منہ سیاہ کرے گا۔

ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سُرخ ہی رہے مگر اس میں ذرا پختگی آجائے یہ جائز ہے وھو المراد بالماثور وبما ھو فی الخانیۃ وغیرھا مذکور (حدیث سے منقول اور خانیہ وغیرہ میں مذکور سے یہی مراد ہے۔ ت)

(۲) زید محض جھوٹا ہے، قرآن مجید پر افترا کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۷: مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام مسجد چھوٹی بریلی ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

رات کے وقت آئینہ دیکھنا منع ہے یا نہیں خصوصًا عورتوں کو کہ اپنے خاوند کے لئے بناؤ سنگار کرتے وقت آئینہ دیکھنے کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

الجواب

رات کو آئینہ دیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں، بعض عوام کا خیال ہے کہ اُس سے منہ پر جھائیاں پڑتی ہیں اور اس کا بھی کوئی ثبوت نہ شرعًا ہے نہ طبًّا نہ تجربۃً، اور عورت کہ اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثواب عظیم کی مستحق ہے، ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بناء پر منع نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۱۹۸: مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت سہ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

مردوں کے لئے مہندی کا استعمال شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس قدر عضو بدن میں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے اور سر اور داڑھی میں مستحب۔

---

[1] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب فی الشیب والخضاب دارالکتاب بیروت ۵/ ۱۶۳
کنز العمال برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

مسئلہ ۱۹۹: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم صاحب میرٹھی ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعت بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث "خضاب لگانے والا جنت کی بو نہ سونگھے گا" کس خضاب سے متعلق ہے؟ نیل و مہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں ہوتے وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طرق کے تبدل و تغیر کے باعث بالکل سیاہ ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی یا اور بعض کیفیات میں کیا خضاب اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثناء رہے گا؟ اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

الجواب

سیاہ خضاب حرام ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیروا هذا الشیب واجتنبوا السواد[1] رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی حدیث اٰخر من خضب بالسواد سود اللہ وجهه یوم القیمۃ رواہ الطبرانی[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کر دو لیکن سیاہی سے بچو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ اس کو امام طبرانی سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے:

یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحۃ الجنۃ[3] رواہ ابوداؤد والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۹

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۳

سنن النسائی باب النہی من الخضاب بالسواد نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۷۷

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک تیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرضِ غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے، اور حدیث صحیح کا ارشاد ہے:

لا تقربوا السواد، رواہ الامام احمد[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سیاہی کے پاس نہ جاؤ (اس کو امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور حدیث ابوداؤد و نسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں۔ خالص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی، جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملا دی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہو جاتا ہے، یہ حسن ہے، نہ یہ کہ اتنا نیل ملا دیا جائے کہ سیاہ کر دے، یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہو گئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو اجتنبوا (سیاہی سے بچو۔ ت) فرمایا، لایجدون رائحۃ الجنۃ (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔ ت) فرمایا، جس پر یسود اللہ وجہہ (اللہ تعالٰی ان کے چہرے سیاہ کر دے گا۔ ت) آیا، شراب کو غلط نمک سے سرکہ ہو جائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک چاٹ کر اوپر سے شراب چڑھا لے، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثناء ہے جیسے ان کو ریشم کا بانا، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہے، اور زوجہ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم و فتوٰی جہل و خرقِ اجماع ہے۔ امام محمود علیہ الرحمۃ فتاوٰی ذخیرہ میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد للغزو لیکون اھیب فی عین العدو محمود بالاتفاق وان فعل ذٰلک لیزین نفسہ للنساء فمکروہ وعلیہ عامۃ المشائخ[2]

جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہو جائے اور یہ بالاتفاق اچھا ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لئے زیب و زینت دے تو یہ مکروہ ہے، اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالۃ الذخیرۃ کتاب الکراہیۃ الباب العشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۹

عقود الدریہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر[1] (اس پر عمل کرنا جس پر اکثر ہیں۔ت)

قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان عورتوں پر لعنت کرے جو خال گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نچوانے والی ہیں، اور خوبصورتی کے پیش نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں، اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔ (ت)

شاہد عدل ہے، عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب اسے یہ امور تغییر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجہ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی لا تبدیل لخلق اللہ[3] وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[4]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمائی (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔ (ت)

نیز حدیث صحیح:

المتشبع بما لم یعط کلابس

ایسی چیز سے سیری دکھانے والا جو اس کو

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصلۃ و باب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹-۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم فعل الواصلۃ " " " ۲/ ۲۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۰

[4] " " ۴/ ۱۱۹

ثوبی زور۔ رواہ الشیخان[1] عن اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رکھی نہیں اس طرح ہے جیسے جھوٹ اور فریب کا لباس پہننے والا۔ بخاری اور مسلم نے اس کو سیدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اُس پر وعید کو لبس سے ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی لئے ہوگا کہ عورت پر اظہار جوانی کرے، جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے "اس سے بدتر اور کیا درکار ہے بخلاف جہاد حدیث متواتر میں ہے: الحرب خدعۃ[2] (جنگ دھوکا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب المتشبع بما لم ینل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۸۵
صحیح مسلم کتاب اللباس باب النہی عن التزویر فی اللباس " " " " ۲/۲۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الحرب خدعۃ " " " ۱/۴۲۵
صحیح مسلم " باب جواز الخداع فی الحرب " " " ۲/۸۳

رسالہ

حك العيب فى حرمة تسويد الشيب

۱۳۰۲

(سفید بالوں کو کالا کرنے کی حُرمت کے بارے میں عیب کو مٹانا)

مسئلہ از شہر کہنہ مرسلہ محمد شفیع علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہوجائیں جائز ہے یا نہیں اور نیل میں حنا ملاکر لگانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب: وسمہ نیل حنا ملاکر لگانا جائز ہے بلاکراہت۔

فی الدرالمختار ملخصا یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح، ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوٰی[1]، وفی ردالمحتار و ورد ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

درمختار میں مختصر طور پر مذکور ہے کہ مرد کے لئے اپنے بالوں اور داڑھی کو خضاب کرنا (یعنی رنگین کرنا) اگرچہ صحیح قول کے مطابق جہاد کے بغیر مستحب ہے البتہ سیاہ کرنا مکروہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے، مجمع الفتاوٰی اور فتاوٰی شامی میں ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

خضب بالحناء والکتم[4] ۔ واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔
رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا (یعنی ان سے بالوں کو رنگدار بنایا) اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

محمد یعقوب علی خاں

الجواب

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالتِ جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ ناطق۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت)

حدیث اول: احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد[2]۔
اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیروا الشیب ولا تقربوا السواد[3]۔
پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

حدیث سوم: امام احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم بافادہ تصحیح اور ضیاء مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ[4]۔
آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۱
[2] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۹
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۴۷
[4] " " " " " عن عبداللہ ابن عباس " " " ۱/۲۷۳

ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

حدیث چہارم: ابن سعد عامر رحمہ اللہ تعالٰی سے مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لاینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیمۃ۔[1]

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

حدیث پنجم: ابن عدی کامل میں اور دیلمی مسند الفردوس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی یبغض الشیخ الغربیب۔[2]

بیشک اللہ تعالٰی دشمن رکھتا ہے بوڑھے کوّے کو۔

تعلیقات علامہ حفنی میں ہے:

الغربیب ای الذی یسود شیبہ۔[3]

الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپے (کے روپ) کو بدل ڈالے۔ (ت)

عزیزی میں ہے:

الغربیب الذی لایشیب او الذی یسود شیبہ بالخضاب۔[4]

الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپا نہ دکھائی دے یا وہ جو اپنے بڑھاپے (کی علامت) یعنی سفید بالوں کو خضاب سے سیاہ کردے۔

حدیث ششم: طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔[5]

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۳۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱

[2] الفردوس بماثور الخطاب عن ابی ہریرہ حدیث ۵۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۳

[3] تعلیقات علامہ حفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الخ مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ ۱/۳۴۹

[4] السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الشیخ الغریب " " " ۱/۳۴۹

[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب الصفرۃ خضاب المؤمن الخ دارالفکر بیروت ۳/۵۲۶

حدیث ہفتم: عقیلی و ابن حبان و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیب نور من خلع الشیب فقد خلع نور الاسلام[1]

سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کا نور زائل کیا۔

علامہ محمد حفنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

خلع الشیب ای ازالہ وسترہ بان خضبہ بالسواد فی غیر جہاد[2]

خلع الشیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بڑھاپے کو زائل کیا اور اسے بغیر جہاد کے سیاہ خضاب لگا کر چھپایا۔ (ت)

علامہ مناوی پھر علامہ عزیزی اس حدیث پر تفریع کرتے ہیں:

فنتفہ مکروہ وصبغہ بالسواد لغیر الجہاد حرام[3]

یعنی پس سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب غیر جہاد میں حرام۔ (ت)

حدیث ہشتم: حاکم کتاب الکنٰی والالقاب میں بسند حسن ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا مالم یغیرھا[4]

جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہوگی جب تک اُسے بدل نہ ڈالے (ت)

حدیث نہم: دیلمی و ابن النجار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول من خضب بالحناء والکتم ابراھیم و اول من اختضب بالسواد فرعون[5]

سب میں پہلے حنا و کتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۹۲۳ الولید بن موسٰی الدمشقی دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۲۶/۲

[2] تعلیقات الحفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث الشیب نور من خلع الخ المطبعۃ الازہریۃ مصر ۳۵۲/۲

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۵۲/۲

[4] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی حدیث ۱۷۳۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶۸۱/۶

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۹-۳/۱

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

فلذلک کان الاول مندوبا والثانی محرما الا للجہاد[1]

یعنی اسی لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام ۔

حدیث دہم : طبرانی معجم کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنۃ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیمۃ[2]

جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا ۔

حدیث یازدہم : نیز معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مثل بالشعر فلیس لہ عند اللہ خلاق[3]

جو بالوں کی ہیات بگاڑے اللہ کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں ۔

علماء فرماتے ہیں ہیات بگاڑنا کہ داڑھی مونڈے یا سیاہ خضاب کرے ۔ تیسیر میں ہے :

ای صیرہ مثلۃ بالضم بان نتفہ وحلقہ من الخدود او غیرہ بالسواد[4]

یعنی بالوں کا مُثلہ کرے ، لفظ مثلہ حرف میم کی پیش کے ساتھ ہے (مفہوم یہ ہے کہ بالوں کی شکل و رنگت کو بدل ڈالے) بالوں کی ہیئت بگاڑنا یہ ہے کہ سفید بال اکھاڑے جائیں یا انھیں رخساروں سے مونڈ دیا جائے یا انھیں سفید رہنے دے اور سیاہ کر ڈالے ۔ (ت)

حدیث دوازدہم تا پانزدہم : ابویعلی مسند اور طبرانی معجم کبیر میں واثلہ بن اسقع اور بیہقی شعب الایمان میں انس بن مالک وعبداللہ بن عباس اور ابن عدی کامل میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شر کہولکم من تشبہ

تمہارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اول من خضب بالحناء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۹۲

[2] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب ماجاء فی الشیب والخضاب الخ دارالکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۶۳

کنز العمال بحوالہ طبرانی کبیر حدیث ۱۷۳۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۴۱

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من مثل بالشعر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۴۴۳

بشبابکم[1]

جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منھی عنہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر شبابکم من تشبہ بشیوخکم و شر شیوخکم من تشبہ بشبابکم[2]

بالوں کو سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے بہترین جوان وہ ہیں جو بوڑھوں جیسی شکل و صورت بنائیں اور تمہارے بدترین بوڑھے وہ ہیں جو تمہارے جوانوں کی سی شکل وصورت اختیار کریں۔ (ت)

حدیث شانزدہم: ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخضاب بالسواد[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ محیط میں ہے:

الخضاب بالسواد قال عامۃ المشائخ انہ مکروہ[4]

عام مشائخ نے فرمایا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ (ت)

ذخیرہ میں ہے:

علیہ عامۃ المشائخ[5]

اسی پر عام مشائخ ہیں (ت)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۰۲ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۸۳
مسند ابویعلی ترجمہ واثلہ بن الاسقع مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۴۶۹
شعب الایمان حدیث ۶۸۰۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۸
الکامل لابن عدی ترجمہ الحسن بن ابی جعفر دارالفکر بیروت ۲/۶۲۱

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر خصال الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰۳

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

[4] ردالمحتار بحوالہ المحیط مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

[5] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۱

درمختار میں ہے:

یکرہ بالسواد وقیل لا[1]۔ — سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ مکروہ نہیں ہے۔(ت)

ان تینوں عبارتوں کا یہی حاصل کہ عامۂ مشائخ کرام وجمہور ائمۂ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے، علماء جب کراہت بولتے ہیں اس سے کراہت تحریم مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گنہگار و مستحق عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ علامہ سید حموی پھر علامہ سید طحطاوی پھر علامہ سید شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب[2]۔ — یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے غازیوں کے لئے حرام نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

پیری نورانی ست وتغییر نور الٰہی بظلمت مکروہ ووعید درباب خضاب سیاہ شدید آمدہ[3] اھ ملخصاً۔ — بالوں کی سفیدی اللہ تعالٰی کا نور ہے اور خدا تعالٰی کے نور کو سیاہی سے بدل دینا شرعاً مکروہ ہے اور سیاہ خضاب کے استعمال کرنے والوں کیلئے سخت وعید ہے اھ ملخصاً۔(ت)

اسی میں ہے:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز[4] اھ ملخصاً۔ — سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے، صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی زرد بھی اھ ملخصاً(ت)

بالجملہ یہی قول مختار ومنصور ومذہب جمہور ثابت بارشاد حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور شک نہیں کہ احادیث وروایات میں مطلقاً سیاہ رنگ سے ممانعت فرمائی تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نرا نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل، غرض کچھ ہو سب ناجائز و حرام اور ان وعیدوں میں داخل ہے، حدیث وفقہ میں اگر صرف نیل خالص کی ممانعت اور باقی سیاہ خضابوں کی اجازت ہوتی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲
[2] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲
[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۷۰
[4] " " " " " " " " " ۳/۵۶۹

تو بیشک مہندی کی آمیزش کام دیتی اب کہ مطلقاً سیاہ رنگ کو حرام فرمایا تو جب تک اس قدر مہندی تُخم جو نیل پر غالب آجائے اور اس کی سیاہی کو دُور کرنے کیا کام دے سکتی ہے کہ وجہ حرمت یعنی بالوں کی ظلمت اب بھی باقی ا ور وہ جو حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حنا و کتم سے خضاب فرماتے ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سُرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی، سُرخ رنگ کا قاعدہ ہے جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے ایک شان سیاہی کی دیتا ہے ایسا خضاب بلاشبہ جائز بلکہ محمود جس کی تعریف صحیح حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول رواہ احمد والاربعۃ و ابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] (امام احمد اور دیگر چار محدثین اور ابن حبان نے اس کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت) شیخ محقق قدس سرہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحنا و کتم کہ نام گیا ہے ست لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی ست[2]

صحیح طور پر بات ہم تک پہنچی کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور کتم (وسمہ) سے خضاب استعمال کیا، کتم ایک گھاس کا نام ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے۔ (ت)

اسی کے قریب علامہ قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قول راجح و تفسیر جمہور پر کتم نیل کا نام بھی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سُرخی رکھتی ہے شکل میں برگ زیتون سے مشابہ ہوتی ہے جسے لوگ حنا یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲
جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی الخضاب امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۹
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالحناء والکتم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۷۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۴
موارد الظمآن کتاب اللباس باب تغییر الشیب المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۵۵

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۰

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

الکتم بفتح الکاف والمثناۃ الفوقیۃ نبت یشبہ ورق الزیتون یخلط بالوسمۃ ویختضب بہ۔[1]

کَتَم چھوٹے کاف اور تاء کی زبر کے ساتھ بننے والا یہ لفظ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زیتون کے پتوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء او الوسمۃ فیختضب بہ۔[2]

کتم کے پہلے دو حروف پر زبر استعمال ہوتی ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی رنگت سرخ ہوتی ہے اس کو مہندی یا وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

ابھی شرح مشکوٰۃ سے گزرا کہ رنگ آں سیاہ نیست[3] الخ (اس کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا۔ ت)

اقول بلکہ فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا وکتم کے خضاب کا رنگ سرخ ہوتا تھا، صحیح بخاری ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی،

قال دخلت علی ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاخرجت شعرا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخضوبا (زاد الاخیران) بالحناء والکتم۔[4]

یعنی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو اُن کے پاس تبرکات شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

انھیں عثمان بن عبداللہ سے انھیں موئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی،

ان ام سلمۃ ارتہ شعر النبی صلی اللہ

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انھیں نبی صلی اللہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان احسن ما غیرتم بہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹
[2] " " " حدیث اول من خضب بالحناء والکتم الخ " " " ۱/ ۳۹۲
[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۰
[4] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

تعالٰی علیہ وسلم احمر[1] — تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

ثابت ہوا کہ حنا وکتم نے سرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کی دوسری روایت یُوں ہے:

شعرًا احمر مخضوبا بالحناء والکتم[2] — یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حنا وکتم کا خضاب تھا۔

تو واضح ہوا کہ کتم اگرچہ کسی شئی کا نام ہو مگر روایت مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس شئے پر نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقًا جائز سمجھ لینا محض غلط ہے۔ افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور اُن کا مطلب اصلًا نہ سمجھا اول تو وسمہ نیل ہی کو نہیں کہتے بلکہ ایک اور پتی ہے کہ حنا میں مل کر اس کی سُرخی تیز کردیتی ہے ورنہ خالص حنا کی سرخی گہری نہیں ہوتی۔ قاموس و تاج العروس میں ہے:

الوسمۃ ورق النیل او نبات اٰخر یختضب بورقہ[3] — وسمہ گیاس نما پتوں والی نباتات سے اس کے پتے خضاب کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں الخ۔

مغرب میں اسی معنٰی پر جزم کیا اور وسمہ بمعنی نیل کو قول ضعیف کہا،

حیث قال الوسمۃ شجرۃ ورقہا خضاب وقیل یجفف ویطحن ثم یخلط بالحناء فیقنأ لونہ والا کان اخضر[4] — وسمہ کو نیل کہنا ضعیف قول ہے معتمد یہ ہے کہ عرب کی زبان میں وسمہ ایک درخت کا نام ہے جس کی پتی سکھا کر پیس کر مہندی میں ملاتے ہیں جس سے اس کی سُرخی خوب شوخ ہوجاتی ہے ورنہ پھیکی زردی مائل ہوتی ہے انتہی۔

یوں تو بحمد اللہ روایات میں نیل والوں کے لئے اصلًا پتا نہیں اور اگر قاموس کی طرح دونوں معنٰی مساوی رکھے جائیں جب بھی نیل والوں کا استدلال باطل کہ قطعًا محتمل کہ وہ پتی مراد ہو جو حنا کی سرخی تیز کرتی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عثمان بن عبد اللہ دار الفکر بیروت ۶/۲۹۶

[3] تاج العروس فصل الواو من باب المیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۹۳

[4] المغرب

ہے اور بالفرض ان کی خاطر یہاں بھی لیجئے کہ وسمہ سے نیل مراد تو حاشا وہ روایتیں یہ نہیں کہتیں کہ پہلے مہندی کا خضاب کیجئے جس سے بال خوب وصاف ہو جائیں اس پر وسمہ چڑھائیے کہ ظلمتیں اپنا پورا عمل دکھائیں نہ یہ کہ برائے نام نیل میں کچھ پتیاں مہندی کی ڈال کر خلط کا حیلہ کیجئے اور روسیاہی کا کامل لطف حاصل کیجئے بلکہ یہ مقصود کہ وسمہ میں اتنی حنا ملے کہ اس پر غالب آکر رنگ میں سیاہی نہ آنے دے بلکہ یہ مراد کہ اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کرلی جائیں جس سے اس کی سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے اس کی نظیر بعینہٖ یہ ہے کہ شراب میں نمک ملانے کو علماء نے باعث تخلیل وتحلیل فرمایا ہے کہ جب سرکہ ہو گئی حقیقت بدل گئی حلت آگئی کہ اب وہ شراب ہی نہ رہی۔ ان روایات کو دیکھ کر کوئی صاحب پہلے نمک کھاکر اوپر سے شراب پی لیں یا گھڑے بھر شراب میں ایک کنکری نمک ڈال کر چڑھا جائیں کہ ہم تو نمک ملاکر پیتے ہیں، مقصود یہ تھا کہ نمک اس کا جوش بٹھادے ترش کرکے سرکہ بنادے ایسے حیلے شرع مطہر میں کیا کام دے سکتے ہیں، الحاصل مدار کار رنگ پر ہے، بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا، یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

رسالہ

حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب

ختم ہوا

کسبِ حصولِ مال

خرید و فروخت، اُجرت، رشوت، سُود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب وغیرہ اور ذرائع آمدنی، حلال و حرام و مشتبہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰ از پنجاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈیوں اور ڈومنیوں کے یہاں مزدوری کرکے کمانا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں جائز تو نصاریٰ کی نوکری کیوں جائز ہے؟ اور اگر نہیں جائز تو لوگ اس روپیہ سے مساجد و مدارس میں چندہ کیوں دیتے ہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز۔ اس امر میں رنڈیاں اور غیر رنڈیاں نصاریٰ و ہنود وغیرہم سب برابر ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگر ان کے یہاں کسی فعل جائز پر مزدوری کی تو آیا زرِ اجرت اُن کے مال سے لینا روا[1] اور وہ اکل حلال ہوگا یا نہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ رنڈیوں کو جو مال گانے ناچنے یا معاذاللہ زنا کی اُجرت میں ملتا ہے اُن کے لئے حرام ہے وہ ہرگز اس کی مالک نہیں ہوتیں وہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے، نہ انھیں خود اس کا اپنے صرف میں لانا جائز نہ دوسرے کو، وہ مال بعینہٖ اپنے قرض خواہ کسی چیز کی قیمت خواہ مزدوری کی اجرت میں خواہ ویسے ہی بلامعاوضہ بطور ہدیہ خواہ صدقہ خواہ کسی طرح لینا روا ہو سکے بلکہ فرض ہے کہ جن جن سے لیا ہے انھیں کو پھیر دیں،

---

[1] فتاویٰ ہندیہ بحث کراہیۃ میں بحوالہ محیط امام محمد ذ کراهیۃ الهندیۃ عن المحیط عن محمد

رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی به دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] اھ۔ وفی حظر رد المحتار عن السغناقی عن بعض المشائخ کسب المغنیۃ کالمغصوب لم یحل اخذہ[2] اھ۔

سے مروی ہے کہ گانے والی عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرض خواہ کو اس کا لینا جائز نہیں اھ۔ ردالمحتار بحث ممنوعات میں امام سغناقی نے بعض مشائخ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ گویا مغنیہ کی کمائی غصب شدہ چیز کی طرح ہے لہذا اس کا لینا جائز نہیں اھ (ت)

اسی طرح اُن کے آشنا جو مال بطور تحفہ و ہدیہ ان کے راضی رکھنے یا ان کا دل اپنی طرف مائل کرنے کو دے آتے ہیں اگرچہ اُس وقت خالی ملاقات کو جائیں اور زنا یا غنا کچھ مقصود نہ رکھیں اُس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ رشوت ہے اور رنڈیاں اس کی مالک نہیں ہوجاتیں اس کا واپس دینا بھی واجب ہے،

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار آثرا عن القنیۃ مقرا علیہ ما یبعثہ المتعاشقان رشوۃ یجب ردہا ولا تملک[3] اھ۔

حاشیہ طحطاوی بر درمختار میں علامہ طحطاوی نے مصنف قنیہ کے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس سے نقل کیا ہے کہ عاشق معشوق کو جو کچھ بطور رشوت دے اور اسکے حوالے کرے تو اسکا واپس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ معشوق اسکی مالک نہیں اھ (ت)

اگر لینے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ مال بعینہٖ وہی ہے انھوں نے گانے، ناچنے، زنا کی اُجرت یا آشناؤں سے تحفہ ہدیہ رشوت میں پایا ہے تو اسے لینا ہرگز روا نہیں، اور وہ مال جو اُنھیں محافلِ ناچ مجلے میں انعام بلا شرط یعنی اُجرت مقررہ سے زیادہ ملتا ہے اُن کے حق میں حکم ہبہ کا رکھتا ہے کہ وہ عقد اجارہ باطلہ جو ان افعال محرمہ پر ہوا یہ مال اس کے تحت میں داخل نہیں بلکہ بہت لوگ بطور خوشنودی کچھ اپنی ناموری کے خیال سے بعض جاہل یہ سمجھ کر کہ ایسے مقامات پر انعام دینا شان ریاست ہے دیا کرتے ہیں تو وہ اس مال کی مالک ہوگئیں، اسی طرح ڈومنیوں کو جو بیل ملتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۸

فی الخانیۃ الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح لہ ذلک وان کان یاخذہ علی شرط رد المال علی صاحبہ ان کان یعرفہ وان لم یعرفہ یتصدق بہ۔[1]

قلت والمسئلۃ منقولۃ عن محرر المذہب اثرھا فی الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد وعنھا نقل فی رد المحتار قال ومثلہ فی المواھب۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اور اس کو بغیر کسی شرط کے کچھ دیا گیا تو فقہائے کرام نے اس کو مباح قرار دیا ہے لیکن اگر اسے پہچانتا نہیں تو پھر اسے خیرات کرے۔(ت) میں کہتا ہوں یہ مسئلہ صاحب مذہب سے یعنی مذہب قلم بند کرنے والے سے منقول ہے جس کو فتاوٰی عالمگیری میں "المنتقٰی" کے حوالے سے ابراہیم نے امام محمد سے نقل کیا ہے اور اسی سے فتاوٰی شامی میں نقل کیا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ المواہب میں اسی کی مثل مذکور ہے۔(ت)

اقول مگر اسی قدر فرق ضرور ہے کہ اگر دینے والے نے یہ مال حسب دستور فی الواقع انعام یا بیل کے طور پر دیا تو ہبہ ٹھہرے گا اور اگر اصل مقصود آشنائی رکھنا اور اپنی طرف کھینچنا ہے تو بیشک رشوت قرار پائے گا اور اسی حکم مغصوب میں داخل ہو جائے گا،

فانما الامور بمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی۔[2]

کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے، اور اعمال کا مدار ارادوں پر ہے لہذا ہر آدمی کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے ارادہ کیا ہے۔(ت)

اور یہ فرق ملاحظہ قرائن سے معلوم ہو سکتا ہے اسی لئے مسموع ہوا ہے کہ رنڈی ذومنی سے معاذ اللہ جس شخص کو آشنائی ہوتی ہے وہ بلاوجہ بھی حسب مقدرت انعام کثیر اور جلد جلد بیل دیتا ہے، یونہی بعض دیہات کی رسم سنی گئی ہے کہ نیوتے والے جو بیل رنڈی کو دیتے ہیں صاحب خانہ کا قرض سمجھ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس اجرت مقررہ پر مجرا لیتا ہے تو یہ بیل درحقیقت بیل نہیں بلکہ وہی اجرت ہے اور مغصوب میں داخل لان المعھود عرفا کالمشروط لفظا (اس لئے کہ معہود رواج میں مذکور کی طرح ہے۔ت) غرض ان صورتوں سے پاک ہو تو بیشک انعام اور بیل کا روپیہ اُن کی ملک خاص ہے اور انھیں خود اس سے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۹
[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

انتفاع اور دوسرے کو اس میں سے دینا جائز ہے، اس لینے والے کو اگر معلوم ہو کہ مثلاً زرِ اجرت جو اُس نے دیا خاص اسی مالِ حلال سے تھا اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر رنڈی کسی سے قرض لے کر اس کی اُجرت دے تو بھی لینا جائز، اب چاہے وُہ اپنا قرض کسی مال سے ادا کرتی رہے،

فی الخلاصۃ والحیلۃ فی مثل ھذا المسائل ان یشتری شیئا ثم ینقد ثمنہ من ای مال احب وقال ابویوسف سألت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الحیلۃ فی مثل ھذا فاجابنی بما ذکرناہ[1] اھ قلت وسیأتی سند اٰخر۔

خلاصہ میں ہے کہ اس نوع کے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ وہ شخص کسی سے قرض لے پھر جس مال سے بھی چاہے وہ مقروضہ رقم ادا کرے، قاضی امام ابویوسف نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس قسم کے مسائل میں حیلہ دریافت کیا تو آپ نے مجھے وہی جواب دیا جو ہم نے بیان کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دوسری سند کا عنقریب ذکر آئے گا۔ (ت)

اور اگر رنڈی مالِ حرام بعینہٖ نہ دے بلکہ اُس مال سے کوئی شے مثلاً غلّہ کپڑا خرید کر دینا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ خریدنے میں نقد وعقد دونوں اُس مالِ حرام پر جمع ہوئے یعنی رنڈی نے اپنا حرام روپیہ بائع کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں چیز دے دے، اس نے دے دی، یا حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے عوض دے دے، اس نے دے دی، اس نے یہی زرِ حرام قیمت میں دیا اس صورت میں جو کچھ رنڈی نے خریدا وہ بھی مثل اُسی روپے کے حرام رہا۔

دوم یہ کہ نقد وعقد کا زرِ حرام پر اجتماع نہ ہو کسی رنڈی نے نہ روپیہ پہلے سے دیا نہ دکھایا بلکہ یونہی کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے اُس نے دے دی اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا، یا حلال روپیہ دکھا کر مانگی پھر دیا حرام، یا حرام دکھا کر طلب کی پھر دیا حلال کہ وجہیں اولین میں حرام پر عقد اور ثالث میں اس کا نقد نہ ہوا، اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے،

لان کثیرا من مشائخنا ذھبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیہ

اس لئے کہ ہمارے بہت سے مشائخ مطلقًا ابدال کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں اس صورت

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل الرابع المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۹

لعدم الملک۔ د 3

ہیں کہ جس میں خباثت پائی جائے ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے (ت)

پھر بھی اگر لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں،

لان جمهور ائمتنا المتاخرين افتوا بقول الامام الكرخي المفصل بالتفصيل المذكور رفقا بالمسلمين نظرا الى حال هذا الزمان الفاشي فيه الحرام بل منهم من زعم حل الابدال مطلقا فيما لايتعين بالتعين في رد المحتار عن التاترخانية والولوالجية الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للحرج لكثرة الحرام قال وعلى هذا مشى المصنف في كتاب الغصب تبعا للدرر وغيرها[1] اھ وفي فتاوى الامام فخر الدين قاضي خان اما الذي اشتراه بالثمن اذا لم يكن الشراء مضافا الى الغصب فظاهر، واما الذي اشتراه بالثمن واضاف العقد اليه فالعقد لم يقع على الثمن المشار اليه فلا يتمكن الخبث في المبيع[2] اھ۔ اقول وههنا تحقيق وازاحة وهم يعرف بالمراجعة الى رسالتنا في اكل الحلال والحرام التي انا في تاليفها

اس لئے کہ ہمارے جمہور ائمہ متاخرین نے امام کرخی کے قول پر فتوٰی دیا ہے جو ذکر کردہ تفصیل میں مفصل ہے، مسلمانوں کی آسانی کے پیش نظر اس زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حرام زیادہ ہے، بلکہ ان میں سے کچھ وہ ائمہ ہیں جو مطلقاً ابدال کے حلال ہونے کا گمان رکھتے ہیں، اس صورت میں جس میں تعیین کے ساتھ شے متعین نہ ہو، ردالمحتار میں تاتارخانیہ اور ولوالجیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں امام کرخی کے قول پر فتوٰی ہے دفع حرج کے لئے کثرت حرام کی وجہ سے، اس نے کہا کہ مصنف نے کتاب الغصب میں یہی روش اختیار کی ہے دُرر وغیرہ کا اتباع کرتے ہوئے اھ، اور فتاوٰی امام فخر الدین قاضیخان میں ہے لیکن اگر اس نے کسی چیز کو ثمن سے خریدا بشرطیکہ اس اشتراء کی اضافت غصب کی طرف نہ ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے لیکن اگر اس نے ثمن سے چیز خریدی اور عقد کی اضافت اس کی طرف کی تو پھر عقد، ثمن مشار الیہ پر واقع نہ ہوا تو مبیع میں

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

وترصیفه فی هذه الایام واذا تمت فارجوا ان تکون نافعة مبارکة ان شاء اللّٰه تعالٰی۔

خباثت پیدا نہ ہوگی اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہاں تحقیق اور ازالۂ وہم ہے جس کی پہچان ہمارے رسالے کی طرف مراجعت پر موقوف ہے جو حلال و حرام کے کھانے کے موضوع پر ہے، میں ان دنوں میں اس کی تصنیف و ترصیف (ترتیب) کر رہا ہوں پھر جب وہ مکمل ہوجائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ ان شاء اللہ تعالٰی فائدہ بخش اور بابرکت ہوگا۔ (ت)

اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو وہ مثلاً اُجرت میں دیتی ہے اگرچہ عین حرام نہیں مگر اس میں مال حلال و حرام اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ تمیز نہیں ہوسکتی یا ہو تو بدقت تمام ہو مثلاً رنڈی کے پاس دس روپیہ ناپاک کمائی کے تھے اور پانچ انعام یا قرض یا زراعت وغیرہ یا کسی وجہ حلال کے اور اُس نے وہ سب ملادئے اور شناخت نہیں کہ وہ دس کون سے تھے اور یہ پانچ کون سے، تو اس صورت میں جس قدر مال وجہ حلال سے تھا مثلاً مثال مذکور میں پانچ روپیہ اس قدر لینا تو بلاشبہہ جائز ہے۔

فی الفتاوی العالمگیریة عن التاتارخانیة عن الامام محمد غصب عشرة دنانیر فالقی فیها دینارا ثم اعطی منه رجلا دینارا جاز ثم دینارا اٰخر لا اھ[1]۔

فتاوٰی عالمگیری میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے دس دینار چھین لئے پھر ان میں ایک حلال دینار ڈال دیا پھر ان سے ایک شخص کو ایک دینار دیا تو جائز ہے پھر دوسرا دینار دیا تو یہ جائز نہیں اھ۔ (ت)

اور اس سے زائد مثلاً صورت مفروضہ میں چھٹا روپیہ لینے سے احتراز کرے کہ مذہب صاحبین پر حرام محض ہے، اور علمائے محققین نے اسی پر فتوٰی دیا اور بربنائے مذہب امام مکروہ ہونا چاہئے تو ایسے امر میں کیوں پڑے جس کا ادنٰی درجہ کراہت اور اکثر اکابر کے طور پر حرام،

فی فتاوی قاضی خان ناقلا عن الامام ابی بکر البلخی قیل له لو ان فقیرا یاخذ جائزة السلطان مع علمه ان السلطان یاخذها غصبا یحل له ذٰلك قال ان كان

فتاوٰی قاضیخان نے امام ابوبکر بلخی کے حوالے سے نقل کیا کہ اُن سے کہا گیا کہ اگر کوئی محتاج بادشاہ وقت سے کچھ لیتا ہے باوجودیکہ اسے علم ہے کہ بادشاہ نے یہ غصب سے لیا ہے تو اس کے لئے یہ لینا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۲۱

السلطان خلط الدراهم بعضها ببعض فانه لا باس به وان وقع عين الغصب من غير خلط لم يجز اخذه، قال الفقيه ابو الليث هذا الجواب يستقيم على قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى لان عنده اذا غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض يملكها الغاصب اما على قول ابي يوسف ومحمد فانه لا يملكها الغاصب ويكون على ملك صاحبها[1] اقول واما الكراهة على مذهب الامام فلانه وان ملكه بسبب خبيث والتصدق واجب عليه وفي هذا اعراض عنه قال الامام شمس الائمة السرخسي في شرح السير الكبير المشتري شراء فاسدا اذا اراد بيع المشترى بعد القبض يكره شراؤه منه الخ قال الشامي لحصوله لبائعه بسبب حرام ولان فيه اعراضا عن الفسخ الواجب[2] اھ وايضاح المقام مفوض الى رسالتنا المذكورة۔

حلال ہے فرمایا کہ اگرچہ بادشاہ نے درہموں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہو تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر ملائے بغیر عین غصب شدہ چیز حوالے کرے تو اس کا لینا جائز نہیں، فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواب امام ابو حنیفہ کے قول پر ٹھیک ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک جب کوئی شخص کچھ لوگوں سے دراہم چھین لے اور پھر انہیں ایک دوسرے سے ملا دے تو غاصب ان کا مالک ہو جائے گا، لیکن صاحبین کے قول کے مطابق غاصب مالک نہ ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی ملکیت میں رہیں گے اقول (میں کہتا ہوں کہ) امام کے مذہب پر اس لئے اس صورت میں کراہت ہوگی کہ اگرچہ غاصب سبب خبیث کی وجہ سے مالک ہو گیا لیکن ان کا خیرات کر دینا اس پر واجب ہے اور اس صورت میں خیرات کرنے سے روگردانی ہے، امام شمس الائمہ سرخسی نے سیر کبیر کی شرح میں فرمایا کہ خرید شدہ چیز فاسد ہے جب یہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے کے بعد بیچنے کا ارادہ کرے تو اس کا خریدنا مکروہ ہے الخ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس لئے کہ یہ سبب حرام کی وجہ سے بائع کو حاصل ہوئی اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فسخ واجب سے اعراض ہے اھ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] ردالمحتار بحوالہ شرح السیر الکبیر لشمس الائمۃ السرخسی باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

مقام کی وضاحت کرنا ہمارے مذکورہ رسالے کے حوالے ہے۔ (ت)

اور اگر رنڈی نے ایک مال حرام کو دوسرے حرام سے خلط کیا مثلاً ناچ کی اجرت میں اُس نے دس روپیہ زید سے پائے تھے اور دس عمرو سے، یہ سب ملا دیے تو اس میں سے ایک روپیہ بھی لینا نہ چاہیے کہ وہ سب وجہ حرام سے ہے جو کچھ لے گا صاحبین حرام بتائیں گے اور امام کے قول پر مکروہ ہونا چاہیے۔

ولوجه ماذکرنا انها کعین المغصوب عندهما وکالمشتری فاسدا عنده۔

اس کی وجہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کردیا کہ وہ چیز صاحبین کے نزدیک عین مغصوب کی طرح ہے اور امام صاحب کے نزدیک خریدی ہوئی چیز کی طرح فاسد ہے۔ (ت)

ہاں اگر اس قسم کے روپیہ سے کوئی چیز مثلاً اناج یا کپڑا خرید کرے تو اس مزدور کو اُس شے کا لینا امام کے طور پر بالاتفاق حرام نہیں، اور بنائے مذہب صاحبین اُسی تفصیل پر رہے گا جو خریدی ہوئی چیز کے بارے میں اوپر گزری۔

اقول وذٰلك لان الملك ثابت عنده بالخلط ولوخبیثا فلا یعمل فیما لایتعین کالدراهم واما عندهما فالخبث لعدم الملك فیعمل فی الصفتین جمیعا علی الاطلاق کما اختیار کثیر من المشائخ فلا یحل المشتری مطلق وخالف جماعة فقالوا یحل المشتری بالدراهم مطلقا وقال الکرخی الا اذا عقد علیها ونقد منها وبه افتی جمهور المتاخرین کما مرّ والتفصیل محمول علی الرسالة۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ حکم اس لئے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ وہ چیز خبیث ہے لیکن خلط ملط کرنے سے ملک ثابت ہوگئی، پھر جس چیز میں تعین نہیں ہوسکتا جیسا کہ دراہم، تو اس میں اثر نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خبث پیدا ہوگیا، پھر علی الاطلاق دونوں صفتوں میں اثر ہوگا جیسا کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا، لہٰذا خریدی ہوئی چیز مطلقاً حلال نہ ہوگی، لیکن اس میں ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مطلقاً دراہم سے خریدی ہوئی چیز حلال ہے لیکن امام کرخی نے فرمایا

مگر جبکہ یہاں اُن پر عقد اور قصد واقع ہو جیسا اسی پر جمہور متاخرین نے فتوٰی دیا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور تفصیل رسالہ مذکورہ پر محمول ہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں اُس وقت تھیں جب اُسے اس مال کا حال معلوم ہو جو اس کی مزدوری میں دیا جاتا ہے کہ خاص مال رنڈی کے پاس کہاں سے آیا ہے اور اُس تک کیونکر پہنچا ہے، آیا عین حرام میں سے ہے یا خالص حلال سے ہے؟ یا دونوں مخلوط ہیں؟ یا مال حرام سے خریدا ہوا ہے؟ یا کیا حال ہے؟ اور اگر یہ کچھ نہیں کہہ سکتا نہ اسے کچھ خبر کہ خالص مال جو اسے دیا جاتا ہے یا کس قسم کا ہے، تو اس صورت میں فتوٰی جواز ہے کہ اصل حلت ہے، جب تک خاص اس مال کی حرمت نہ ظاہر ہو، لینے سے منع نہ کریں گے،

في الهندية عن الظهيرية عن الامام الفقيه ابي الليث اختلف الناس في اخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم يجوز ما لم يعلم انه يعطيه من حرام، قال محمد رحمه الله تعالى وبه نأخذ ما لم نعرف شيئا حراما بعينه وهو قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى واصحابه[1] اهـ وفي فتاوى الامام قاضي خان رجل دخل على سلطان فقدم عليه شيئ من الماكولات قالوا ان اكل منها لا بأس به اشتراه بالثمن او لم يشتر الا ان هذا الرجل ان كان يعلم انه غصب بعينه فانه لا يحل له ان ياكل من ذلك[2]، وفيها ان لم يعلم الآخذ

فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ کے حوالے سے فقیہ ابو اللیث سے روایت ہے بادشاہ سے انعام لینے کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مال حرام سے دیتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شئی کے حرام ہونے کی شناخت نہ ہو، امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے اھ، امام قاضی خان کے فتاوٰی میں ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کچھ کھانے کی چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا کہ اگر وہ انہیں کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہو کہ یہ بعینہٖ غصب ہے تو پھر اس کے لئے حلال نہیں کہ انہیں کھائے،

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

انہ من مالہ او من مال غیرہ فہو حلال حتی یتبین انہ حرام[1] اھ وفی رد المحتار عن الذخیرۃ سئل ابو جعفر عمن اکتسب مالہ من امر السلطان والغرامات المحرمۃ وغیر ذٰلک ھل یحل لمن عرف ذٰلک ان یاکل من طعامہ قال احب الی فی دینہ ان لا یاکل ویسعہ حکماً ان لم یکن غصبا او رشوۃ[2] اھ وھکذا فی الہندیۃ عن المحیط عن الفقیہ ابی جعفر وحاشیۃ السید الحموی علی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وکون الغالب فی السوق الحرام لا یستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل[3] اھ۔

اور اسی میں ہے کہ اگر لینے والا یہ نہ جانے کہ وہ لی ہوئی چیز دینے والے کے اپنے مال سے ہے یا کسی دوسرے کے مال سے ہے تو پھر وہ حلال ہے حتی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ حرام ہے اھ فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ امام ابو جعفر سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا کہ جو امر سلطان سے مال کماتا ہے اور اس میں حرام وغیرہ جرمانے بھی شامل ہوتے ہیں لہٰذا جو شخص ان معاملات کو جانتا پہچانتا ہو کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کا کھانا کھائے تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے دین کے معاملے میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے، اور اس کے لئے اس بات کی حکماً گنجائش ہے اگر وہ غصب یا رشوت نہ ہو اھ، اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے فقیہ ابو جعفر سے روایت ہے الاشباہ والنظائر پر سید حموی کے حاشیہ میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا اور بازار میں حرام کا غالب ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ جو چیز خریدی گئی وہ حرام ہو اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ خریدی ہوئی چیز حلال مغلوب ہو حالانکہ حِل اصل ہے اھ (ت)

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں یقیناً اکل حلال خالص آج کل حکم عنقا کا رکھتا ہے، غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچ جائے،

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۳۷۷
[2] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷
[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۳

فی الخانیۃ لایخلو ذٰلک عن نوع شبھۃ الا انھم قالوا الیوم زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[1] اھ، وفی الباب الخامس والعشرین من کراھیۃ العٰلمگیریۃ عن جواھر الفتاوی فی الجملۃ ان طلب الحلال من ھذہ البلاد صعب وقد قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی ھذا الزمان فانک لاتجد شیئا لاشبھۃ فیہ[2] اھ۔

فتاوٰی قاضیخان میں ہے یہ چیز نوعِ شبہہ سے خالی نہیں مگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے اھ، فتاوٰی عالمگیری کے پچیسویں باب کراہیۃ میں جواہر الفتاوٰی کے حوالے سے ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شہروں میں حلال تلاش کرنا کسی قدر مشکل ہے، یہی وجہ ہے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں تم پر خالص حرام کو چھوڑ دینا لازم ہے کیونکہ تم کوئی ایسی چیز نہیں پاسکتے کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اھ (ت)

مگر تاہم یہ حکم ظاہر کا ہے دیانۃً اگر معلوم ہو کہ اُس کا مال اکثر وجہ حرام سے ہے تو متقی کا کام اُس سے بچنا ہے جب تک ظاہر نہ ہو کہ یہ خاص مال جو اُس کے صرف میں آئے گا وجہ حلال سے ہے، آدمی کو حظوظ النفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرۃ حلوۃ (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ ت) اس سبزہ زار شہد نما زہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا بمحض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چُن کر حد مقرر فرمادی اور نواہی شرعیہ عام منادی نے منادی کرادی کہ او غافل بکریو! اس احاطے کے اندر نہ چرنا تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے اب

---

۱ فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۶۹
۲ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۴

اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی، کچھ سب کو معلوم ہے کہ اُسی قطعہ کی ہے جس میں زہر ہے اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دُور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں اور جو کچھ اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شُبہہ ہے کیا جانے شاید اسی میں کی ہو وذٰلک۔ حد

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین ومابینہما مشتبہات لایعلمھن کثیر من الناس[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (ت)

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش و خرد کی پاسداری تھی انہوں نے تو اس تختہ کی گھاس کا طرار ابھرا، اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے ابھی تو دُور معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ خاص اسی خطہ میں جاپڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا۔ آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا پسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا، کہ کاشت کی احتیاط جو اپنے دین کی حفاظت میں کرتا ہے قلب کی نگہداشت میں بجالاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کرلیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے حمٰی کہتے ہیں، خدا و رسول کی سچی سلطنت قاہر بادشاہت میں حمٰی محرماتِ شرعیہ ہیں جسے اپنے دین و آبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص حمٰی میں جاپڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے، یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میری ایجاد نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی،

کما اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد[2] جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] صحیح البخاری	کتاب الایمان	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۱۳
صحیح مسلم	کتاب المساقاۃ	" " "	۲/۲۸
سنن ابی داؤد	کتاب البیوع	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۱۱۷
جامع الترمذی	ابواب البیوع	امین کمپنی دہلی	۱/۱۴۵

والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن النعمان بن بشیر والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے تخریج کی، اور طبرانی نے ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

بلکہ بعض علماء نے تو در صورت غلبہ حرام رخصت ہی نہ دی اور عدم جواز کی تصریح فرمائی یعنی جب دینے والے کا اکثر مال وجہ حرام سے ہے تو اس کے مال سے کچھ لینا جائز نہیں جب تک اس خاص چیز کا وجہ حلال سے آنا ظاہر نہ ہوجائے،

ففی الھندیۃ عن المختار شرح الاختیار لایجوز قبول ھدیۃ امراء الجور لان الغالب فی مالھم الحرمۃ[1] الخ وفیھا ایضا فی فتاوی اھل سمرقند رجل دخل علی السلطان فقدم علیہ شیئ ماکول فان اشتراہ بالثمن اولم یشتر ذلک ولکن ھذا الرجل لایعلم انہ مغصوب بعینہ حل لہ اکلہ ھکذا ذکر[2] والصحیح انہ ینظر الی مال سلطان ویبنی الحکم علیہ ھکذا فی الذخیرۃ[3] مافی الھندیۃ قلت لکن تعمیم الذخیرۃ لایعارض قول محرر المذھب محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ کما مر نقلہ عن فتاوی الامام الاجل

فتاوٰی عالمگیری میں المختار شرح اختیار کے حوالے سے یہ قول مذکور ہے کہ ظالم امراء کے ہدیہ کو قبول کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ان کا زیادہ تر مال حرام ہوتا ہے الخ اور اسی میں فتاوٰی اہل سمرقند کے حوالے سے مذکور ہے ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کوئی کھانے کی چیز رکھی گئی، اگر دینے والے نے اسے قیمت سے خریدا ہو یا نہ خریدا ہو لیکن یہ لینے والا شخص نہ سمجھ سکا کہ یہ بعینہٖ چھینی ہوئی چیز ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا حلال ہے۔ اہل علم نے اسی طرح ذکر فرمایا، لیکن صحیح یہ ہے کہ شخص مذکور بادشاہ کے مال اور اس پر جو شرعی حکم لاگو ہوتا ہے اس پر غور وفکر کرے۔ ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں جو کچھ تھا وہ پورا ہوگیا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] " " " " " " " " ۵/۳۴۲
[3] " " " " " " " " ۵/۳۴۲

ظہیر الدین المرغینانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین الی یوم الدین۔

کی تصحیح، مذہب قلم بند کرنے والے امام محمد کے قول کے قول کے معارض نہیں ہوسکتی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شَی کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے، جیسا کہ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی کے فتاوٰی سے اس کی نقل گزرچکی، اللہ تعالٰی قیامت تک ان پر نزولِ رحمت فرمائے۔ (ت)

ہاں ازالۂ شبہہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ جب صاحبِ مال رنڈی یا ڈوم خود بیان کریں کہ یہ مال ہمارے پاس وجہِ حلال سے ہے ہمیں انعام ملا یا ہم نے قرض لیا یا مثلاً بذریعہ زراعت وغیرہا وجوہِ حلال سے حاصل کیا اگر اس شخص کو ان کے بیان میں فرق ظاہر نہ ہو تو اب سے لینے میں کسی طرح حرج نہیں۔

فی العالمگیریۃ عن الینابیع اھدی الی رجل شیئا او اضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا بأس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ھو الحرام ینبغی ان لا یقبل الھدیۃ ولا یأکل الطعام الا ان یخبرہ انہ حلال ورثہ او استقرضہ من رجل اھ[1] وفیھا عن التمرتاشی لا یجیب دعوۃ من کان غالب مالہ من حرام مالم یخبر انہ حلال وبالعکس مالم تتبین عندہ انہ حرام اھ[2] وفیھا عن الملتقط أکل الربو او کاسب الحرام

فتاوٰی عالمگیری میں ینابیع کے حوالے سے مذکور ہے کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ دی یا اس نے اس کی مہمان نوازی کی، اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ کہ اسے معلوم ہوجائے کہ یہ حرام ہے، پھر اگر اس کا غالب مال حرام ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ طعام کھائے، مگر یہ کہ وہ اسے بتادے کہ یہ حلال ہے کیونکہ میں اس کا وارث ہوا ہوں یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا ہے اھ، اور اسی فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی کے حوالے سے منقول ہے یہ اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام ہو جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " ۵/۳۴۳

اھدی الیہ أو اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبرہ ان ذٰلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لا باس بقبول ھدیتہ والاکل منہ[1] اقول وبمثلہ فی الخانیۃ عن الامام الناطفی وعللہ لان اموال الناس لا تخلو عن قلیل حرام فیعتبر الغالب[2] اھ ھذا واما ما ذکرت من التقیید بان لا یظھر عندہ کذب ما قال فیعرف بالمراجعۃ الی ما فی العلمگیریۃ وغیرھا من تفاصیل الاحکام فی قبول خبر الواحد فارجع واعرف وسنوضحہ فی الرسالۃ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اس کے عکس میں جب تک اس کے نزدیک حرام ہونا واضح نہ ہوجائے اھ۔ اسی میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ سُود کھانے والا اور حرام کمانے والا، اگر اس نے کسی کو ہدیہ دیا یا اسکی مہمان نوازی کی، اور حالت یہ تھی کہ اس کا غالب مال حرام ہے تو ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بتادے کہ اس مال کی اصل حلال ہے، اور یہ اس کا وارث ہوا ہے یا اس نے قرض لیا ہے، اور اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہو تو ہدیہ قبول کرنے یا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل فتاوٰی قاضیخان میں امام ناطفی کے حوالے سے مذکور ہے اور انھوں نے یہ تعلیل بیان فرمائی کہ لوگوں کے مال تھوڑے سے حرام سے خالی نہیں ہوتے لہٰذا غالب کا اعتبار کیا جائیگا اھ، لیکن وہ قید جو میں نے ذکر کی کہ اس شخص کے نزدیک قائل کا جھوٹ ظاہر نہ ہو، پھر عالمگیری وغیرہ میں ایک آدمی کی خبر قبول کرنے کے بارے میں جو تفصیلاتِ احکام ہیں ان کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے، لہٰذا اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پہچان لیجئے اور ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اپنے رسالہ مذکورہ میں اس کی وضاحت کردیں گے۔ (ت)

بالجملہ جسے اپنے دین و تقوٰی کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے جب تک خاص اس شَے کی حلت کا پتہ نہ چلے ورنہ فتوٰی تو جواز ہی ہے تاوقتیکہ بالخصوص اس چیز کی حرمت پر دلیل کافی نہ ملے، اور یہ ساری تفصیل جو ابتداء سے اب تک ہم نے بیان کی کچھ رنڈیوں یا ڈومنیوں ہی کے ساتھ خاص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۳

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/۷۷۶

نہیں بلکہ یہ ہوں یا ان کا غیر، عامد ہو یا محمود، مسلمان ہوں یا ہنود، نصاریٰ ہوں یا یہود، سب کو عام ہے، جو اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ نوکریوں اور پیشوں میں کون کون جائز ہے اور کیا ناجائز، اور کس کس طریقہ کا مال حلال ہوتا ہے کس کس کا پھر ہمارے اس فتوی کو پیش نگاہ رکھے گا، وہ ہر جگہ حکم شرع نکال سکتا ہے کہ کس کے مال کا کیا حکم ہے اور اس سے معاملہ کہاں تک روا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ بہت لوگ جن کا مال وجہ حرام سے ہے مثلاً یک ان میں رنڈیاں ہیں، مساجد و مدارس وغیرہا امور خیر میں اپنا مال کیوں صرف کرتی ہیں، یہ ان کا فعل ہے شرع پر کیا الزام، ہاں ان میں جن کا مال حلال اور نیت صحیح ہے قابل قبول انھیں کا عمل ہے ورنہ اللہ جل جلالہ پاک بے نیاز ہے،

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] اللھم کما ختمت فتوی ھذہ علی لفظ طیب من لفظ طیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاختم لی اعمالی واقوالی واحوالی جمیعا بطیب انک انت الطیب ولا طیب الا منک طیب ھذا دعائی لی وللمؤمنین، طیب صلوۃ علی اطیب الاطیبین وعلی الہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وقد فصلت القول بحمد اللہ بحیث لایوجد من غیرنا ان شاء اللہ تعالٰی فاغتنم ھذا التحریر الفرید والتحقیق المفید، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم والحمد للہ علی ما الھم وعلم۔

یقیناً اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاکیزہ چیز کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ یا اللہ! جس طرح میں نے اپنے اس فتوی کو لفظ "طیب" پر ختم کیا جو میں نے پاکیزہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیا ہے۔ پس اسی طرح تو میرے لئے میرے اعمال، اقوال اور احوال پاکیزہ طور پر ختم کردے، بلاشبہہ تو پاک ہے اور کوئی پاک نہیں ہوسکتا مگر وہ جسے تو پاک کردے، میری یہ دعا میرے لئے اور سب مومنوں کے لئے ہے، پاکیزہ تر درود ہو اس پر جو سب پاکیزہ لوگوں میں زیادہ پاکیزہ ہیں اور ان کی آل اور ساتھیوں پر جو ظاہری اور باطنی طور پر طیب اور طاہر ہیں۔ الحمدللہ کہ ہم نے اس قول کو مفصل بیان کیا کہ ہمارے بغیر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تفصیل کہیں نہ پائی جائے گی، لہذا اس یکتا تحریر اور مفید تحقیق کو غنیمت سمجھئے اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے، اور اسی جلیل القدر بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ محکم ہے، سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جس نے اس تحقیق کا مجھے الہام فرمایا اور علم دیا۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۲

مسئلہ ۲۰۲: ایک کافر اگر دوسرے کے پاس کوئی چیز رہن رکھے تو اس کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نفس تحریر رہن نامہ میں تو کوئی حرج نہیں خواہ وہ عقد اہل اسلام میں ہو یا کفار میں لعدم المدرك الشرعی بالنہی عنہ (اس لئے کہ شرعی طور پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ت) مگر ہاں اگر اس کاغذ میں سُود لکھا جائے اور اسی کی صورتوں سے ہے دیہات کا دخل رہن یا دکان یا مکان کا کرایہ مرتہن کو زراصل کے علاوہ ملنا تو بیشک ایسا کاغذ ہرگز نہ لکھے اگرچہ وہ عقد مسلمانوں میں ہو کہ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح سُود کھانے والے پر لعنت فرمائی یونہی اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت آئی اور ارشاد فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ و قال ھم سواء انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے ان سب پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۳: از پیلی بھیت مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی مدرس اول مدرسہ عربیہ حافظ العلوم ۴ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں بقصد فروخت اسباب تجارتی نہ بقصد موافقت کفار اور تکثیر جماعت اُن کی کے بلکہ صرف بلحاظ تحصیل نفقہ اہل وعیال جانا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول جواز مع کراہت ہے یا بلا کراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بر تقدیر عدم جواز یہ معصیت منجملہ کبائر ہے یا صغائر کے قبیل سے ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اگر وہ میلہ اُن کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلان کفر وادائے رسوم شرک کریں گے تو بقصد تجارت

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

بھی جانا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے، اور ہر مکروہ تحریمی صغیرہ، اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ معابدِ کفار میں جانا مسلمان کو جائز نہیں، اور اس کی علت یہی فرماتے ہیں کہ وہ مجمع شیاطین ہیں، یہ قطعاً یہاں بھی متحقق، بلکہ جب وہ مجمع بغرض عبادت غیرِ خدا ہے تو حقیقۃً معابدِ کفار میں داخل کہ معبد بوجہ اُن افعال کے معبد ہیں نہ بسبب سقف و دیوار،

وھذا ظاھر جدا فی الهندیۃ عن التتارخانیۃ عن الیتیمۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانما یکرہ من حیث انه مجمع الشیاطین[1]

یہ تو واضح طور پر ظاہر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں تتارخانیہ میں الیتیمہ کے حوالے سے منقول ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی جائے اجتماع ہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں اسے نقل کرکے فرمایا:

والظاھر انھا تحریمیۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم[2]

اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے، اس لئے کہ اکابر کے علی الاطلاق فرمانے سے یہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں اس پر ان لفظوں سے تفریع کی،

فاذا حرم الدخول فالصلوۃ اولٰی[3]

جب وہاں جانا حرام ہے تو وہاں نماز پڑھنا بطریق اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

اور اگر وہ مجمع مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو و لعب کا میلا ہے تو محض بغرض تجارت جانا فی نفسہٖ ناجائز و ممنوع نہیں جبکہ کسی گناہ کی طرف مودی نہ ہو، علماء فرماتے ہیں مسلمان تاجر کو جائز کہ کنیز و غلام و آلاتِ حرب مثل اسپ و سلاح و آہن وغیرہ کے سوا اور مال کفار کے ہاتھ بیچنے کے لئے دارالحرب میں لے جائے اگرچہ احتراز افضل، تو ہندوستان میں کہ عند التحقیق دارالحرب نہیں مجمع غیر مذہبی کفرہ میں تجارت کے لئے مال لے جانا بدرجہ اولٰی جواز رکھتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

[2] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۱۴

[3] ردالمحتار کتاب الصلوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

فی الھندیۃ عن المبسوط قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح والسبی وان لایحمل الیھم شیئ احب الی[1]

فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ مبسوط درج ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسلمان دارالکفر میں سوائے گھوڑے، ہتھیار اور غلام کے جو چاہے لیجا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ کوئی ایسی چیز لے کر دارِ کفر میں نہ جائے تو پسندیدہ امر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فاذا اراد المسلم ان یدخل دارالحرب بامان للتجارۃ ومعہ فرسہ وسلاحہ وھو لایرید بیعہ منھم لم یمنع ذلک منہ[2]

جب کوئی مسلمان تجارت اور کاروبار کیلئے دارحرب میں داخل ہونا چاہے اور اس کے پاس گھوڑے اور ہتھیار ہوں اور وہ انھیں حربیوں پر فروخت کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو مذکورہ اشیاء کے لیجانے سے اسے نہ روکا جائے گا۔ (ت)

پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ ہر وقت معاذ اللہ محل نزول لعنت ہیں تو ان سے دوری بہتر یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں ان کے محلہ میں ہو کر گزر ہو تو شتابی کرتا ہوا نکل جائے وہاں آہستہ چلنا ناپسند رکھتے ہیں تو رکنا ٹھہرنا بدرجہ اولٰی مکروہ۔

فی الطحطاویۃ عن ابی السعود عن الشرنبلالیۃ دارھم محل تنزل اللعنۃ فی کل وقت ولاشك انہ یکرہ الکون فی جمع یکون کذلك بل وان یمر فی امکنتھم الا ان یھرول ویسرع وقد وردت بذلك اٰثار[3] الخ قلت والمراد ھھنا کراھۃ التنزیہ بدلیل ما مرفی جواز

طحطاوی میں ابوالسعود کے حوالے سے شرنبلالیہ سے نقل کیا گیا ہے، وہ ایسی جگہیں ہیں جہاں ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں ایسی مجلس اور اجتماع ہو وہاں ٹھہرنا مکروہ ہے بلکہ ان مقامات کے پاس سے گزرنا بھی مکروہ ہے الّا یہ کہ دوڑتے ہوئے جلدی سے گزر جائے (اور وہاں سے نکل جائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] " " " " " " " " " "

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار

دخول دارهم للتجارة وبدليل ما ثبت حديثا وفقها من جواز الذهاب الی ضیافتهم کما فی الهندیة وغیرها ونقلوه عن محرر المذهب محمد رحمه الله تعالٰی۔

آثار میں بھی وارد ہے الخ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں مکروہ سے مکروہ تنزیہیہ مراد ہے اس دلیل سے جو پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے گھروں یا بستیوں میں بغرض تجارت جانا جائز ہے اور اس دلیل سے بھی کہ حدیث اور فقہ سے ثابت ہے کہ انکی دعوتوں میں جانا جائز ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں مندرج ہے اور اس کو ائمہ فقہ نے راقم المذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پھر ہم صدر کلام میں ایما کرچکے کہ یہ جواز بھی اسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اس سے دور و بیگانہ موضع میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا مستلزم معصیت ہوگا اور مستلزم معصیت معصیت اور جانا محض بغرض تجارت ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت کہ اس نیت سے مطلقاً ممنوع اگرچہ مجمع غیر مذہبی ہو۔

وذٰلك لان اعيادهم ومجامعهم لاتنفك عن القبائح الشنيعة والمنكرات القطعية والتفرج على الحرام حرام كما نص عليه في الدرالمختار وغيره[1]، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ ان کی عیدیں اور مجلسیں بدترین قباحتوں اور رُسوا کن منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں اور حرام سے خوش ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۳: از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درزی اگر رنڈی کا کپڑا سیئے تو درزی کو اس کپڑے کی مزدوری لینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وہ روپیہ جو رنڈی کو زنا یا اجرت یا میل کی رشوت میں ملا ہے اس سے اجرت لینا حلال نہیں ہاں اور قسم کا روپیہ ہو تو جائز جو شرعاً رنڈی کی ملک ہو، اور اگر اس کے پاس دونوں قسم کے مال ہیں تو جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ اجرت جو اسے دے رہی ہے اسی مال غیر مملوک سے ہے لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

مسئلہ ۲۰۵: از ویلور ضلع مدراس مرسلہ محی الدین بادشاہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص انگریزی نوکری علی الخصوص بجانے کی مثلاً کسی نقارخانہ پر ملازم ہے یا انگریزی باجا بجاتا اس کے متعلق ہے شخص مذکور خوب جانتا ہے کہ یہ فعل بُرا ہے لیکن چونکہ یہ نوکری آباؤ اجداد کی ہوتی ہے علاوہ ازیں اس نوکری پر انگریز نے مجبور کیا ہے طرفہ بریں دوسری نوکری نہیں مل سکتی نہ اتنی استطاعت کہ تجارت کرسکے اور نہ اتنی وسعت کہ چھوڑ سکے، اور وہ باجا کسی دیو کے زوبرو نہیں بجایا جاتا لیکن چونکہ منجملہ لوازم سلطنت سے ہے لہذا نہیں چھوڑ سکتا، آیا اس مجبوری کا بجانا جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول مرتکب اس فعل شنیع کا کیا ہوگا؟ بحوالہ کتب متداولہ بیان فرمادیں عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں، فقط۔

الجواب

ایسا باجا بجانے کی نوکری ناجائز اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے نہ صرف خبیث و ناپاک بلکہ مثل مالِ مغصوب ہے یہاں تک کہ اُس کا مالک نہ ہوگا نہ اُسے کوئی تصرف اس میں حلال۔ عالمگیری میں ہے:

لاتجوز الاجارۃ علی شیئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل (الٰی قولہ) ولا اجر فی ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان۔[1]

گانے بجانے، رونے پیٹنے، آلاتِ لہو اور طبل وغیرہ بجانے کی نوکری کرنا جائز نہیں (صاحبِ فتاوٰی کے اس قول تک) اور نہ ان کاموں کی کوئی اُجرت ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اس باب میں یہی قول ہے، اور اسی طرح غایۃ البیان میں مذکور ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

نقلا عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی امرأۃ نائحۃ او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی

محیط سے منقول ہے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے، اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے ایسی رونے پیٹنے والی عورت یا طبل بجانے والے یا آلاتِ لہو استعمال کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا کہ انھوں نے جو مال کمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اصحابہ ان عرفھم ویرد بقولہ علی شرط ان شرط الباقی اولہ مالا بسبب النیاحۃ او بالمزامیر او الغناء و ھذا لانہ اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلۃ المعصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا و ذلک ھھنا برد الماخوذ ان تمکن من ردہ بان عرف صاحبہ وبالتصدق منہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ ان کان لا یصل الیہ عین مالہ[1]۔

امام محمد کے فرمان کے مطابق وہ مال اگر صاحبِ مال سے علی الشرط لیا گیا یعنی انھوں نے نوحہ گری یا گانے بجانے کے مال میں مال لینے کی شرط رکھی جب تو مال بطور شرط ہے تو گویا مال گناہ کی شرط پر لیا گیا اور گناہ کے ذریعے حاصل کردہ مال قابلِ واپسی ہوتا ہے یعنی اس کو صاحبِ مال کی طرف لوٹا دیا جائے۔ یہاں یہی صورت ہے اگر لیا ہوا مال واپس کیا جاسکتا ہے تو واپس کردیا جائے۔ اگر صاحبِ مال سے تعارف نہیں اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکتا تو وہ مال خیرات کردیا جائے تاکہ اس مال کا فائدہ مالک تک پہنچ جائے اگرچہ عینِ مال بظاہر اس تک نہیں پہنچا ازرت

اور باجے کی ممانعت اسی صورت میں منحصر نہیں کہ ویڈیو کے سامنے بجایا جائے تاکہ اس کے استماع سے اشتغالِ معصیت لازم آئے بلکہ یہ باجا اور ویڈیو کے سامنے باجا جب کہ بجانے والا قصدِ عبادت ویڈیو کرے اصل حرمت میں برابر ہیں اور معاصی میں باپ دادا کی تقلید ذریعہ نجات نہیں ہوسکتی اور دوسرا طریقہ رزق کا نہ مل سکنا محض جھوٹ ہے رزق اللہ عزوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی پیروی کرکے طریقہ حرام اختیار کیا اسے ویسے ہی پہنچتا ہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اسے رزقِ حلال پہنچاتے ہیں امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو نوکری مقام سے منع فرمایا، کہا بال بچوں کو کیا کروں، فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل وعیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑ دے گا۔ امام عبدالوہاب شعرانی طبقاتِ کبرٰی میں زیرِ ترجمہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

نصح یوما انسانا یراہ فی خدمۃ الولاۃ فقال فما اصنع بعیالی فقال الا تسمعون لھذا یقول انہ اذا عصی اللہ رزق عیالہ واذا اطاعہ ضیعھم[2]۔

امام سفیان ثوری نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی جو والیوں کی خدمت میں رہتا تھا، اس نے کہا میرے بال بچوں کا کیا کروں، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس شخص کی بات نہیں سنتے جو یہ کہہ رہا ہے کہ جب تو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ سفیان بن سعید الثوری ۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۴۲

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بال بچوں کو روزی دے گا اور اگر وہ اس کی اطاعت کرے تو وہ اس کے بال بچوں کو ضائع کردے گا۔ (ت)

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرما دیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں، فرمایا اصلاً کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کر کہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔

اخرج عبد الرزاق فی مصنفه عن یحیٰی بن العلاء عن بشیر بن نمیر عن مکحول ثنا یزید بن عبد ربه عن صفوان بن امیة رضی الله تعالٰی عنه قال کنا عند رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فجاءه عمرو بن قرة فقال یارسول الله ان الله قد کتب علی الشقوة وما ارانی ارزق الامن دفی بکفی فاذن لی بالغناء من غیر فاحشة فقال لا اٰذن لك ولا کرامة ولا نعمة ابتغ علی نفسك وعیالك حلالا فان ذٰلك جهاد فی سبیل الله واعلم ان عون الله تعالٰی مع صالحی التجار هکذا اخرجه فی معرفة الصحابة من طریق الحسن بن الربیع عن عبد الرزاق ذکرہ الحافظ فی الاصابة۔[1]

محدث عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں تخریج فرمائی یحیٰی بن علاء کے حوالے سے اس نے بشیر بن نمیر اس نے مکحول سے اس نے فرمایا ہم سے فرمایا یزید بن عبد ربہ نے اس نے صفوان بن امیہ کے حوالے سے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اس نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ عمرو بن قرہ آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگدستی لکھ دی اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رزق دیا جائے گا مگر میرے دف بجانے سے جو میری ہتھیلی میں ہے لہٰذا مجھے ایسے گانے کی اجازت دیں جو فحش نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں قطعاً اجازت نہیں اس عمل میں کوئی شرافت اور فائدہ نہیں لہٰذا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی تلاش کرو کیونکہ حلال روزی کی تلاش بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں (ایک قسم) جہاد ہے، اور جان لو کہ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۵۹۲۲ عمرو بن قرۃ دار صادر بیروت ۴/۱۱

اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔ یونہی اس کی تخریج فرمائی معرفۃ الصحابہ میں حسن بن ابی الربیع
34 کے طریقے سے بحوالہ عبدالرزاق۔ حافظ نے اس کو الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)
34

حدیث حسن میں ہے حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ فرماتے ہیں:

طلب الحلال واجب علٰی کل مسلم۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط؎۱ عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔

رزق حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ت)

یونہی جبر انگریزی کا عذر بھی محض غلط ہے انگریز کسی کی نوکری پر اکراہ نہیں کرتے آخر غنی یہ مجبور جیلے والے اللہ عزوجل کے حضور کام نہ دیں گے ملک جبار قہار سے ڈرے اور حرام سے تائب ہوکر ذریعۂ حلال سے حاصل کرے رزق الٰہی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں آخر باجا بجانا بھی سیکھنے ہی سے آیا ماں کے پیٹ سے لے کر تو نکلا ہی نہ تھا، اور کچھ نہ ہو تو بیسیوں قسم کی مزدوریاں کرسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کی قسم آدمی رسّی لے کر پہاڑ کو جائے لکڑیاں چُنے اُن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اُسے بیچ کر کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور منہ میں خاک بھر لینا حرام ڈالنے سے بہتر ہے۔

الامام احمد بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم والذی نفسی بیده لان یاخذ احدکم حبله فیذھب به الی الجبل فیحتطب ثم یاتی به فیحمله علٰی ظھرہٖ فیبیعه فیاکل خیر له من ان یسأل الناس ولان یاخذ ترابا فیجعله فی فیه خیر له من ان یجعل فی

امام احمد نے اپنی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں کوئی شخص اپنی رسّی لے کر پہاڑ کی طرف جائے پھر لکڑیاں اکٹھی کرے اور ان کا گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر

؎۱ المعجم الاوسط حدیث ۸۹۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۳۰۸

فیہ ما حرم اللہ علیہ[1]

اور کر بازار میں لیجائے اور انھیں فروخت کرکے قیمت وصول کر کے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرے تو یہ اس کیلئے بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے، اور یہ کہ مٹی لے کر اپنا منہ بھرلے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا ہے اسے اپنے منہ میں ڈالے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک توفیق وہدایت بخشے، آمین۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی معاشش علانیہ قماربازی اور زناکاری کے ذریعہ سے کر رکھی ہے اور کوئی ذریعہ اس کے یہاں آمدنی کا مطلق نہیں ہے اُس کے مال میں سے نذرونیاز کے کھانے کا کیا [illegible] جس کو اس کی آمدنی کا حال معلوم [illegible] ہے؟ فاتحہ دینے والے کو اس کے مال کی کیفیت معلوم ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ چیز اس نے حرام کاری یا قماربازی سے حاصل کی بعینہٖ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جو میں چاول جیتے تھے انھیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اس کے آشنا نے گوشت بھیجا اسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز وفاتحہ یقینی مردود اور اس کا کھانا قطعی حرام، اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہٖ یہ وہی شَے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذ اللہ خوف کفر ہے دونوں پر لازم کہ از سرِ نو [illegible] اسلام پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔

فی الھندیۃ عن المحیط ولو تصدق علی فقیر بشیئ من مال الحرام ویرجو الثواب یکفر

فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کیا جائے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۷

ولوعلم الفقیر بذلك فدعا له و امن المعطی فقد کفرا۔[1]

اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہوجائے گا۔ اگر فقیر محتاج کو یہ بات معلوم ہو کہ وہ مال حرام دے رہا ہے اور اس کے باوجود وہ اسے دعا دے اور وہ آمین کہے تو دونوں کافر ہوجائیں گے (ت)

اور اگر وہ چیز بعینہٖ بذریعہ حرام حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ ثمن حرام سے خریدی تو دو صورتیں ہیں اگر حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے بدلے یہ شے دے دے بائع نے دے دی اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا تو اس صورت میں بھی جو کچھ خریدا مال حرام وخبیث ہی ہے اس پر نیاز ہو سکے نہ فاتحہ اس وقت میں اس پر فاتحہ دینا دلانا بُرا تو ہے مگر اندیشہ کفر سے دوری ہے۔

لاختلاف العلماء فمنهم من قال یحل الابدال مطلقا کما فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغر۔

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ "بدل" مطلقاً حلال ہے جیسا کہ درر وغیرہ بڑی واضح کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور اگر یہ صورت بھی نہ تھی بلکہ بغیر زرِ حرام دکھائے یونہی کہا کہ یہ شے مثلاً ایک روپیہ کی دے دے اس نے دے دی اس نے حرام روپیہ ثمن میں دے دیا یا دکھایا تو زرِ حرام کہ اس کے عوض دے دے جب اس نے دی اس نے وہ روپیہ رکھ لیا اور کوئی حلال زرِ نقد کا روپیہ ثمن میں دیا تو اب جو کچھ خریدا مذہب مفتیٰ بہ پر حرام نہیں اس پر نیاز و فاتحہ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حرام نہیں،

فی التنویر تصدق لو تصرف بالشراء بدراهم الودیعة والغصب ونقدها وان اشار الیه ونقد غیرها او اطلق ونقدها لا وبه یفتی اھ ملخصا۔[2]

تنویر میں ہے صدقہ کردے، اگر امانت یا غصب شدہ دراہم میں خریداری کے وقت تصرف کیا کہ دراہم کی طرف اشارہ کرتے وقت وہی نقدی دکھائی مگر دیتے وقت انکی بجائے حلال دراہم دئے یا اطلاق کیا (یعنی حرام درہم دکھائے بغیر کہہ دیا کہ یہ چیز ایک درہم وغیرہ میں دے دے اس نے دے دی) پھر اسکے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۵ – ۲۰۶

عوض وہی حرام نقدی دے ڈالی تو ان دونوں صورتوں میں حرمت نہیں اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے
تخلیص پوری ہوگئی۔ (ت)

پھر بھی اس سے احتراز بہتر،

لمحل خلاف العلماء فقد قال فی الدر المختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی[1] ولتوقی عن التہم والزجر علی المرتکب واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ یہ صورت علماء کے اختلاف کا محل ہے چنانچہ درمختار میں فرمایا گیا کہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ مطلقاً حلال نہیں یونہی "الملتقی" میں ہے اور اس لئے یہ بات ہے تاکہ آدمی تہمت اور ارتکاب جرم کی سرزنش سے بچ جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی عزت وعظمت بڑی ہے سب سے زیادہ اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ٢٠٨

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ:

(١) ڈاک کی نوکری جائز ہے یا نہیں؟

(٢) انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(١) ڈپٹی پوسٹماسٹری تک جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(٢) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصارٰی انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دُنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین و علم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصارٰی کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٢٠٩

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالتِ صحتِ نفس و ثباتِ عقل اپنے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ٢/٢٠٦

ایک وارث کے ہاتھ ایک مکان بیع کیا اور کچھ زر نقد بطور ہبہ اس کو دیا کہ اس نے اس سے ایک حقیت خریدی، بعد ایک عرصہ کے مورث فوت ہوا، اب اس کے اور وارثوں کا بھی اس مکان یا زر نقد میں کچھ حق ہے یا نہیں اور وہ بیع و ہبہ جائز ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئول میں جبکہ وہ بیع و ہبہ بحالت ثبات عقل و عدم مرض موت تھی تو ان کے جواز و نفاذ و صحت تمام میں کوئی شبہہ نہیں اب ہرگز ہرگز کسی وارث کا اس مکان یا زر نقد میں کوئی حق نہیں، درمختار میں ہے:

لووھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم[1]	اگر کوئی شخص اپنی صحت و تندرستی میں اپنا سارا مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردے تو جائز ہے مگر وہ گناہگار ہوگا۔ (ت)

اور سائل کہ ان بیع و ہبہ کے جواز و عدم جواز سے پوچھتا ہے اگر اس کا مقصود صحت و عدم صحت عقد ہے جب تو معلوم ہو گیا کہ قطعاً دونوں عقد صحیح ہیں، اور اگر حلت و حرمت سے سوال کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بحالت صحت وارث کے ہاتھ قیمت مناسب کو بیع کرنے میں تو ہرگز کوئی کراہت نہیں ہاں تنہا ایک وارث کو کوئی چیز بخش دینا کہ اوروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت نہ کرے مکروہ ہے حدیث میں اس کو ظلم فرمایا،

حیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتشہدنی علی جور[2]	چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ظلم و زیادتی پر گواہ نہ بناؤ۔ (ت)

لیکن اس کراہت و ممانعت سے اس بیع یا ہبہ میں کوئی حرج نہیں آتا کالبیع عند اذان الجمعۃ (جیسے اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرنا۔ ت) اور یہ کراہت بھی اسی وقت ہے جب سب اولاد برابر ہوں اور بحیثیت دین آپس میں تفاوت نہ رکھتے ہوں ورنہ اگر مثلاً ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقوٰی میں اوروں سے زائد یا بوجہ تحصیل علم میں مشغول ہے کہ کسب مال کی فرصت نہیں رکھتا تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] درمختار | کتاب الھبۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۱۶۰

[2] صحیح مسلم | کتاب الھبات | باب کراھۃ تفضیل | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۳۷

میں ہے:

روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لاباس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل فی الدین فان کانا سواء یکرہ[1]۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے (کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں) کچھ حرج نہیں جبکہ اسے دوسری اولاد میں ترجیح و تفضیل دینا دینی فضل و شرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لا بالکسب فلاباس بان یفضلہ علٰی غیرہ کذا فی الملتقط[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر بیٹا حصول علم میں مشغول ہو نہ کہ دنیوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح و تفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از ملک بنگالہ شہر بصیرآباد قصبہ باپڑا مرسلہ محمد عظیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے سُود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا اب وُہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یا نہیں، لڑکا حرام خوری میں ناراض تھا۔

الجواب

جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود یا رشوت یا غصب یا چوری میں اسکے باپ نے لیا تھا اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اُتنا اُتنا مال اُن لوگوں یا اُن کے وارثوں کو واپس دے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جداً معلوم ہو جو ان ناجائز طریقوں سے لیا، اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مال حرام ہے تو فرض ہے کہ اُسے مال غیر و غصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے لیا تھا پھر بحالتِ علم اُن مستحقوں یا ان کے وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے، اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الہبہ فصل فی ہبۃ الوالد نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ " الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱

تو دیانۃً افضل احتراز اور حکم جواز۔

فی ردالمحتار اذا علم ان کسب مورثہ حرام یحل لہ لکن اذا علم المالك بعینہ فلا شك فی حرمتہ ووجوب ردہ علیہ وکذا لایحل اذا علم عین الغصب مثلا وان لم یعلم مالکہ والحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابہ ولاشیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1] اھ ملخصا قلت وھذا اعنی الحکم بندبیۃ التنزہ دیانۃ ھو المطابق لما فی عامۃ المعتمدات کالخانیۃ والتبیین والھندیۃ وغیرھا وھھنا ابحاث نفیسۃ ذکرناھا فیما علقنا علی ردالمحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے جب اسے معلوم ہو کہ مورث کی کمائی حرام ہے تو عدم تعین کی وجہ سے اس کیلئے حلال ہے لیکن جب مالک معین معلوم ہو تو پھر مال کی حرمت میں کوئی شک نہیں لہذا مال اسکے مالک کو واپس کردینا ضروری ہے۔ اسی طرح جب عین غصب یعنی بعینہٖ کوئی شے مغصوب ہو تو اس کا استعمال حلال نہیں اگرچہ مال کا مالک معلوم نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مالکان مال معلوم ہوں تو انھیں مال واپس کرنا ضروری ہے لیکن اگر ارباب مال کو نہیں جانتا اور معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ معین حرام مال اس کے لئے جائز نہیں لہذا اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر مال مخلوط حرام طریقے سے جمع کیا گیا اور یہ اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ کسی معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مال قضا کے طور پر اس کے لئے حلال ہے لیکن دیانت وتقوٰی کے لحاظ سے زیادہ بہتر پرہیز میں ہے اھ ملخصا، میں کہتا ہوں کہ لفظ ھذا سے میری مراد یہ ہے کہ بطور دیانت اس مال سے بچنے کا حکم دینا عام معتبر کتابوں کے مطابق ہے جیسے خانیہ، تبیین اور ہندیہ وغیرہ۔ یہاں چند قیمتی ابحاث ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی شامی پر جو ہماری تعلیقات ہیں ہم نے وہاں انھیں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۳۰

مسئلہ ۲۱۱: از ملک بنگالہ ضلع بریسال ڈاکخانہ نازی پور کوچیا مورا مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے) اس مسئلہ میں کہ ور بعض دیار بنگال رمضان المبارک میں میانجی ومنشیوں کو دعوت کرکے جمع کرتے ہیں اور مردگان پر ایصال ثواب کے واسطے ختم قرآن وختم تہلیل وغیرہ پڑھا کے اور زیارت قبور کرا کے اُجرت دیتے ہیں یعنی اگرچہ پیسہ وغیرہ کا کچھ تعین نہیں کرتے ہیں مگر ہمیشہ دینا واجب جانتے ہیں اور منشی اور میانجی بھی پیسے کے لالچ سے جاتے ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی مکان میں پیسہ نہ دیا تو بار دیگر اُس مکان میں نہیں جاتے ہیں، اس قسم کا پیسہ دینا اور لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مُردوں پر ایصال ثواب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جبکہ اُن میں معہود ومعروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اُجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا فان المعروف عرفا کالمشروط لفظا (کیونکہ عرف ورواج میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے کہ جس طرح الفاظ سے شرط طے کی جائے۔ ت) اور تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہے، لینے والے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں کما حققہ فی ردالمحتار وشفاء العلیل وغیرھما (جیسا کہ فتاوٰی شامی، شفاء العلیل اور دیگر کتب میں اس کی تحقیق فرمائی گئی۔ ت) اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجیں گے، گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت واشد ہے۔ کما فی الھندیۃ والبزازیۃ وغیرھما وقد شدد العلماء فی ھذا اشد تشدید (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے، علمائے کرام نے اس مسئلہ میں بہت شدت برتی ہے۔ ت) ہاں اگر لوگ چاہیں کہ ایصال ثواب بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لئے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اتنی دیر کی ہر شخص کی معین کردیں مثلاً پڑھوانے والا کہے میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت تک کے لئے اس قدر اجرت پر نوکر رکھا جو کام چاہوں گا لوں گا، وہ کہے میں نے قبول کیا، اب اتنی دیر کے واسطے اس کا اجیر ہوگیا جو کام چاہے لے سکتا ہے اس کے بعد اُس سے کہے فلاں میت کے لئے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ دو، یہ صورت جائز کی ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم کامل اور پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۲ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں بھٹیارن کا دستور ہے جب ان میں کوئی عورت بدکاری کرتی ہے خاوند اُسے طلاق دے کر چودھری کے سپرد کردیتا ہے پھر جو شخص اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہے سرائے بھٹیارے اُس شخص سے جب تک بیس روپے نہ لے لیں نکاح نہیں کرنے دیتے۔ اُس عورت کو سرائی گٹھری کہتے ہیں کہ اب گٹھری ہے ہمیں بیس روپے دے دو تو نکاح کرنے دیں گے پھر وہ روپیہ کبھی آپس میں بانٹ لیتے ہیں کبھی اس کا کھانا پکا کر کھالیتے ہیں، اس دفعہ بھی ایک شخص کے ایسے ہی بیس روپے جمع ہیں بھٹیارے چاہتے ہیں ہم انھیں مسجد میں لگادیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ روپے جو باندھے گئے ہیں محض رشوت و حرام ہیں، نہ اُن کا کھانا جائز، نہ بانٹ لینا جائز، نہ مسجد میں لگانا جائز، بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اُسے واپس دیں، وہ اگر خوشی سے اجازت دے دیں کہ میری طرف سے مسجد میں صرف کردو تو جائز ہوگا،

فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذ منہ قائما اوھالکا لانہ رشوۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی بھائی نے اپنی بہن کی شادی کسی چیز کے حصول کے لئے مشروط کردی اور پھر وہ چیز اس کے حوالے کردی گئی تو اس باقی رہنے والی یا ختم ہوجانے والی چیز کا لینا مالک کو واپس لینا جائز ہے کیونکہ وہ رشوت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ ۷ رجب ۱۳۱۷ھ عاصی محمد یعقوب

مخدوما و مکرما جناب مولوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم، آداب! جلسہ سالانہ آریہ سماج کے واسطے کرسیاں کرایہ پر آریہ مانگتے ہیں شرعاً ایسے جلسے کے واسطے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ احقر نے ابھی اقرار نہیں کیا آنجناب کا جواب آنے پر ان کو جواب دوں گا۔

الجواب

مکرم سلمکم اللہ تعالٰی! آپ اپنے کرائے سے غرض رکھیں، کرسی پر بیٹھنا حرام نہیں، اُس کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب النکاح الفصل الثانی عشر فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۶

کرایہ حرام نہیں، اقوال نامشروع جو بیٹھنے والے کفار بکیں گے کرسی پر موقوف نہیں کرسی ان میں معین و مؤید نہیں کوئی وجہ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴ از لبسول ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشہ وران ذیل کی بابت شرعًا کیا حکم دیتی ہے

(۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر

الجواب

حُر آدمی کی بیع اور شراب پینا دونوں حرام قطعی ہیں خصوصًا شرب خمر کی مداومت کہ وہ تو گناہ کبیرہ پر اصرار ہوا جو سخت تر کبیرہ عظیمہ ہوگیا اور ذبح البقر و قطع شجر کے پیشے میں مضائقہ نہیں، یہ جو عوام میں بنام حدیث مشہور ہے کہ "ذابح البقر و قاطع الشجر جنت میں نہ جائے گا" محض غلط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۵ از بیجاپور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کڑی پرانت مرسلہ حافظ محمد بن سلیمان میاں محلہ بہورواڑ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نام ایک طوائف کو خالد ایک امیر نے سو روپے ماہواری پر نوکر رکھا تاکہ اس سے وطی کرے اور ہر وقت ہم صحبت رہے، پھر یکایک ہندہ کو ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور اس کام سے تائب ہوئی لیکن اس امیر نے وہی پگار اس کے نام پر برقرار رکھا اور اس کے لڑکے زید نے بعد وفات خالد کے وہی پگار جاری رکھا، وہ ہندہ اس پگار سے کارِ خیر اور مساکین اور یتیم اور رانڈوں کو پرورش کرتی ہے اور خیرات جاری ہے اس سبب سے وہ پگار سے خیرات لینا اور کھانا وغیرہ حلال ہے یا نہیں، اور ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک وہ وظیفہ ہندہ کو بمعاوضہ زنا ملتا تھا ضرور حرام قطعی تھا، نہ اس سے خیرات ہوسکتی تھی، مگر جب ہندہ تائبہ ہوگئی اور اس کے بعد بھی امیر نے وظیفہ جاری رکھا اب اس کے بیٹے کی طرف سے جاری ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی گناہ کے معاوضہ میں نہیں بلکہ ضرور مال حلال ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قصۂ اصحاب الرقیم میں جس کا اشارہ قرآن عظیم میں بھی موجود، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین مسافر رات کو ایک غار میں ٹھہرے پہاڑ سے

ایک چٹان گر کر غار کے منہ پر ڈھلک گئی یہ بند ہوگئے، آپس میں بولے خدا کی قسم یہاں سے نجات نہ پاؤ گے الاان تدعوا اللّٰہ بصالح اعمالکم مگر یہ کہ نیک اعمال کو وسیلہ کرکے حضرت عزوجل سے دعا کرو، ہر ایک نے اپنا اپنا ایک اعلٰی درجے کا نیک عمل بیان کیا اور اُس کے توسل سے دُعا کی، چٹان تھوڑی تھوڑی کھلتی گئی، تیسرے کی دُعا پر بالکل ہٹ گئی اور انھوں نے نجات پائی۔ اُن میں ایک دُعا یہ تھی کہ میرے چچا کی بیٹی مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی میں نے اس سے بدکاری چاہی وہ باز رہی یہاں تک کہ ایک سال قحط میں مبتلا ہوکر میرے پاس آئی فاعطیتها عشرین ومائة دینار علی ان تخلی بینی وبین نفسها ففعلت میں نے اُسے ایک سو بیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے اُس نے قبول کیا جب میں نے اس پر دسترس پائی اور قریب ہوا کہ زنا واقع ہو وہ روئی اور کہا میں نے یہ کام کبھی نہ کیا احتیاج نے مجھے مجبور کر دیا اللہ سے ڈر اور ناحق طور پر مُہر کو نہ توڑ، میں اس سے ڈرا اور اس فعل سے باز رہا اور وہ اشرفیاں بھی اسی کو چھوڑ دیں اللّٰھم ان کنت فعلت ذٰلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فیه الٰہی! اگر میں نے یہ کام تیری رضا چاہنے کے لئے کیا ہو تو ہمیں اس بلا سے نجات دے، اس پر چٹان سرک گئی[1] اس حدیث جلیل عظیم سے ظاہر ہے کہ وہ اشرفیاں اس عورت کے لئے مال حلال ہوگئیں ورنہ اس کا اُسے رکھنا حرام ہوتا اور جب اُسے رکھنا حرام ہوتا اُسے چھوڑ دینا اور واپس نہ کرنا حرام ہوتا کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے؛

ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2] والمانع منهما من جهة الشرع لا لمجرد حق الغیر فکان یجب علیهما رفعه اعدامًا للمعصیة.

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ان دونوں کا مانع شریعت کی طرف سے ہے نہ کہ محض حقِ غیر، لہٰذا ان دونوں پر گناہ کو زائل اور ختم کرنے کے لئے اس کا رفع واجب تھا (یعنی عورت لینے والی رقم کو اپنے پاس نہ رکھتی اور دینے والا مرد اسے واپس لیتا) جب یہ دونوں کام نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم حلال ہے۔ (ت)

حالانکہ وہ اشرفیاں خاص وہی تھیں جو بشرط زنا دی گئی تھیں توبہ نے انھیں بھی حلال کردیا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۲
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب قصة اصحاب الغار " " " ۲/۳۵۳
[2] رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶

تو بعد توبہ جو وظیفہ جدید دیا گیا اس میں حرمت کیونکر آسکتی ہے وھذا کلہ ظاھر جدا (بلاشبہ یہ سب کچھ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر کسی سود خوار نے سودی روپیہ سے مسجد بنائی یا حج کیا یا حج کروایا یا تالاب کھدوایا یا خیرات کی تو وہ شخص مستحق ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اس مسجد میں نماز پڑھنا یا حج کرنے والے کو اس سودی روپیہ کا حج کے خرچ میں لانا یا اس تالاب میں وضو وغسل کرنا یا پانی پینا یا اس مال خیرات کو مستحقین خیرات کا لے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) سود کے روپیہ سے جو کار نیک کیا جائے اس میں استحقاق ثواب نہیں، حدیث شریف میں ہے جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لبیک کہتا ہے ہاتف غیب سے جواب دیتا ہے:

لا لبیک ولا سعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك[1] — نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت پذیر، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے اس کے حقوں کو واپس دے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ طیب لا یقبل الا الطیب[2] — بیشک اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔

سود خوار پر شرعاً فرض ہے کہ جتنا سود جس جس سے لیا ہے اسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ نہ لگ اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدق کردے اور تصدق میں فقیر کو مالک کردینا درکار ہے کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا عامۃ الاسفار (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخاں وغیرہ عام بڑی کتب میں اس کی تصریح

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث دار الفکر بیروت ۴/۴۳۱

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلاۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۴۶

کردی گئی۔ت) اور مسجد یا تالاب بنانا یا حج کرنا اصلاً ادائے حکم نہ ہوگا اور اس پر سے گناہ نہ جائیگا، ہاں خیرات کردینے کا حکم ہے یُوں اس کی توبہ تمام ہوگی اور ان شاء اللہ تعالٰی گناہ سے بری الذمہ ہوگا اور توبہ کرنے اور حکمِ شرع دربارۂ تصدق بجالانے کا ثواب بھی پائے گا اگرچہ خیرات کا ثواب نہ ہوگا کما حققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی پوری تحقیق کردی، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اس کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے۔ت)

(۲) حج کا جواب گزر چکا کہ اس روپے کو اس صرف میں اٹھانا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمّہ سے ادا ہوجائے گا،

فان القبول شیئ اٰخر غیر سقوط الفرض وکان کمن صلی فی ارض مغصوبۃ۔

کیونکہ کسی شے کا قبول ہونا اور فرض ساقط ہوجانا دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ چیزیں ہیں یعنی قبولیتِ شے اور چیز ہے اور سقوطِ فرض اور چیز، جیسا کہ کوئی شخص ناجائز مغصوبہ زمین پر نماز پڑھے تو اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا مگر نماز مقبول نہ ہوگی۔(ت)

اور اگر مسجد یا تالاب بنایا تو اس میں نماز اور اس سے وضو وغیرہ و شرب سب جائز ہے والدلائل تعرف فی فتاوٰنا (دلائل کا تعارف ہمارے فتاوٰی میں موجود ہے۔ت) بلکہ خانیہ و ہندیہ و رد المحتار وغیرہا میں ہے:

ولو اشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضھا ثم وقفھا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ما وقف علیہ وعلیہ قیمتھا[1] اھ وتحقیق الکلام فیہ فیما علقنا علی رد المحتار من اول الوقف۔

اگر کوئی شخص بیع فاسد سے گھر خریدے پھر اس پر قابض ہوجائے پھر اسے فقیروں اور محتاجوں کیلئے وقف کرے تو جن پر یا جن کے لئے وہ گھر وقف کیا گیا وہ وقف قرار پاجائے گا مگر اس کی قیمت کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی اھ اس میں تحقیقِ کلام وہی ہے جس کو ہم نے فتاوٰی شامی کی بحثِ وقف کے آغاز میں حاشیہ میں بیان کیا ہے(ت)

بلکہ جامع المضمرات و عالمگیریہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الفتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۴

قال ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اذا غصب ارضا فبنی فیہا مسجدا او حماما او حانوتا فلا باس بالصلوٰۃ فی المسجد والدخول فی الحمام للاغتسال وفی الحانوت للشری ولیس له ان یستاجرها وان غصب دارا فجعلها مسجدا لایسع لاحد ان یصلی فیه ولا ان یدخله[1] اھ قلت وذکرنا انه ان التفرقۃ فی الدار والارض کانها مبنیۃ علی غیر الارجح فی مسألۃ غصب الساحۃ بالحاء المھملۃ وایاما کان فدلالتها علی ماھنا تام کما لایخفی وانما خبث الملک لایمنع صحۃ الوقف وصحته تعتمد آثارہ فافهم۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی آدمی زمین غصب کرے یعنی زبردستی چھین لے پھر وہاں مسجد، حمام اور دکان تعمیر کردے تو مسجد میں نماز پڑھنے، حمام میں غسل کرنے اور دکان سے اشیاء خرید لینے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ غاصب کیلئے جائز نہیں کہ اسے کرایہ پر دے، اور اگر اس نے کوئی حویلی چھین لی پھر اسے مسجد بنادیا تو کسی کے لئے وہاں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بھی یہ بیان کردیا کہ گھر اور زمین کے حکم میں فرق کرنا گویا غیر راجح قول پر مبنی ہے جو غصب صحن کے مسئلہ میں ہے "ساحۃ" حاء بغیر نقطہ ہی درج ہے پس جو بھی ہو اس کی دلالت یہاں تام ہے جو ظاہر ہے (الی صل) ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں، اس کی صحت کا دارومدار اس کے آثار پر ہے، یہاں اس کو سمجھ لیا جائے۔ (ت)

اور فقیر کو اس کا خیرات میں لینا تو بدرجہ اولٰی جائز ہے کہ یہ تو عین حکم شرع ہے جبکہ مالک کا پتا نہ رہا ہو اور وہ لیے بھی مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں صرف خبث ملک؛

فی ردالمحتار عن البحرالرائق عن القنیۃ عن الامام البزدوی ان من جملۃ صور البیع الفاسد جملۃ العقود الربویۃ یملک العوض فیہا بالقبض[2] انتہی۔

ردالمحتار نے بحرالرائق سے انہوں نے قنیہ سے اور قنیہ نے امام بزدوی سے نقل کیا ہے بیع فاسد کی تمام صورتوں میں سودی معاملات ہیں ان میں قبضہ کرنے کے عوض مالک ہوجاتا ہے انتہی۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۰/۵

[2] ردالمحتار باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۴

قلت فما وقع فی مداینات العقود الدریۃ سہو کما نبہت علیہ فیما علقت علی رد المحتار۔

میں کہتا ہوں جو کچھ عقود الدریہ کی بحث مداینات میں واقع ہوا وہ سہو ہے اور بھول ہے جیسا کہ میں نے فتاوٰی شامی کی تعلیق (حاشیہ) میں اس پر تنبیہ اور آگاہ کیا ہے۔ (ت)

اور خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں،

فی الھندیۃ عن الحاوی عن الامام ابی بکر قیل لہ ای فقیر یاخذ جائزۃ السلطان مع علمہ ان السلطان یاخذھا غصبا ایحل لہ قال ان خلط ذٰلک بدراہم اخری فانہ لاباس بہ الی اٰخرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

چنانچہ عالمگیری میں الحاوی اس نے امام ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ فقیر بادشاہ سے انعام لیتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ بادشاہ نے وہ انعام یا مال بطور غصب لے رکھا ہے تو کیا یہ اس کے لئے حلال ہوگا، ارشاد فرمایا کہ اگر وہ دراہم، انعام دوسرے دراہم میں ملا ڈالے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں (عبارت مکمل)۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم نہایت درجہ مکمل اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ ۲۰ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے، وہ نہ رہے ہوں ان کے وارثوں کو دے، پتا نہ چلے تو اتنا مال تصدق کر دے، بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مال حرام ہونا معلوم ہو۔

کما فی الھندیۃ[1] عن الذخیرۃ

جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ کے حوالے سے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراھیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " " " ۵/۳۴۲

عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: از بنگال ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبداللطیف صاحب ۱۹ رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک لڑکی کو استاد نے اس کے باپ کے یہاں قرآن شریف وغیرہ پڑھایا اور اس مدت تعلیم میں والد لڑکی نے استاد کو کچھ اجرت ومشاہرہ وغیرہ نہیں دیا پھر بوقت شادی اس لڑکی کے استاد کو دولھا کی طرف والوں سے یعنی دولھا یا والد وغیرہ سے روپیہ دلوایا، گویا فرشاہ والوں نے بغرض مجبوری یا خوشی سے دیا لہٰذا اس صورت میں اس استاد کو وہ روپیہ لینا جائز ہوا یا از روئے شرع شریف کے ناجائز؟

الجواب

اگر خوشی دیا لینا جائز ہے، اور مجبوری سے دیا تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری رضامندی سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲: از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا والد ایک عرصہ سے اعمٰی ہوگیا ہے دونوں خیالی کرتے ہیں اور عدد فروخت کے واسطے تیار کرتے ہیں، والد زید فروخت مال کے لئے بازار کو چلا گھنٹے کو جایا کرتا ہے کہ قدیم سے اس کی عادت ہے شرعًا اس میں زید پر کوئی الزام نہیں۔ باپ کا مال بیٹے کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ دونوں کی خورش یکجائی ہے، باپ کا حق بیٹے پر کب رہتا ہے اور بیٹے کا باپ پر کب تک؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زید کا باپ اپنی خوشی سے حسب عادت جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اگرچہ مقتضائے سعادتمندی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

یہ ہے کہ اسے آرام دے اور خود کام کرے، ہاں اگر زید اسے مجبور کرکے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے؛ باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدر رضا تک حلال ہے ورنہ حرام، شریک ہوں خواہ جدا، باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے، یونہی بیٹے کا باپ پر۔ ہاں بعض حقوق وقت تک محدود ہیں جیسے لڑکا جب جوان ہو جائے باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱ از ضلع شیب ساگر ڈاکخانہ انگوری مقام شام گری ملک آسام

مرسلہ عبدالمجید صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریز نے ہندہ مسلمہ کو قریب بیس برس کے عورت بنا کر رکھا اُن کی طرف سے کئی ہوئے موجود ہیں، اب ہندہ ضعیفہ ہوئی، ہندہ نے انگریز سے کہا کہ کچھ روزینہ بندوبست کرکے مجھ کو چھوڑ دو ہم آپس میں بھائی بند کے پاس مسلمان ہو کر رہے تاکہ اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔ اب ہندہ نے کسی عالم کے پاس چند مسلمان کے مقابل توبہ کیا اور ضامن بھی دیا آمد و رفت نہ ہونے کے لئے، فاصلہ درمیان دونوں کے ۳ روز کی راہ ہے اسباب حاصلہ اور تنخواہ کے سوا اور کوئی صورت اوقات بسری کے واسطے نہیں اور اگر اسباب حاصلہ اور چار روپیہ روزینہ جاریہ سے منع کیا جائے تو پھر انکار اسلام کا خوف ہے، اب آیا ان صورتوں میں ان کا مسلمان ہونا صحیح ہوگا یا نہ ہوگا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ہندہ کا اسلام صحیح ہے بلکہ اگر اس مدت بیست سالہ میں کہ وہ انگریز کے پاس رہی کوئی قول فعل کفر نہ کیا تھا تو وہ جب بھی مسلمان تھی اگرچہ اشد سخت ملعون کبیرہ کی مرتکب تھی کہ ایک تو زنا دوسرے وہ بھی کافر سے۔ اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر[1] (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے "اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے، ابو ذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود (یعنی بالفرض وہ تنگی اور کوفت محسوس کریں تب بھی)۔ ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر بالفرض ہندہ نے اس زمانے میں معاذ اللہ اپنا دین بدل دیا اور کفر

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۶۶

اختیار کیا تھا اور اب اسلام لائی ہے تو اب بھی اسلام قبول تھا اگرچہ وہ معاذ اللہ اس زنا سے باز بھی نہ آتی کہ زنا کفر نہیں زنا کا وبال رہتا اور اسلام صحیح ہو جاتا، اب کہ وہ بحمد اللہ زنا سے بھی جدا ہوئی، اسلام صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس تنخواہ سے ممانعت کی کوئی ضرورت کہ وہ معاوضہ زنا میں نہیں بلکہ صراحۃً اس انگریز سے صاف کہہ دیا ہے کہ اب وہ زنا سے باز رہے گی اور اپنی قوم میں اپنے دین پر رہے گی تو یہ تنخواہ محض بلا عوض اور ہبہ ہے اس کے لئے حلال ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح [1] ومثلہ فی رد المحتار [2] عن الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اگر اسے بغیر کسی تقاضے اور شرط کے کچھ دیا جائے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس کے لئے مباح ہے چنانچہ فتاوٰی شامی میں فتاوٰی عالمگیری سے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے اس نے صاحب مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۲ از شہر کہنہ ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال مردار گھوڑے اور گدھے کی گیلی خریدنا جائز ہے یا نہیں اور اس گیلی کھال کو سڑا کر ہاتھ سے ملنا اور بنانا یعنی نجاست صاف کرنا اس غلیظ کام کرنیوالے کے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گھوڑا گدھا کہ بے ذبح مرجائے اس کی کھال کہ پکائی نہ گئی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اور دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ، اور اس کے کھانے سے احتراز اولٰی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اما جلود السباع والحمر والبغال فما کانت مذبوحۃ او مدبوغۃ جاز بیعھا والانتفاع [3]

لیکن درندوں، گدھوں اور خچروں کی کھالیں اگر ذبح کئے ہوئے جانوروں سے اتاری جائیں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

[2] رد المحتار " " " فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۱۱۵

وفی الحدیث کسب الحجام خبیث[1] وعللہ بالتلبس بالنجاسات وقد ثبت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتجم واعطی الحجام[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یا خود کھالیں پکالی جائیں تو ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن بصورت دیگر جائز نہیں الخ اور حدیث مبارک ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ائمہ کرام نے اسکی یہ علت بیان فرمائی کہ اس کا نجاستوں سے تلبس ہوا کرتا ہے اور بلاشبہہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از مقام کول مانک چوک مسئولہ زوجہ عبدالرشید خاں مرحوم ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کسبی نے جو کچھ مال حرام پیدا کیا تھا چہ نقدی وچہ زیور وچہ جائداد خریدی ہوئی اُسی مال سے پیدا کی تھی، جب وہ کسبی تائب ہوئی تو اس نے اس قسم مال حرام کو پیدا کردہ اپنا سب چھوڑ دیا اور اپنی ماں اور بہنوں سے کہہ دیا مجھے درکار نہیں ہے میں نے تم کو چھوڑا، یہ کہہ کر الگ ہوگئی، اُنھوں نے اس مال اور جائداد کو صرف کر ڈالا اب یہ استفسار ہے کہ یہ دے دینا اُس کا اُن کو صحیح ہوگیا یا کیا اور جو بچ رہا ہو تو اس کو یہ واپس کرسکتی ہے یا نہیں اور اس غرض سے واپس چاہتی ہے کہ اگر مل جائے تو اس وقت کی نقدی سے جائداد خرید کرکے اُسے مصرف خیر میں صرف کرے اس کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رنڈی جو مال اُس حرام وناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی ملک نہیں ہوتا حکم غصب رکھتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ جس سے لیا واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو اُن کے ورثہ کو دے، وہ نہ ملیں تو فقرا پر تصدق کرے، اور ظاہر ہے کہ بعد ایک مدت مدیدہ کے جو عورت تائب ہو وہ ہرگز حساب نہ لگا سکے گی کہ کب کتنا کس سے لیا، تو جو مال اُس کے ہاتھ میں ہے اموال ضائعہ کے قبیل سے ہوا کہ اس کے مصرف فقراء ہیں، اور اُس کی ماں بہنیں کہ وہ بھی رنڈیاں اور اُسی وقت تک اُسی پیشہ ملعونہ میں آلودہ ہیں اگرچہ اس ناپاک ذریعہ سے لاکھوں روپے اُن کے پاس ہوں شرعاً محض محتاج ونادار ہیں لما عرفت ممن ان

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۶۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاجارہ باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۲۹

ما يايديهن غصب كا يملكنه (اس لئے کہ تمہیں معلوم ہوگیا کہ جو کچھ عورتوں کے ہاتھوں میں ہے وہ غصب شدہ ہے جس کی وہ مالک نہیں ہیں۔ ت) تو وہ بھی اسی تصدق کی محل ہیں اور مال ہونا اس صدقہ واجبہ کے منافی نہیں کہ یہ صدقہ خود اس کے اپنے مال کا نہیں،

كما علم بل اموال صوائع لا يعرف اربابها فيحل لها التصدق بها على ابيها وابنها وامها وبنتها وفي الهندية عن القنية له مال فيه شبهة او التصدق به على ابيه يكفيه ذلك ولا يشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشتري وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا خرج من العهدة[1] اه اقول فاذا كان هذا فيما قد ملكه مع خبثه فما لم يملكه اظهر واولٰى۔

جیسا کہ معلوم ہوگیا بلکہ یہ اموال ضائعہ کی قسم سے ہے کہ جن کے مالک نامعلوم ہیں لہذا ان مالوں کا اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر خیرات کردینا حلال ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں قنیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس مشکوک و مشتبہ مال ہو تو وہ اپنے والد کو بطور صدقہ خیرات دے دے تو یہ اس کیلئے کافی ہے لہذا کسی اجنبی پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اسی طرح جب اس کا بیٹا کاروبار خرید و فروخت میں اس کے ساتھ ہو اور اس کاروباری سلسلے میں فاسد سودے بھی ہوں پھر وہ شخص اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا اھ میں کہتا ہوں جب یہ حکم اس میں ہے کہ جس کا یہ مالک ہے اور جس کا یہ مالک نہیں تو اس میں اجرائے حکم زیادہ واضح اور زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

پس اگر اس عورت نے وہ مال انہیں دے ڈالا تھا اور انہوں نے قبضہ کرلیا جب تو ظاہر ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا اس کی ماں بہنیں اس کی مالک ہوگئیں اور وہ مال ان کے لئے طیب ہوگیا ولا يضر الشيوع الصدقة وان ضر الهبة (صدقہ کو غیر منقسم ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ت) اب عورت کو ان سے واپسی کا اختیار نہیں لان الصدقة لا تسترد وكان القرابة المحرمة مانعة للرجوع (اس لئے کہ صدقہ واپس نہیں لیا جاسکتا کیونکہ محرم رشتہ واپس کرنے سے مانع ہے۔ ت) اور اگر دے ڈالنا نہ تھا بلکہ صرف آپ اس ناپاک مال سے سبکدوش ہونا منظور تھا اور "تم کو چھوڑا" کے یہی معنی تھے کہ تم ہنوز اسی ناپاک پیشے میں ہو تم جانو اور یہ ناپاک مال مجھے اس سے تعلق نہیں اس صورت میں بھی جبکہ انہوں نے قبضہ کرلیا تو ایک مال ضائع حق فقراء تھا جس پر فقراء کا قبضہ ہوگیا یہ عورت اس کی مالک نہ تھی کہ فقراء سے مطالبہ واپسی کرسکے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

مسئلہ ۲۲۳: از شہر چاٹگام موضع نیا گاؤں از جانب محمد قدرت اللہ عفی عنہ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ اگر شخصے معاملہ سود نمودہ اموال کثیرہ فراہم نمایند پس رحلت از دار دنیا بدار آخرت اموالیکہ از معاملہ جمع شدہ برائے وارثان وغیرہ جائز و حلال باشد یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سودی کاروبار اور لین دین کرکے بہت سا مال اکٹھا کیا پھر دار دنیا سے دار آخرت کی طرف کوچ کر گیا لہذا جو مال سودی کاروبار سے جمع کیا گیا وہ اس کے وارثوں وغیرہ کے لئے جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وارثان دانند کہ از فلاں فلاں کس اینقدر ربا گرفتہ است واجب ست کہ بآنہا واپس دہند اگر ایشاں نماندہ باشند بوارثان ایشاں رسانند اگر وارثان ہم نیابند یا از سر فلاں فلاں رانداشتہ باشند مگر عین اموال ربا معلوم ومعین است آں اموال را بر فقراء تصدق کنند واگر ہیچ در علم ایشاں نیست جز اینکہ ربا ہم گرفت ترکہ مر ایشاں را حلال است فی ردالمحتار الحاصل انہ ان علموا ارباب الاموال وجب ردہ علیہم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر ورثاء جانتے ہیں کہ اس قدر مال فلاں فلاں سے بطور سود لیا گیا تو ضروری ہے کہ ان کے مالکوں کو واپس کردیں لیکن اگر وہ مالکان وفات پاچکے ہوں تو ان کے ورثاء کو لوٹادیں۔ اگر ورثاء موجود ہی نہ ہوں یا ان کی تفصیل معلوم نہ ہوسکے اور سودی رقم کی مقدار معلوم ہو تو اس مال معینہ کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردیں۔ اگر مذکورہ امور میں سے کوئی بات ان کے علم میں نہ ہو تو ایسی صورتحال میں ورثاء کے لئے اس میت کا ترکہ حلال ہے۔ چنانچہ فتاوی شامی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ارباب مال کو جانتا ہے تو مال انہیں لوٹا دینا ضروری ہے لیکن اگر یہ نہیں جانتا اور مال حرام معین کا علم رکھتا ہے تو اس کے لئے حلال نہیں بلکہ مالک مال کی نیت سے اسے خیرات کردے اور اگر مال مخلوط (ملا جلا) ہو جو حرام طریقہ سے جمع کیا گیا اور اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ اس

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

میں سے کسی حرام شے کو بعینہ جانتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے بطورِ حکم حلال ہے ہاں تقوٰی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۵: از بجنور مرسلہ محمد حسن نائب محافظ دفتر کلکٹری ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ کسی شخص نے کچھ مال بذریعہ سُود یا رشوت یا تغلّب یا چوری وغیرہ کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اور اس مال کے ذریعہ سے کوئی جائداد خرید کی یا کام تجارت جاری کیا تو اب اس جائداد یا تجارت کی آمدنی اس شخص کے اور اس کے توابعین و لواحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس صورت اور کس دلیل سے؟ اور اس وبال دارین سے سبکدوش ہونے کا عند الشرع کیا طریقہ ہے؟ فقہ حنفی کی رُو سے مع حوالہ کتب جواب بواپسی ڈاک ارشاد فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جو مال رشوت یا تغنّی یا چوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا اُن پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں ان کے ورثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید و فروخت کسی کام میں اس مال کا لگانا حرام قطعی ہے بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔ یہی حکم سُود وغیرہ عقود فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انھیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدق کردے۔

وذلک لان الحرمۃ فی الرشوۃ وامثالہا لعدم الملک اصلا فھو عندہ کالمغصوب فیجب الرد علی المالک او ورثتہ ما امکن اما فی الربٰو واشباھہ فلفساد الملک وخبثہ و اذا قد ملکہ بالقبض ملکا خبیثا لم یبق مملوک

یہ اس لئے کہ رشوت اور اس جیسے مال میں ملکیت بالکل نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ہے لہٰذا وہ مال رشوت لینے والے کے پاس غصب شدہ مال کی طرح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ مال اس کے مالک یا اس کے ورثاء کو لوٹا دیا جائے پس ایسا کرنا واجب ہے، سُود یا اس جیسی اشیاء میں فسادِ ملک اور خباثت کی بناء پر بوجہ قبضہ اس کا مالک بن گیا تو جس سے

المأخوذ منه لاستحالة اجتماع ملكيت على شئ واحد فلو یجب الرد و انما وجب الانخلاع عنه اما بالرد واما بالتصدق کما ھو سبیل سائر الاملاك الخبیثة۔

مال لیا گیا اس کی ملکیت باقی نہ رہی (بلکہ ختم ہوگئی) اس لئے کہ ایک چیز پر بیک وقت دو ملک جمع ہونے محال ہیں (اگر اصل شخص بھی مالک ہو اور سود خور بھی۔ مترجم) لہٰذا مال ماخوذ کا واپس کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے علیحدگی واجب ہے خواہ بصورتِ رد (یعنی لوٹانے کے) ہو یا بصورتِ خیرات، جیسا کہ تمام املاکِ خبیثہ میں یہی طریقہ ہے۔(ت)

ہاں جس سے لیا انھیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولٰی ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ والخیریۃ والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ، خیریہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ت)

رہا استبدال یعنی اس مال کے عوض دوسری چیز خریدنا، اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ مال کرنا جائز ذرائع سے حاصل کیا زروسیم کے سوا اشیاء متعینہ سے تھا جیسے زمین یا کپڑا یا برتن وغیرہ یا اس کے عوض کوئی جائداد خریدی یا اس سے تجارت کی تو وہ جائداد و تجارت سب خبیث و حرام ہے، اور اگر وہ مال سونا چاندی روپیہ اشرفی تھا اور اُس سے کوئی جائداد مول لی یا تجارت کی تو مذہب مفتٰی بہ میں اگر عقد و نقد دونوں اس زرِ حرام پر جمع ہوئے یعنی وہی حرام روپیہ بائع کو دکھا کر کہا کہ اس کے عوض فلاں شے دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دے دیا یا پہلے سے وہ حرام روپیہ بائع کو دے دیا اور اُس کے بدلے کوئی چیز مول لی تو وہ چیز مطلقاً حرام و خبیث ہے جبکہ یہ روپیہ غصب یا سرقہ یا رشوت و اجرتِ زنا یا غنا و امثال ذلک کا ہے جن میں اس کی ملک اصلاً نہیں ہوتی، اور اگر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے مثلاً مطلقاً خریدی کہ فلاں چیز دے دے پھر ثمن میں وہ زرِ حرام دیا یا زرِ حرام دکھا کر خریدی مگر دیتے وقت دوسرا روپیہ دیا تو وہ خرید کردہ شے پاک ہے۔ یونہی اگر روپیہ ربا وغیرہ عقودِ فاسدہ سے حاصل کیا تھا اور اس کے عوض کوئی شے خریدی تو اس خریدی ہوئی شے میں خباثت نہ آئے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ و ربح اذا کان متعینا بالاشارۃ او بالشراء بدراھم الودیعۃ او الغصب و نقدھا

اگر غصب کردہ چیز اور امانت میں اس نے تصرف کیا اور نفع کمایا ہو تو اسے خیرات کرے جبکہ وہ اشارہ سے متعین ہو اور اگر امانت اور غصب شدہ دراہم سے کوئی چیز خریدی اور وہی دراہم تبادلہ میں

وان اشار الیها ونقد غیرها او الی غیرها او اطلق ونقدها لا وبه یفتی۔[1]

دے تو وہ چیز حرام ہے اور اگر ان کی طرف اشارہ کیا لیکن دیتے وقت دوسرے دراہم بصورت نقدی دے یا دوسرے دراہم کی طرف اشارہ کیا یا چیز خریدتے وقت ثمن سے اطلاق کیا (کہ فلاں چیز دے دے، پھر قیمت دیتے وقت وہی حرام درہم دے تو اسے خیرات نہ کرے (اس لئے کہ وہ پاک ہے) اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الخبث لفساد الملك انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین واما الخبث لعدم الملك کالغصب فیعمل فیهما کما بسطه خسرو وابن الکمال[2] واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ملک فاسد ہونے کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہوتی ہے وہ متعین شے پر اثر کرتی ہے جبکہ غیر متعین میں موثر نہیں ہوتی لیکن عدم ملک کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہو جیسے غصب وغیرہ تو وہ متعین غیر متعین دونوں میں اثر کرتی ہے جیسا کہ خسرو اور ابن الکمال نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۶: از بریلی حاضر کردہ محمد صدیق عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد قاسم صاحب نے آٹھ سو روپیہ کے نوٹ واشرفیاں سکتر صاحب کو برائے عمارت جامع مسجد دئے تھے سکتر صاحب نے چھ سو کا سامان منگوایا دو سو باقی رہے اور کام مسجد کا شروع کرادیا اہل محلہ نے کسی وجہ سے اس کام کو روکا سکتر صاحب کو اس سے ملال ہوا اور کار سے دست بردار ہوگئے اور قصد عمارت کا ترک کردیا، سکتر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ حاجی صاحب نے جو روپیہ دیا تھا وہ آپ کے پاس بجنسہ ہے یا اس میں کچھ تصرف ہوا ہے، اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب نے اشرفیاں و نوٹ دئے تھے میں نے اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ڈال دیں اور نوٹ خزانچی کو

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶-۲۰۵

[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد " " " ۲/ ۲۹

دے دے گئے تھے چونکہ اشرفیاں خلط ملط ہوگئیں اب مجھ کو ان کی تمیز بھی باقی نہیں رہی کہ وہ کون سی ہیں اور حاجی صاحب خواہ مجھ سے بالکل روپیہ لے لیں خواہ اشرفیاں خواہ نوٹ، لہٰذا اس صورت مذکورہ میں حاجی محمد قاسم صاحب اس روپیہ میں سے کسی شخص کو سوا سو روپیہ حج کے واسطے دلا سکتے ہیں یا نہیں، وازروئے شرع مطہرہ کے اس کی ممانعت تو نہیں ہے؟ اور حاجی صاحب اس کا ثواب عنداللہ تعالٰی پائیں گے؟ بیّنوا عند اللہ تعالٰی توجروا (بیان فرمائیے تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جبکہ وہ اشرفیاں وکیل نے اپنے مال میں خلط کرلیں کہ اب تمیز نہیں ہوسکتی تو وہ مال ہلاک ہوگیا اور وکیل پر اس کی ضمان لازم ہوئی فان الخلط استھلاک والمستھلک کالغاصب والغصب مضمون والضمان مغیر (اس لئے کہ کسی کے مال کو اپنے مال میں ملادینا اسے ہلاک کرتا ہے اور ہلاک کرنے والا غاصب کی طرح ہے اور غصب میں ضمان ہے اور ضمان تبدیلی پیدا کرنے والا ہے۔ ت) تو دینے والے کو اس روپے میں تصرف مذکور جائز ہے خصوصاً اب کہ وہ کام ہی طے ہوگیا اور دینے والا اسے اب بھی کار قربت میں صرف کرنا چاہتا ہے تو صورت ثواب کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵: از سرائے گنج ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی ظہیر الدین یکم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے یہاں پشتہا پشت سے شراب کی بکری کا روزگار ہوتا تھا اب اس نے ایک ملاقی و شریعت آدمی کی ہدایت و فہمائش پر شراب کی بکری کے روزگار سے تائب ہوکر اس امر کا متجر ہوا کہ جس قدر مال وزر یہ پاس ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے، جس پر ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک حیلہ شرعی یہ ہے کہ تبادلہ جنس کر ڈالنے سے ان شاء اللہ تعالٰی وہ مال پاک ہوجائیگا، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ اُسی جلسہ میں دوسرے عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ مال کسی صورت سے پاک نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اس مال کو دریا برد کردینا چاہئے بجز دریا برد کردینے کے اس مال کے استعمال کی کوئی صورت نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ سائل اس مال کو کیا کرے، آیا دریا برد کرکے محتاج رہ جائے یا اس کے جواز کی کوئی صورت بھی ہے جیسا کہ عالم صاحب نمبر ایک نے فرمایا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

دریا برد کردینے کا حکم محض باطل ہے اور دوسری جنس سے بدلنے میں عہدہ برآری نہ ہوگی حکم شرع

جواس کے ذمہ سے ادا نہ ہوگا اُس پر شرع مطہرہ یہ فرض کرتی ہے کہ اُس مال کو تصدق کر دے، مساکین کو دے ڈالے، بغیر اس کے اس کی توبہ صحیح نہیں، اور اس میں اس کے لئے حیلہ شرعی بھی نکل آئے گا، یہ تصدق کچھ اجنبی مساکین ہی پر ضرور نہیں بلکہ اپنے محتاج بیٹے یا باپ یا بھائی یا بی بی پر بھی کر سکتا ہے انھیں دے کر ان کا قبضہ کرا دے پھر وہ کل یا بعض جتنا چاہیں اسے ہبہ کر دیں پاک ہو جائے گا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلک ولایشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حین کان یبیع ویشتری وفیہا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا أخرج من العھدۃ کذا فی القنیۃ[1]

کسی شخص کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو تو اسے کسی اجنبی پر ہی خیرات کر دینا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے والد پر بھی خیرات کرکے بری الذمہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کا بیٹا اس کے ساتھ شریک کاروبار ہو اور خرید و فروخت کرتا ہو اور فاسد سودے بھی ہوتے ہوں اور وہ اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کر دے تو وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو جائے گا۔ قنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور یہاں تحقیقات عظیمہ فقہیہ ہیں جن کے بیان میں طول ہے اور حاصل حکم اسی قدر ہے، وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ — حبیب اللہ شاہ محلہ شاہ آباد بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ باجا بجانے کا پیشہ کرتے ہیں، ہولی کے دن ہندوؤں کے یہاں بھی جاکر بجایا کرتے تھے مگر اب کی مرتبہ سب برادری نے یہ بات کہی کہ یہ بات ذلت کی ہے ہندوؤں کے یہاں نہیں جانا چاہئے سبھوں نے جانا چھوڑا ایک شخص نہیں مانا اس سے یہاں تک کہا گیا کہ اگر تم ایسے نہیں مانتے ہو دو تین روپے لو، خدا کا واسطہ بھی دیا، اس نے اس پر بھی نہ مانا آخر گیا، ہم لوگوں نے اس کی پنچایت کی، وہ آدمی اسے پنچایت میں لانے کو ملنے گئے، اس نے کہا تم نے مجھے چھوڑا میں نے تمھیں چھوڑا تم میرے نزدیک مثل بھنگی کے چمار کے ہو۔ اب از روئے شرع ایسے شخص کے حکم میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

الجواب

باجا بجانا خود ہی ناجائز تھا اور ہندوؤں کے یہاں بجانا اور سخت ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام، اب کہ ان مسلمانوں کو ان کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ ہندوؤں کے یہاں نہ بجانے پر اتفاق کر لیا اور خدا نے آنکھیں دکھلیں کہ مسلمان ہو کر خدا کے دشمنوں کے سامنے ذلت اٹھانے کو بڑا جانا تو اس پر تمام برادری کو اس ترک میں ان کی پیروی خدا و رسول کے حکم سے لازم تھی جس شخص نے نہ مانا وہ صرف گنہگار ہی نہیں بلکہ سرکش شریر بدکار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ نہ مانے تو برادری والوں پر لازم کہ اسے مثل بھنگی چمار کے چھوڑ دیں اس کی کسی بات میں شریک نہ ہوں نہ اپنی کسی بات میں اسے شریک کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ از ضلع متھرا محلہ چوبیا پاڑہ قصبہ ناٹت مرسلہ غلام محمد امیر خاں صاحب حنفی ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کمترین کا سن اکیاون سال کا ہے اور گیارہ لڑکیاں ہیں۔ پیشہ وثائق نویسی کرتا ہوں اور دوسرا کوئی کام نہیں جانتا ہوں۔ مسلمانوں کی سودی دستاویزات لکھنے سے اجتناب کرتا ہوں تا کہ اس وقت تک میرے قلم سے کسی مسلمان کی کوئی دستاویز نہیں لکھی گئی۔ آج ایک مولوی صاحب کی زبانی یہ مسئلہ سُنا کہ کفار کے سودی دستاویزات کہ جس میں فریقین کافر ہوں ہندوستان میں یہ بھی جائز نہیں ہیں اور جیسا گناہ سود کھانے والے کو ہے ویسا ہی کاتب کو اور گواہوں کو ہے۔ پس یہ سُن کر مجھ کو خوف الٰہی نے اس بات پر مجبور کیا کہ جناب سے اس مسئلہ کو دریافت کروں، اور اگر فی الحقیقت جیسا کہ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے حضور بھی فتوٰی دیں تو اللہ تعالٰی پر توکل کر کے اس پیشہ کو چھوڑ دوں اور اللہ تعالٰی کے حضور میں توبہ و استغفار کروں تا کہ اللہ تعالٰی گزشتہ کو معاف کر دے۔ حضور بھی میرے حق میں دعا سے خیر فرما دیں اور فتوٰی عطا فرمائیں جمیع حاضرین کی خدمت میں سلام علیک عرض کرتا ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے ہر تنگی سے نجات کی راہ رکھے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے

علی اللہ فھو حسبہ[1]
اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور اس پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ جو نیک پاکیزہ خیال کر اللہ عزوجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزوجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالٰی پر توکل کرتا ہے اللہ اُسے بس ہے۔ فقیر اسلامی محبت سے چند عمل مجرب جو بارہا بفضلہ تعالٰی تریبعت ثابت ہوئے ہیں آپ کو بتاتا ہے:

(۱) بعد نماز عشا سر برہنہ ایسی جگہ کہ سر و آسمان میں چھت یا درخت وغیرہ کچھ حاجب نہ ہو ۵۰۰ بار روزانہ پڑھئے یا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب (اے اسباب کا سبب بنانے والے۔ ت) اول آخر ۱۱، ۱۱ بار درود شریف۔ جتنے دنوں زیادہ پڑھے زیادہ نفع ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی، اور ہمیشہ پڑھے تو بہتر۔

(۲) بعد نماز مغرب ستارہ قطب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر آیۂ قطب کہ پارہ چہارم کے نصف پر ہے ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ سے علیم بذات الصدور[3] تک ۴۱ بار روز پڑھے ۴۱ روز تک، اول آخر ۱۰، ۱۰ بار درود شریف۔

(۳) خاص طلوع صبح صادق کے وقت اور نہ ہو سکے تو حتی الامکان سنت صبح سے پہلے سو بار روزانہ پڑھیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اول آخر درود شریف ۱۰، ۱۰ بار۔ اس کا ورد ہمیشہ رہے۔ اول وقت پڑھنے کی کوشش ہو مگر اس کے سبب جماعت میں خلل نہ پڑے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۳
[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷
[3] القرآن الکریم ۳/۱۵۴

اگر اتنی دیر میں کہ سنتیں پڑھ کر اسے شروع کریں اگر بیچ میں جماعت قائم ہو شریک ہوجائیں، باقی عدد بعد میں پورا کریں۔ وظائف و اعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں،

(۱) حسنِ اعتقاد، دل میں دغدغہ نہ ہو کہ دیکھئے اثر ہوتا ہے یا نہیں، بلکہ اللہ عزوجل کے کرم پر پورا بھروسا ہو کر ضرور اجابت فرمائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ[1] — اللہ تعالٰی سے اس حال پر دعا کرو کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو۔

(۲) صبر و تحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزر گئے ابھی کچھ اثر ظاہر نہ ہوا یوں اجابت بند کر دی جاتی ہے بلکہ پڑھتا رہے اور لو لگائے رہے کہ اب اللہ و رسول اپنا فضل کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ و رسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ انا الی اللہ راغبون[2] — کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوجاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ کی طرف لو لگائے ہیں۔

حدیث میں ہے:

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی[3] — تمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(۳) میرے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف و اعمال و تعویذات میں شرط ہے کہ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی کامل پابندی رہے وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از روئے شرع شریف کے تاوان کا روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] جامع الترمذی — ابواب الدعوات — امین کمپنی دہلی ۱۸۶/۲
مشکوٰۃ المصابیح — کتاب الدعوات الفصل الثانی — مجتبائی دہلی ص ۱۹۵

[2] القرآن الکریم ۹/۵۹

[3] صحیح مسلم — کتاب الذکر والدعاء باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۲/۲

الجواب

حرام تاوان کا حرام اور جائز کا جائز۔ سائل نے متعدد سوال گول اور مجمل لکھے جو کسی صورت خاص میں حکم معلوم کرنا چاہے اسے مفصل وہ خاص صورت بیان کرنا چاہئے کہ اس کا حکم بتایا جائے۔

مسئلہ ۲۲۱: از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

ایک عزیز زید کا زید کو از راہ صلہ رحمی ماہوار یا وظیفہ دیتا ہے مگر مہاجن سے سودی روپیہ قرض لے کر دیتا ہے کسی اپنی دنیوی وجہ سے تو ایسے روپے سے خیرات جائز یا ناجائز؟

الجواب

بلا ضرورت شرعیہ و مجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح حدیث میں سود لینے والے اور سود کھانے والے کو برابر بتایا اور دونوں پر سخت وعید فرمائی تو یہ روپیہ کہ ایک عقد فاسد سے اس نے حاصل کیا خود خبیث ہے اور اسے واپس دینا اور اس عقد کو فسخ کرنا واجب ہے اور خیر یا اپنے کسی مصرف میں نہیں لا سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از شہر مذکور، باہام مسئلہ مذکورہ الصدر بتاریخ مذکورہ بالا

زید نے عمر کو روپیہ قرض دیا، عمر نے ادائگی روپیہ زید کی ناپاک روپے سے کی، تو ایسی حالت میں روپیہ زید کا پاک رہا یا ناپاک؟

الجواب

ناپاک روپیہ دو قسم ہے، ایک وہ جو اس شخص کی ملک ہی نہیں جیسے غصب یا رشوت یا چوری کا روپیہ یہ روپیہ اس سے نہ کوئی اپنے قرض میں لے سکتا ہے نہ اپنی کسی بیچی ہوئی چیز کی قیمت میں، اور اگر لے گا تو وہ اس کے لئے حرام و ناپاک ہوگا جبکہ اسے معلوم ہو کہ دینے والے کے پاس بعینہٖ یہ روپیہ اسی حرام سے ہے۔ اور اگر دینے والے کے پاس علاوہ حرام ہر قسم کا روپیہ ہے اور لینے والے کو معلوم نہیں کہ یہ روپیہ جو مجھے دے رہا ہے خاص وجہ حرام کا ہے تو لینے میں حرج نہیں۔

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے امام محمد کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی کہ ہم اسی مسئلہ کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی شیئ کے عین حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

دوسری قسم وہ کہ اس کی ملک بوجہ خبث ہے جیسے وہ روپیہ کہ کسی عقد فاسد سے حاصل کیا جائے بعد قبضہ ملک ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے کو اپنے کسی جائز ذریعہ میں لینا روا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ کفایت اللہ خاں صاحب از موضع ابھئی پور ضلع بریلی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہیڈ پر ایک چندہ کیا گیا واسطے مجلس میلاد شریف و قوالی کے چندہ جمع ہونے کے بعد چند اشخاص نے یہ کہا کہ ہم نے اب کی مرتبہ دیا ہے لیکن آئندہ نہ دیں گے اور اب مسجد کی مرمت کے واسطے دیں گے تو اس میں اُن کا مبلغ لعہ جمع تھا ان کو بجائے لعہ کے مبلغ عہ اُن کو دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ ۱ مسجد کی مرمت میں لگانا وہ روپیہ وہ لوگ جنھوں نے چندہ دیا تھا آپس میں تقسیم کرکے کھا گئے، اب اُن کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو جس طرح حرمین طیبین میں ہوتی ہے اور قوالی کہ یہاں رائج ہے ناجائز ہے اور اس کے لئے چندہ دینا بھی جائز نہیں یہ چندہ کہ اُن کو واپس دیا گیا اگر لعہ ہی دئے جاتے جتنا انھوں نے دیا تھا تو انھیں اُس کا کھا لینا حرام نہ ہوتا وہ ان کی ملک تھا اور جو وعدہ مسجد میں صرف کرنے کا کیا تھا اگر اس پر قائم ہے اور بوجہ حاجت اس وقت صرف کرلیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگا دیں گے تو اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہوا اور اگر نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا اور معاذ اللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون۔[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُن کے دلوں میں نفاق جما دیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ انھوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے(ت)

مگر وہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیا گیا اُس کا کھا لینا ہر طرح انھیں حرام تھا بہرحال وہ مرتکب غصب حرام ہوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ محمد سعید علی صاحب طالب علم از کانپور مسجد حاجی بدلو صاحب سطر کی محل ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی ایک بازاری عورت یعنی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

رنڈی نے مدتوں سے زناکاری اور معاصی کرکے بہت مال جمع کیا اور اپنے حالات فسق و فجور ہی میں اس مال سے ایک مکان بنایا اور کچھ زمین خریدی اُس عورت کے پاس اور کوئی مال بھی نہ تھا اور جو سنے کی صورت متصور نہ تھی جس سے زمین اور مکان کی قیمت دے سکے اب دو تین برس سے اُس عورت نے توبہ کرکے اور بازار چھوڑکر اُسی مکان میں سکونت پذیر ہوئی اور چاہتی ہے کہ اپنی ملک سے عوام و خواص کی دعوت کرے اور کھلائے پلائے اور لوگوں کو اُس کے مکان میں جانا اور کھانا پینا اور خود عورت مذکورہ کو اُس مکان و زمین و دیگر اشیاء کہ جو اس مال سے خریدی ہیں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب (کتاب کے حوالہ سے بیان فرماؤ۔ ت)

الجواب

اگر اُس نے زمین اور مکان کی اینٹ لکڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرِ ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین مکان اُس کے لئے حرام نہیں،

لان الدراهم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیها العقد والنقد لم یسر الخبث الی البدل کما هو قول الامام الکرخی وعلیه الفتوی۔

اس لئے کہ عقد کے معاملات میں دراہم متعین نہیں ہوتے، پھر جب ان پر عقد اور نقد جمع نہ ہوں تو خباثت بدل کی طرف سرایت نہیں کرتی، جیسا کہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مگر وہ مال حرام جو اُس کے پاس ہے اُس پر لازم ہے کہ سب تصدق کردے اُس میں سے کوئی پیسہ اپنے کھانے پہننے یا کسی اور مصرف میں اُسے اٹھانا حرام ہے وہ اگر اُسے پاک کرنا چاہے تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ کسی محتاج کو اگرچہ اس کا کیسا ہی عزیز و قریب ہو اپنا وہ کل مال ایک ایک پیسہ ایک ایک تار بہ نیت تصدق دے دے اس میں سے کچھ اپنے پاس نہ رکھے، اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ چند محتاجوں پر اس حساب سے تصدق کرے کہ ہر ایک کو چھپّن روپے سے کم کا مال پہنچے پھر جن کو اُس نے بطور تصدق دیا ہے وہ اپنی خوشی سے اپنی طرف سے تھوڑا یا بہت جتنا اسے ہبہ کردیں وہ اس کے لئے حلال طیب ہوجائیگا اگرچہ کل دے دیں اُس کے بعد اُس کے یہاں کی دعوت وغیرہ کسی امر میں حرج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵ از شہر کرلہ ڈاکخانہ گھیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۸ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آسامی نے اپنا حق موروثی اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں زمیندار کو آسامی مشتری سے کچھ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا بحوالہ کتاب (کتاب کے حوالے سے بیان کرکے اجر پاؤ۔ت)

الجواب

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر زمیندار کچھ لے سکتا ہے، نہ یہ حق جسے قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے شرعاً کوئی حق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶ از ضلع گوڑگانوں مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ کوئی جانور یا شیرینی مندر میں بت پر یا دیبی بھیروں وغیرہ کی تھان پر یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وغیرہ کی قبر پر چڑھائی جائے اور اس بت کا پجاری یا تھان کا پجاری یا قبر کا مجاور اس چڑھاوے کو لے لے اور اس کو بیچے تو مول لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور یا پجاری مفت دے تو لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور اور پجاری کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور اولیاء کرام کی قبر کے چڑھاوے اور بت یا تھان پر چڑھاوے ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ حکم ہے؟ فقط۔

الجواب

عجب وہ مسلمان کہ اسلام اور کفر میں فرق نہ کرے۔ عجب وہ مسلمان کہ بتوں کے تھان اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مزارات طیبہ کو ایک ساتھ گنے، بت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے اور اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام، تو مالک پجاری بھی ہو جاتا ہے بیچے تو مول لینے میں حرج نہیں کہ بت کے چڑھاوے کی نجاست اس تک منتہی ہوگئی اور مفت دینا اگر اس طرح ہو جیسے ان کے یہاں پرشاد بٹتا ہے تو لینا ہرگز جائز نہیں کہ اس میں ذلت مسلم ہے اور اگر اس طریقہ پر نہ ہو بلکہ وہ اپنی ملک میں لے کر اُسے بطور ہدیہ دے تو اس کا حکم ہدیہ مشرکین کا حکم ہے کہ صور واحکام و اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے اور اس خاص صورت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ حدیث میں فرمایا:

اِنّی نُھیت عن زبد المشرکین ۱؎ — مجھے منع کردیا گیا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کا عطیہ (ہدیہ) قبول کروں۔(ت)

مزاراتِ طیبہ پر جو کچھ بغرض ایصالِ ثواب حاضر کیا جائے اور عادۃً خدام اُسے تقسیم کرلیتے اور دینے والے جانتے ہیں اور اس پر راضی ہوتے ہیں وہ ان کی مِلک ہے اُن سے ہدیۃً و شراءً دونوں طرح لینا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲: از ضلع شاہجہانپور مقام میراں پور کٹرہ محلہ نادر سانیاں ڈاکخانہ خاص روز یکشنبہ بتاریخ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جنگ بلقان کے وقت چند اشخاص نے مل کر چندہ مجروحین و بیوگان ترکوں کے واسطے قصبہ اور دیہات سے جمع کیا اس اثناء میں چندہ فراہم کرنے والوں میں سے ایک شخص نے چند روپیہ اپنے صرف میں کرلیا اور آج تک نہیں دیا برابر جھوٹے وعدے کرتا رہا اور بقیہ روپیہ بھی اُس روپیہ کے نہ ملنے کی وجہ سے اب تک نہیں روانہ کیا گیا اب اس روپیہ کو کسی صرف میں لانا چاہئے یا اُن اشخاص کو واپس کردینا چاہئے، یا صرف مسجد یا مدرسہ میں یا مطبع علماء میں صرف کرنا چاہئے اور جس شخص نے وہ روپیہ نہیں دیا ہے اُس کی بابت کیا حکم ہے، ایسے شخص اس امانت سے سبکدوش ہوجائے جن کے پاس جمع ہے، زیادہ حدِ ادب!

الجواب

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا مِلک رہتا ہے جس کام کے لئے وہ دیں جب اُس میں صرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انھیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اجازت دیں اُن میں جو نہ رہا ہو ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں، ہاں جو اُن میں نہ رہا اور اُن کے وارث بھی نہ رہے یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سے کتنا لیا تھا، وہ مثلِ مالِ لقطہ ہے، مصارفِ خیر مثل مسجد اور مدرسہ اہلسنت و مطبع اہلسنت وغیرہ میں صرف ہوسکتا ہے، وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۳:

چہ میفرمایند علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ — علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ

۱؎ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۹۹۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۸/ ۳۶۴
جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۱

وتنیکہ قضاۃ را وظیفہ مقررہ از بیت المال باشد و مع ہذا ایناں دہ بدہ بگردند و برائے خود بلا اجازت سلطانی خلد اللہ تعالٰی سلطنتہ آمین ثم و ثم مال از خاص رعایا بعضے جبراً و قہراً و بعضے سوالاً و تضرعاً جمع میکنند و خلاف او جائز می شمارند میخورند نہ آنکہ در مصلحات امور مملکت و سلطنت صرف میکنند پس ایں فعل و قول قضاۃ مذکور موافق شرع قویم و صراط مستقیم ہست و یا نہ۔ بینوا توجروا۔

جو شرعی جج (قضاۃ) ہیں، بیت المال سے انکا وظیفہ مقرر ہے مگر اس کے باوجود وہ بستی بستی میں چکر لگاتے ہیں، اور خود اپنے لئے بغیر اجازت شاہی، اللہ تعالٰی اس کی بادشاہی کو ہمیشہ برقرار رکھے، آمین پھر آمین، خاص رعایا سے مانگتے ہیں، کچھ ان میں جبر اور زبردستی اور کچھ منت سماجت سے گڑگڑا کر مال جمع کرتے ہیں اور خلاف کو جائز سمجھتے ہوئے جمع شدہ مال کھا جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بادشاہی اور مملکت کے بڑے بڑے کاموں میں اس کو خرچ کریں، پس جج صاحبان کا یہ رویہ اور قول شرع مقدس اور صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرماکر اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

اگر بجبر میگیرند ظالم و غاصب اند قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ[2] واگر بسوال و تضرع میگیرند نیز حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3] ودرہندیہ وغیرہا ست ما جمع السائل

اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ باب من یعطی من الصدقۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۱

بالتکدی فہو خبیث[1] بر سلطان اسلام و ولاۃ و حکام و محتسبان ولاۃ مقام فرض است کہ آنہارا ازیں کردار بازدارند قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[2] قال اللہ تعالٰی لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون[3] نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں، چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے: کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔ لہذا شاہ اسلام، مقرر کردہ والی، حکام اور احتساب کرنے والے بلند عہدہ رکھنے والے اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کارروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے زور بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کردے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اسے دل سے برا سمجھے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انہیں کیوں نہیں روکتے، بلاشبہہ بہت بری کارروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۲: حکیم محمد حسن از بہیڑی ضلع بریلی ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محکمہ آبکاری میں جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے ملازمت کرتے ہیں مثلاً جیسے کہ انسپکٹر آبکاری، یہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کس وجہ سے اور ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ دلائل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب

شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، لوانا سب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹
[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۹
[3] القرآن الکریم ۵/ ۶۳

حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعاً ناجائز ہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

(لوگو) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا وبائعھا ومبتاعھا وعاصرھا ومعتصرھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ واٰکل ثمنھا۔ رواہ ابوداؤد والحاکم[2] وصححہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھا کر لے گئے اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالٰی نے ان سب پر لعنت فرمائی۔ امام ابوداؤد اور امام حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے (یعنی حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے) اس کی تصحیح فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ مسئولہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس مدرسہ نور الہدی بانکی پور ڈاک خانہ سندہو چہار شنبہ ۱۵ شوال ۱۳۳۳ھ

حضور کا کیا حکم ہے کہ ایک عورت کے اُوپر جن آتا ہے اور وہ علانیہ اُس کو دیکھتی ہے اور وہ اُس کے پاس آکر روپے وغیرہ نوٹ دے کر جاتا ہے تو آیا اُس نوٹ اور روپے کو صرف کرنا چاہئے یا نہیں ؟ اور استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

وہ جن جو کچھ اُس عورت کو دیتا ہے اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب العصیر للخمر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ دار الفکر بیروت ۴/۱۴۵

مایدفعہ متعشاشقات رشوۃ[1] آپس میں مخاصمہ کرنے والے جو کچھ دیں وہ رشوت میں شمار ہے۔ (ت)

اگر وہ لینے پر مجبور کرے تو فقراء پر تصدق کردیا جائے، اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۲: از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۵ شوال المعظم ۱۳۳۳ھ

درخت تاڑ کی فصل فروخت کرنا یعنی تاڑی نکال کر بیچنے کی اجازت دینا اور اس کی قیمت لینا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: مسئولہ ولی محمد کلاہ فروش بازار چوک بہرائچ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

خیاط لوگ اُن کپڑوں میں سے جو اُن کے پاس بغرض سلائی لے جاتے ہیں کچھ تھوڑا کپڑا بمقدار ایک کلاہ کے بچا لیتے ہیں اور اُس کپڑے کی کلاہ وغیرہ بنا کر بدست کلاہ فروش بہ نسبت شرح قیمت دوسری ٹوپیوں کے کم قیمت پر فروخت کرلیتے ہیں کل اشخاص بازار کے تمام کلاہ فروشاں میں سے سوائے ایک شخص کے انکار اُن خیاطوں کی ٹوپیاں وغیرہ خریدنے اور اُن کے منافع سے مستفیض ہونے سے نہیں کرتا ہے، اور محترز کی سعی سے اصلاح حال خیاط لوگوں کی اور خرید کرنے والے کلاہ فروشاں کی غیر ممکن ہے۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین کہ محترز اگر ایسے پارچہ کی ٹوپیاں وغیرہ خیاط لوگوں سے خرید کرے تو محترز باعث معصیت ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ضرور معصیت وحرام ہے، اور یہ خیال کہ ان کے پاس چھوڑے تو یہ بند نہیں ہوتا محض بے معنی ہے، اُس کا حساب اس پر اور اُن کا حساب اُن پر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴: مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت تاروازی محلہ رنچھوڑ لین کراچی بندر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین:

میں نے سُنا ہے کہ بیاج کے جائز ہونے کا بھی آپ نے کوئی حیلہ کیا ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس طرح؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۲

الجواب

بیاج کے جائز کرلینے کا حیلہ کرلینا مسلمان کی شان نہیں یہ بھی محض افترا ہے میرے فتاوٰی میں جابجا اس کا تذکرہ موجود ہے، اور اگر اس کا نام حیلہ ہے کہ کوئی شرعی جائز صورت کی جائے جس میں نفع حاصل ہو اور بیاج حرام مردود وخبیث سے نجات ہو تو اسے خود صاحب شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔ ت) ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں اس کے لئے خاص ایک فصل تحریر فرمائی اسے بیاج جائز کرلینا کہے گا مگر گمراہ، اس کی تفصیل میرے رسالہ کفل الفقیہ میں ہے جو مطبع اہلسنت سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازسہاور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب مولوی چودھری عبدالحمید خانصاحب زید مجدہم رئیس ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

جناب اعلٰحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ ادام اللہ ظلالہم علی رؤس الطالبین حاکم اگر اپنے کسی کام کے لئے قرض مانگے اور اس پر شود دے اور جو شود نہ لے اس سے جو رقم ناجائز لی جاتی ہے اس میں اسی حساب سے تخفیف کردے اس کی بابت کوئی مطالبہ نہیں نہ شرط ہے، لہذا وہ کمی ان کے واسطے جائز ہوگی یا نہیں اگرچہ اس قرض میں حاکم کا حکم اتنا ہے کہ خوشی سے ضرور دینا چاہئے جبر نہیں بایں ہمہ اس کے ملازمین اپنے اثر سے ہر ایک کو اس کے دینے پر مجبور کرتے ہیں ان سب باتوں پر غور فرماکر ارشاد فرمایا جائے کہ بموجب اس کے عمل کیا جائے۔ والسلام مع الاکرام۔

الجواب

کوئی زمیندار مثلاً کاشتکاروں سے جبراً کوئی ناجائز رقم وصول کرتا ہو کاشتکار بمجبوری دیتے ہوں پھر اس کا کوئی کام آکر پڑے اور وہ کہے کہ اس کام میں میری مدد کرو تو یہ رقم چھوڑ دوں گا یا اتنی تخفیف کردوں گا تو اس ترک یا تخفیف کا قبول کرنا اس پر واجب ہے کہ جب وہ رقم ناجائز ہے تو جس طرح اس کا لینا گناہ ہے دینا بھی حرام ہے ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ (جس کا

---

[1] رسالہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس الدراھم فتاوٰی رضویہ جلد ۱۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں صفحہ ۳۹۵ پر مرقوم ہے۔

[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶

لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ ت) حرام سے جتنا بچ سکے لازم ہے مگر وہ کام جس کے صلہ میں یہ ناجائز رقم زمیندار چھوڑے اس کا دیکھنا لازم ہے اگر وہ خود ناجائز ہے تو اس میں اسے مدد دینی حرام ہے اور اس رقم کی بحث اس کا عذر نہیں ہو سکتی کہ رقم ناجائز کا جبراً لینا اس کا جرم ہے اور دوسرے کے ناجائز کام میں شریک ہونا اس کا جرم ہے ہاں اگر وہ اس ناجائز کام پر مجبور کرے اور مجبوری واقعی ہو جس پر وہ زمیندار قدرت رکھتا ہے تو بحالت اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے اور اس حالت میں اس رقم ناجائز کی کمی قبول کرنا اس پر واجب ہوگا لیکن اگر زمیندار مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کر سکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہو جائیگا اور اگر وہ کام جائز ہے تو اس میں بقدر ضرورت مدد دے کہ وہ صلہ قبول کرنا شرعاً واجب ہے کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از مقام مذکور مرسلہ چودھری صاحب مذکور ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

آخر فقرہ جو اس مکتوب میں درج ہے کہ لیکن اگر زمیندار خود مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دبا لیے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کر سکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہو جائے گا یہ بالکل سچ ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ وہ نوکر چاکر جو ذی اختیار ہوں اور جن کو سزا و جزا کا پورا اختیار ہو اور جن کی رپورٹ پر اُن کے آقا ضبطی جائداد وغیرہ سب کچھ کرتے ہوں تو اُن کا دبانا یا اظہار ناخوشی کرنا اور وعید سے کام لینا ایسا نہ ہوگا جیسا معمولی نوکروں کا کہنا سننا یا دبانا بلکہ اُن کا کہنا سننا دبانا یا وعید سے کام لینا یہ سمجھنا چاہیے کہ ہو بہو اُن کے آقاؤں کا وہ فعل ہے اگرچہ بظاہر اُن کے آقا اس امر کا اقرار کرتے ہوں کہ یہ ہمارے حکم کی تعمیل ہماری رعایا کی خوشی پر منحصر ہے۔

الجواب

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذ اللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی ثانی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی و ذٰلکم الشیطٰن یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵

اور اول ضرور معتبر ہے اور الامن اکرہ کی صد میں داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۶ کوہ رانی کھیت صدر بازار مرسلہ منشی عنایت خاں صاحب مورخہ ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ پیش امام صاحب رانی کھیت نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس کا کوئی حمل اور بغیر وضع نہ ہو اس مسلمان کا تھا اس واقعہ کے چند یوم کے بعد پیش امام صاحب نے نماز جمعہ سے قبل اپنے اس فعل کی تائید میں بطور وعظ کے فرمایا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عورت کون ہے اور جو شخص مجھ کو بلا کر واسطے نماز جنازہ کے لے گیا ہے یہ کون ہے میں نے نہ سمجھا کہ یہ مرد بھڑوا اور یہ عورت رنڈی ہے اور اس نماز جنازہ میں کچھ صاحب بھی مولانا صاحب کے نزدیک جس کو مولانا صاحب نے دوران وعظ فرمایا کہ ہم تیراک ہیں ہم تیرنے کے ذریعہ سے غرقاب ہونے سے بچ سکتے ہیں جاہل نہیں بچ سکتا ہے اور بازار والوں نے جو مجھ پر نکتہ چینی کی ہے وہ بھی رنڈیوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت کرنا بند کر دیں کیونکہ رنڈیوں سے مال کے بالعوض بھی پیسہ ناجائز ہی حاصل ہوتا ہے اور جب بازار والے اس میں اتفاق کر لیں تو مجھ کو بھی ان سے اتفاق ہوگا اور مولانا صاحب نے یہ فرمایا کہ جو پیسہ اس جنازہ کی نماز میں مجھ کو ملا ہے اس پیسہ کو جیسی اس کی اصالت ہے ایسی ہی جگہ صرف کر دوں گا مثلاً پاخانہ اٹھانے والی بھنگن کو دے دوں گا اور ایک قصہ اس ناجائز پیسہ کو صرف کرنے کی بابت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ذکر فرمایا کہ ایک بادشاہ کے یہاں خزانہ میں روپیہ کی کمی ہوئی تو انھوں نے وزیر صاحب سے روپیہ حاصل کرنے کی بابت مشورہ کیا تو وزیر صاحب نے ان کو راستہ دی کہ فلاں فقیر کے پاس بہت سا روپیہ ہے اس سے روپیہ طلب کیا جائے۔ غرض کہ فقیر بلایا گیا فقیر سے روپیہ طلب کیا گیا فقیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور چونکہ آپ بادشاہ اسلام ہیں اور جو پیسہ میرے پاس ہے وہ ناجائز طریقہ سے میں نے حاصل کیا ہے لہذا وہ پیسہ اچھا نہیں ہے آپ کے صرف کے قابل نہیں ہے بادشاہ نے فرمایا کہ رعایا کے مکانات مسمار ہو گئے ہیں ہم بھی تیرے پیسہ کو رعایا کے پاخانوں میں صرف کر دیں گے اور مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کے حوالہ سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی بزرگ یا علمائے دین کی دعوت وغیرہ کرنی ہو اور اس کے پاس پیسہ اچھا نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے اپنے پیسہ کے بالعوض اچھا پیسہ حاصل کرے اور آپ کی دعوت وغیرہ میں صرف اسی دوران وعظ میں مولانا صاحب یعنی پیش امام صاحب نے متقی شخص کی بزرگی آیات قرآنی سے بڑے شد و مد کے ساتھ ثابت کی ہے چند مسلمانوں کے خیالات میں فقط تیراک اور جیسا پیسہ ہے جنازہ کی نماز پڑھانے کے عوض میں مولانا صاحب کو حاصل ہوا اور اس کا صرف ویسی جگہ کر دیں گے اور علمائے دین اور بزرگوں کی دعوت وغیرہ دینے

خواب پیسہ کے بجائے دوسرے آدمی سے اچھا پیسہ حاصل کرکے صرف کرنا یہ امور قابلِ اعتراض ہیں۔
امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو تاکہ جو شکوک دلوں میں پیدا ہوگئے ہیں وہ رفع ہوں۔

الجواب

نمازِ جنازہ پڑھا دینے میں حرج نہ تھا جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی یہ حالت ہے مگر نمازِ جنازہ پڑھانے پر اجرت لینی جائز نہیں اگرچہ پاک مال سے نہ کہ ناپاک مال سے کہ وہ دوہرا حرام ہے، اور یہ عذر کہ وہ اپنے یہاں کے پاخانہ میں صرف کردے گا محض مردود ہے یوں بھی اپنے ہی صرف میں لانا ہوا اور وہ حرام ہے، یہیں سے ثابت ہوا کہ وہ تیرا کی نہیں اس نے وہ نوٹ کھائے اور اپنے عذاب ہونے پر متنبہ بھی نہ ہوا، اور یہ بھی غلط ہے کہ جس کے پاس ناپاک پیسہ ہو وہ اپنے پیسے کے عوض دوسرے پیسہ پاک حاصل کرے اور وہ مطلقاً پاک ہوجائے، بلکہ مسئلہ یوں ہے کہ جس کا مال حرام ہے اس نے اگر اپنا پیسہ کسی کام میں نہ لگایا بلکہ قرض لے کر کوئی کام کیا تو وہ کام جائز ہے اور اگر ایسا شخص کسی کو کچھ دام دے یا دعوت کرے اور کہے کہ یہ میں نے قرض لے کر کی ہے اس کا قول مانا جائے گا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے ہاں اس نے سچ کہا کہ دکاندار دوں کو بھی حرام ہے کہ کوئی چیز حرام مال والوں کے ہاتھ بیچ کر وہ زرِ حرام قیمت میں لے مگر اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ دکاندار اس سے باز آئیں گے تو وہ بھی باز آئے گا اوروں کا گناہ کرنا اس کے لئے سند نہیں ہوسکتا ہر شخص اپنی اپنی قبر سنبھالے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از سوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

فریق مغلوب سے خرچہ کچہری ڈگری یا مقدمہ میں جبکہ کچہری دلا دے تو اس کا لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے اور سچے مدعی سے لینا حرام، اور مدعی سچا ہو خواہ جھوٹا مدعا علیہ سے شرعاً نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از بلرام پور محلہ پورینا تالاب ضلع گونڈا مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں صاحب
۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک مہتر سال میں مسلمان ہوا ترک پیشہ خود نہ کرکے مثل قدیم اہلِ اسلام و نیز دیگر اقوام کے بجائے مزدور کو صاف کرتا ہے اس نے مسلمانوں کی دعوت کی اپنے کسب سے، چند اشخاص نے اسکے

گھر پکا ہوا کھانا کھایا باقی لوگ چونکہ عوام تھے نیز سکنائے قصبہ نے بدیں وجہ انکار کیا کہ وہ اب تک مثل سابق مہتر ہے علاوہ مسلمانوں کی جائے ضرور کے دیگر اقوام کی بھی صاف کرتا ہے دشمنانِ دین سے دلی میل ملاپ کے شارع علیہ السلام مانع ہیں چہ جائیکہ ایسی ذلیل خدمت کا برتاؤ ان کے ساتھ عمل میں لاکر کیسے کوئی کامل الایمان رہ سکتا ہے لکھنؤ یا اور شہر جہاں بڑے بڑے فضلا موجود ہیں کیوں مہتروں کے ساتھ خورد و نوش جاری نہیں ہے پہلے علماء و فضلا نوش فرمائیں اور رواج دیں تب ہم لوگ کھا سکتے ہیں تمام اہلِ ہنود اس پر معترض ہیں کہ جن جن مسلمانوں نے بھنگی کے یہاں کھایا ہے ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے اور انھیں میں یہ قوم بھی متصور ہو یہاں کے مالک ریاست اہلِ ہنود ہیں اور یہی قوم زیادہ تر با اختیار ہے سب مسلمانوں کی ذریعہ معاش وغیرہ اسی سے ہے اگر معاندین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو تو کس قدر ذلت اہلِ اسلام کی ہوگی جن صاحبوں نے کھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا دینی بھائی ہے ہم برابر خورد و نوش رکھیں گے اور ازدواج کی بابت نہیں معلوم کیا خیال ہو وہ اپنے بھائی کو ایسی ذلیل حالت میں زندگی بسر کرتے نہیں معلوم کیسے ملاحظہ فرمانا پسند کرتے ہیں جبکہ ہزاروں اور ذرائع معاش جو اس حالت سے طیب و پاک ہیں بآسانی ہو سکتے ہیں کیوں دریغ فرماتے ہیں اور باعثِ ننگ و عارِ اسلام ہیں۔

الجواب

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، کسب الحجام خبیث[1] پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ علما فرماتے ہیں، لتلوثہ بالنجاسات اس لئے کہ اُسے نجاست سے کام پڑتا ہے۔ تو بھنگی کا پیشہ کس درجہ خبیث تر ہوگا۔ علما فرماتے ہیں، لا یجوز خدمۃ الکافر باجر کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں کہ اس میں معاذ اللہ مسلمان کی تذلیل ہے تو ایسی سب سے ذلیل تر خدمت کیونکر حلال ہو سکتی ہے، اور جب وہ مسلمان ہے تو دینی بھائی ضرور ہے مگر دینی بھائی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ باوصف اس کی ایسی شنیع حرکت کے وہ مسلمان ہوکر کافروں کے آگے اپنے آپ کو اس درجہ ذلیل کرتا ہے اور حرام اُجرت کھاتا ہے، اُس سے میل جول ایسا ہی رکھیں جیسا صالحین سے، اور جبکہ اس کی کمائی خبیث ہے تو اُسے بھی یوں ہی کھائیں جیسے پاک مال کو، اُس پر لازم ہے کہ جب وہ مسلمان ہوا اس ناپاک پیشہ کو ترک کرے اور کافروں کے سامنے اسلام کا نام ذلیل نہ کرے اُس سے میل جول نہ کیا جائے اور اُس کی ناپاک کمائی کا کھانا نہ کھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۳۰

مسئلہ ۲۴۹ از شہر محلہ باقر گنج مرسلہ عنایت خاں ۱۲ جمادی الاُخریٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کافروں کا میلہ دریا پر ہوتا ہے تو یہ پنڈتوں کو اپنے گھر سے دال چاول لیجا کر دیتے ہیں یعنی پُن کرتے ہیں، وہ لوگ اس کو جمع کرکے فروخت کر ڈالتے ہیں دکانداروں کے ہاتھ، اور ان دکانداروں سے ہم لوگ خریدتے ہیں اگر ہم خود اس پنڈت سے خرید لیں بازار سے کچھ زیادہ دی جائیں تو جائز ہے یا نہیں، اور ان کو خرید کر اگر نیاز دلوائی جائے مثلاً حضرت پیران پیر کی، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس اناج کا بازار سے بھی خریدنا حلال، پنڈت سے بھی خریداری جائز، اس پر نیاز شریف بھی مباح۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از جھالراپاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگر چرم

یہاں ایک روپے کا نوٹ چلا ہے اور ریاست سے تنخواہ داروں کو روپیہ کے عوض نوٹ ملتا ہے، بازار میں خریدار صراف وغیرہ پندرہ آنے اور ساڑھے پندرہ آنے کو خریدتے ہیں، یہ آنہ اور آدھ آنہ مسلمانوں کو لینا دینا جائز ہے یا نہیں، اس قسم کا لین دین سُود میں داخل ہوگا یا منافع میں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

روپے کا نوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے جبکہ باہم رضامندی اور کوئی مانع شرعی عارض نہ ہو اسے سُود سے کوئی علاقہ نہیں۔ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[1]۔ جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۱ از جھالراپاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگر چرم

افیون کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر قوم اس سے فائدہ حاصل کر رہی ہے اور اہل اسلام محروم ہیں، شرع شریف نے اس قسم کا بڑ لینا دینا اور تجارت کسی طریقہ سے جائز رکھی ہو تو جواب تشریح کے ساتھ مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] نصب الرایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۴

الجواب

افیون نشہ کی حد تک کھانا حرام ہے اور اسے بیرونی علاج مثلاً ضماد و طلا میں استعمال کرنا یا خوردنی معجونوں میں اتنا قلیل حصہ داخل کرنا کہ روز کی قدر شربت نشے کی حد تک نہ پہنچے تو جائز ہے اور جب وہ معصیت کے لئے متعین نہیں تو اس کے بیچنے میں حرج نہیں مگر اس کے ہاتھ جس کی نسبت معلوم ہو کہ نشہ کی غرض سے کھانے یا پینے کو لیتا ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینھا مکان کبیع السلاح من اھل الفتنۃ۔

اس لئے کہ گناہ عین شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے پھر اس کی مثال اس طرح ہوتی جیسے اہل فتنہ پر ہتھیار فروخت کرنا۔ (ت)

اور جب اس کی تجارت مطلقاً حرام نہ ہوئی بلکہ جائز صورتوں پر بھی مشتمل ہوئی تو زیادہ مقدار تاجروں کے ہاتھ بیچنا اور ہلکا ہوگیا کہ یہاں تعیین معصیت اصلاً نہیں اور ان کا نشہ داروں کے ہاتھ بیچنا ان کا فعل ہے

وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔

کسی فاعل مختار کا درمیان میں گھسنا نسبت کو منقطع کردیتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

یہ صورتیں اس کے جواز کی نکلتی ہیں، اور اہل تقوی کو اس سے احتراز زیادہ مناسب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم میرٹھی ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کچہری کا ملازم چپراسی جو روپیہ مقدمہ بازوں سے انعام کی صورت میں وصول کرتا ہے اور بعض صورتوں میں بجبر در صورتیکہ رشوت کے حکم میں داخل ہو اب توبہ کرنے کے بعد دراں حالیکہ ان اشخاص کو واپس کرنا ان سے اجازت لینا اور قصور معاف کرانا از قبیل محالات ہوگیا ہو کس مصرف میں لایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

انعام اگر واقعی بطور انعام بلا جبر نا برو بے اندیشہ اضرار آئندہ بطیب خاطر ہو حلال ہے اور جو بجبر یا رشوۃ ہو حرام قطعی و غصب و غیر مملوک ہے جبکہ واپس دینے کی راہ نہ رہی ہو لازم کہ تمام عمر میں جتنے اموال ایسے لئے ہوں سب کی قدر فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اگرچہ یہ تصدق اس کے مال کا استیعاب کرے بے اس کے اس سے براءت و توبہ نہیں اگر یہ بھی پتا نہ چلے تو براءت مطلقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کل مال قلیل و کثیر نقد و قطمیر سب کسی مسلمان غیر صاحب نصاب پر تصدق کردے اور اس کے قبضہ میں دے کے

اگرچہ وہ فقیر جس پر تصدق کیا اس شخص کا جوان بیٹا یا باپ یا بھائی یا بہن یا زوجہ یا اور کوئی قریب یا بعید ہو، بعد قبضہ وہ متصدق علیہ اپنی خوشی سے بعض یا کل مال اسے واپس کردے یعنی اپنی طرف سے اسے ہبہ کرے یا اس پر تصدق، تو وہ مال اب اس کے لئے حلال طیب ہوجائے گا مطالبہ بھی ادا ہوا اور مال بھی پاک و حلال ملا۔ ہندیہ میں ہے:

له مال فيه شبهة اذا تصدق به على ابيه يكفيه ذلك ولا يشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشتري وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا خرج من العهدة[1]۔ والله تعالٰى اعلم۔

کسی کے پاس مشتبہ مال ہے، جب اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کسی اجنبی شخص پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اور اسی طرح جب اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہو، جبکہ یہ شخص خرید و فروخت کرتا ہو، اور اس کے کاروبار میں کچھ فاسد سودے ہوں تو یہ اپنا سارا مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردے تو اس صورت میں یہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳: از رنگون مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں چند سال سے ایک قسم کی سواری جاری ہوئی ہے یعنی انگریزی ساخت کی ٹم ٹم شکل کا دو پہیے والا ہلکا گاڑی ہوتا ہے جسے انسان لے کر دوڑتے ہیں، لوگ اس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور مناسب معاوضہ گاڑی لے کر دوڑنے والے کو دیتے ہیں، غرض گاڑی میں جو کام جانور آتے ہیں وہی کام قریب قریب آدمی کرتے ہیں تو کیا اہل اسلام کو اس سواری پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ لوگ اپنی خوشی سے ایسا کرتے اور اس پر اُجرت لیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں جیسے پالکی کے کہار۔

وقد مرت محفة سيدنا شيخ الشيوخ السهروردي رضي الله تعالٰى عنه من العراق الى مكة المكرمة على اعناق الرجال۔ والله سبحٰنه اعلم۔

بے شک ہمارے سردار شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عراق سے لے کر مکہ مکرمہ تک لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو کر گئے۔ واللہ سبحٰنہ اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

مسئلہ ۲۵۴: از بریلی گورنمنٹ بوچڑخانہ مرسلہ نعمت اللہ صاحب ٹھیکہ دار گوشت

۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کھٹلہ گوشت بکری کا اس قسم کا ہے کہ ذبحہ و جھٹکہ گردن مارا ہوا دونوں قسم کا شامل ہے اگر خریدنے سے قبل ہم دو شخص اس کو اس ارادے سے خرید کر کہ ذبحہ ایک آدمی اور جھٹکہ ایک آدمی مگر تمام میں سے کام میرے رہے گا اب وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور میرے ذمہ کوئی نقصان شرعی رہا یا کہ نہیں؟

الجواب

جبکہ حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہے اُس کا خریدنا مطلقاً حرام ہے اور اگر تمیز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال کا ہے یہ مردار کا، تو صرف حلال کا خریدنا جائز اور مردار کا خریدنا سخت حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ محمد امین صاحب

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر اس کے زرِ حرام سے قیمت لینا حرام، اُس کے یہاں کوئی اجرت کا کام کرکے اس کے زرِ حرام سے اجرت لینا حرام لان الذی عندھن کالمغصوب کما فی الھندیۃ وغیرھا (اس لئے کہ جو کچھ اُن بازاری عورتوں کے پاس ہے وہ غصب کردہ (یعنی چھینی ہوئی) چیز کی طرح ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) ہاں اگر اس کے سوا کوئی اور ذریعہ حلال بھی اُسکے پاس ہو اور لینے والے کو معلوم نہ ہو کہ یہ قیمت یا اجرت کون سے مال سے ہے تو لینا جائز ہے جبکہ وہ چیز کہ بیچی بعینہٖ اس سے اقامتِ معصیت نہ ہو جیسے مزامیر ورنہ بیچنا خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از سیلیہ علاقہ سیلانہ اسٹیشن نالی ضلع رتلام مالوہ ریلوے مرسلہ نور محمد و داصدیق کھتری

۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مسلمانوں میں ایک قوم کھتری ہے جو رنگائی وغیرہ کا پیشہ کرتی ہے، ان کی قوم میں بائیس ۲۲ گوٹ ہیں یعنی فرقہ، اور اُن میں باہم اتفاق تھا۔ لین دین کھانا پینا وغیرہ ہوتا تھا۔ اب عرصہ پانچ چھ برس سے آپس میں تکرار فساد ہو کر باہم تنازع پیدا ہوا اور علیحدہ ہو گئے۔ ایک فرقہ سترہ گوٹ والا اور دوسرا

۲۱

پانچ گوٹ والا، اور اسی نام سے یہ مشہور ہیں، ایک فریق ستراوالے اور فریق ثانی دھڑے والے۔ 37
بنائے فساد یہ ہے کہ جب اُن میں اتفاق تھا اُس وقت میں شادی غمی کا کھانا وہ اس طرح سے پکتا تھا
جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ اُس کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں
رکھتے ہیں اور ایک برتن میں علیحدہ گڑ رکھتے ہیں پھر ایک آدمی انھیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا
پکانے کے واسطے گڑ ڈالنے کی طلب کرتا اُن کی زبان میں کہتا (پنچا ہوکل) یعنی پنچ اجازت گڑ ڈالنے کی
دو، تو اُس وقت پنچ جواب دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔ اس وقت پانچ گوٹ والے
جن کا نام دھڑے والے ہے پانچ آدمی اٹھ کر ایک ایک ڈلی گڑ کی لے کر بسم اللہ کہہ کر اس دیگچی میں
ڈال دیتے ہیں تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ رسم قدامت سے باپ دادا کی قائم تھی،
ستراوالوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ ڈالتے ہیں جب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں کہ گڑ ڈالنا
ہمارا کام ہے تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ اس سبب
سے آپس میں دو فریق ایک ستراوالے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے۔ دھڑے والوں نے تو
اپنی رسم قدیم قائم رکھی کہ ہم بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں کوئی شرک کفر نہیں کرتے۔ اور
ستراوالوں نے رسم قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کیا کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے تو مالک کھڑا ہو کر
اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں۔ ستراوالے کے کھانے کو دھڑے
والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستراوالے، اور یہی باعث نفاق ہے، ستراوالے کہتے ہیں
کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے شریعت سے منع ہے اُس رسم کو چھوڑ کر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس کے یہاں
کام ہوتا ہے وہ پنچوں سے اجازت ضرور لیتا ہے۔ اگر اور طریقے سے کھانا پکایا جائے گا تو ستروالے بھی
نہیں کھائیں گے، ان دونوں فریق میں سے ایک شخص تنہا اپنے مکان سے نکلا اس کا یہ کہنا ہے کہ میں
دونوں فریق کی رسم سے علیحدہ ہوں میں تو سنت رسول اللہ کے موافق سب کو دوا کر کھانا پکوا کر جو صاحب
کھائیں میں کھلاؤں اور اسی طریق پر میں بھی کھاؤں اور بموجب شریعت عورت کو پردے میں رکھتا ہوں
اور بیوپار بھی اس طور پر کرتا ہوں کہ سود نہ لوں نہ دوں بموجب شریعت کے کرتا ہوں ستراوالوں اور
دھڑے والوں کی عورتیں باہر پھرتی ہیں پردہ نہیں ہے میرے اس سنت رسول اللہ پر چلنے سے فریقین ٦
بیزار ہیں اس واسطے دریافت کیا جاتا ہے کہ جوابات علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمایا جائے کہ ستراوالوں
کے لئے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے اور دھڑے والوں کے واسطے کیا حکم ہے اور بیچارے تنہا
کا جو شریعت پر چل رہا ہے کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب

(۱) حدیث میں ہے: جو ایک درہم سُود کا دانستہ کھائے گویا اس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔[1] ایک درہم تقریباً یہاں کے اٹھارہ پیسے کا ہوتا ہے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔

(۲) یونہی نری بحت مجبوری وناچاری شرعی کے سوا سود دینا بھی ویسا ہی حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔[2]

(۳) عورتوں کا راستوں میں یُوں بے پردہ پھرنا کہ سر کا کوئی بال یا گلے کا کچھ حصہ یا کلائی یا پنڈلی کا کھلا ہو یا کپڑے باریک ہوں کہ بال وغیرہ اعضاء مذکورہ میں سے کچھ چمکے دیتے یا پیٹ یا پیٹھ میں سے کچھ کھلا ہونا یا چمکنا تو اور بھی سخت ہے) یہ صورتیں حرام ہیں اور ان عورتوں کے شوہر اگر اس پر راضی یا ساکت ہیں یا بقدرِ ضرورت بندوبست نہیں کرتے تو سب دیوث ہیں، اور حدیث میں ہے: دیوث پر جنت حرام ہے۔[3]

یہ تینوں باتیں یا ان میں سے کوئی جس میں پائی جائے فاسق فاجر مستحق عذاب النار ہے، دھڑے والا ہو یا ستر اولا یا کوئی اور، اگر ان باتوں کی مخالفت کے باعث اس شخص تنہا سے بیزار ہیں تو اور اشد سے اشد گناہگار و سزاوار غضب جبار ہیں۔ ان تین باتوں کا تو یہ جواب ہے، رہا کھانے کا جھگڑا، اس میں ستر اوالوں پر چار الزام ہیں،

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب المعاملات دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۴ و ۱۲۰
اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الخامسۃ عشر دار الفکر بیروت ۷/ ۳۵۳
الترغیب والترہیب الترہیب من الربا حدیث ۱۲، ۱۵ مصطفی البابی مصر ۳/ ۵۹
الموضوعات لابن جوزی باب تعظیم امر الربا علی الزنا دار الفکر بیروت ۲/ ۲۴۵
الکامل لابن عدی ترجمہ عبداللہ بن کیسان " " " ۴/ ۱۵۴۰
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی تحت آیۃ ۲/ ۲۷۵ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۶۴
[2] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۹ - ۱۲۸

(i) ایک یہ کہ دھڑے والوں کا ایک قومی امتیاز جو قدیم سے چلا آتا تھا اُس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اُس کے سبب جماعت میں تفریق کردی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کردیئے کہ یہ اُن کے یہاں نہ کھائیں وہ اُن کے یہاں نہ کھائیں۔

(iii) تیسرے یہ کہ وہ کھانا جسے قدیم سے ان کے باپ دادا اور یہ خود کھاتے آتے اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا یہ سخت جرم ہے وہ کھانا نہ اُس رسم کے باعث شرعاً جب حرام مستوجب عذاب ہے۔

(iv) چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اُس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے، تو ان کے مُنہ خود ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا، رسم کی پابندی اگرچہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں مگر اس کو شرعاً واجب نہیں جانتے رسم ہی سمجھتے ہیں، تو جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے اور اُس میں اختلاف ڈال کر تفرقہ جنا شرعاً معیوب ہے، یہ ایک الزام اُس تنہا شخص پر بھی خاص اسی بارے میں ہے حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقھم[1] لوگوں سے ان کے اخلاق کے مطابق اخلاق کا برتاؤ اور سلوک کرو۔ (ت)

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں ہاں اگر کوئی شخص اُس گڑ کی رسم کو ضروری وحکم شرعی جانے تو وہ ضرور جھوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۵ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سُود وشراب ورشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد مدرسہ چاہ نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اُسی مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اُسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی الفائدۃ الثالثۃ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۳

الجواب

حرام روپیہ کسی کام میں لگانا اصلاً جائز نہیں، نیک کام ہو یا اور، سوا اس کے کہ جس سے لیا اُسے واپس دے یا فقیروں پر تصدق کرے۔ بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے پاک کرنے کا نہیں، اُسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے، بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں وہ جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیر پر تصدق کرے اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا کہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے، اس نے دی اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا تو جو چیز خریدی وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ و عرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہے، مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالے میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۸: از بہیرہ ضلع شاہ پور محلہ پراچگان مسئولہ محمد رحیم پراچہ بابلی ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کسی امر کے ثبوت یا عدمِ ثبوت پر مسلمین عاقلین کا طرفین سے شرط مالی لگانا حلال ہے یا حرام!

(۲) طرفین سے ایک کا دعوٰی ثابت ہو جانے پر مطابق شرط دوسرے کی طرف آیا ہوا مال کھانا حلال ہے یا حرام!

(۳) ایک متقی عالم دین کا شرط کو حرام کہہ کر پھر اسی شرط کے مال سے کھا لینا کیا حکم رکھتا ہے!

(۴) جس مال پر شرط لگائی گئی ہو اس کے استعمال کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں!

بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اللہ آپ کو جزا دے۔ ت)

الجواب

(۱) طرفین سے شرط بدنا حرام ہے، تنویر الابصار میں ہے:

حل الجعل ان شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین[1]۔

انعام یافتہ مال حلال ہے اگر شرط ایک طرف سے ہو، اور حرام ہے اگر شرط دونوں طرف سے ہو۔ (ت)

(۲) جب طرفین سے شرط بدی گئی تو جیتنے اُسے مال لینا اور کھانا اور ہارنے والے کو اُسے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

مال دینا سب حرام لانہ خبیث حصل بسبب خبیث (اس لئے کہ وہ ناپاک ہے کیونکہ ناپاک سبب سے حاصل ہوا ہے۔ت)

(۳) اگر وہ عالم خود ایک فریق تھا تو جتنی کب ہوا حرام کار ہے، اور اُسے کھائے تو حرام خور ہے۔ اور اگر کسی فریق میں نہ تھا اور جیتنے والے نے مال لے کر اُسے دیا جب بھی حرام ہے کہ وہ مال مغصوب ہے جن سے لیا تھا فرض ہے کہ انھیں پھیر دے نہ کہ دوسرے کو، اور اگر جیتنے والے نے مال لیا اور ہارنے والے کی اجازت سے عالم کو دیا تو عالم کے لئے حلال ہے کہ باجازت مالک ہے۔

(۴) اس کا حکم بیان سابق سے واضح ہے جیتنے والے کو حرام اور ثالث کو بھی بلا اجازت مالک حرام، ان دونوں صورتوں میں وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور باجازت مالک حلال ہے اور امامت میں مخل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲ از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چونگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیلنا جائز ہے یا نہیں، یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرکے رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں، اور چونگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نیک نیت سے چونگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی الخ۔ت) چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں اور نوکر کا خلاف قرار داد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ت) رہا یہ کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے نہ حکام کو اس سے بحث ہے نہ سائل کو حاکم سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۳ از انگت پوری ضلع ناسک مرسلہ سعید الدین صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف نے اپنی ناپاک کمائی حرام کاری کے روپیہ سے ایک مکان خریدکیا اور اس کو بنام چند اشخاص سپرد کرکے لکھ دیا کہ اس مکان کی آمدنی مسجد کے اصراف میں خرچ کی جائے اور ان کو اس کا اختیار بیع و رہن حاصل نہیں کیا ایسے مکان کی آمدنی

اصرافِ اخراجاتِ مسجد میں صرف کرنا درست و جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی اشیاء اکثر قرض سے خریدتے ہیں جب تو ظاہر کہ وہ مال حلال ہے ورنہ عام خریداریوں میں عقد و نقد مالِ حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، ایسی صورت میں بکہ روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب ہے کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے) ان صورتوں میں اس مکان کی آمدنی مسجد میں صرف ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶۸: از بریلی بازار شہامت گنج مسئولہ عاشق علی دکاندار ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک شخص کی زمین ہے اس میں ایک اور شخص رہتا ہے عملہ اس کا خام ہے زمیندار زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اور اہلِ محلہ چندہ کرکے خریدنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس مکان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا رہے، جو شخص اس میں رہتا ہے وہ مسجد کے لئے خریدنے سے ناراض ہے وہ چاہتا ہے کہ میں خریدوں، وہ شخص مسلمان ہے، اس زمین کا خریدنا اہلِ خیر کو جائز ہے یا اس شخص کو جائز ہے؟

الجواب

ظاہر ہے کہ اس شخص کو مکان کی حاجت ہے کہ کرایہ کے مکان میں رہ رہا ہے لہٰذا اس کا اپنے لئے چاہنا مذموم نہیں، اور اختیار مالکِ مکان کو ہے جس کے ہاتھ چاہے بیع کرے، اس میں کسی فریق پر کوئی الزامِ شرعی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶۹: از کانپور محلہ چپکا پور متصل اسٹار پریس مرسلہ برکات احمد صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ پیشہ کسب اور ناچ گانے کا کرتی تھی اس کو قدرتی طور پر میلان ہوا کہ پیشہ کسب یعنی زنا چھوڑ دے چنانچہ اس نے اس سے توبہ کی پھر وہ ایک بزرگِ طریقت زید سے مرید ہوگئی تاہم پیشہ ناچ گانے کا اب تک کرتی ہے پیر صاحب نے اس کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس پیشہ کو اس وقت تک جب تک اس کے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہو جائے کرتی رہے ایسی حالت میں ہندہ اور اس کا مرشد زید کسی گناہ کے مرتکب ہیں اگر ہیں تو بروئے احکامِ شریعت ان کی کیا سزا ہے؟

الجواب

یہ ملعون پیشہ حرام قطعی ہے اگر اسے حلال جانے کافر ہے کہ نصوص قرآنیہ کا منکر ہے وقد ذکرنا ھا فی فتاونا (اس کا ذکر ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دیا ہے۔ ت) جو مال اس سے جمع ہوگا حرام حرام مثل مال غصب ہوگا کہ ہندہ تو اسے اپنے صرف میں لا سکے گی نہ اپنے پیرکے۔ ہندہ صورتِ مذکورہ میں فاسقہ فاحشہ ہے اور جس نے اس کی اجازت دی اور اس ملعون کام سے سرمایہ جمع کرنے کو کہا وہ حرام کا دلال فاسق فاجر ضال ہے، عجب کہ سائل بزرگِ طریقت لکھتا ہے، بزرگانِ طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ رہی سزا و تعزیر وہ یہاں کون دے سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۶: از موضع بہار ضلع بریلی مرسلہ محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح عدت سے دو ماہ پیشتر ہوا اس میں جو شاہد گواہ بنے ان کو جو کچھ ملا وہ کچھ تو اسی حصہ اس رقم کا مسجد شریف میں دینا چاہتے ہیں تو صرفِ مسجد میں لگایا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو ہم کو نکاح میں ملا ہے وہ مسجد کے خرچ کے واسطے لے لو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اگر ان کو معلوم تھا کہ یہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اور عمداً شاہد بنے اور اس پر کچھ لیا تو وہ حرام ہے مسجد میں ہرگز نہ لیا جائے، اور اگر معلوم نہ تھا اور شاہد بننے پر اجرت لی جب بھی باطل و مردود ہے نہ لی جائے، اور اگر معلوم نہ تھا نہ اجرت لی مگر دینے والے نے بطور شاہد دیا کہ یہ وقت پر یہاری سی کہیں جب بھی وہ واقع میں ناجائز ہے، شاہدان کو چاہئے لے واپس دیں اور مسجد میں نہ لیا جائے، ہاں اگر یہ صورت ہوتی کہ شاہدوں کو لوگ کبھی بطورِ صلہ کچھ دیتے ہیں جس کی عادت نہیں اور اسی صلے کے طور پر ان کو دیا جائے اور انھیں نکاح عدت میں ہونے کی خبر ہوتی تو جائز ہوتا اور مسجد میں لینا بھی جائز ہوتا لیکن ظاہر ایسا ہوتا نہیں لہذا نہ لیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۷: از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود لینا باری تعالٰی نے حرام فرمایا جسے موافق فرمانِ خداوندی ہر شخص برا جانتا ہے اسی طرح سود دینا بھی برا جانتے ہیں لیکن ایسا شخص جسے روپے کی سخت ضرورت ہے اور قرض حسنہ بھی آج کل کسی کو نہیں دیتا اور میواڑ کے مسلمانوں کی حالت

تو بہت کمزور ہے ایسی حالت میں کسی غیر مذہب سے سودی روپیہ لے آئے اور اپنی ضرورت رفع کرے تو کیسا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز میں تو کوئی قباحت نہیں؟

الجواب

لوگ بے ضرورت باتوں کو ضرورت ٹھہرا لیتے ہیں شادی میں کثیر خرچ درکار ہے کچے مکان میں رہتے ہیں پختہ مکان بنانا منظور ہے گزر کے لائق تجارت کر رہے ہیں اور بڑا سوداگر بننا مقصود ہے ان اغراض کے لئے سودی قرض لیتے ہیں یہ حرام ہے، اس کا اور سود دینے کا ایک حکم ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اُسے لکھنے والے اور اس کے گواہ ان سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ (ت)

وہاں اگر واقعی ضرورت ہے کہ بے اس کے گزر نہیں مثلاً کھانے پہننے کو درکار ہے اور کسب پر قادر نہیں، نہ حاجاتِ ضروریہ سے زائد کوئی چیز قابلِ بیع پاس ہے یا قرضخواہ کی ڈگری ہو گئی پاس کچھ نہیں ادا نہ کرے تو رہنے کا مکان یا جائداد کا ٹکڑا کہ وہی ذریعہ معاش ہے نیلام ہو جائے تو ایسی مجبوریوں میں قرض لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ضرورت مند اور مجبور کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۸: از مفتی محمد احمد بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عالم صاحب کو دعوت دے کے مکان میں لائیں اور بنظرِ عزت اچھا کھانا پکا کے کھلائیں اور مُردوں کی ثواب رسانی کے لئے کچھ دعا کرائیں اور آتے وقت اُن کو بطور روپیہ کچھ نذر دیں تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں، اور اجرت علی الطاعۃ اس پر صادق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶
بحرالرائق باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۶

الجواب

اگر یہ معہود و معروف ہے بلانے والا جانتا ہے کہ دینا پڑے گا آنے والا جانتا ہے کہ کچھ ملے گا تو یہ مثل اجرت ہے فان المعروف کالمشروط (جو بات لوگوں میں مشہور ہو وہ شرط کردہ بات کی طرح ہے۔ ت) اور اگر یہ نہیں تو عالم کی خدمت عالم کا اعزاز سب باعث اجر عظیم ہے اور بلا شرط معروف جو روز آئے ملے جائز ہے اور طریقہ نجات یہ ہے کہ عالم پہلے کہہ دے کہ میں دعا کروں گا پڑھ کر بخشوں گا مگر ہرگز اس پر عوض نہ لوں گا اس کے بعد جو کچھ ملے خالص نذر ہے،

فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الغنیۃ وغیرھا[1]

اس لئے کہ صریح قول دلالت (یعنی اشارہ کنایہ) سے فوقیت یعنی اوپر ہوتا ہے، جیسے غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

اور یہ دعوت بھی ایام موت میں نہ ہو،

فانھا شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرھا[2]

کیونکہ دعوت خوشی میں جائز ہے نہ کہ صدمے اور تکلیف میں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

ایام موت کی دعوت قبول نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال بطور قرض حسنہ دے تو یہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے اپنا مال طلب کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر قرض لینے والا مالدار ہے اور قرض ادا نہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ ہو،

وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ

اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اُسے آسانی

---

[1] رد المحتار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۳۴

[2] فتح القدیر باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

الی میسرۃ[1]

تک مہلت دینی چاہئے۔ (ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لیت و لعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع و ملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم[2] ولی الواجد یحل مالہ وعرضہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مالدار کا ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا مکرنا اور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کر دیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ حاجی پور راہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ یہاں دستور ہمیشہ سے ہے کہ کسی کی تقریب شادی یا ختنہ یا اور کوئی تقریب ہوتی تو اعزا و اقربا، دوست و آشنا کچھ نقد کچھ روٹی، دال، چاول، تیل، دہی، کپڑا وغیرہ لاتے ہیں جس کو نیوتا کہتے ہیں جو پہلے بطور مدد و معونت سمجھا جاتا تھا نہ ادا کرنے پر کوئی گرفت یا تقاضا نہیں تھا لیکن اب ان تقریبوں میں میرے یہاں کوئی سامان نیوتے اور میں کسی وجہ یا بلاوجہ سامان نہ لے گیا اس پر بعد کو تقاضا ہوتا ہے شکایت ہوتی ہے کہ ہم اُن کے یہاں لے گئے وہ میرے یہاں نہ لائے ایسی حالت میں مجھ سے اگر ادا نہ ہو سکے تو اس کے لئے قیامت میں پرسش ہوگی یا نہیں؟ اس کا حق باقی رہا یا نہیں؟ اور بغیر معاف کئے ہوئے اُس کے معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اب جو نیوتا دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اس کا ادا کرنا لازم ہے اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ (اور یہ مسئلہ فتاوٰی خیریہ میں موجود ہے۔ ت) چارہ کار یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے ہی صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطور امداد عنایت فرمائیں مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمہ قرض نہ ہوگا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہوگیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

مسئلہ ۲۷۱ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بڑا
دستور ہے کہ درختوں سے مسواک و پتہ بلا اجازت مالک درخت کے توڑتے ہیں یا مٹی کسی کے مکان کی کلوخ استنجا کے لئے بلا اجازت لیتے ہیں یا تنکا برائے خلال دندان کسی کے چھپّر سے کھینچ لیتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت و تلاش مالک شے کی طرف سے نہیں ہوتی ہے آیا یہ جائز ہے کہ بلا اجازت لیں و تصرف میں لائیں یا نہیں؟

الجواب

ایسی شے جس کی عادۃً اجازت ہے اور اس پر مالک مطلع ہوگا تو اصلاً ناگوار نہ ہوگا اسکے لینے میں حرج نہیں ورنہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۲ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بڑا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کسی شخص کے پاس چوتھائی حصہ کسی کے پاس نصف کسی کے پاس کل مال سود کا ہے اسکا کھانا کیسا ہے؟

(۲) کوئی شخص چوری میں مشہور ہے ایسی لوگوں کو کھلاتا ہے یہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) نہ چاہئے احتراز اولٰی ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ گیہوں یا چاول جو ہمارے سامنے کھانے کو آئے ہیں سود کا ہے تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چوری کا مال خود کھانا بھی حرام اور دوسروں کو کھلانا بھی حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳ سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف
مہاجن سے الصہ روپیہ یا ہوار عہ روپیہ سود کے حساب سے قرض لے کر تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا نفع حلال ہے یا حرام؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب

جب تک صحیح ضرورت و مجبوری محض نہ ہو سود لینا اور دینا دونوں برابر ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور اسکا

وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1] کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

بے مجبوری محض ایسی تجارت حرام ہے مگر اُس کا نفع حرام نہیں جبکہ عقد صحیح سے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر باغ احمد علی خاں مسئولہ حاجی خدا بخش صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی طوائف اگر اپنا ناجائز حاصل کردہ کو کسی مدرسہ یا مسجد کے نام وقف کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جواز کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اُجرت زنا وغیرہ میں روپیہ ملتا ہے اور وہ وقف نہیں ہوتا، جائداد وقف ہوتی ہے اگر اُس کی خریداری زرِ حرام سے نہ ہوئی یا زرِ حرام اس کے عقد و نقد میں جمع نہ ہوا یعنی یہ نہ ہوا کہ زرِ حرام دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض یہ جائداد دے دے اور پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا ہو جب ایسا نہ ہو تو وہ خریدکردہ جائداد حرام نہیں اگرچہ قیمت میں وہ زرِ حرام ہی دیا ہو، اس صورت میں تو خود اُسے وقف کرسکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وان اشار الیھا ونقدھا او الی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[2] اگر کسی شخص نے زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا لیکن معاوضہ ادا کرتے وقت کوئی اور ثمن ادا کیا (جو مال حرام نہ تھا) یا جو زرِ حرام نہ تھا اسکی طرف اشارہ کیا، یا ثمن ذکر کرنے میں اطلاق سے کام لیا یعنی بغیر قید حلال و حرام ثمن کا ذکر کیا مثلاً یوں کہہ دیا ثمن کے عوض چیز دے دو) لیکن ادائیگی کے لئے وہی حرام نقدی دے دی، تو ان سب صورتوں میں خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی، اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

ہاں اگر خود جائداد اجرت حرام میں ملی یا خریداری میں زرِ حرام پر عقد و نقد جمع ہوں یا خود زرِ حرام مسجد یا مدرسہ پر صرف کرنا چاہیں تو نا جائز و حرام ہے لیکن اگر وہ تائب ہو اور اپنا مال حرام اگرچہ خود بعینہٖ وہی زرِ حرام ہو مسلمان فقیر پر تصدق کردے اور وہ فقیر اس میں سے بعض یا کل

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶

روپیہ یا جائداد بعد قبضہ اپنی طرف سے اُسے ہبہ کردے اور قبضہ تامہ دے دے تو وہ زر و جائداد اب اس کے حق میں حلال وطیب ہے اُسے وقف وغیرہ جمیع امور خیر میں صرف کرسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلک ولا یشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حیث کان یبیع ویشتری وفیہا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا اخرج من العھدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو اور وہ اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو اس کے لئے یہی کافی ہے، اور یہ شرط نہیں کہ کسی بیگانے پر خرچ کرے۔ اور اسی طرح جب بیٹا والد کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جبکہ اس کے کاروبار میں کئی فاسد سودے ہوں پھر اس نے اپنا تمام مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ازشہر محلہ قاضی ٹولہ بلند بیگ ١٨ محرم ١٣٢٩ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنی کوئی چیز طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اجرت پر اس کے کپڑے سینا اور کوئی کام اس کا اجرت پر کرنا اور اس کے گانے وغیرہ کی چیزیں بنانا جائز ہے یا نہیں یا اس کی آمدنی مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ جائداد کسب سے خرید کی گئی ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

طوائف کے ہاتھ کسی چیز کا بیچنا یا جائز شے کا کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زرحرام سے قیمت یا اجرت لینا حرام ہے، اور گانے کی چیز بنانے کا سائل مطلب بیان کرے اس کا جواب دیا جائے گا۔ خریداری جائداد میں اگر زرحرام پر عقد ونقد جمع ہوئے یعنی زرحرام دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے، اور پھر وہی زرحرام ثمن میں دیا گیا تو وہ جائداد بھی خبیث اور اس کی آمدنی بھی خبیث، اور اس کا مسجد یا مدرسہ میں لینا جائز نہیں، اگر عقد ونقد جمع نہ ہوئے جس طرح عام

؎ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ٥/٣٤٩

خریداریاں آجکل ہوتی ہیں کہ یہ چیز ہزار روپے کو بیچی کسی خاص روپیہ کا نام نہیں رکھا تو اس صورت میں وہ جائداد اس کے حق میں حرام نہیں اگرچہ ثمن میں زر حرام ادا کیا ہو اس کی آمدنی مسجد وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے مگر مہتمم کو معلوم ہو تو اس سے احتراز کرے اگر وہ تائب ہوچکی اور توبہ کے بعد اسے اپنی جائداد باوجود وہ روپیہ جو بطور حرام حاصل کیا تھا کسی مسلمان فقیر کو ہبہ کرکے قبضہ دے دیا اس کے بعد اس فقیر نے وہ روپیہ یا جائداد کل یا بعض اسے اپنی طرف سے ہبہ کیا تو وہ اس عورت کے حق میں حلال طیب ہے اور وہ کل کار خیر مدرسہ مسجد وغیرہ میں بلا دغدغہ صرف ہوسکتا ہے اور توبہ کے بعد جو اس پر الزام رکھے سخت گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستوجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۴ از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مسئولہ انعام اللہ صاحب ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کی قوم پنجابی ہے اس میں چودھری اور پنچوں نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا ہے کہ فی راس مسجد کو ایک پیسہ ملنا چاہیے لہٰذا ہر ایک محلہ کا چندہ وہاں کی مسجدوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اعظم نگر میں پانچ مسجدیں ہیں وہاں کا چندہ پانچ مسجدوں میں برابر تقسیم ہوجاتا ہے جس میں چار مسجدیں سابق ہیں اور ایک جدید ہے لیکن سب کا حصہ برابر ہے، شہر کہنہ پر ایک مسجد تھی تمام چندہ اسی کو ملتا تھا لیکن اب ایک جدید مسجد تعمیر ہورہی ہے، چودھری اور پنچوں نے فیصلہ کیا کہ جدید مسجد کو تہائی حصہ ملنا چاہیے، چار یا پانچ شخص بنام مسیت ولد منگل، چھدن ولد سالار بخش، چھوٹے ولد ننھو، کلن ولد گھسو، نظیر ولد سکن خارج ہوتے ہیں کہ مسجد جدید کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس پر شرع کیا حکم دیتی ہے کیونکہ جدید مسجد کے بھی منتظم قصاب ہی ہیں۔

الجواب

چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہوتا ہے، جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد کو تقسیم ہو وہ مساوی تقسیم کیا جائے اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے ان کا اس بعض کو دیا جائے اور ان کا چندہ اس چندہ میں نہ ملایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۵ از شہر محلہ اعظم نگر مسئولہ حشمت اللہ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے قرب میں رنڈیاں رہتی ہیں اور ان کے آشناؤں سے پیسہ لے کر خرچ کرتی ہیں اور ان کا کوئی پیسہ نہیں ہے اور اگر ہے تو اسی پیسہ کا ہے اور اسی پیسہ سے وہ شیرینی ہمارے سامنے لائی اور کہا فاتحہ دے دو۔ ہم نے

جو عذر کیا تو انھوں نے کہا ہم نے اسے بدل لیا ہے اب ہم نے انکار کیا تو وہ کہتی ہیں کہ تم وہابی ہو، اور اسی ط ۲۳
میں سے طالب علموں کو اور مدرسین اور مساجد وغیرہ میں خرچ کیا کرتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں!

الجواب

جبکہ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دام بدل لئے ہیں اور ان سے خریدی ہے تو اُن کا یہ کہنا قبول کیا جائیگا اور اس کھانے پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے، نص علیہ فی عالمگیریۃ (فتاوی عالمگیری میں اسکی صراحت کر دی گئی ہے) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ سید عزیز احمد صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عشرۂ محرم میں تخت بنانے کی غرض سے محلے سے چندہ وصول کرتا ہے لہذا اس میں چندہ دینا جائز ہے یا ناجائز! اور پیش امام مسجد نے نمازیوں سے کہا کہ تخت میں چندہ دینا داخل حسنات ہے، چنانچہ جملہ نمازیوں میں سے ایک نمازی نے کہا کہ اس میں چندہ وغیرہ دینا میرے نزدیک ناجائز ہے اُس پر پیش امام صاحب نے کہا کہ اگر تم شرکت نہیں کروگے تو تم کو وہابی کہا جائے گا ایسی صورت میں یہ شخص قابل امامت ہے یا نہیں؟

الجواب

تخت ایک بے معنی و فضول بات ہے اس میں مال صرف کرنا ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا جائز نہیں لہذا اس میں چندہ دینا ناجائز ہے، امام نے جہالت کی بات کہی اُسے سمجھا دیا جائے مگر اتنی بات پر اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہوسکتی جبکہ اور کوئی وجہ عدم جواز کی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ آفتاب الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان سنّی نے کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کافروں میں سے کسی کے ساتھ گفتگو کرے یا ان میں سے کسی کے پاس بیٹھے یا ان میں سے کسی کی نوکری کرے تو آیا وہ مسلمان بھی کافر ہے اگر کافر نہ ہو اور اس مسلمان کو کسی دوسرے شخص نے کافر کہا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

کافر اصلی غیر مرتد کی وہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور کسی دنیوی معاملہ کی بات چیت اُس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اُس کے پاس بیٹھنا بھی منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا، ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب باتیں مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا

تحریر کہ اُس کے مذہب وعقیدۂ کفریہ مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائیگا، بغیر ثبوت وجہِ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت عظیم گناہ ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۸: از ضلع رنگپور ڈاک خانہ چلیماری مکتب اسلامیہ بنگالہ مسئولہ جناب عبدالصمد صاحب ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ مال مکسوب از زنا (زانیہ خواہ از قوم ہنود آئینہ یا زنا باشد یا از اہل اسلام) بعد از اسلام و توبہ حلال است یا حرام؟ بینوا بالبراھین الجیاد، توجروا من اللہ الکریم الجواد۔

اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے تمہارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ جو مال بدکاری کی وجہ سے حاصل ہو۔ زانیہ خواہ ہندو قوم سے ہو یا سوا خواہ مسلمانوں سے حاصل ہو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد کیا وہ مال حلال ہے یا حرام؟ عمدہ دلائل سے بیان فرماؤ اور اللہ کریم وسخی سے اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

حرام ست ومثل مغصوب، فرض است کہ آنہمہ برفقرا تصدق کند تمامی توبہ اش ہمیں ست فی الھندیۃ عن المحیط عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] اھ وکتبت علیہ فعدم جواز الاخذ من کسب المومسات اللاتی یبغین بفروجھن وفیھا

مال مذکور حرام ہے، اور چھینی کی مثال چھینے ہوئے مال کی طرح ہے، لہذا اس پر فرض ہے کہ اُس سب مال کو محتاجوں پر خیرات کرے، لہذا اُس کی توبہ کے مکمل ہونے کی یہی صورت ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ گویا عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرضخواہ کو اُس کا لینا جائز نہیں اھ، میں نے اس پر حاشیہ لکھا (صاحب فتاوٰی مراد ہے) کیونکہ زانیہ عورتیں اپنی شرمگاہوں کے بدلے میں مال وصول کرتی ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

۳۸ 38

عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد فی امرأۃ نائحۃ او صاحب طبل او مزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ ان عرفھم لانہ کان المال بمقابلۃ المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا وذلک ھٰھنا برد الماخوذ ان تمکن من ردہ بان عرف صاحبہ وبالتصدق بہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ[1] وکتبت علیہ اقول ویجب ان ینظر ان المعروف کالمشروط وکتبت علی قولہ بالتصدق منہ اقول ھذا اذا کان الماخوذ منہ مسلما اما ان کان کافرا فلا یحل التصدق منہ ویستحیل ان یصل الیہ نفعہ ولا شک فی وجوب التصدق لا لھذا بل لمحو آثار المعصیۃ والخلاء الید من المال الخبیث والتحرز عن معصیۃ

اس لئے ان کی کمائی لینا گناہ ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے، المنتقٰی سے بحوالہ ابراہیم عن محمد منقول ہے کہ ناچنے والی عورت یا طبل بجانے والا یا گانے بجانے والے آلات استعمال کرنے والے، فرمایا اگر اس شرط پر لیتا ہے کہ اس کے ساتھیوں کو واپس کردے گا کیونکہ یہاں مال گناہ کے برابر ہے اور مال مذکور بھی، اور اس طرح کے گناہوں میں مال کو واپس کردینا ہے اور یہاں حاصل کردہ مال لوٹا دینا ہے، اگر لوٹانے پر طاقت پاسکے، اگر مالک کو پہچانتا ہو، اگر پہچانتا نہیں تو خیرات کردے تاکہ مالک تک اس کے مال کا نفع پہنچے اھ میں نے اس پر نوٹ لکھا اقول (میں کہتا ہوں) یہاں ضروری ہے کہ غور کرے کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے۔ اور میں نے مصنف کے قول "بالتصدق منہ" پر نوٹ لکھا اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ تب ہوسکتا ہے جبکہ جس سے مال لیا گیا ہو وہ مسلمان ہو، لیکن وہ اگر کافر ہو تو پھر اس کے مال کو خیرات کرنا جائز نہیں، اور یہ محال ہے کہ کافر کو اپنے مال کا نفع پہنچے، اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں وجوب صدقہ ہے، لیکن مذکورہ وجہ کی بناء پر نہیں بلکہ نافرمانی کے آثار مٹا دینے اور مال خبیث سے اپنے ہاتھ کو خالی کرنے کی وجہ سے ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ اپنی ذات کے لئے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ٥/٣٤٩

التصرف فیہ لنفسہ وقد عرف فی مسائل لا تحصی ان ھذا ھو سبیل المال الخبیث وبہ یبرؤ عن عھدتہ آری اگر بزر مکسوب بزنا منقولے خواہ عقارے خرید وشرائی او نقد وعقد بزر حرام جمع نشد چنانکہ ہمیں اکثرست آنگاہ آں چیز مشتری بروحرام نبود کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی وقد فصلناہ غیر مرۃ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں تصرف کرنے کے گناہ سے بچے ، اور بے شمار مسائل میں معلوم ہوا کہ مال خبیث سے نجات کا یہی طریقہ ہے۔ لہٰذا اسی طریقے کی بنا پر وہ اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ بدکاری میں حاصل کردہ رقم سے کوئی منقول چیز خواہ زمین ہی ہو خریدے اور اس کی خرید میں عقد ونقد میں زر حرام جمع نہ ہوئی جیسا کہ اکثر یہی طریقہ ہوا کرتا ہے تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا یہی ارشاد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں کئی مرتبہ اس کی تفصیل بیان کردی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰۲ از میں پوری مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب و مولوی حکیم محمد احمد صاحب علوی

۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل ایک عرصہ سے یہ بات رائج ہے کہ لوگ اپنی جان کا بیمہ کراتے ہیں لہٰذا دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا جان کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کی مثال مثلاً ایک شخص جس کی عمر تیس ۳۰ سال کی ہے تاریخ اجرائے پالیسی (سند) سے بیس سال تک مبلغ دو سو چھیالیس روپیہ چار آنہ سالانہ ادا کرنے کے بعد مبلغ پانچ ہزار روپیہ خود لے سکتا ہے یا اس کے ورثا قبل از وقت موت واقع ہوجانے پر حاصل کرسکتے ہیں مثلاً ۲۴۶ ۱/۴ × ۲۰ = ۴۹۲۵ = اصل رقم = ۵۰۰۰ ـــ ۴۹۲۵ روپیہ رقم جو ملے گی ۵۰۰۰ روپیہ زائد = ۷۵ روپیہ۔ اس کے علاوہ اس اصل روپیہ پر منافع بعوض استعمال روپیہ دیا جاتا ہے۔ یہ منافع اول بیمہ کنندگان یا بیمہ شدگان کو دیا جاتا ہے جن کی مدت بیمہ اختتام کو پہنچتی ہے جس وقت کہ ان کا چندہ بحساب للعہ فیصدی سود در سود اس اصل رقم بیمہ کے برابر ہوجاتا ہے اس منافع میں سے ۱۰ فی صدی کمپنی لیتی ہے اور ۹۰ فیصدی بیمہ کرنے والے کو ملتا ہے بہت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس طرح روپیہ حاصل کرنا یا اپنا روپیہ اس کمپنی کو دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اُس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اُس پر جو زیادت ہے ربا، اور دونوں حرام وسخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اُس میں اپنے نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مرگیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھر بعد ہی مرگیا تو دیئے ۲۴۳ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا عذر ملا، یہ حلال ہے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالٰی الم غلبت الروم قالت لہ قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھب الیھم فزد فی الخطر ففعل و غلبت الروم فارسا فاخذ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خطرہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر و مشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک ولان مالھم مباح انما یحرم علی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہجرت سے پہلے جبکہ اللہ تعالٰی نے الم غلبت الروم کے کلمات نازل فرمائے تو قریش نے اُن سے کہا، کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ رومی غالب آئیں گے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا آپ ہم سے شرط لگاتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے شرط لگادی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی تو حضور اقدس نے ارشاد فرمایا، تم اُن کے پاس جاؤ اور شرط میں اضافہ کردو۔ تو ابوبکر صدیق نے ایسا ہی کیا۔ تو رومی ایرانیوں پر غالب آگئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے شرط وصول کرلی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اس کی اجازت دے دی، صدیق اکبر اور مشرکین کے درمیان بعینہٖ رضامندی کا جُوا تھا بخلاف اُس آدمی کے جو ہمارے پاس دار السلام میں امن کے لئے سکونت اختیار کرے

المسلم اذا كان بطريق الغدر، فاذا لم يأخذ غدرًا فبأي طريق يأخذه حل بعد كونه برضا بخلاف المستأمن منهم عندنا لان ماله صار محظورًا بالامان فاذا اخذه بغير الطريق المشروعة يكون غدرًا الا انه لا يخفى انه انما يقتضي حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم وقد التزم الاصحاب في الدرس ان مرادهم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزيادة للمسلم نظرًا الى العلة وان كان اطلاق الجواب خلافه والله سبحنه وتعالى اعلم[1]

لہٰذا اس کا مال امن کی وجہ سے دوسروں کیلئے ممنوع ہے۔ اگر شرعی طریقے کے بغیر لیا تو فریب کاری ہوگی، مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ کام مباشرتِ عقد کو حلال ہونے کو چاہتا ہے جبکہ اضافہ کسی مسلمان کو حاصل ہو، چنانچہ اصحاب نے درس میں یہ التزام کیا ہے کہ ان کی مراد سود اور قمار کے جواز سے یہ ہے کہ جب زیادت مسلمان کو حاصل ہو جائے علت پر نظر کرتے ہوئے اگرچہ مطلق جواب اس کے خلاف ہے، اور اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۳: از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی حاجی محمد عبدالواجد علی خاں
مسئولہ محمد حامد حسن قادری ۱۴ رمضان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس زمانہ میں عام طور پر جیل خانہ ہائے انگریزی یا جیل خانہائے ریاست ہائے ماتحت انگریزی میں جو طرح طرح کی اشیاء تیار ہوتی ہیں ان کا خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے خصوصاً جائے نماز یعنی مصلّی وغیرہ خرید کر خود نماز پڑھنا یا ان کو مساجد میں بغرض نماز بچھانا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

احتراز چاہیے کہ ان سے کام جبراً لیا جاتا ہے پھر بھی اگر اصل مال بائعوں کی ملک ہو تو حکمِ حرمت نہیں کہ ان کے منافع کا اتلاف اس شے کی ذات سے جدا ہے ھذا ما ظھر ولیراجع ولیحرر (یہی بات ظاہر ہوئی اور چاہیے کہ مراجعت کی جائے اور لکھا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۱۷۸

مسئلہ ۲۸۳ تا ۲۸۵ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مکان نمبری ۲۹۲ مسئولہ لطافت حسین خان صاحب ۳ رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ رشوت کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کا لینا کیسا ہے؟ اور کس صورت میں لینا جائز ہے اور کس میں ناجائز؟

(۲) تسبیح کس چیز کی ہونی چاہئے؟ آیا لکڑی کی یا پتھر وغیرہ کی؟

(۳) مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام وکلام کیسا ہے؟

الجواب

(۱) رشوت لینا مطلقاً حرام ہے کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے رشوت ہے یوہیں جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اوپر سے دفعِ ظلم کے لئے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(۲) تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی مگر بیش قیمت ہونا مکروہ ہے اور سونے چاندی کی حرام۔

(۳) خطبہ کے وقت سلام وکلام مطلقاً حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۶ از دہلی مدرسہ نعمانیہ قرا کس ۲ مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب ۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر ذمی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعاً حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی الغنیۃ والدر والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ، در اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) حدیث میں ہے:

من اٰذی ذمیا فانا خصمہ ومن کنت خصمہ خصمتہ یوم القیٰمۃ رواہ الخطیب[1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

جس نے کسی ذمی کافر کو ستایا تو میں اس سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں تو قیامت کے دن جھگڑا کرنے میں غالب آؤں گا۔ خطیب بغدادی نے

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ داؤد بن علی ۴۴۷۳ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۷۰

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر کفر نہیں جب تک استحلال نہ ہو یا خود بوجہ اسلام قتل کما ھو مذھب اھل السنۃ والتاویل المعروف فی الکریمۃ (جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے اور آیہ کریمہ میں تاویل مشہور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳: از بریلی محلہ گیر جعفر خاں مسئولہ قدرت حسین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

قادیانیوں کے ہاتھ مال فروخت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قادیانی مرتد ہیں، ان کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ اُن سے خریدا جائے، اُن سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم وایاھم[1] اُن سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دور رکھو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۴: از بمبئی پوسٹ ۹ معرفت احمد علی صاحب مسئولہ شیخ فتح محمد صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) علمائے دین سے دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ جو حاجی ادائے فریضہ حج اور زیارت پاک نبی کریم کے بمبئی اور کراچی سے روانہ ہوتے ہیں ان سے دوہرا کرایہ جہاز پر جانے آنے کا لیا جاتا ہے، اس سال جانے آنے کا کرایہ ایک سو پچھتر روپیہ مقرر ہوا ہے اس میں جانے کا ایک سو دس روپیہ لگایا جاتا ہے اور آنے کے واسطے کمپنی کے پاس پینسٹھ روپیہ جمع رہتا ہے اس وقت تک کہ حاجی اپنے فرض سے فارغ ہو کر واپس نہ آئیں وہ باقی روپیہ بینک گھر میں جمع رہتا ہے کمپنی کی طرف سے اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کو اس روپیہ کا سود ملے گا قریب چار ماہ تک کیونکہ اس سے پہلے حاجی واپس نہیں آسکتے اس سود کے بارے میں حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۲) اسی مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو کمپنی حاجیوں کو دوہرا ٹکٹ دیتی ہے اس کا منیجر انگریز ہے اور وہی مالک ہے اور انگریز کے مذہب میں سود جائز ہے اور جانے والے حاجی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایک انگریز کے پاس جمع ہے اور وہ اس روپیہ سے تا واپسی بلا واسطہ فائدہ اٹھائے گا یا سود میں چلائے گا اتنا سمجھ کر بھی حاجی اس کمپنی میں سفر کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۴۹/۲

(۳) مخفی نہ رہے کہ بمبئی اور کراچی دونوں جگہ سے حاجی روانہ ہوتے ہیں اور ان دونوں مقاموں میں ایک اسلامی کمپنی موجود ہے اور یہ کمپنی ایک طرف کا ٹکٹ حاجیوں کو دیتی ہے انگریزی کمپنی سے بہت کم بھاؤ ہیں۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی حاجی آنے جانے کا ٹکٹ لے تو تعاون ہے یا نہیں، حاجی کچھ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب حاجی چاہیں کہ ہم دوہرا کرایہ دے کر اپنے روپیہ سے غیر مذہب کو مدد نہیں دینگے اور ایک طرف کا ٹکٹ لیں گے تو گورنمنٹ کمپنی پر ضرور ہے کہ حکم کرے گی کہ ایک طرف کا ٹکٹ دو۔ اس صورت میں اوپر کے سوال میں حاجی بری ہوسکتے ہیں یا نہیں، اور ایسا کرنا ثواب ہے یا گناہ؟

(۵) دیگر یہ کہ اکثر حاجی اثنائے سفر میں فوت ہوجاتے ہیں اور ان کا کوئی وارث ہمراہ نہ ہو تو ضرور ان کے واپسی کے ٹکٹ ضائع ہوجاتے ہیں اور اس ٹکٹ کا روپیہ بے سبب ایک کمپنی کھا جاتی ہے اگر وہی روپیہ حاجی کے ساتھ حاجی کی کمر میں ہو اور وہ فوت ہوجائے تو ضرور اس کا روپیہ اس کے ہمراہیوں کو ملے گا یا کہ سفر میں فوت ہوجائے تو کسی مسلم کو ملے گا یا راستے میں فوت ہوجائے تو کسی بدوی کو ملے گا جو تینوں بھائی مسلمان ہوں گے ایسی صورت میں حاجی کو ثواب ہوگا یا اوپر کی صورت میں؟

(۶) اور ظلم یہ ہے کہ کمپنی نے ٹکٹ پر چھاپ دیا ہے کہ حاجی کو اگر واپس کرنا ہو تو دس سیکڑہ کاٹ کر حاجی کو روپیہ ملے گا یہ قانون ہے کہ امانت رکھنے والا اپنی امانت واپس مانگے تو کمیشن میں سود دے یہ دوہرا سود ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سود لے، اگر لے گی تو اس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] وتحلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کردیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۲) اس کا جواب اوپر گزر چکا کہ گناہ نہیں، ہاں اگر کوئی اسلامی کمپنی ایسی موجود ہو جو اسے سود پر نہ چلاتے گی اور جو باتیں سفر میں اپنے آرام کی ہیں ان میں کوئی کمی نہ ہو تو بلاوجہ اسلامی کمپنی پر اسے ترجیح دینا سخت معیوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جب اسلامی کمپنی موجود ہے اور وہ کرایہ بھی کم لیتی ہے اور ایک ہی طرف کا لیتی ہے تو ان ترجیحوں کے ہوتے ہوئے سخت احمق ہوگا جو اس کے غیر کو اختیار کرے مگر اس حالت میں کہ اپنے آرام وغیرہ کی صحیح مصلحت اور ارزاں بعلت وگراں بحکمت نہ ہو بلاوجہ زیادہ کرایہ دینا کوئی نہ چاہے گا اور بالفرض اگر ایسا کوئی نکلے کہ بغیر کسی صحیح مصلحت کے اپنا نقصان گوارا کرے اور اسلامی کمپنی پر غیر اسلامی کو ترجیح دے تو وہ بیشک مواخذہ دار ہے اور اس پر متعدد مواخذے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

(۴) دو طرف کا کرایہ دینے میں بلاوجہ کی پابندیاں اپنے ذمے ہو جاتی ہیں ممکن ہے کہ یہ وقت موعود تک واپس نہ آسکے یا سرکاروں میں زیادہ حاضر رہنا چاہے جب اس طریقے سے یہ آزادی مل سکتی ہو تو بغیر کسی اہم مصلحت کے پابندی کو اس پر ترجیح نہ دے گا مگر سخت احمق یا وہ جس کے دل میں مرض ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) یہ نیت بھی محمود ہے اور آزادی خود عظیم مقصود ہے اسے ملتے ہوئے بے کسی اہم مصلحت کے پابندی کو ترجیح دینا مردود ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) یہ صورت اور زیادہ شناعت کی ہے، اور حتی الامکان اس سے بچنا لازم کہ اگرچہ سود نہیں مگر اضاعت مال ہے اور وہ بھی شرعاً حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے،

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامہات و وأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال[1]

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر حرام فرما دیا ہے ماؤں کو ایذا دینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور یہ کہ آپ نہ دو اور اوروں سے مانگو اور ناپسند فرماتا ہے تمہارے لئے فضول حکایات اور کثرت سوالات اور مال کا ضائع کرنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " ۲/۷۵

مسئلہ ۲۹۵: از دارجلنگ انجمن اسلامیہ مسئولہ ولی الحسن مدرس مدرسہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

علمائے اسلام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ما کان کذٰلک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ گناہ ذات شئی کے ساتھ قائم ہے اور جس میں اس طرح ہو تو اس کا بیچنا مکروہ ہے جیسا کہ تنویر الابصار میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۶: از پیلی بھیت کچہری کلکٹری مسئولہ عرفان علی صاحب رضوی شب ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ جان وکعبہ ایمان ظلکم الاقدس، بعد سلام مسنون عرض ہے کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام؟ صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پاتا ہے کہ ۲۵ سال یا ۲۰ سال یا ۱۵ سال کی مدت تک مبلغ دو ہزار روپے قسط یا سہ ماہی یا ماہوار کے حساب سے تنخواہ سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۲۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر مقررہ میعاد کے اندر مرگیا تو اس کے ورثا کو دو ہزار یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مرجائے اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا، یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال

١٣١٨ھ

(کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۹: از ملک بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سو بنگا پیرو متصل چر قاضی پور مرسلہ مولوی امید علی صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور و ضوابط پر اقتصار۔

فاقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) کسب کے لئے ایک مبدء ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے، اور ایک **غایت** یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو، ان دونوں میں ذاتاً خواہ عارضاً احکام ہشتگانہ فرض، واجب، سنت

مستحب[1]، مباح[2]، مکروہ تنزیہی[3]، اساءت[4]، مکروہ تحریمی[5]، حرام[6] سب جاری ہیں اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔

ذرائع میں حرام جیسے غصب ورشوت وسرقہ وربا، یونہی زنا وغنا وحکم خلاف ما انزل اللہ وغیرہ امورِ محرمہ کی اجرت، تلاوتِ قرآن ووعظ وتذکیرہ میلاد خوانی وغیرہا عبادات بیچ کر اسی طرح جملہ عقود باطلہ وفاسدہ قطعیہ۔

مکروہِ تحریمی جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحۃ البیع عند الاذان الاول[1]. قلت وعبر فی الھدایۃ بالحرمۃ واعترضہ الاتقانی بان البیع جائز لکنہ یکرہ کما صرح بہ فی شرح الطحطاوی لان النھی لغیرہ لا یعدم المشروعیۃ واشار فی الدر الی جوابہ بقولہ ان فی البحر صحح اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما[2] اھ واقول انا الصحۃ اذا لم تناف النھی لغیرہ لم تناف الحرمۃ ایضا کذلک فان النھی ولو لغیرہ یشمل الظنی فیکرہ والقطعی فیحرم ولا شک ان النھی ھٰھنا قطعی فلا ادری ما احوجھم الی تاویل الحرمۃ بالکراھۃ۔

درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں یہ تصریح ہے اس لئے کہ منع لغیرہ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحرالرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمی پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ، اقول (میں کہتا ہوں)، جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت فیصل ہوگئی ہو اور گفتگو ہنوز

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] " " کتاب الصلوۃ باب الجمعہ " " " ۱/ ۱۱۳

قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کر خواہ کسی اور پر خود خرید لینا،

فی الدر کرہ تحریما السوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا، ومستامنا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن والا لا لانہ بیع من یزید[1] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہو جبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہو چکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہو جائے گی اھ مختصرا (ت)

یونہی تلقی جلب وبیع الحاضر للبادی وتفریق الصغیر من محرمہ وغیرہا کہ مع قیود وشروط کتب فقہ میں مفصل ہیں اسی قسم میں ہے یا مجوسی وضع کے کپڑے یا جوتے سینا یا ان اشیاء خواہ تانبے پیتل کے زیوروں وغیرہا کا بیچنا اور جملہ عقود ومکاسب ممنوعہ قطعیہ۔

فی ردالمحتار من الحظر عن المحیط بیع المکعب المفضض للرجال ان لیلبسہ یکرہ لانہ اعانۃ علی لبس الحرام وان کان اسکافا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ[2]۔

ردالمحتار میں محیط کی کتاب الحظر سے منقول ہے کہ چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے، اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فساق کی وضع والا جوتا بنا دے، یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنا دے تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فساق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔ (ت)

(۲) اساءت یعنی وہ کام جسے نہ مکروہ تنزیہی کی طرح صرف خلاف اولٰی کہا جائے جس پر ملامت بھی نہیں، نہ تحریمی کی طرح گناہ وناجائز جس پر استحقاق عذاب ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ برا کیا قابلِ ملامت ہوا جس کا حاصل مکروہ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور تحریمی سے کم۔

کما جنح الیہ العلامۃ الشامی

جیسا کہ علامہ شامی کا اس طرف میلان ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱

فی ردالمحتار **اقول** ولابد منه فان لکل مرتبة للطلب فی جانب الفعل فان بازائها مرتبة فی جانب الترك فالتحریم فی مقابلة الفرض فی الرتبة وکراهة التحریم فی رتبة الواجب، والتنزیه فی رتبة المندوب کما فی ردالمحتار من بحث اوقات الصلٰوة وقد بقیت السنة وھی فوق المندوب ودون الواجب فوجب ان یقابلها ما ھو فوق کراھة التنزیه دون التحریم وھو الاساءة وقد نصوا علیها فی غیر ما فرع وان اغفل کثیرون فی ذکر الاقسام فلیحفظ

قال فی الدر ترك السنة لایوجب فسادا ولا سھوا بل اساءة لو عامدا غیر مستخف[1] وفی ردالمحتار عن التحریر تارکھا ای السنة ھا مستوجبه اساءة ای التضلیل واللوم[2]

ردالمحتار میں، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ضروری ہے کیونکہ فعل میں طلب کا جو مرتبہ ہے اس کے مقابل میں ترک کا مرتبہ ہے، تحریم کا رتبہ بمقابلہ فرض، اور مکروہ تحریمی کا بمقابلہ واجب اور مکروہ تنزیہی بمقابلہ مندوب ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے اوقات کی بحث میں ہے جبکہ سنت کا رتبہ باقی ہے اور وہ مندوب سے فائق اور واجب سے پست ہے تو ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں حکم مکروہ تنزیہی سے فائق اور مکروہ تحریمی سے کم ہو اور یہ مرتبہ اساءت ہے، فقہاء نے اس بحث پر کئی فروعات میں نص فرمائی ہے اگرچہ حکم کے اقسام سے بہت سے لوگوں سے غفلت ہوئی ہے، اس کو محفوظ کرو۔ درمختار میں فرمایا سنت کے ترک سے فساد کا حکم نہ ہوگا اور نہ ہی سہو کا، بلکہ اساءت کا حکم ہوگا جب غیر مستحب کو قصداً کرے الخ۔ ردالمحتار میں تحریر کے حوالے سے ہے کہ سنت کا تارک اساءت یعنی ملامت و تضلیل کا مستحق ہوگا۔ (ت)

مثلاً اپنے سے اعلم کے ہوتے ہوئے عہدۂ قضاء کی ذکری جبکہ وہ اس پر راضی ہو،

وھو فی الدر المختار لوقدموا غیر الاولٰی اساؤا بلا اثم[3]، فی ردالمحتار عن التتارخانیة اساؤا ولو ترکوا السنة لکن لا یاثمون لانھم

درمختار میں ہے اگر لوگ غیر اولٰی شخص کو امام بنائیں تو اساءت کے مستحق ہوں گے گنہگار نہ ہوں گے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے اساءت والے ہوں گے جب وہ سنت کو ترک کریں گنہگار

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۹
[3] الدرالمختار " باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

قدموا رجلا صالحا وکذا الحکم فی الامامۃ ھ ۳۳
والحکومۃ اما الخلافۃ وھی الامامۃ الکبرٰی 38
فلا یجوز ان یترکوا الافضل وعلیہ اجماع 38
الامۃ۔[1]

ہوں گے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو امام بنایا ہے اگرچہ غیر اولٰی ہے، اور یہی حکم امارت اور حکومت کا ہے لیکن خلافت میں جو امامت کبرٰی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ افضل کو ترک کریں اور اس پر اجماع امت ہے۔ (ت)

اقول یونہی ظہر ومغرب وعشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے بیع وشراء اور ظاہرا طلوع فجر کے بعد نماز صبح سے پہلے خرید وفروخت بھی اسی قبیل سے ہے جبکہ ضرورت داعی نہ ہو یونہی ہر وہ کسب کہ خلاف سنت یا اس کا شغل ترک سنت کی طرف مؤدی ہو۔

مکروہ تنزیہی جیسے بیع عینہ جبکہ مبیع بائع کے پاس عود نہ کرے، مثلاً جو قرض مانگنے آیا اُسے روپیہ نہ دیا بلکہ دس کی چیز پندرہ کو اس کے ہاتھ بیچی کہ اس نے دس کو بازار میں بیچ لی۔

فی الدرالمختار شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف[2] فی اٰخر الکفالۃ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعھا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض[3] اھ وفی ردالمحتار عن الفتح ان فعلت صورۃ یعود الی البائع جمیع ما اخرجہ اوبعضہ یکرہ تحریما فان لم یعد کما اذا باعہ المدیون فی السوق فلا کراھۃ بل خلاف الاولٰی[4] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے سستی چیز کو قرض کی ضرورت پر مہنگے داموں خریدنا جائز ہے اور مکروہ ہے اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے، اور انھوں نے باب الکفالہ کے آخر میں بیع عینہ کے متعلق فرمایا یعنی عین چیز کو نفع کے ساتھ ادھار فروخت کرنا تاکہ قرض لینے والا اس کو کم قیمت پر فروخت کرکے حاجت پوری کرے، یہ طریقہ سود خوروں نے ایجاد کیا ہے اور یہ مکروہ اور شرعاً مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کی نیکی سے اعراض ہے، اور ردالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ یہ ایسی صورت ہو کہ اس میں بائع کی طرف سے دی ہوئی چیز اس کو کل یا بعض واپس لوٹ آتی ہو اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایسا نہ ہو مثلاً مقروض اس

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۵
[2] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۰
[3] ۔ کتاب الکفالہ ۔ ۲/۶۶
[4] ردالمحتار ۔ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۷۹

چیز کو بازار میں فروخت کرے تو مکروہ نہیں بلکہ خلافِ اولٰی ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

مباح جیسے بن کی لکڑی، جنگل کے شکار، دریا کی مچھلیاں۔

مستحب جیسے خدمت اولیاء و علماء کی نوکری۔

وقد کان انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یخدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شبع بطنہ[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ صرف شکم سیری کے عوض حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت کرتے تھے۔ (ت)

یونہی ہر وقت کسب جس میں امور خیر پر اعانت ہو اگرچہ خیر صرف تقلیل شر و خیر ہو مثلاً کمات یا چنگی یا بندوبست کی نوکری اس نیت سے کہ بندگانِ خدا کارکنوں کے جبر و تعدی و ظلم و زیادہ ستانی سے بچیں،

فی کفالۃ الدر النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا قالوا من قام بتوزیعها بالعدل اجر[2] اھ ملخصا، وفی شہادات رد المحتار قدمنا عن البزدوی ان من قام بتوزیع ھذہ النوائب السلطانیۃ والجبایات بالعدل بین المسلمین ماجور وان کان اصلہ ظلما[3] الخ قلت وکذٰلک نص علیہ فی کفایۃ الھدایۃ وغیرھا۔

درمختار کے باب کفالہ میں ہے کہ ٹیکس اگرچہ ناحق ہوں ان کو فروخت کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے فقہا کہتے ہیں جو شخص مزدوری پر یہ سرکاری وصولیاں کرے گا اس کو اتنا عوض دیا جائیگا اھ ملخصاً، ردالمحتار کے باب الشہادات میں ہے کہ بزدوی سے منقول گزرا ہے سرکاری وصولیاں عدل کے ساتھ اجرت پر وصول کرنے پر ثواب ہوگا اگرچہ یہ اصل میں ظلم ہوں الخ۔ میں کہتا ہوں اسی طرح کفایۃ الہدایہ میں ہے۔ (ت)

سنّت جیسے احباب کا ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا،

احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۶۸۳۸ و ۳۶۸۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۸۸

[2] الدرالمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۸

وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا[1]

ہدیہ قبول کرتے اور اس پر بدل عطا فرماتے رہے،

اور افضل و اعلیٰ کسب مسنون سلطانِ اسلام کے زیرِ نشان جہادِ شرعی ہے۔

احمد و ابو یعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال بعثت بین یدی الساعۃ بالسیف حتی یعبد اللہ تعالٰی وحدہ لاشریک لہ وجعل رزقی تحت ظل رمحی[2] الحدیث۔ واخرج ابن عدی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزموا الجھاد تصحوا وتستغنوا[3]۔ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طیب کسب المسلم سھمہ فی سبیل اللہ[4]۔ قال المناوی فی التیسیر لان ما حصل بسبب الحرص علی نصرۃ دین اللہ تعالٰی لاشیئ اطیب منہ فھو افضل من البیع وغیرہ مما مر لانہ کسب المصطفٰی وحرفتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]۔ و

احمد، ابو یعلیٰ اور طبرانی کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قیامت سے آگے تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے الحدیث۔ ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جہاد لازم کرو تاکہ تم صحت مند اور غنی ہو جاؤ۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مسلمان کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔ امام مناوی نے تیسیر میں فرمایا، یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے دین میں حرص کے طور ہو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطیب نہیں ہے لہذا یہ قول تجارت وغیرہ سے افضل ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسب وعمل ہے[5] اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الہدایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۹۲
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ بشر بن آدم بصری دارالفکر بیروت ۲/۴۴۹
[4] الجامع الصغیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس حدیث ۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۳
[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث طیب کسب المسلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۱۲۶

فی صید رد المحتار عن الملتقی ومواھب الرحمٰن فی تفاضل انواع الکسب افضلہ الجہاد ثم التجارۃ ثم الحراثۃ ثم الصناعۃ۔[1]

ردالمحتار کے باب الصید میں ملتقی اور مواہب الرحمن سے منقول ہے کہ کسب کے اقسام میں فضیلت والا اعلیٰ جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت کاری۔ (ت)

واجب جیسے قبول عطیۂ والدین جبکہ نہ لینے میں اُن کی ایذا مظنون ہو اور اگر تیقن ہو تو **فرض** ہوگا کہ ایذائے والدین حرام قطعی ہے اور حرام سے بچنا فرض قطعی۔ اسی طرح عہدۂ قضا کا قبول فرض ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو۔

فی الدر المختار کرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز وان تعین لہ او امنہ لایکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ و یحرم علی غیر الاھل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ۔[2]

درمختار میں ہے کہ جو شخص قضاء میں ظلم یا عجز کا خطرہ رکھتا ہو اس کو قضاء کا عہدہ قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہی متعین ہو یا کمزوری کا خطرہ خوف نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہ ہوگا، فتح۔ پھر اگر یہ عہدہ اسی پر موقوف ہے تو قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، بحر۔ اور قضاء کو قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک عزیمت ہے عام فقہائے کے نزدیک، بزازیہ۔ تو اولیٰ یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور غیر اہل کے لئے حرام ہے قطعاً بلا تردد، تو اس میں پانچ حکم ہیں۔ (ت)

غایات میں فرض جیسے خورد و نوش و پوشش بقدر سدرمق و ستر عورت بلکہ اتنا کھانا جس سے نماز فرض کھڑے ہو کر ہو سکے اور رمضان میں روزے پر قدرت ملے۔

فی الدر الاکل فرض مقدار ما یدفع الھلاک ویمکن بہ من الصلوٰۃ قائما و صومہ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے ہلاکت سے بچنے کی مقدار کھانا فرض ہے اتنا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے، اھ ملخصاً (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۶
[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۳
[3] " کتاب الحظر والاباحۃ " " " ۲/۲۳۶

یونہی کفایت اہل وعیال وادائے دیون ونفقات مفروضہ۔

فی خزانۃ المفتین الکسب فرض وھو بقدر الکفایۃ لنفسہ وعیالہ وقضاء دیونہ ونفقۃ من یجب علیہ نفقتہ[1]

خزانۃ المفتین میں ہے اپنے لئے بطور کفایت، اپنی عیال، قرض کی ادائیگی اور جن کا نفقہ ذمہ میں ہے اس مقدار کے لئے کسب فرض ہے (ت)

یونہی حج فرض جبکہ بعد فرضیت مال نہ رہا،

لان الذمۃ قد شغلت واداؤھا عن الفرض فرض ومقدمۃ الفرض فرض۔

کیونکہ ذمہ میں بوجھ ہے اور فریضہ سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے جبکہ فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے (ت)

زوجہ اگرچہ غنیہ ہو اُس کا کفن دفن شوہر پر ہے، یونہی اقارب کا جبکہ مال نہ چھوڑیں بلکہ ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے فرض عین ہو جائے گا۔

فی التنویر کفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنھا علیہ وان ترکت مالاً[2] وفی ردالمحتار الواجب علیہ تکفینھا وتجھیزھا الشرعیان من کفن السنۃ والکفایۃ وحنوط واجرۃ غسل وحمل ودفن[3]

تنویر میں ہے جس کا کفن نہ ہو مال نہ ہونے کی وجہ سے، تو جس پر اس کا نفقہ واجب ہے کفن بھی اس کے ذمہ ہے اور خاوند کے متعلق اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے کہ بیوی کا کفن واجب ہے اگرچہ بیوی نے اپنا مال چھوڑا ہو الخ۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ خاوند پر بیوی کی تکفین وتجہیز شرعی شوہر پر واجب ہے جو کفن سنت یا کفن کفایہ اور حنوط، غسل کی مزدوری، جنازہ لے جانے اور دفن کا خرچہ شوہر پر واجب ہے (ت)

واجب جیسے اتنا کمانا کہ ادائے واجبات پر قادر ہو زوجہ کا حق جماع ادا کر سکے۔

وھذا یعد مرۃ من واجبات الدیانۃ وان لم یجبر علیہ قضاء کما فصلناہ فی الطلاق من فتاوٰنا۔

یہ واجبات دیانت میں شمار ہے اگرچہ قضاءً اس پر جبر نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی طلاق کی بحث میں تفصیل ذکر کی ہے (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰
[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱
[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۱

کپڑے میں اتنی زیادت کہ استقلالِ نماز وغیرہ میں زائد نہ کھلیں، یوہیں صدقۂ فطر و اضحیہ جبکہ بعد وجوب مالی زیور یا غرض پر واجب جس کی تحصیل کو مال درکار۔

سنت جیسے نماز کے لئے عمامہ و جبّہ و ردا وغیرہا لباس مسنون و تجمّل عیدین و جمعہ و بنا و توسیع و تطییبِ مساجد و صلۂ رحم و ہدیۂ احباب و مواساتِ مساکین و خبرگیری یتامٰی و بیوگان و خدمت مہماناں و امثال ذٰلک سنن مالیہ، یوہیں عطر و مشک و سرمہ و شانہ و آئینہ بعد اتباع اور کھانے میں تہائی پیٹ کی مقدار تک پہنچنا۔

مستحب جیسے بنائے سقایہ و سبیل و سرا و مدارس و پل وغیرہا،

فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن بعض العلماء فی ذکر مراتب الاکل "مندوب وھو مایعینہ علی تحصیل النوافل وتعلیم العلم وتعلمہ"[1]

ردالمحتار میں تبیین المحارم کی نقل میں بعض علماء سے منقول ہے کہ کھانا کھانے کے مراتب کئی ہیں جن میں مندوب و مستحب وہ ہے جو نوافل اور تعلیم و تعلّم کے لئے معاون بنے۔ (ت)

بلکہ مہمان کے ساتھ پورا پیٹ بھر کھانا اس کو وہ باتھ اٹھالینے سے شرما کر بھوکا نہ رہے، یوہیں عورت کی سیر خوری اس نیت سے کہ شوہر کے لئے حفظِ جمال کرے کم خوری لاغری و شکستِ رنگ و حُسن کی موجب نہ ہو۔

فی الدر عن الوھبانیۃ وللزوجۃ التسمین لافوق شبعھا اھ قال الشامی قال الطرسوسی فی الروحۃ ینبغی ان یندب لھا ذٰلک وتکون ماجورۃ، قال الشامی ولایعجبنی اطلاق اباحۃ ذٰلک فضلا عن ندبہ ولعل ذٰلک محمول علی ما اذا کانت الزوج یحب السمن والا ینبغی ان تکون

درمختار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ بیوی کو فربہ بننا مندوب ہے جو کہ سیر ہو کر کھانے سے زائد نہ ہو۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ طرسوسی نے فرمایا ہے کہ بیوی میں یہ بات مستحب ہے اور وہ اجر پائے گی۔ شارح نے فرمایا مجھے اس بات میں اباحت پسند نہیں چہ جائیکہ مستحب ہو۔ ہوسکتا ہے کہ استحباب کا معاملہ اس صورت میں ہو جب خاوند فربہی کو پسند کرتا ہو، ورنہ مناسب یہ ہے کہ بیوی معتدل

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۵

[2] الدرالمختار " " " فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

موزونۃ[1] اھ اقول فی ھذا الکلام فات الاکل الی الشبع حلال و نیۃ السمن غایتھا کراھۃ التنزیہ نعم عدم التحرظاھر ثم ھذا کلہ فی التسمین اما ماذکرت فواضح لاغبار علیہ۔

ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کلام ہے کیونکہ سیر ہونے تک کھانا حلال ہے اور اس میں فربہ ہونے کی نیت زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اجر نہ ہونا ظاہر ہے پھر یہ بحث فربہ ہونے میں ہے لیکن میں نے جو ذکر کیا وہ واضح اور بے غبار ہے۔ (ت)

مباح جیسے زینت و آرائش، لباس و مکان و زیورِ زناں۔

فی خزانۃ المفتین بعد مامرو مباح وھو الزیادۃ للزیادۃ والتجمل[2]۔

خزانۃ المفتین میں گزشتہ مضمون کے بعد ہے اکل انواع میں ایک نوع مباح ہے جیسے خوبصورتی اور جسم کو بڑھانے کے لئے زیادہ کھانا کھانا۔ (ت)

جبکہ یہ سب امور منکرات و مقاصد مذمومہ سے خالی ہوں ورنہ مذموم ہیں اور مقاصد محمودہ کے ساتھ بھی خالی مباح نہ رہیں گے مستحب ہوجائیں گے۔

فان المباح ابتع شئ للنیات کما ذکرہ فی البحرالرائق وردالمحتار وغیرھما و ذلك لخلوہ فی نفسہ عن کل حکم فلا یزاحم شیئا یطرأ علیہ من صواحبہ کنیۃ او تأدیۃ الی خیراوشرکما لایخفی۔

مباح چیز نیت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کیونکہ مباح ہر حکم سے خالی ہوتا ہے لہذا کسی بھی طاری ہونے والے حکم سے متعارض نہ ہوگا، مثلاً نیت خیر یا شر کسی کی نیت مراد ہوسکتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

مکروہ تنزیہی جیسے اپنے لئے انواعِ فواکہ سے تفکّہ۔

فی الدر لاباس بانواع الفواکہ وترکہ افضل[3]۔

درمختار میں ہے مختلف انواع کے پھلوں میں کوئی حرج نہیں جبکہ ترک افضل ہے۔ (ت)

اسامت جیسے اتباعِ شہوتِ نفس و لذتِ طبع کے لئے ترفّہ و تنعم بالحلال میں انہماک اسی نیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰

[3] الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶

سے عمدہ کھانے دونوں وقت سیر ہو کر کھانا، باریک نفیس بیش بہا جامے پہننا، گرنا شبانہ روز عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی میں گرفتار رہنا کہ یہ امور اگرچہ حدِ حرام وگناہ تک نہ پہنچیں خلافِ سنت ضرور ہیں،

ولا شك في توجه اللوم عليه وان لم يستحق العقاب والاحاديث في ذلك كثيرة شهيرة لانسردها مخافة الاطناب **اقول** وبه علم ان ما جنحت اليه اولى مما في رد المحتار عن شرح الملتقى في انواع الكسوة مباح وهو الثوب الجميل للتزين في الاعياد والجمع ومجامع الناس لا في جميع الاوقات لانه صلف وخيلاء وربما يغيظ المحتاجين فالتحرز عنه اولى ومكروه وهو اللبس للتكبر اھ[1] وكذا ما ذكر من محض الاباحة في تجمل الجمع والاعياد والمجامع محمله ما اذا لم ينو الا التجمل اما اذا نوى الاتباع فسنة لا شك كما ذكرت وكذا الكراهة في التكبر تحمل على الحرمة فانه حرام وكبيرة عظيمة قطعا۔

اس پر ملامت میں شک نہیں اگرچہ مستحق عقاب نہیں ہے، اور اس میں کثیر احادیث مشہورہ وارد ہیں، ہم طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ میرا موقف بہتر ہے اس سے جس کو ردالمحتار نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ لباس کے اقسام مباح ہیں تو وہ عیدوں، جمعہ اور مجمع کے لئے مباح ہیں، نہ کہ تمام اوقات میں ہر وقت ایسا کرنا بے مقصد تکبر و غرور، اور کبھی محتاج لوگوں کو چڑانا ہے، لہذا اس سے بچنا بہتر ہے، اور تکبر کے طور پر لباس پہننا مکروہ ہے اھ، اور یوں جو انھوں نے عید، جمعہ وغیرہ میں اباحت کا ذکر کیا ہے اس کا محمل بھی وہ ہے کہ تکبر کی بجائے صرف اپنا جمال بنانا مقصود ہو مگر سنتِ شریعت کی پیروی میں ایسا لباس پہنا تو سنت ہے تو مذکور میں شک نہیں اور یونہی تکبر کی صورت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ تکبر حرام ہے اور عظیم کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

مکروہ تحریمی جیسے محض تکاثر وتفاخر کے لئے جمع اموال۔

في خزانة المفتين بعد ما مر ومكروه وهو الجمع للتفاخر والتكاثر وان كان من حل[2]

خزانۃ المفتین میں مذکور بیان کے بعد فرمایا: انواع احکام میں ایک نوع مکروہ ہے جیسے اظہار کثرت وفخر کے لئے مال جمع کرنا اگرچہ حلال مال سے ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰

یوہیں پیٹ سے زیادہ چند لقمے کھانا جن کا معدے میں بگڑ جانا مظنون نہ ہو،

فی الخانیۃ یکرہ الاکل فوق الشبع اھ[1] اقول وبھذا الحمل تندفع المخالفۃ بینہ وبین ما یأتی عن الدر من نص التحریم۔

خانیہ میں ہے سیر ہوجانے کے بعد کھانا مکروہ ہے اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس بیان سے درمختار میں آئندہ تحریم کی نص میں اور اس میں مخالفت ختم ہوگئی۔ (ت)

مگر جبکہ روزے کی قوت مقصود ہو یا مہمان کا ساتھ دینا۔

فی التنویر مباح الی الشبع لتزید قوتہ وحرام وھو ما فوقہ الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا یستحیی ضیفہ[2] اقول والاستثناء اذا حمل علی ما ذکرت صح قطعا ویکون قولہ حرام یشمل المکروہ فلا یکون منقطعا فافھم۔

تنویر میں ہے سیر ہونے تک کھانا مباح ہے جبکہ حصول قوت مقصود ہو اور اس سے زائد حرام ہے، لیکن اگر صبح روزہ رکھنے یا مہمان کے حیاء کے احساس کی وجہ سے زائد کھائے تو حرام نہ ہوگا اھ اقول (میں کہتا ہوں) آپ کے ذکر کردہ پر محمول کیا جائے تو استثناء قطعاً صحیح ہے اور حرام مکروہ تحریمی ہو تو یہ استثناء منقطع نہ ہوگا، غور کرو۔ (ت)

یوہیں لباس شہرت پہننا یعنی اس قدر چمکیلا اور ہو جس پر انگلیاں اٹھیں اور بالقصد اتنا نقص و تخسیس کرنا بھی ممنوع ہے جس پر نگاہیں پڑیں یعنی ہر انوکھی اچنبھے قسم کی ہیئات وضع تراش خراش کر وجہ انگشت نمائی ہو۔ سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوب مثلہ[3] وعند ابن ماجۃ ثوب مذلۃ[4] ورواہ ابوداؤد فی روایۃ ثم یلھب

جس نے شہرت کا لباس پہنا اس کو اللہ تعالٰی بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا، اور ابن ماجہ میں ذلت کا لباس[4]، اور ابوداؤد[3] کی ایک روایت میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ ومایکرہ اکلہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] الدرالمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۳

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[4] سنن ابن ماجہ " باب من لبس شہرۃ من الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۲

فیه النار[1]

"پھر جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا" کے الفاظ ہیں۔ (ت)

جو شہرت کے کپڑے پہنے گا اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ویسا ہی لباس شہرت پہنائے گا جس سے عرصاتِ محشر میں معاذ اللہ ذلّت و تفضیح ہو پھر اُس میں آگ لگا کر بھڑکا دی جائے گی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی ردالمحتار عن الدر المنتقی نھی عن الشہرتین وھو ما کان فی نہایۃ النفاسۃ او الخساسۃ[2] اھ اقول ولا یختص بھما بل لو کان بینھما وکان علٰی ھیأۃ عجیبۃ غریبۃ توجب الشہرۃ وشخوص الابصار کان لباس شہرۃ قطعا۔

ردالمحتار میں الدر المنتقی سے منقول ہے کہ دو شہرتوں سے منع فرمایا، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی ہے، اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ان دونوں سے خاص نہیں بلکہ عجیب وغریب حالت بنانا جو شہرت کا باعث ہو اور لوگوں کے لئے نظارہ بنے وہ قطعاً لباس شہرت کا لباس ہے۔ (ت)

حرام جیسے ریشمی کپڑے، مغرق ٹوپیاں۔ یونہی پیٹ سے اوپر اتنا کھانا جس کے بگڑ جانے کا ظن ہو۔

فی الدر حرام فوق الشبع وھو اکل طعام غلب علٰی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی[3]۔

درمختار میں ہے سیرابی سے زیادہ وہ کھانا حرام ہے جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ معدہ کو خراب کرے گا، اور یونہی پینے کا معاملہ ہے، قہستانی۔ (ت)

جب یہ صورتیں معلوم ہولیں اب احکام **کسب** کی طرف چلئے، **فاقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیل مال کو خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب وغرض دونوں سے ناگزیر ہے اور احکام ہشتگانہ میں پہلے چار جانب طلب ہیں جن میں فرض وواجب کی طلب جازم ہے اور سنّت ومستحب کی غیر جازم اور پیچھلے

پیچھے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی و اساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی و حرام سے حتمی اور مباح طلب و نہی دونوں سے خالی، اب اگر سبب و غرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب تو ظاہر کہ وہی حکم کسب پر ہوگا مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض۔ تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام وعلی ھذا القیاس اور اگر مختلف اقسام سے ہیں تو تین حال سے خالی نہیں:

اولاً اختلاف جانب واحد مثلاً طلب یا نہی کے اقسام میں ہو جیسے سبب فرض ہو غرض واجب یا سبب مکروہ تنزیہی غرض حرام۔

ثانیاً اختلاف؛ اختلاف جانب وسط ہو مثلاً سبب واجب یا حرام اور غرض مباح یا بالعکس، ان دونوں صورتوں میں کسب اشد و اقوی کا تابع ہوگا مثلاً فرض و وجوب کا اختلاف ہے تو فرض اور وجوب و سنیت کا تو واجب، اور ایک مباح اور دوسرا اور کسی قسم کا ہے تو کسب اسی قسم کا ہوگا

لما مر من ان المباح ساذج عار یکتسی بکل ما داہ ویتلون بلون کل ما یمر بہ والضعیف من جانب یندرج فی القوی منہ۔

جیسے گزرا کہ مباح، احکام سے خالی ہوتا اور ہر پہلو اختیار کرلیتا ہے، اور ایک طرف سے ضعیف ہو تو اپنے سے قوی میں درج ہوتا ہے۔ (ت)

ثالثاً اختلاف؛ اختلاف جانبین ہو یعنی سبب جانب طلب میں ہے اور غرض جانب نہی یا بالعکس، صورتِ اولیٰ میں کسب مطلقاً حکم غرض کا مورد ہے گا مثلاً غرض حرام ہے تو حرمت و گناہ نقد وقت ہے گو سبب فرض واجب ہو حتی کہ اگر سبب اعلیٰ درجۂ طلب میں ہو یعنی فرض اور غرض ادنیٰ درجۂ نہی میں یعنی مکروہ تنزیہی جب بھی کسب مکروہ تنزیہی سے خالی نہیں ہوسکتا اگرچہ سبب فی نفسہٖ فرض ہے وجہ یہ کہ کوئی غرض معین کسب کے لئے لازم نہیں وہ اختلاف نیت سے مختلف ہوسکتی ہے اور ہر وقت اپنے اختیار سے امکانِ تبدل رکھتی ہے، مانا کہ سبب فرض تھا مگر جب اس نے اُسے کسی امرِ حرام یا ناپسندیدہ کی نیت سے کیا خود حرمت و ناپسندی میں گرفتار ہوا کہ ایسی نیت کیوں کی اگر کوئی نیت فرض یا واجب حاضر نہ تھی تو اقل درجہ نیت مباح پر قادر تھا اس کی نظیر نماز ہے کہ دکھاوے کو پڑھی جائے کہ اگرچہ نماز فی نفسہٖ فرض ہے مگر نیت خبیثہ موجب تحریم ہوگی اور صورت عکس میں یعنی جب سبب جانب نہی ہوا اور غرض جانب طلب۔ اگر وہ سبب متعین نہ تھا بلکہ اس کا غیر کہ نہی سے خالی ہو ممکن تھا تو اس صورت

میں بھی کسب مطلقاً مورد نہی ہوگا کہ غرض اگرچہ فرض ہے جب ذریعہ مباح سے مل سکتی تھی تو حرام یا مکروہ کی طرف جانا اپنے اختیار سے ہوا اور اسی کا الزام لازم آیا اور اگر سبب متعین تھا کہ دوسرا طریقہ قدرت ہی میں نہیں تو اب دو صورتیں ہوں گی،

اول غرض و سبب کی نہی و طلب دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہوں مثلاً سبب حرام، غرض فرض سبب مکروہ تحریمی، غرض واجب، سبب میں اساءت، غرض سنت، سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اساءت، غرض سنت، سبب مکروہ تنزیہی غرض مستحب اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ نوع واحد میں تفاوت وقوت پر بھی نظر لازم کہ حرام کا ترک فرض ہے اور فرض کا ترک حرام، اور بعض فرض بعض دیگر سے اعظم و آکد ہوتے ہیں، اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع و اشد، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مثلاً فرض غرض کے ترک سے جو حرمت لازم آئے گی وہ اس حرمت سے کیا نسبت رکھتی ہے جو اس سبب حرام کے ارتکاب میں ہے جب سب وجوہ سے طرفین میں تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں اتباع سبب یعنی جانب نہی کو ترجیح رہے گی،

لان اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ ما استطعتم واذا نہیتکم عن شیئ فاجتنبوہ[1] وروی فی الکشف حدیث لترک ذرۃ مما نہی اللہ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین[2] قالہ فی الاشباہ[3] ولنا فی المقام تحقیقات نفائس المنا بکثیر منہا فی ما علقنا علٰی کتاب اذاقۃ الاثام

کیونکہ ممنوعات سے متعلق شریعت کا حکم اہم ہوتا ہے بمقابلہ مامورات کا اہتمام اس قدر ہے ہی نہیں تو اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت پر بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اجتناب کرو۔ کشف میں مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے منع کردہ سے ذرہ بھر بھی باز رہنا جن و انسان کی عبادت سے افضل ہے انھوں نے اشباہ میں یہ بیان کیا ہے ہمارا یہاں کلام نفیس ہے جس کو ہم نے اپنے والد گرامی قدر کی کتاب "اذاقۃ الآثام لمانعی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۲
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " " ۲/ ۲۶۲
[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۵

لفائق عمل المولد والقیام من تصانیف خاتمۃ المحققین الاماجد سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔

عمل المولد والقیام کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

دونوں کی قوت کم و بیش ہو اس صورت میں اقوٰی کا اتباع ہوگا سبب ہو خواہ غرض۔ مثلاً مالِ غیر بے اذن لینا حرام ہے اور خوک وخمر کی حرمت اس سے بھی زائد اور سدِ رمق اور دفع جوع قاتل وعطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوٰی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاک دفع ہو لازم ہوا اور جانب غرض کو ترجیح دی گئی اور اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمتِ انسان اس فرض سے اقوٰی ہے لہذا جانب سبب کو ترجیح رہی۔

فی الدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام اومیتۃ اومال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاك عن نفسہ اھ[1] وفی الشامیۃ عن وجیز الکردری ان قال لہ اٰخر اقطع یدی وکلھا لایحل لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامتہ[2]۔

درمختار میں ہے، غذا کے لئے کھانا اور پیاس کی وجہ سے پینا اگرچہ حرام، مردار یا غیر کا مال ہو تو جب اس کے ضمن میں فرض ہے تو ثواب پائیگا حدیث کے مطابق۔ لیکن یہ اس مقدار کے لئے جس قدر سے انسان اپنے کو ہلاکت سے بچا سکے اھ، اور شامی کے فتاوی میں وجیز کردری سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا میرا ہاتھ کاٹ کر کھا لو، تو یہ حلال نہیں کیونکہ انسان کا گوشت اضطراری حالت میں بھی مباح نہیں انسانی کرامت کی وجہ سے۔(ت)

یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اوّل تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی وباللہ التوفیق انھیں ضوابط سے دوسرے سوال یعنی مسئلہ سوال کا حکم منکشف ہوسکتا ہے جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کا کھانے کو موجود ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار۔ یونہی رسوم شادی کے لئے سوال حرام کہ کاج شرع

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ٢/٢٣٦

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ٥/٢١٥

میں ایجاب و قبول کا نام ہے جس کے لئے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعًا نہیں، اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقہ حلال سے دفع ہوسکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہُنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابلِ مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اُجرت سے بقدرِ حاجت پیدا کرسکتا ہے قبل اس کے کہ احتیاج تا بحدِ مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں، نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انھیں کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مارکر آپ ہی محنت مزدوری کریں، اور اگر دوسرا طریقہ حلال میسر نہیں حرفت و صنعت کچھ نہیں جانتا نہ محنت و مزدوری پر قادر ہے خواہ بوجہ مرض یا ضعفِ خلقی یا نازپروردگی یا کسب کر تو سکتا ہے مگر حاجت فوری ہے کسب پر محول کرنا تا تریاق از عراق کا مضمون ہوا جاتا ہے تو سوال حلال ہوگا کہ ہر ان صورتوں میں کارروائی یہی ہوسکتی ہے کہ مانگ کرلے یا چھین کر یا چُرا کر یا کوئی حرام یا مُردار کھائے اور سرقہ و غصب کی حرمت سوال سے اشد ہے اور حرام و مردار کی غصب و قہر سے بھی سخت تر، یہ صورتیں تو ظاہر ہیں اور علماء نے بوجہ اشتغال جہاد و مشغولی طلبِ علمِ دین فرصتِ کسب نہ پانے کو بھی وجہِ معذوری سے شمار فرمایا اور ایسے کے لئے سوال حلال بتایا جب مدار ضرورت غرض و تعین ذریعہ پر ٹھہرا تو کچھ اکل و شرب ہی کی تخصیص نہیں کہ جسے ایک دن کا قوت ہے اسے سوال مطلقًا منع ہو بلکہ اگر دس دن کا کھانا موجود ہے اور کپڑے نہیں یا کپڑے ہی ہے مگر پھٹا کہ جاڑے کی آفت روک سکتا نہیں اور طریقہ تحصیل کوئی دوسرا نہیں کپڑے کے لئے سوال ناروا نہیں، یونہی اگر کھانے پہننے سب کو موجود ہے مگر دَین ہے تو اگر کچھ مالِ فاضل رکھتا ہے جسے بیچ کر ادا کرسکے یا کما کر دے سکتا ہے تو سوال حرام، اور اگر کمائی سے بعد نفقۂ ضروری کے کچھ نہیں بچا سکتا اور قرض خواہ گردن پر چھری رکھے ہوئے ہے تو ادا کے لئے سوال حلال۔

فی الدر المختار لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب و یأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم ولو سأل الکسوة او لاشتغاله عن الکسب بالجهاد وطلب العلم جاز لو محتاجا[1] اھ وفیه من النفقات تجب

درمختار میں ہے: جائز نہیں اسے سوال جس کے پاس ایک دن کا گزارہ بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسا کہ تندرست شخص کمائی کے قابل ہو اور اس کے حال سے آگاہی کے باوجود اس کو دینے والا گنہگار ہوگا حرام پر اعانت کی وجہ سے، اگر جسم ڈھانپنے کے لئے یا جہاد میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسب نہ کرسکے یا طلبِ علم کی مصروفیت میں کسب نہ کرسکنے کی وجہ سے سوال کرے تو ضرورت یا حاجت ہو تو سوال کرنا جائز ہے اھ اسی کے

[1] الدر المختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

ایضًا لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثی ولو بالغة صحیحة او الذکر بالغا عاجزا عن الکسب بنحو زمانة کعمی وعتہ وفلج زاد فی الملتقی والمختار او لایحسن الکسب لحرفة او لکونہ من ذوی البیوتات[1] اھ قال الشامی ای من اھل الشرف[2] الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

باب النفقہ میں ہے نفقہ واجب ہے ہر نابالغ ذی محرم یا عورت اگرچہ بالغ صحیح یا مرد بالغ ہو لیکن جسمانی معذور ہونے کی وجہ سے کسب سے عاجز ہے جیسے نابینا، ہاتھ پاؤں مفلوج وغیرہ۔ ملتقٰی اور مختار میں زائد کیا جو کوئی اچھا کسب نہیں رکھتا یا گھریلو عورتیں اھ۔ شامی نے فرمایا یعنی اہل شرف لوگ الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

خیر الامال فی حکم الکسب والسوال

ختم ہوا

---

[1] الدر المختار کتاب الطلاق باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۶

[2] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸۱

علم وتعلیم

عالم، متعلم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم وفنون، تعلیم گاہ سے متعلق

مسئلہ ۱۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) میں علم سے ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حدیث طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ ؎ (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو، اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلٰی واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے

۱؎ کنز العمال حدیث ۲۸۶۵۲ ۱۰ / ۱۳۰

۲؎ الجامع الصغیر حرف الطاء حدیث ۵۲۶۴ ۲ / ۳۲۵

کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کرسکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، وعلٰی ھذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر و ریا و عجب و حسد وغیرہا اور ان کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے نسئل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔ علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

المراد به مالا مندوحة له عن تعلمه کمعرفة الصانع ونبوة رسله وکیفیة الصلٰوة ونحوها فان تعلمه فرض عین[1]

اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وھو بقدر مایحتاج لدینه[2]

جان لیجئے! علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فصول علامی سے ہے:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی — مکتبۃ الامام الشافعی الریاض — ۲/ ۱۱۵
[2] درمختار — مقدمہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳

۲۳ 40 فرض علی کل مکلف ومکلفۃ بعد تعلمہ علم الدین والہدایۃ تعلم علم الوضوء والغسل والصلٰوۃ والصوم وعلم الزکٰوۃ لمن لہ نصاب والحج لمن وجب علیہ والبیوع علی التجار لیحترزوا عن الشبہات والمکروہات فی سائر المعاملات وکذا اھل الحرف وکل من اشتغل بشیئ یفرض علیہ علمہ وحکمہ لیمتنع عن الحرام فیہ۔[1]

دینی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے، اور اسی طرح مسائلِ زکوٰۃ کا اس شخص کے لئے جاننا جو صاحبِ نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید و فروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنیوالوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

فی تبیین المحارم لاشک فی فرضیۃ علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحۃ العمل موقوفۃ علیہ وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عملہ بالریاء وعلم الحسد والعجب ادھما یاکلان العمل کما تاکل النار الحطب وعلم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن اراد الدخول فی ھذہ الاشیاء وعلم الالفاظ المحرمۃ او المکفرۃ ولعمری ھذا من اھم المہمات فی ھذا الزمان۔[2]

تبیین المحارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصولِ اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھاجاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔ خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں

---

[1] ردالمحتار مقدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹
[2] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹

جو ان کاموں کو کرنا چاہیے، یوں ہی حرام اور کفریہ الزام جاننا ضروری ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں۔ ۱؎

مراد بعلم درینجا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چون در اسلام در آمد واجب شد بروے معرفت صانع تعالیٰ وصفات وعلم بہ نبوت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجز آن از انچہ صحیح نیست ایمان بے آن و چون وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچون رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم الخ۔

اس جگہ (یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آجائے تو مسائل نماز کو سیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آجائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ (ت)

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی وبیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور فقیر غفراللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار یہ عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی۔ جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انھیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔

اخرجہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور

۱؎ اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ کتاب العلم الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹۱

وابن حبان والبیهقی عن ابی درداء رضی الله تعالٰی عنه قال سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی اٰخرہ ان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔[1]

بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سُنا پھر انھوں نے فضیلت علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انھوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔ (ت)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو بیشک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم و مولوی کا استحقاق ورنہ مذموم و بد ہے جیسے فلسفہ و نجوم یا لغو و فضول جیسے قافیہ و عروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ و مساحت بہرحال اُن فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفتر علماء سے محو ہوجائے،

فی الطریقة المحمدیة عن التاتارخانیة عن ابی اللیث الحافظ وهو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیه ابی اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمه من العلماء۔[2]

طریقہ محمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ابواللیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابواللیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انھوں نے فرمایا جو علم کلام میں مشغول ہوگیا اس کا نام زمرۂ علماء سے مٹ گیا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت و اسلام ہیں بوجہ اختلاط فلسفہ و زیادات مزخرفہ مذموم ٹھہرا اور اس کا مشتغل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی فی منہی عنہا مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۹۳ و ۹۴

منطق فلسفہ ودیگر خرافات کا کیا ذکر ہے، ولہذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کرجائے تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا،

في الهندية عن المحيط اذا اوصى لاهل العلم ببلدة كذا فانه يدخل فيه اهل الفقه واهل الحديث ولا يدخل من يتكلم بالحكمة[1] الخ ونقل مثله في شرح الفقه الاكبر للمتكلمين عن كتب الفتاوى لاصحابنا وسمى منها الظهيرية

فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہل علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کرجائے تو یقیناً اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں الخ اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاووں کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاووں میں سے فتاوٰی ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قرآن وحدیث سے متعدد دلائل اس معنی پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم نہ آیات واحادیث میں مراد، اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اُسے علم کہا کریں ہاں آلات ووسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل وبقصد توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا منتظر رہتا ہے، نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور اُن کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام ومقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ اُن خوبیوں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر ونجار، اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ وہاں یہ بھی کہ ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا، اور فلسفہ تو حرام ومضر اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ہیہات ہیہات اُسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔ سیدی عارف باللہ نابلسی

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ٦/١٢١

ناصح عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم لم یکونوا یشغلوا انفسہم بہذا الفشار الذی اخترعہ الحکماء الفلاسفة بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یعلم ہذہ الشقاشق والہذیانات المنطقیة فہو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ قلت فاذا کان ہذا قولہ فی المنطق فما ظنك بالتفلسف الموبق نسأل اللہ العافیة۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسفہ نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطقی یاوہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ میں کہتا ہوں جب منطق کے بارے میں ان کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں۔

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان و تکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالفہ شرع تعلیم کئے جاتے ہیں وہ بھی قطعاً حرام و مذموم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع و قیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابوداؤد وابن ماجة والحاکم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العلم ثلثة اٰیة محکمة او سنة قائمة او فریضة عادلة وما کان سوٰی ذلك فہو فضل۔[2]

ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی، انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو وجوب

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی من الانواع الثلاثۃ فی العلوم المنہی عنہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۳۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب ماجاء فی تعلیم الفرائض آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۳

عمل میں کتاب وسنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔ (ت)

اشعہ میں ہے:

فریضۃ عادلۃ فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب و سنت ست اشارت ست باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط اند ازاں وبایں اعتبار آنرا مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر ازاں بفریضہ کردند تنبیہ بر آنکہ عمل بآنہا واجب ست چنانکہ بکتاب وسنت وما کان سوی ذٰلک فھو فضل وہرچہ کہ ہست از مراد علوم جزیں پس آں فضل ست ولایعنی ؎

ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول
فضل باشد فضل می خواں آں فضول[1] الخ

فریضۃ عادلۃ جو کتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جو ان سے منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ فالتو ہے یعنی ان کے علاوہ جو مراد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے جو کچھ اللہ تعالٰی اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اسے فضول اسے زائد سمجھو۔ ملخصًا (ت)

اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ؎

کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃ
الا الحدیث وعلم الفقہ فی الدین[2]

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار علماء کی طرف رجوع کرے،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہلِ دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۷
[2] دیوان امام الشافعی قافیۃ النون (افضل العلوم) دار الفکر بیروت ص ۳۰۸

مسئلہ ۲۹۹: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیم وتعلم فنون عقلیہ مثل منطق وحکمت و ریاضی وغیرہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں ہے تو ملا نظام الدین صاحب کے آج تک ہزاروں علماء دیندار دیدہ ودانستہ برضا ورغبت کیوں اس امر کے پابند ہے اور ہمیشہ درس دیتے رہے زید کہتا ہے کہ ہرگز اس علم کا پڑھنا پڑھانا جائز نہیں یہاں تک کہ بسبب اشتمال بعض مقامات توضیح وتلویح کے مسائل معقول پر اس کتاب کے پڑھانے سے منع کرتا ہے زید کی تقریر سے ترک بعض علوم دینیہ مثل عقائد اور اصول کا لازم آتا ہے۔

(۲) زید عمرو کا استاد ہے اور بوقت درس حدیث کے زید نے عمرو سے عہد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا اب عمرو اکثر کتابیں دینیات کی طلبہ کو پڑھاتا ہے اور چونکہ مسائل عقائد اور اصول فقہ کے بسبب عدم مہارت معقولات کے طلبہ کی سمجھ میں بخوبی نہیں آتے ہیں اور طلبہ عمرو کو تقاضا معقولات کے پڑھانے کا کرتے ہیں، اس صورت میں اگر عمرو بخیال اس کے کہ طلبہ اگر معقولات پڑھیں گے تو فن اصول وغیرہ خوب سمجھیں گے معقولات پڑھاے تو عمرو بسبب نقض عہد استاد کے آثم ہوگا یا نہیں، اگر آثم ہوگا تو اس کا کچھ کفارہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) نفس منطق ایک علم آلی وخادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث کلیات خمسہ وقول شارح وتقاسیم قضایا وتناقض وعکس وصناعات خمس کے تعلم میں اصلاً حرج شرعی نہیں، نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں، بیان کرنے والے دائرۃ کی مثال میں کل شیئ معلوم ﷲ دائماً (بے شک اللہ تعالٰی کو ہمیشہ ہر چیز کا علم ہے۔ ت) کی جگہ کل فلک متحرك دائماً (ہر آسمان ہمیشہ سے حرکت کرنے والا ہے۔ ت) رکھیں تو یہ ان کی تقصیر ہے منطق کا قصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات و اصطلاحات سے مستغنی تھے اور ان کے غیر بیشک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو نحو وصرف ومعانی وبیان وغیرہا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ ان کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا ولہذا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا:

من لم یعرف المنطق فلاثقة جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اسکے علوم

لہ فی العلوم اصلا[1]۔ ناقابلِ اعتبار و ناقابلِ اعتماد ہیں۔ (ت)

بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں بلکہ اسفار وغیرہ مثل کتب اصول فقہ واصول دین کا مقدمہ بنایا، ردالمحتار میں ہے،

اما منطق الاسلامیین الذی مقدماته قواعد اسلامیة فلاوجه للقول بحرمته بل سماہ الغزالی معیار العلوم وقد الف فیه علماء الاسلام ومنهم المحقق ابن الهمام فانه اتی منه ببیان معظم مطالبه فی مقدمة کتابه التحریر الاصولی[2]۔

اہل اسلام کی منطق کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں بلکہ امام غزالی نے تو معیار العلوم (علوم کے پرکھنے کی کسوٹی) قرار دیا ہے اور اس میں علمائے اسلام نے سیکڑوں تصنیفات کی ہیں، انہی میں سے محقق ابن ہمام بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التحریر الاصولی" کے مقدمہ میں اس کا ایسا بیان فرمایا جس کے مطالب عظیم ہیں۔ (ت)

ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اس میں منہمک ہوجانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم وغافل ہے۔ اسی طرح بہت اجزائے حکمت مثل ریاضی ہندسہ وحساب و جبر ومقابلہ وارثماطیقی وسیاحت ومرایا ومناظر وجر ثقیل وعلم مثلث کروی ومثلث مسطح وسیاست مدن وتدبیر منزل ومکائد حروب وفراست وطب وتشریح وبیطرہ وبیزرہ وعلم زیجات واسطرلاب و آلات رصدیہ ومواقیت ومعادن ونباتات وحیوانات وکائنات الجو وجغرافیہ وغیرہا بھی شریعت مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلاواسطہ بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع ومعین اور بعض دیگر دُنیا میں بکار آمد ہیں اگرچہ مقاصد اصلیہ کے سوا حاجت سے زیادہ کسی شے میں توغل فضولی و بیہودگی ہے،

ومن حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه[3]۔ کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کردے۔ (ت)

---

[1]

[2] ردالمحتار مقدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۱

خصوصاً علم طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر و نہی فرائض کے لئے ضروری حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کاذب و صادق و شمس و ضحوۂ کبریٰ و استواء و ظل ثانی غایۃ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمر و ابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہا امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کہ بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا آلات رصدیہ نامتصور ان کی ناواقفی سے بہت لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں مثلاً از ان عامہ میں جا ہوا ہے کہ جس وقت توپ چلی اور جس گھڑی میں بارہ بجے استواء ہوگیا جب تک وقت ظہر نہ آیا تھا اور اس کے بعد شروع ہوگیا حالانکہ دونوں غلط بعض موسموں میں ہنوز توپ چلنے بارہ بجنے میں پاؤ گھنٹہ یا زائد باقی ہوتا ہے کہ وقت ظہر ہوگیا اور بعض میں سوا بارہ بجے بھی وقت ظہر نہیں ہوتا اوقات سحری و افطار میں عوام جہال کی جنتریوں یا ناواقف پڑھے لکھوں کی فہرستوں پر عمل کرتے اور بلاوجہ بزعم احتیاط دونوں جانب تعجیل سحور و تاخیر افطار سے ترک سنت ہوکہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مصر رہتے ہیں بعض حضرات بنام حفاظت سنت تاخیر سحور و تعجیل افطار میں حد سے متجاوز ہو کر صحت و بطلان صوم کو حالت شک میں ڈال دیتے ہیں یہ سب علم زیجات سے ناواقفی پر مبنی ہے ، ابھی چند سال ہوئے آگرہ سے آئے ہوئے کچھ مسائل فقیر کے پاس بغرض استصواب آئے جن میں ایک سوال متعلق ضحوۂ کبریٰ و نیت صوم و صلوٰۃ تھے بعض بے علم مفتیوں نے کہ آج کل بہت عامیوں کے معتمد ٹھہرے ہیں ان میں دو کا جواب تو قطعاً قلم انداز کیا ایک کا جواب جو دیا نہ دینا اس سے ہزار درجہ بہتر تھا وہ فاحش غلطیاں کیں جن سے احکام شرعیہ یکسر منقلب ہوگئے یوں ہی ناواقفی علم زیجات و میقات کی زید و عمرو پدر و پسر نے ایک تاریخ معین میں دو مختلف شہروں میں ٹھیک طلوع شمس کے ساتھ انتقال کیا ناواقف فرائض داں بخیال اتحاد وقت موت مطلقاً حکم عدم توریث کرے گا اور واقف اطوال و عروض بلاد و دقائق مرئیہ قطر شمس و مطالع بلدیہ بروجہ مستقر جو عند تقارب الامر خصوصاً وقت وقوع کرہ در بدرجات عروض و درج سوا ایجیا کا اعتبار لازم براوامرہ زیج نہ مجرد تعدیل بین السطرین کے لحاظ سے حکم صحیح دے گا۔ جامع الرموز میں ہے:

انھم قالوا لو مات عند وقت الطلوع من اول رمضان مثلاً بالصین کانت ترکتہ لاخیہ عمرو قد مات فیہ بسمرقند مع انہما لو ماتا معاً لم یرث احدھما

فقہائے کرام فرماتے ہیں مثلاً زید یکم رمضان کو چین طلوع آفتاب کے وقت چین میں فوت ہوگیا تو اس کا ترکہ اس کے بھائی عمرو کو ملے گا جبکہ وہ بھی اسی وقت سمرقند میں فوت ہوگیا حالانکہ وہ اگر دونوں اکٹھے یکجا مرتے تو ان میں سے کوئی

عن الاٰخر کما تقرر[۱] ایک دوسرے کا وارث نہ ہوتا جیسا کہ (اپنی جگہ) یہ ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

یونہی بعض مسائل حیض ونفاس وعدت وغیرہا میں بھی ان علوم کی حاجت مثلاً عورت ٹھیک وقت غروب شمس حائضہ ہوئی پھر سفر کیا دسویں دن وہاں ٹھیک وقت غروب دم منقطع ہوا ناواقف مطلقاً اسے عشرہ کاملہ حیض جان کر انقطاع للاکثر کے احکام جاری کرے گا اور واقف بجا خاموش معلوم کیسی انقطاع للاقل لے گا کبھی زیادۃ علی العشرہ پر آگاہ ہو کر عادت سے جو دن زائد ہوئے انھیں استحاضہ مانے گا، یونہی اگر شہر دیگر میں تیسرے دن وقت غروب انقطاع ہوا ناواقف مطلقاً حیض اور واقف کبھی استحاضہ جانے گا کہ تعادیر حیض میں ایسی ہی تدقیق معتبر ہے۔ شرح نقایہ میں ہے،

ردالمحتار میں ہے، ای سدس الفرجۃ[۲] (یعنی آفتاب کی ٹکیہ کا چھٹا حصہ۔ ت) غور کیجئے کتنا تفاوت احکام ہوگیا اور تعلیقات میں تو ہزارہا صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا کہ (یحتوی من وقی حمد منھا (جیسا کہ اس پر پوشیدہ نہیں جو ان علوم میں سے معمولی حصہ بھی رکھتا ہے۔ ت) تو مطلقاً علوم عقلیہ کے تعلیم وتعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل مہمہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح وتلویح جیسے کتب جلیلہ علیہ وغیرہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبیعیات وعامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح وشرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان وحرکت وافلاک وہیولٰی وصورت جرمیہ ونوعیہ وسفلیات وانواع موالید ونفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ وانکار فاعل مختار وعلم جزئیات وحشر اجساد وجنت ونار واحالۂ خرق افلاک واعادۂ معدوم وصدور کثیر عن الواحد وغیرہا اور ان کے سوا اور اجزا وفروع فلسفہ بھی کفریات صریحہ ومحرمات قبیحہ سے مملو ہیں مثلاً علم طلسمات ونیرنجات وجزء التاثیر من علم النجوم واحکام زائچہ عالم وزائچہ موالید وتسییرات وفردارات وسیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں طبیعیات والٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں توفیق اللہ تعالٰی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ت)

---

[۱] جامع الرموز

[۲] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الحیض دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۹

انصافاً ان کی تعلیم وتعلم زہر ہلاہل ونار محرق ہے مگر بچند شروط،

اولاً انہماک فلسفیات وتوغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کردیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔

ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف وماہر اور اثبات حق وازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کرسکے گا۔

ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بالتزام تمام ہر سبق کے ایسے محل ومقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کردے غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحرالعلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کا۔

رابعاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت ووقعت متمکن نہیں۔

خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیٹھ جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ۝ وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔ (ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے ؎

اسے لوری کو دیت ہے مترازن ہتھیار

سادساً معلم ومتعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

سابعاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے منجلی ہوتی رہے ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا اور اس تعلیم وتعلم سے انتفاع متوقع ہوگا کہ ؎

علمت الشر لا للشر لکن لتوقیہ
فمن لم یعرف الشر فیوما یقع فیہ

(میں نے شر کو اس سے بچنے کے لئے معلوم کیا نہ کہ شر کے لئے، پھر جو شر کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

نہیں پہچانتا تو کسی نہ کسی دن اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ت)

تشحیذ اذہان ہوگی ضلالات فلسفہ کے زور و قدرت ملے گی بہت بدمذہب کہ مناظرات میں کفار فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں اُن کی دندان شکنی ہو سکے گی انھیں اغراض سے درس نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا تا کجا نوبت پہنچی یہاں تک کہ بہت حمقا کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پاگئیں جس کی شناعت کا قدرے بیان فقیر نے اپنے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ) میں کیا و باللہ التوفیق، واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ اتم و احکم (اللہ تعالٰی ہی سے توفیق کی طلب اور آرزو ہے، اور اللہ پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

(۲) کلام قدماء و اصول فقہ کی سمجھ میں طبعیات و الٰہیات فلسفہ کی اصلاً حاجت نہیں،

وقال اللہ تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، لوگو! وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ (ت)

ہاں منطق بلاشبہہ مفید و کار آمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ ہے، میبذی و صدرا و شمس بازغہ و امثالہا کے اشتغال سے درس عامہ میں جو منقولات خالصہ یا نقلیات ممتزجہ صغرٰی و کبرٰی و ایساغوجی و قال اقول و میر ایساغوجی و قطبی و میر قطبی و شرح تہذیب و میبذی و جلالی و حاشیہ سید زاہد و حاشیۃ الحاشیہ مولانا بحر العلوم و سلم و ملا حسن و حمد اللہ و قاضی و رسالہ قطبیہ و شرح سید زاہد و حاشیہ غلام یحیٰی و شرح عقائد نسفی و جلال و خیالی و تحریر اقلیدس و تصریح و شرح تشریح و شرح چغمینی و مسلم الثبوت و شرح مواقف و میر زاہد امور عامہ پڑھائی جاتی ہیں فہم کلام و اصول و نیز تشحیذ اذہان و تمرین معقول کے لئے بس ہیں اخذ عہد میں مراد استاد اگر وہی کتب محمودہ تھیں جب تو ظاہر کہ ان میں حرج نہیں ورنہ بشرط حاجت بنظر حاجت و رعایت شرائط و صحت نیت تعلیم کر سکتا ہے اگر عہد مؤکد بقسم تھا تو کفارہ یمین ہے ورنہ نہیں،

اخرج الائمۃ احمد و الشیخان عن عبد الرحمن بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی

ائمہ کرام مثلاً امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا احلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فات الذی ھو خیر وکفر عن یمینک[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسند سے تخریج فرمائی، انھوں نے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کام کے ذکر نے کی قسم کھائے اور پھر دیکھے کہ اس کام کا کرنا بنسبت دوسرے کام کے بہتر ہے تو بہتر کام ہی کرو البتہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے اور اس بزرگی والے کا علم بڑا کامل اور نہایت پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ از موضع شاہ ضلع بریلی معرفت نیاز محمد خاں صاحب ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاد علم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادا نہ کرنے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگرد نات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کردری سے ہے :

قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھوان لایفتتح بالکلام قبلہ ولایجلس مکانہ وان غاب ولایرد علی کلامہ ویتقدم علیہ فی مشیہ[2]

یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اسکی بات کو رد نہ کرے۔

اسی میں غرائب سے ہے :

ینبغی للرجل ان یراعی حقوق

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق واجب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب من سأل الامارۃ وکل الیہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۸ و ۹۸۰
صحیح مسلم کتاب الایمان باب ندب من حلف یمینا الخ " " " ۲/ ۴۸
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳

استاذہ وآدابہ لا یبخل بشیئ من مالہ[1]

کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔

یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے، اسی میں تاتارخانیہ سے ہے،

یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ احدا فان فعل ذلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلالہ ان لا یقرع بابہ بل ینتظر خروجہ[2] اھ۔

یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسّی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقیناً جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور ناسمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کا انتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[4] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۳

[2] " " " " " " " " ۵/۳۷۷ — ۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/۴

[4] مسند امام احمد بن حنبل مرویات الحکم بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶۶

کسی کی اطاعت نہیں۔ ت) مگر اس زمانے میں گستاخی و بے ادبی سے چیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا ۔ ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے کا بجا لانا عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکامات واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم دوبارہ ہوگیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ رہا پردہ اس میں استاذ و غیر استاذ، عالم و غیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ و کمال اشتہا کا ہے ومن لم یعرف اہل زمانہ فہو جاہل، فنسأل اللہ العفو والعافیۃ (جو اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو وہ جاہل ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲: از بنارس محلہ پورہ اونچی مسجد مرسلہ مولوی محمد عبدالرحمن صاحب جیثانی شافعی
۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ

ہمارے علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ جیسا کہ حنفی کو بموجب اس کے جو کہ درمختار میں ہے اس بات سے کہ ضرورت کے وقت کسی مسئلہ میں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے کی کچھ خوف نہیں ہے لیکن بشرطیکہ اس کے کہ اس مسئلہ میں اسی امام کے سب شروط کا التزام کیجئے اور نیز بموجب اس کے جو کہ شامی میں ہے اس بات سے کہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتوٰی دیا جائے تو جائز ہے اور نیز بموجب اس کے جو کہ جامع الرموز میں ہے اس بات سے کہ مفقود کی مدت انتظار کی تعیین میں امام مالک اور امام اوزاعی چار برس تک کے قائل ہیں پھر بعد چار برس کے اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اگر ضرورت کے وقت ہمارے یہاں بھی اس قول کے ساتھ فتوٰی دیا جائے تو کچھ خوف نہیں) ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے ایسا ہی ضرورت کے وقت مثلاً مسئلہ انتقاض الوضوء باکل ماستہ النار میں شافعی کو بھی اپنے مذہب کی کس کتاب کے بموجب دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا

۱؎ ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹

الجواب

تقلید امام دیگر وقتِ ضرورت صحیحہ بشرط مذکورہ فی السوال کا جواز متفق علیہ ہے ولہذا حنفی شافعی ہر مذہب کے محتسب کو لکھتے ہیں کہ اپنے ہم مذہب کو جو بات خلافِ مذہب کرتے دیکھیں اگر وہ اس میں عذرِ تقلیدِ غیر پیش کرے احتساب سے ہاتھ اٹھائیں۔ شرح عین العلم میں ہے:

لو رأی الشافعی شافعیا یشرب النبیذ او ینکح بلا ولی ویطؤ زوجتہ او رأی الحنفی حنفیا یلعب بالشطرنج او لبس الثوب الاحمر فھذا فی محل النظر کما فی الاحیاء والاظھر ان لہ الحسبۃ والانکار اذ لم یذھب احد من المحصلین الی ان لہ ان یاخذ بمذھب غیرہ بل علی مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فمخالفۃ المقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین وھو عاص بالمخالفۃ الا انہ یجوز لہ تقلید غ من الائمۃ فی بعض المسائل فاذا اعتذر وقال انا مقلد للشافعی او الحنفی فی ھذا الباب یرتفع عنہ الاحتساب[1] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شافعی کسی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ (جوس) پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اس بیوی سے ہمبستری کرتا ہے یا کوئی حنفی کسی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ لباس پہنتا ہے تو یہ قابلِ اعتراض ہے جیسا کہ امام غزالی کی الاحیاء میں ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفتِ امام کا مرتکب گنہگار ہے ہاں البتہ اس کے لئے دوسرے ائمہ میں سے کسی امام کی بعض مسائل میں تقلید جائز ہے پھر اگر معذرت کرے اور کہے میں اس باب میں امام شافعی یا امام ابو حنیفہ کا مقلد ہوں تو اس سے احتساب اٹھ جائے گا اھ مختصراً۔ (ت)

اور اس کے اجل شواہد سے خود امام مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل ہے کہ جب نمازِ صبح مزارِ اکرم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پڑھی اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ شریف کا جہر کیا، اور اس کا سبب حضرت امام الائمہ کا ادب بیان فرمایا۔

---

[1] شرح عین العلم

٣١ كما ذكره الامام ابن حجر المكي الشافعي
41 في الفصل الخامس والثلثين من "الخيرات الحسان[1] من مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان"۔

جیسا کہ امام ابن حجر مکی شافعی نے اسکو "الخیرات الحسان من مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان" کی ۳۵ ویں فصل میں بیان فرمایا۔ (ت)

اور مروی ہوا کہ تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین بھی ذکیا اور فرمایا:

ادبنا مع هذا الامام اكثر من ان نظهر خلافه بحضرته۔ ذكره علي القاري في المرقاة[2]۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ہم ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ (شرح مشکوۃ) میں ذکر فرمایا۔ (ت)

یہاں مخالفتِ مذہب کی ضرورت کو امام ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان میں مفصل ذکر فرمایا ہے من شاء فلیطالعها (جو کوئی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) اتنا امر اور طرز خاطر رہے کہ زنِ مفقود کو چار سال کے بعد اجازتِ نکاح کہ مذہب امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ جب اس کی خبر منقطع ہونے کو چار برس گزر جائیں یہ بطورِ خود نکاح کرلے بلکہ اُن کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کی طرف رجوع لائے وہ اپنے حکم سے چار سال کی مہلت آج سے دے اس سے پہلے اگرچہ بیس سال گزر گئے ہوں ان کا کچھ اعتبار نہیں جب یہ چار برس گزر جائیں اور پتا نہ چلے قاضی اپنے حکم سے تفریق کرے اس کے بعد عورت عدّت بیٹھ کر نکاح کی مختار ہوسکتی ہے،

كما بينه العلامة الزرقاني المالكي في شرح الموطا واوضحناه في كتاب النكاح وكتاب المفقود من فتاوٰنا۔

جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی نے اس کو شرح مؤطا میں بیان فرمایا، اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح اور بحث مفقود میں اس کی وضاحت کی۔ (ت)

یہ بہت غلطی ولغزش کا محل ہے اسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اسی طرح انتقاض وضو بما مست النار (آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔ ت) ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کا ٦

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
[2] مرقاۃ المفاتیح

مذہب نہیں بلکہ بعد صدرِ اول اس کے خلاف پر اجماعِ علما منعقد ہولیا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :

ذھب جماھیر العلماء من السلف والخلف الی انه لاینتقض الوضوء باکل ما مسته النار ممن ذھب الیه ابوبکر الصدیق وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالٰی عنھم وھو مذھب مالك وابی حنیفة والشافعی واحمد رحمھم اللہ تعالٰی وذھبت طائفة الی وجوب الوضوء الشرعی باکل ما مسته النار وھو مروی عن عمر بن عبدالعزیز والحسن البصری والزھری ثم ان ھذا الخلاف الذی حکیناہ کان فی الصدر الاول ثم اجمع العلماء بعد ذلك علی انه لایجب الوضوء باکل ما مسته النار[1] اھ باختصار، واللہ تعالٰی اعلم۔

سلف وخلف (اگلے پچھلے لوگوں) میں سے جمہور علماءِ کرام کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن بزرگوں نے یہ موقف و مذہب اختیار کیا ان میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کا یہی مذہب ہے۔ اور ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوِ شرعی واجب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور زہری سے یہ مروی ہے۔ جس اختلاف کی ہم نے حکایت کی ہے وہ صدرِ اول میں تھا۔ اس کے بعد علماءِ کرام کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب نہیں اھ باختصار۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ (سوال ندارد)

الجواب

حفظِ قرآن فرضِ کفایہ ہے اور سنتِ صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور منجملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اُس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب الوضوء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۶

يجئ صاحب القرآن يوم القيمة فيقول يارب حلّه[1] الحديث۔ یعنی قرآن والا قیامت کے روز آئیگا پس قرآن عرض کرے گا اے رب میرے اسے خلعت عطا فرما تو اس شخص کو تاجِ کرامت عطا فرمائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اور زیادہ کر، تو اسے حلّۂ بزرگی پہنائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اس سے راضی ہوجا، تو اللہ جل جلالہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ۔ اور ہر آیت پر ایک نیکی زائد کی جائے گی۔

اور فرماتے ہیں:

يقال يعنى لصاحب القرآن اقرء وارق ورتل الحديث رواه الترمذى[2] و ابن ماجه واللفظ للترمذى۔ یعنی صاحبِ قرآن کو حکم ہوگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کہ تیرا مقام اس پچھلی آیت کے نزدیک ہے جسے تو پڑھے گا (ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور الفاظ جامع ترمذی کے ہیں۔ت)

حاصل یہ کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اس کا جنت میں بلند کرتے جائیں گے جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اسی قدر درجے اسے ملیں گے۔ اور فرماتے ہیں:

مثل القرآن ومن تعلمه الحديث رواه ابن ماجه[3] والنسائى۔ یعنی حافظِ قرآن اگر شب کو تلاوت کرے تو اس کی مثال اس توشہ دان کی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو تمام مکانوں میں مہکے اور جو شب کو سو رہے اور قرآن اس کے سینے میں ہو تو اس کی کہاوت مانند اس توشہ دان کے ہے جس میں مشک ہے اور اس کا منہ باندھ دیا جائے الحدیث (ابن ماجہ اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں:

خيركم من تعلم القرآن و یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۵
[2] " " " " " " " ۲/۱۱۵
[3] " " " " " " " ۲/۱۱۱
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۹

علمہ. رواہ البخاری[1] والترمذی و ابن ماجہ۔ — سکھائے (بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

لما سمعت الملٰئکۃ القراٰن الحدیث رواہ الدارمی[2] — جب فرشتوں نے قرآن سنا بولے خوشی ہو اُس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہوا، اور خوشی ہو اُن سینوں کے لئے جو اسے اٹھائیں گے اور یاد کریں گے، اور خوشی ہو اُن زبانوں کے لئے جو اسے پڑھیں گے اور تلاوت کریں گے (اس کو دارمی نے روایت کیا۔ ت)

جابجا اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ رب تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القراٰن فھل من مدکر[3] — اور بیشک ہم نے آسان کردیا قرآن کو یاد کرنے کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعاھدوا القراٰن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا رواہ البخاری[4] ومسلم۔ — یعنی نگاہ رکھو قرآن کو اور اسے یاد کرتے رہو سو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ قرآن زیادہ چھوٹنے پر آمادہ ہے اُن اونٹوں سے جو اپنی رسیوں سے بندھے ہوں (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ ت)

یعنی جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چھوٹنا چاہتے ہیں اور اگر ان کی محافظت واحتیاط نہ کی جائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۲
جامع الترمذی ابواب 〃 〃 امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۴
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹
[2] سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۳۱۶ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۲۷
[3] القرآن الکریم ۵۴/۱۷
[4] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۳
صحیح مسلم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۶۸

تو رہا ہو جائیں اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے اگر اُسے یاد نہ کرتے رہوگے تو وہ تمھارے سینوں سے نکل جائے گا پس تمھیں چاہیئے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو اس دولت بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اور فرماتے ہیں :

ان الذی لیس فی جوفه شئ من القرآن کالبیت الخرب۔ رواه الترمذی[1]

حاصل یہ کہ جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ ویرانے گھر کے مانند ہے یعنی جیسے گھروں کی زینت ان کے رہنے والوں اور عمدہ آرائشوں سے ہوتی ہے اسی طرح خانۂ دل کی زینت قرآن مجید سے ہے جسے قرآن یاد ہے اس کا دل آباد ہے ورنہ ویرانہ و برباد۔

اور فرماتے ہیں :

یا اهل القرآن لا توسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من آناء اللیل و النهار وافشوه الحدیث رواه البیهقی[2] و الطبرانی۔

یعنی اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنا لو کہ پڑھ کے یاد کر کے رکھ چھوڑا پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو اوروں کو پڑھاؤ یا دکراؤ اس کے پڑھنے یاد کرنے کی ترغیب دو نہ یہ کہ جو پڑھے اور خدا اسے حفظ کی توفیق دے اس کو روکو اور منع کرو۔ (بیہقی اور طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے)

اس سے زیادہ ناداں کون ہے جسے خدا ایسی ہمت بخشے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھوئے اگر قدر اس کی جانتا اور جو ثواب اور درجات اس پر موعود ہیں ان سے واقف ہوتا تو اسے جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتا نیز نادان کو اپنے سوء حافظہ یا کسی اور سبب سے حفظ قرآن میں دقت ہو یا متشابہ زیادہ واقع ہوں تو اُسے قرآن کا قصور سمجھتا ہے اور اس کے حفظ کو معاذ اللہ بیکار و بے ثمر ٹھہراتا ہے یہ وسوسہ شیطان کا ہے کہ اس کے دل میں ڈلاتا تاکہ اُسے ایسی نعمتِ عظمیٰ سے محروم رکھے اور راہ راست سے پھیر کر گمراہوں کے گروہ میں داخل کرے وہ یہ نہیں جانتا کہ جسے قرآن مجید میں زیادہ دقت و مشقت پڑتی ہے اس کا اجر اللہ کے نزدیک دونا ہے۔ رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۵

[2] کنز العمال بحوالہ طب، حب حدیث ۲۸۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۱۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ رواہ البخاری ومسلم.[1]

یعنی جو شخص قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہے وہ نیکوکار بزرگوں اور وحی و کتابت یا لوحِ محفوظ کے لکھنے والوں یعنی انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں (بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا۔ ت)

انجام اس وسوسہ ابلیس و فساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں، اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ الآیۃ.[2]

جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو تھا انکھیارا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یونہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تُو نے انھیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تُو بھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من امرء یقرء القرآن ثم ینساہ الحدیث، رواہ ابوداؤد والدارمی.[3]

یعنی جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے گا قیامت کو خدا کے پاس کوڑھی ہو کر رہے گا۔ (ابوداؤد و دارمی نے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

عرضت علیّ ذنوب امتی الحدیث، رواہ الترمذی.[4]

حاصل یہ کہ میری امت کے گناہ میرے حضور پیش کئے گئے تو میں نے گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی ایک سورۃ یا ایک آیت یاد ہو پھر وہ اُسے بھلا دے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن ٢/١١٢٥-٢٦
صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضیلۃ حافظ قرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ١/٢٦٩

[2] القرآن الکریم ٢٠/١٢٤

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی من حفظ القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ١/٢٠٦
سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ٣٣٤٣ نشر السنۃ ملتان ٢/٣١٥

[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب من فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ٢/١١٥

زید پر لازم کہ اس قسم کی خرافات اور گستاخیوں سے باز آئے اور خلاف حکم اللہ اور اللہ کے رسول کے لوگوں کو حفظ کلام اللہ سے نہ روکے بلکہ ترغیب دے اور جہاں تک ہو سکے اس کے پڑھانے اور حفظ کرنے اور خود یاد رکھنے میں کوشش کرے تاکہ وہ ثواب جو اس پر موعود ہیں حاصل ہوں اور روز قیامت اندھا کوڑھی ہو کر اٹھنے سے نجات پائے،

واللہ الهادی الی سبیل الرشاد ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

اللہ تعالٰی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس کا علم بڑا کامل اور اس کا فیصلہ بڑا محکم ہوتا ہے (ت)

مسئلہ از موضع انگہ چاندپور پرگنہ نواب گنج مرسلہ سید حافظ وحید الدین صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، ایک موضع میں دو قسم کے فریق ہیں، ایک کی اولاد دین کے مدرسہ میں علم دین مثل حفظ قرآن شریف و ناظرہ و ضروریات دین و دنیوی جو کہ ضروری ہیں بہت زمانہ سے سیکھتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں اور اُن کے والدین کوشش اُن کے میں مصروف ہیں، اور دوسرے فریق نے عرضی دے کر مدرسہ سرکاری کرادیا ہے وہ اس کی نابودی کارروائی میں مصروف ہیں، ہر دو مدرسین کا کیا حکم ہے اور ہر دو فریقین اور طالب علموں کے لئے کیا حکم شرع ہے اور کن سے علوم ہیں کہ ان کی فرضیت کا حکم ہے یا اس میں مسلمانوں کو اپنی طبیعت کا اختیار ہے جو علم چاہیں پڑھیں پڑھائیں، ثواب و عقاب سے اس کے لئے آگاہ فرمائیے گا۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ [1]

ہر مسلمان مرد وعورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیۃ الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۹۳

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و فلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغول بلاشبہہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اُس کی صرف نحو معانی بیان لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[1]

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے (ت)

یہی علوم علم دین ہیں اور انہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرع نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ حرام

مبادا دل آں فرومایہ شاد
از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خان رامپوری ۲۲ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم یا مولوی یا حافظ کو بلا وجہ اور بلا قصور بدنام کرے اور آپ لوگوں کے روبرو ناخواندہ آدمی اچھا بنے اور اپنی عقل کے رُوبرو عالم کو جاہل اور ذلیل سمجھنا اور عالم کی حقارت کرنا لوگوں کی جماعت میں بیٹھ کر اور اپنے آپ کو بہت ذی مرتبہ خیال کرنا اور عالم وغیرہ سب کو بُرا کہنا غرضکہ ہر شخص کو بُرا کہنا اور ہر شخص پر اعتراض کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

الجواب

سخت حرام سخت گناہ اشد کبیرہ۔ عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب ہے اس کی تحقیر معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی موجب لعنتِ الٰہی وعذاب الیم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم والامام المقسط۔ رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ[۱] و الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا علم والا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل (اسکو ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

اور بلا وجہ شرعی کسی سنی المذہب کو بُرا کہنا یا اُس کی تحقیر کرنا جائز نہیں کہ اس میں مسلمان کی ناحق ایذا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کی ایذا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[۲] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس کے حوالے سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ ت)

ہر ایک کو بُرا ہی کہے گا جو خود نہایت بُرا اور بدتر ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان و لا الفاحش ولا البذی، رواہ

مسلمان نہیں ہے ہر ایک پر منہ آنے والا اور نہ بکثرت لوگوں پر لعنت کرنے والا اور نہ بیحیائی

---

[۱] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۲
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸
[۲] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی[1] وابن حبان والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الترمذی حسن۔

کے کام کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) امام ترمذی نے فرمایا، حدیث حسن ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والا من فیہ عرق منہ[2]۔ رواہ الطبرانی عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

لوگوں پر ظلم و تعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ جس میں کوئی رگ ولادت زنا کی ہے (امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر میں حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ ت)

ورنہ اپنے آپ کو بہتر سمجھنا تکبر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

الیس فی جھنم مثوی المتکبرین[3]۔

کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنیوالوں کا، یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از ورہ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

جس عبارت میں کہ صرف لفظ مکروہ ہو تو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہہ ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہمارے علمائے کرام کے کلام میں غالباً کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے مگر

---

[1] المستدرک کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/۱۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۹

[2] مجمع الزوائد باب فی عمال السوء ۵/۲۳۳ و باب فی اولاد الزنا ۶/۲۵۸
کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۱۳۰۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۳۳

[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

کلیۃً نہیں بہت جگہ عام مراد لیتے ہیں کما فی مکروھات الصلٰوۃ (جیسا کہ نماز کی بحث مکروہات میں مذکور ہے۔ت) بہت جگہ خاص کراہت تنزیہی،

کما لایخفٰی علی من تتبع کلامھم و وقد بینہ فی البحر الرائق و رد المحتار و ذکرناہ فی کتاب الصلٰوۃ من فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں کہ جس نے ان کے کلام کو تلاش کیا (چھان بین کی) چنانچہ اس کو بحر الرائق اور رد المحتار میں وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے اور میں نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث صلٰوۃ میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۳۰: از کلکتہ دھرم تلہ ۶ اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عالم اور حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو علم انگریزی تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر شرع سے کرے آیا حشر کے دن اس سے بازپرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ضرور بازپرس کا محل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1]۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتش دوزخ سے بچاؤ۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔

تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیردست) کے بارے میں بازپرس ہوگی (ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدین النصح لکل مسلم[3] (دین اسلام ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶ [2] کنز العمال حدیث ۱۴۷۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۰

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

صحیح مسلم باب بیان ان الدین النصیحۃ 〃 〃 〃 ۱/ ۵۴

مسئلہ ۲۰۸: مسئولہ مولوی خلیل احمد خاں پشاوری ۱۹ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ایں مسئلہ کہ معلم کودکاں را زدن علی الاطلاق مباح ست یا جرت وغیرہ اجرت شرط ست۔ بینوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ استاد اپنے شاگرد بچوں کو بغیر کسی قید و شرط کے بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا بچوں کو اجرت لے کر پڑھانے یا بلا اجرت پڑھانے والے کے لئے الگ الگ ضابطہ ہے۔ بیان فرمائیے اجر پائیے)

الجواب

زدن معلم کودکاں را وقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ و اصلاح و نصیحت بے تفرقہ اجرت وعدم اجرت رواست امابایدکہ بدست زنند نہ بچوب و در کرتے بر سہ بار نیفزایند فی ردالمحتار لایجوز ضرب ولد الحر بامرابیہ اما المعلم فلہ ضربہ لمصلحۃ التعلیم وقیدہ الطرسوسی بان یکون بغیر اٰلۃ جارحۃ وبان لایزید علی ثلث ضربات، وردہ الناظم بانہ لاوجہ لہ ویحتاج الی نقل واقرہ الشارح قال الشرنبلالی والنقل فی کتاب الصلوٰۃ یضرب الصغیر بالید لا بالخشبۃ ولا یزید علی ثلث ضربات[1] اھ بتلخیص

ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت و عدم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے، چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے کہ کسی آزاد بچے کو اس کے والد کے حکم سے مارنا جائز نہیں لیکن استاد تعلیمی مصلحت کے تحت پٹائی کرسکتا ہے۔ امام طرسوسی نے یہ قید لگائی ہے کہ مارپیٹ زخمی کردینے والی نہ ہو اور تین ضربوں سے زائد بھی نہ ہو، لیکن ناظم نے اس قید کو رد کردیا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا نقل کی ضرورت ہے اور شارح نے اس کو برقرار رکھا۔ علامہ شرنبلالی نے فرمایا نقل کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ چھوٹے بچے کو ہاتھ سے سزا دی جائے نہ کہ لاٹھی سے اور تین ضربوں سے تجاوز بھی نہ ہونے پائے اھ بتلخیص

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۶

در جامع الصغار استروشنی است ذکر والدی رحمه الله تعالٰی من صلٰوة المنتقط اذا بلغ الصبی عشر سنین یضرب لاجل الصلٰوة بالید لا بالخشب ولا یجاوز الثلث وکذا المعلم لیس له ان یجاوز الثلث قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لمرداس المعلم ایاک ان تضرب فوق الثلث فانک اذا ضربت فوق الثلث اقتص الله منک[1]۔ والله تعالٰی اعلم

جامع صغار استروشنی میں ہے: میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے بحث صلوٰۃ منتقط میں ذکر فرمایا کہ جب بچے کی عمر دس سال ہوجائے تو نماز نہ پڑھنے کے لئے اسے ہاتھ سے سزا دی جائے لاٹھی سے نہیں اور تین مرتبہ سے تجاوز بھی نہ کیا جائے، یونہی استاد کے لئے روا نہیں کہ تین مرتبہ سے تجاوز کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسہ کے استاذ مرداس سے فرمایا: تین مرتبہ سے زائد ضربیں لگانے سے پرہیز کرو کیونکہ اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن تم سے بدلہ لیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۹: از مارہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت سید محمد حسین میاں صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ

عالی جناب مولٰنا صاحب زید مجدہم! اپنا شرعی خیال عورات کے لکھنے کی نسبت ظاہر فرمائیے یہاں عرصہ سے یہ امر معرضِ بحث میں ہے۔

الجواب

حضور! عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع وسنّتِ نصارٰی وفتحِ بابِ ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جس کے مفاسدِ شدیدہ پر تجاربِ عدیدہ شاہدِ عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہیں جن کی بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا اور پھر تعددِ طرق دوسری قوت ہے اور عملِ امت وقبولِ علماء تیسری قوت اور محلِ احتیاط وسدِ فتنہ چوتھی قوت تو حدیث لااقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے بخلاف حدیث شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور نے فرمایا کیا حفصہ کو نملہ کا منتر نہ سکھائے گی جیسے اُسے لکھنا سکھایا۔ اجازت میں اصلاً کوئی حدیث صحیح نہیں۔

[1] احکام الصغار مسائل الصلوٰۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۶

احادیثِ ممانعت یہ ہیں:

حدیث اوّل: ابن حبان بطریق یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ دقاق [1] اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق عطیہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

قالا حدثنا محمد بن ابراھیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحٰق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تسکنوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور [2]	دونوں (محدث ابن حبان اور امام بیہقی) نے فرمایا ہم سے محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ شامی نے بیان کیا (انھوں نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحٰق دمشقی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ عروہ سے، اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت فرمائی مائی صاحبہ نے فرمایا۔ (ت) یعنی رسول اللہ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورۂ نور تعلیم کرو۔

یہی حدیث حاکم نے صحیح مستدرک میں اسی طریق سے اور بیہقی نے شعب میں بطریق محمد بن محمد بن سلیمان روایت کی،

قال حدثنا عبد الوہاب الضحاک ثنا شعیب بن اسحٰق الحدیث [3] سندا ومتنا۔	اس (محمد بن محمد بن سلیمان) نے کہا ہم سے عبد الوہاب ضحاک نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحاق نے بیان کیا یعنی حدیث سند اور متن کے لحاظ سے بیان فرمائی۔ (ت)

حاکم نے کہا صحیح الاسناد [4] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے اطراف میں کہا:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۹۸
[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر النہی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دار الفکر ۲/۳۹۶
[3] " " " " " " "

۲۳۰ بل عبد الوهاب متروك[1] اھ اقول لان القول فیه ابن عدی فقال بعض حدیثه لایتابع علیه وھذا صادق علی کثیر من رجال الصحیحین۔

بلکہ عبدالوہاب (راوی حدیث) متروک ہے اھ (یعنی محدثین نے اسے نظرانداز کیا ہے۔ مترجم) میں کہتا ہوں کہ محدث ابن عدی نے اس کے متعلق کمزور بات کی ہے کہ اس کی بعض حدیثوں کی متابعت نہیں کی جاتی یہ قول تو بخاری ومسلم کے بہت سے رجال (رواۃ) پر بھی صادق آتا ہے۔ (ت)

بیہقی نے بطریق اول روایت کرکے کہا ھذا باسناد منکر[2] یہ حدیث اس سند سے منکر وغیر معروف ہے۔ خاتم الحفاظ سیوطی نے لآلی میں فرمایا، افاد انه بغیر ھذا الاسناد لیس بمنکر[3] یعنی بیہقی نے افادہ کیا کہ حدیث اور سند سے منکر نہیں معروف ومحفوظ ہے اقول وستسمع انه بنفس السند غیر منکر (میں کہتا ہوں عنقریب تو سن لے گا کہ حدیث نفس سند کے اعتبار سے منکر نہیں۔ ت)

حدیث دوم: امام ترمذی محمد بن علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتسکنوا نساءکم الغرف ولا تعلموھن الکتابة[4]

اپنی عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ۔

یہ حدیث امام ابن حجر مکی نے فتاوٰی حدیثیہ میں استناداً ذکر کی۔

حدیث سوم: ابن عدی کامل میں اور ابن حبان بسند معتمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قالا حدثنا جعفر بن سهل ثنا جعفر بن نصر ثنا حفص بن غیاث عن لیث عن

دونوں (یعنی ابن عدی اور ابن حبان) نے جعفر بن سہل سے (اس نے کہا) جعفر بن نصر نے ہم سے بیان کیا (اس نے کہا) حفص بن

---

[1] اللآلی المصنوعة بحوالہ الحافظ ابن حجر کتاب النکاح دار المعرفة بیروت ۲/۱۶۹
[2] " " البیہقی فی شعب الایمان " " " " ۲/۱۶۸
[3] " " " " " " " " " "
[4] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس والعشرون والمائتان فی النہی الخ دار صادر بیروت ص ۲۴۷-۲۴۰

مجاهد عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا تعلموا نساءکم الکتابة ولا تسکنوهن العلالی[۱]

حلد ۵

غیاث نے ہم سے بیان کیا اس نے لیث، اس نے مجاہد، اس نے عبداللہ ابن عباس سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ ت) یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور بالاخانوں پر نہ بساؤ۔

یہ حدیث تخریج ابن عدی امام حافظ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ فی الموضوعۃ میں ذکر کی۔

وقال ابن الجوزی لا یصح جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل[۲]

حافظ ابن جوزی نے کہا حدیث مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے اھ۔

وقال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکر الحدیث الاول وقد روی من طریق حفص القاری عن لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما[۳]

حافظ ابن حجر نے "الاطراف" میں پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا حفص قاری، لیث، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے حدیث روایت کی گئی اھ۔

اقول الظاهر ان هذه متابعة لحفص بن غیاث فان حفصا القاری امام القراءة حفص بن سلیمٰن ابی داؤد و هذا مصرح به عند مخرجیه، حفص بن غیاث وهو امام فی الحدیث ثقة فقیه من رجال الستة، ولیث صدوق من رجال مسلم والاربعة والبخاری فی

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ یہ حفص بن غیاث کی متابعت ہے کیونکہ حفص قاری، حفص بن سلیمان ابوداؤد قراءت کے امام ہیں، تخریج کرنے والوں کے نزدیک اس کی تصریح پائی گئی۔ حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے رواۃ میں سے ہیں۔ لیث صدوق (سچا) ہے مسلم اور چار دیگر کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے

---

[۱] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/۵۶۵
اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸

[۲] " " " " " " " " " " "

[۳] " " بحوالہ ابن حجر " " " " "

التعلیقات' غیر انه اختلط باٰخره ۴۲
لکن لم یسقط به حدیثه 42
فقد قال الجمهور هو ممن یکتب حدیثه ذکره النووی[1] فی شرح صحیح مسلم' وقال مسلم فی مقدمة صحیحه اسم الستر والصدق وتعاطی العلم یشمله[2] وقد حسن له الترمذی حدیثه فی الحمام' ونقل عن البخاری انه صدوق وربما یهم فی الشیئ فاذا روی عنه حفص القاری خرج جعفر بن نصر والصواب عندنا فی الامام الجلیل حفص القاری تثبیته، فقد قال وکیع انه ثقة' وقال الذهبی هو فی نفسه صادق، واختلف فیه عن احمد فروی حنبل بن اسحٰق عنه ما به بأس' وروی عنه اخری' متروك الحدیث هکذا روی ابن ابی حاتم

رجال میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہیں البتہ زندگی کے آخری حصے میں انہیں اختلاط ہوگیا تھا لیکن اس وجہ سے انکی حدیث ساقط نہیں قرار پائی۔ جمہور کا کہنا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں شمار ہے جنکی حدیث کو لکھا جاتا ہے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بیان فرمایا امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ستر، صدق اور اخذ علم کا نام اس کو شامل ہے۔ امام ترمذی نے حدیث حمام میں اس کی تحسین فرمائی، اور امام بخاری سے نقل کیا گیا کہ وہ صدوق ہے البتہ کبھی کبھار بعض چیزوں میں وہ وہم کا شکار ہوجاتا ہے جب اس سے حفص قاری نے روایت کیا تو جعفر بن نصر درمیان سے خارج ہوگیا، اور ہمارے نزدیک جلیل القدر امام حفص قاری کی توثیق صواب (درست) ہے' چنانچہ وکیع بن جراح نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے' اور علامہ ذہبی نے فرمایا وہ فی نفسہ صادق ہے' امام احمد سے اس کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے چنانچہ حنبل بن اسحٰق نے امام احمد سے یہ روایت کی کہ ما به بأس یعنی اس میں کوئی حرج نہیں' اور ان سے دوسری روایت نقل کی گئی کہ وہ متروک الحدیث ہے' ابن ابی حاتم

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی — مقدمة الکتاب — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴
[2] صحیح مسلم — " — " " " ۱/۴

عن عبد اللّٰہ بن احمد عن ابیه وروی ابوعلی بن الصواف عن عبد اللّٰہ عن ابیه صالح، ولیس فیه لامر معتمد جرح مفسر قادح یسقط حدیثه، وابن خراش لیس هناك، قال ابو زرعة کان رافضیا خرج مثالب الشیخین

اقول قال عبدان وحمل ابن خراش الی بندار عندنا عبدان وضع جزأین منهما فی مثالب الشیخین فاجازه بالفی درهم۱؎، قال الذهبی هذا واللّٰہ الشیخ المعثر الذی ضل سعیه فما انتفع بعلمه فلا عتب علی حمیر الرافضة، قال ابوبکر بن حمدان المروزی سمعت ابن خراش یقول شربت بولی فی هذا الشأن خمس مرات۱؎، وکان جریئا علی تکذیب الثقات وهذا احمد بن الفرات الامام الحافظ الثقة الفقیه الحجة الذی اطبقوا علی توثیقه ولم یأت فیه عن احد من الائمة تلیین ولا بعض تلیین

نے بواسطہ عبداللہ بن احمد اپنے والد کے حوالے سے اسی طرح روایت کی۔ ابوعلی بن صواف نے عبداللہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ صالح ہے اس کے حق میں کسی مستند امام کی قادح جرح نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کردے۔ رہا ابن خراش کا معاملہ تو وہ اس طرح کا نہیں چنانچہ ابوزرعہ نے فرمایا کہ وہ رافضی تھا، اس نے مطاعن وعیوب شیخین (حضرات صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی تخریج کی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) عبدان نے کہا ابن خراش بندار کے پاس ہمارے نزدیک دو ایسے اجزاء اٹھا کر لے گیا جو کہ مطاعن شیخین میں اس نے تصنیف کئے اور دو ہزار درہم انعام پایا۔ علامہ ذہبی نے فرمایا خدا کی قسم یہ بوڑھا کانا بہت بگڑا ہوا ہے جس کی سعی فضول وناحاصل کاموں میں ضائع ہوئی اس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا، لہٰذا رافضی گدھوں پر کوئی عتاب نہیں۔ ابوبکر بن حمدان مروزی نے کہا میں نے ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ مرتبہ اس شان میں اپنا پیشاب پیا ہے۔ وہ مستند ومعتمد راویوں کو جھٹلانے پر دلیر تھا۔ یہ احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت تھا کہ جس کی توثیق پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ ائمہ میں سے کسی امام سے اس کی تضعیف یا بعض نرمی (ڈھیلا پن)

۱؎ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبدالرحمٰن بن یوسف دارالمعرفۃ بیروت ۲/۶۰۰

ذکرہ ابن خراش فقال یکذب عمداً قال الذھبی علی ما فی تھذیب التھذیب اذی ابن خراش نفسہ[1]، وقال فی المیزان بطل قول ابن خراش[2]، ولاغرو وقد اتھم مالک بن اوس الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالکذب بروایتہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ لاجرم ان ذکرہ الذھبی فی طبقات الحفاظ ثم اخذ یوجھہ الی ان خاطبہ بقولہ انت زندیق معاند للحق فلا رضی اللہ عنک، ثم قال مات ابن خراش الی غیر رحمۃ اللہ تعالٰی ۲۸۳ھ[3]، اما الحدیث الاول ففیہ شعیب ومن فوقہ ائمۃ اجلاء لایسأل عنھم وانما النظر فی محمد بن ابراھیم اقول ادخلہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء وقد وصفہ المزی والذھبی والعسقلانی بالزاھد وھم یصفون بہ

مروی نہیں لیکن ابن خراش نے اس کا ذکر کیا کہ وہ دانستہ جھوٹ بولتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ابن خراش ان کو کوئی دکھ پہنچایا[1] اور المیزان میں فرمایا کہ ابن خراش کا قول باطل ہے[2]۔ اور کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اس نے ما ترکناہ صدقۃ کی حدیث روایت کرنے پر مالک بن اوس صحابی رسول پر کذاب ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ بلاشبہ علامہ ذہبی نے اسے "طبقات الحفاظ" میں ذکر کیا ہے پھر رد کرتے ہوئے اس قول سے مخاطب فرمایا کہ تو زندیق ہے یعنی بے دین ہے، حق سے عناد رکھنے والا ہے، اللہ تعالٰی تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ ابن خراش اللہ تعالٰی کی رحمت سے محروم ۲۸۳ھ میں رحلت کر گیا[3]۔ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے تو اس میں شعیب اور اس سے اوپر جلیل القدر ائمہ ہیں جن کے متعلق کوئی شبہ یا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ محمد بن ابراہیم کے بارے میں کچھ توقف پایا جاتا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) کہ محدث ابو نعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں شمار کیا ہے۔ مزی، ذہبی اور عسقلانی نے لقب "زاہد" سے اس کی توصیف کی ہے جبکہ اس

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۱۰ احمد بن الفرات دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۶۷
[2] میزان الاعتدال ترجمہ احمد بن فرات ۵۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۸
[3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن خراش عبد الرحمٰن بن یوسف دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن ۲/ ۲۳۰

الاولیاء کما عرف من محاوراتہم حتی اقتصر علیہ الذہبی فی وصف سید الاقطاب الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فہذا توثیق لہ وای توثیق وما للولی والکذب حاشاہم ولیس فیہ بعد ذلک جرح مفسر حتی قول الدارقطنی کذاب وتحامل القوم علی الصوفیۃ الکرام و الحنفیۃ العظام معروف، و قال الامام النووی فی التقریب لایقبل الجرح الا مبین السبب[1] قال الامام السیوطی فی التدریب لان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدہم الجرح بناء علی ما اعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر قال ابن الصلاح وھذا ظاھر مقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب انہ مذہب الائمۃ من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرھما ثم ذکر امثلتہ الی ان قال قال الصیرفی وکذا اذا قالوا فلان کذاب لابد من بیانہ لان

لفظ کو وہ اولیاء اللہ کی تعریف و توصیف ہی کیلئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ان کے محاوروں سے معلوم ہوتا ہے حتی کہ علامہ ذہبی نے سید الاقطاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کرنے پر اکتفا کیا ہے لہذا اس کی توثیق ہوئی پس اس سے بڑھ کر اور کون سی توثیق ہوسکتی ہے، ولی اور جھوٹ کا باہم کیا جوڑ اور رابطہ ہے اور اللہ تعالٰی نے تو انھیں اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد اس بارے میں کوئی مفصل جرح نہیں حتی کہ امام دارقطنی کا کذاب کہنا بھی اور صوفیائے کرام اور حنفیہ عظام بزرگوں کا حملہ آور ہونا تو مشہور و معروف ہے امام نووی نے التقریب میں فرمایا واضح سبب کے بغیر جرح مقبول نہیں۔ امام سیوطی نے التدریب میں فرمایا لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں چنانچہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے پر جرح کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ جرح نہیں ہوتی۔ ابن الصلاح نے کہا کہ یہی فقہ اور اصول فقہ میں ظاہر و مقرر ہے، اور خطیب نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ائمہ حفاظ حدیث جیسے بخاری مسلم اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا ہے پھر اسکے بعد مثالیں ذکر فرمائیں یہاں تک کہ فرمایا امام صیرفی نے کہا۔ اسی طرح جب محدثین کہیں کہ فلاں کذاب (فلاں جھوٹا ہے) تو اس کا بیان کرنا

[1] تقریب النووی مع تدریب الراوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۸

الكذب يحتمل الغلط كقوله كذب ابو محمد أه وكتبت عليه وكذلك قول ابن مسعود وحذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنهما في دوران السماء كذب كعب، وقد شبه هشام بن عروة ومالك و اجلة على محمد بن اسحٰق انه كذاب، وحافوا عليه ثم لم يذكروا الا ما لا يثبت به كذب ولا الصوام به اصلا، ويرد لابن اسحٰق الوثاقة لاجرم ان لم يعرج عليه الحافظ في التقريب وانصرف محمد بن ابراهيم عن قوله: منكر الحديث وكذلك لم يزد البيهقي في حديثه على استنكاره بهذا السند، اقول والرجل (اعني محمد بن ابراهيم من المشائخين كما في الميزان وغيره، المجم السائم من شتات العلوم ما ليس

ضروری ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی شاید اس کی مراد کذاب اور کذب سے غلطی ہو یعنی وہ بہت غلط گو ہے) جیسا کہ قائل کا کہنا کہ ابو محمد نے جھوٹ کہا اھ اور میں نے اس پر لکھا ہے یونہی ابن مسعود اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کا دوران آسمان کے متعلق کعب کے بارے میں فرمانا کذب کعب یعنی کعب نے غلط کہا اور یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ کہا، چنانچہ ہشام بن عروہ، مالک اور دوسرے جلیل القدر لوگوں نے محمد بن اسحٰق کے کذاب ہونے پر شدید اظہار فرمایا لیکن انھوں نے اس پر زیادتی کی پھر انھوں نے ایسے امور ذکر کیے جن سے اس کا کذب ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کلیۃً مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور ابن اسحٰق کے لیے بلاشبہہ توثیق وارد ہوتی ہے اگرچہ حافظ نے التقریب میں اس کی موافقت نہیں کی۔ اور محمد بن ابراہیم کے بارے میں توقف اس کے اس قول سے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اسی طرح امام بیہقی نے اس سند سے اس کی حدیث میں صرف استنکار کا اضافہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں محمد بن ابراہیم مشائخ میں سے ہے جیسا کہ المیزان وغیرہ میں ہے وہ اس قدر جامع ہے کہ جو علوم دوسروں کے پاس نہیں وہ ان مختلف

ؔ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثالث العشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۹-۲۵۸

عند الآخرين، ومن عادتهم استنكار
مالا يعرفون فيذكرون عندهم
ان مدار حديث على فلان
ثم سمعوا من يرويه عن
غيره انكروه فاذا تكرر ذلك
منه قالوا مثل الحديث و
ربما تعدوا الى الحكم بالكذب
وما هو الا القضاء بالنفي على
الاثبات والصواب عليه و الله
تعالى اعلم لم يجتمع كل
العلم فى احد بعد نبيه
صلى الله تعالى عليه وسلم
وهذا جهل لحفظ البخاري هو
وغيره من الحفاظ كان عندهم
ان حديث المؤمن يأكل فى معا
واحد لم يروه عن ابى اسامة
غير ابى كريب ورواه الترمذى
من اربعة فقال حدثنا به
ابو كريب و ابو هشام وابو السائب
وحسين بن الاسود عن
ابى اسامة قال ثم سألته
محمود بن غيلان عنه
فقال هذا حديث ابى كريب
فسألت البخاري فقال
لم نعرفه الا من حديث

علوم میں سیاحت کرنے والا ہے اور ان کی عادت
یہ ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانیں یا نہ پہچانیں تو اس
کا انکار کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں ذکر کرتے
ہیں کہ حدیث کا مدار "فلاں" پر ہے پھر جیسے ہی
یہ سنیں کہ راوی کسی دوسرے سے روایت کر رہا
ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور پھر جب اس
سے یہ مکرر ہو تو کہتے ہیں مثل الحدیث (یعنی
یہ اس حدیث کی مثل ہے) اور بعض اوقات
جھوٹ اور قضا نفی علی الاثبات کی طرف تجاوز
کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ
اس بارے میں ثواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی ایک
شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے یہی وہ بات ہے
جس کو امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث نہیں سمجھ
پائے، ان کے نزدیک یہ حدیث کہ "مومن ایک
آنت میں کھاتا ہے" کو ابو کریب کے بغیر
ابو اسامہ سے کسی اور نے روایت نہیں کیا حالانکہ
امام ترمذی نے اسے چار اشخاص سے روایت
کیا ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں ہم سے
ابو کریب، ابو ہشام، ابو السائب اور حسین
ابن اسود نے ابو اسامہ کے حوالے سے بیان
کیا۔ ترمذی کہتے ہیں پھر میں نے اس کے متعلق
محمود ابن غیلان سے پوچھا تو اس نے کہا یہ
ابو کریب کی حدیث ہے پھر میں نے امام بخاری
سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم اس کو حدیث

ابی کریب فقلت حدیث ابی کریب ومن قبل هذا اقی الامام الثقة الواقدی فانه روی حدیث ام المومنین ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها افعمیاوان انتما عن معمر عن الزهری وما کان الحدیث عندهم الا عن یونس عن الزهری فقامت علیه القیامة من کل جانب حتی قال ذلك الجبل الشامخ امام السنة احمد بن حنبل رضی الله تعالیٰ عنه لم یزل یدافع الله الواقدی حتی روی عن معمر عن الزهری عن نبهان عن ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها افعمیاوان انتما فجاء بشیٔ لا حیلة فیه الحدیث حدیث یونس لم یروه غیرہ ام فجعله هو المفسد لامر الواقدی وجعله داء لا دواء له ولما اراد علی بن المدینی ان یسمع من الواقدی کتب الیه احمد کیف تستحل ان تکتب عن رجل روی عن معمر حدیث نبهان و هذا حدیث یونس

ابوکریب کے سوا نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا حدیث ابوکریب! اور یونہی امام ثقہ واقدی پر بھی کچھ ہوا کیونکہ واقدی نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں، "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو" انہوں نے یہ حدیث معمر سے بواسطہ زہری روایت کی ہے جبکہ ان کے نزدیک یہ حدیث یونس سے بواسطہ زہری مروی ہے پھر اس نے اس (یعنی واقدی) پر ہر طرف سے قیامت قائم کی گئی یہاں تک کہ علم وفضل کے کوہ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ واقدی کا دفاع کرتا رہا! یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زہری نبہان کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو" گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی اور پھر یہی چیز واقدی کے بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوا نہیں۔ جب علی بن مدینی نے واقدی سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد نے انہیں لکھا کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے حدیث لکھیں جو معمر سے "حدیث نبہان" روایت کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس سے ہے جس میں

لہ

تفرد به[1] أو معه ان الحديث رواه عن ابن شهاب ثلثة يونس كما عرفوا ومعمر كما روى الواقدي وثالثهم عقيل قال احمد بن منصور الرمادي (وهو ثقة حافظ حجة) لما قدمت مصر حدثنا ابن ابي مريم (ثقة ثبت فقيه) انا نافع بن يزيد (ثقة عابد) عن عقيل عن ابن شهاب فذكر حديث نبهان قال فلما فرغ منه ضحكت فقال لم تضحك فاخبرته بقصة علي واحمد، قال وقال ابن ابي مريم ان شيوخنا المصريين لهم عناية بحديث الزهري قال الرمادي وهذا الحديث فيما ظلم فيه الواقدي بلى ذكر محمد بن ابراهيم ابن حبان الذي قال فيه الذهبي في ترجمة عثمن الطرائفي اما ابن حبان فانه يقعقع كعادته[2] والكلام في الرجال لا يجوز الا لتام

وہ متفرد ہے اور حالانکہ اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے تین افراد نے روایت کیا ہے (۱) یونس جیسا کہ معروف ہے (۲) معمر جیسا کہ واقدی نے روایت کی (۳) عقیل۔ چنانچہ احمد بن منصور رمادی نے کہا وہ یعنی عقیل ثقہ حافظ اور حجت ہے۔ جب میں مصر میں آیا تو ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا (یہ ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے) ہمیں نافع بن یزید نے بتایا (یہ بھی ثقہ اور عابد ہے) اس نے عقیل اس نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے روایت کی پھر اس نے حدیث نبہان بیان کی۔ راوی یعنی احمد بن منصور رمادی نے کہا جب وہ اس کے ذکر کرنے سے فارغ ہوا تو میں ہنس پڑا تو اس نے کہا ہنستے کیوں ہو؟ تو میں نے اسے علی بن مدینی اور امام احمد کا واقعہ بتایا تو ابن ابی مریم نے کہا ہمارے مصری شیوخ کے لئے حدیث زہری عنایت ہے رمادی نے کہا اس حدیث میں واقدی پر ظلم کیا گیا ہاں ابن حبان نے محمد بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے ابن حبان وہی ہے جس کے بارے میں عثمان طرائفی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے فرمایا لیکن ابن حبان تو وہ ویسے ہی کھٹ کھٹ کرتا ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے اور اسماء رجال میں کلام کرنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو مکمل

---

[1]

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۵۲۲ عثمان بن ابراہیم دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۵

المعرفة وتام الورع ، وقال في ترجمة عبد العزيز بن ابي ، وقال ابن حبان روى عن نافع عن ابن عمر نسخة موضوعة[1] هكذا قال ابن حبان بغير بينة ، وقال في ترجمة محمد بن الفضل شيخ البخاري ابن حبان الخساف المتهور[2] وقال في ترجمة حجاج بن ارطاة[3] وقال ابن حبان هذا القول مجازفة فهذا قال فيه لا تحل الرواية عنه الا باعتبار كان يضع الحديث ، **اقول** ما اظهر الاكرامة من الله تعالى لمحمد بن ابراهيم حيث ناقض ابن حبان نفسه في نفس واحد فجعله وضاعا و جعله ممن يكتب حديثه و يعتبر به و سبحان الله من وضاع يعتبر بحديثه وقد افحش القول هكذا في محمد بن علاقة فقال كان يروي الموضوعات عن الثقات لايحل ذكره

معرفت اور تام ورع رکھتا ہو عبد العزیز بن ابی کے ترجمہ میں کہا ابن حبان نے کہا نافع سے بواسطہ ابن عمر ایک موضوع نسخہ روایت کیا گیا ہے، ابن حبان نے یہ بغیر دلیل کے بیان کر دیا۔ علامہ ذہبی نے محمد بن فضل شیخ بخاری کے ترجمہ میں کہا ابن حبان مشہور فضول گو ہے اور ذہبی نے حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں کہا یوں ابن حبان نے کہا یہ قول تخمینی ہے۔ تو یہ ابن حبان محمد بن ابراہیم کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے روایت کرنا سوائے فہم و اعتبار کے حلال نہیں کیونکہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے اس کا اظہار نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد بن ابراہیم کی کرامت ہے کہ ابن حبان نے نفس واحد میں اپنے آپ سے مناقضہ اور متقابلہ کیا کہ اسے وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) بھی قرار دیا اور اسے ان لوگوں میں بھی شامل کیا کہ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ کون ایسا وضاع ہوگا جس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جائے اور اسی طرح ابن حبان نے فحش گوئی سے کام لیا کہ محمد بن علاقہ کے بارے میں کہا کہ وہ مستند راویوں سے موضوعات

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۱۰۱ عبد العزیز بن ابی دار المعرفۃ بیروت ۶۲۸/۲
[2] " " " ۸۰۵۶ محمد بن الفضل شیخ البخاری " " " ۸/۴
[3] " " " ۱۷۲۶ حجاج بن ارطاۃ " " " ۴۶۰/۱

الا على جهة القدح فيه فاوله وان كان اهون مما قال فى محمد فأخره وهو الحكم اشد وقال وقال الحاكم يروى احاديث موضوعة ذاهب الحديث وقال الدارقطنى متروك وقال البخارى فى حديثه نظر وهو لا يقول هذا الا فيمن يتهمه غالبا كما قال الازدى فى عبد الله بن داؤد التمار وقال الازدى حديثه يدل على كذبه وكل ذلك لم يؤثر فيه فاقتصر الحافظ فى التقريب على قوله صدوق يخطئ وذلك لان ابن معين وثقه فكيف تؤثر فى رجل معدود من اولياء الله تعالى فالحديث حسن ان شاء الله تعالى هذا وجه والقريب من وجه والثانى ان الحديث جاء عن ثلثة من الصحابة رضى الله تعالى عنهم بطرق متنوعة فينجبر ضعف بعضها ببعض اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب اعنى من تحقق فيه ذلك وقد بيناه فى كتابنا منير العين فى حكم تقبيل الابهامين " من الفشدة ١٢

روایت کرتا ہے لہٰذا بغیر جرح وقدح کے اس کا تذکرہ کرنا جائز نہیں۔ اس کا اول اگرچہ اس کے آخر سے آسان ہے جو کچھ اس نے "محمد" کے بارے میں کہا تاہم آخر جو کہ حکم ہے زیادہ سخت ہے۔ اس نے کہا حاکم نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے (ذاهب الحديث) ہے امام دارقطنی نے کہا متروک ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں نظر ہے اور وہ یہ بات اسی کے متعلق کہتا ہے جو غالبا متہم ہو جیسا کہ ازدی نے عبداللہ بن داؤد تمار کے بارے میں کہا ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے اور ان تمام باتوں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ لہٰذا حافظ نے تقریب میں اپنے اس قول "صدوق یخطئ" (سچا ہے، غلطی کرتا ہے) پر اکتفا کیا ہے کیونکہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے پھر یہ باتیں کیسے اثر انداز ہو سکتی ہیں اس شخص پر جو اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہو لہٰذا حدیث ان شاء اللہ حسن ہے اور یہ ایک وجہ ہے اور کتنی اچھی وجہ ہے۔ دوسری بات حدیث تین صحابہ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) "البعض کا ضعف بعض سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں وضاع کوئی نہیں اور نہ ہی کذاب ہے اور ہم نے اس کو اپنی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے سے آنکھوں کا روشن ہونا) کے دوران ۱۲

الی فائدة ۱۴ وقال الامام الجلیل السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات المتروك والمنكر اذا تعددت طرقه ارتقی الی درجة الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن[1] اھ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2] اھ۔

والثالث دربت الامة المرحومة علی العمل به من لدن السلف وهلم جرا و فی هذا من تقویة الحدیث ما فیه کما بینّا ہ فی الافادة فی "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام خاتم الحفاظ فی التعقبات قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له سند یعتمد علی مثله[3] اھ۔

سے ۱۴ تک بیان کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا حدیث متروک اور منکر اس صورت میں ضعیف اور غریب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ اس کے طرق یعنی سندیں متعدد ہوں، بلکہ بعض اوقات درجہ حسن تک اس کا ارتفاع ہوجاتا ہے یا ارتقاء ہوجاتا ہے اھ محقق علی الاطلاق کمال ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا حدیث ضعیف تعددِ طرق کی وجہ سے حجت ہوجاتی ہے کیونکہ اس کے طرق کا تعدد اس کے نفس الامری ثبوت پر قرینہ ہے اھ۔

تیسری بات امت مرحومہ اس حدیث پر عمل کرنے میں شامل ہے اور یہ زمانہ سلف سے قرناً فقرناً ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں حدیث کے اندر جو کچھ ہے اس کی تقویت ہے جیسا کہ ہم نے الهاد الکاف فی حکم الضعاف کے افادہ میں بیان کیا ہے چنانچہ امام خاتم الحفاظ نے التعقبات میں فرمایا۔ بہت سے ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اہل علم اس کو نقل کریں اگرچہ اس کی کوئی ایسی سند نہ ہو جس کی مثل پر اعتماد کیا جاسکے اھ۔

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب المناقب المکتبة الاثریة سانگلہ ہل ص ۵۸
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰة المکتبة الاثریة سانگلہ ہل ص ۱۲

وستأتيك اقوال العلماء، وجه اللكنوي ان يستخرج نساء كاتبات فلم يأت فی هذه الالف وثلثمائة سنين الا نسوة منهن السيدة اسماء بنت الفقيه كمال الدين موسی بمدينة زبيد توفيت سنة ٩٠٤ھ قال فی النور السافر فی اخبار القرن العاشر[١] کانت لقولها وقع فی القلوب وربما كتبت الشفاعات الی السلطان والقاضی والامير فتقبل شفاعتها اھ وليس فيه ما يفضی بمقصوده فمثل الكتابة لايلزم ان تكون بيد نفسها وقد ورد فی الاحاديث كتب رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم الی الملوك وغيرهم وقد شاع وذاع ان السلطان كتب لفلان كذا مع انه لايعرف ان يضع سوادا فی بياض ومنهم من لم يعرف الا وضع اسمه فی الامضاء ولم يذكر فی نزهة الجلساء فی ترجمة المستكفی بالله ومريم بنت ابی يعقوب انما قال ذكر الكتابة فی ترجمتها فلعله ذكر كما ذكر فی اسماء الزبيدية

عنقریب اقوالِ علماء تیرے ہاں پیش ہوں گے، لکھنوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لکھنے والی عورتوں کا استخراج کیا تو تیرہ سو سال کی مدت میں نو عورتیں بھی منظرِ عام پر نہ آئیں، ان میں سیدہ اسماء دختر کمال الدین موسیٰ مدینہ زبید میں ہوئیں ان کی وفات ۹۰۴ھ میں ہوئی۔ النور السافر فی اخبار القرن العاشر میں کہا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے قول کی وقعت تھی بعض دفعہ وہ بادشاہ، امیر یا قاضی کے دربار میں کئی سفارشیں بصورت درخواست پیش کرتی تو اس کی سفارشیں قبول کی جاتی تھیں اھ اس میں مقصود تک رسائی والی کوئی شے نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ کتابت انہی کے ہاتھ سے ہو اس لئے کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھے، اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فلاں کے لئے اتنی قدر انعام لکھ دیا جبکہ بادشاہ ایسے ہیں جو لکھنا بالکل نہیں جانتے اور کچھ وہ جو صرف اپنا دستخط کرسکتے ہیں یعنی صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں اور نزہۃ الجلساء کی تصریح مستکفی باللہ کے ترجمہ میں ذکر نہ کی، اور مریم بنت یعقوب، اس نے کہا اس کے ترجمہ میں کتابت ذکر کی گئی ہے، شاید اسی طرح مذکور ہو جیسا کہ اسماء زبیدیہ کے ترجمہ میں مذکور ہے

---

[١] النور السافر فی اخبار القرن العاشر

فلو تعلمن الا ستّ ولو شاء ان يُحصى الكاتبين من الرجال فى قرن بل يوم واحد ما استطاع فهذا دليل اى دليل على تحرز الامة من تعليمهن الكتابة مع ما فيها من جليل الانتفاع.

والرابع ان الحديث الضعيف يعمل به فى مقام الاحتياط ولتشهد له الحديث الصحيح كيف وقد قيل وغير ذلك مما بسطناه فى رسالتنا "الهاد الكاف فى حكم الضعاف" وقال الامام الجليل الجلال السيوطى فى "التدريب" يعمل بالضعيف ايضا فى الاحكام اذا كان فيه احتياط[1] فى اذكار الامام النووى و فتح المغيث ونسيم الرياض الاحكام لايعمل فيها الا بالحديث الصحيح و الحسن الا ان يكون فى احتياط فى شئ من ذلك[2] اھ باختصار، وقال العلامة ابراهيم الحلبى فى "الغنية" الوصل بين الاذان والاقامة يكره فى كل الصلوات لما روى الترمذى عن جابر رضى الله تعالٰى عنه

پھر اس کے لئے صرف چھ عورتیں ہی بچیں۔ اور اگر وہ لکھنے والے مردوں کا ایک صدی بلکہ ایک دن کا شمار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اور یہ دلیل ہے اور مزید کونسی دلیل ہو اس پر کہ اُمتِ مسلمہ میں عورتوں کی تعلیم کتابت سے احتراز اور پرہیز کیا جاتا تھا باوجودیکہ تحریر میں بڑا فائدہ ہے۔

چوتھی بات حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کی شہادت دے "کیسے، حالانکہ یہ بھی کہا گیا اور اس کے علاوہ بھی متعدد باتیں کہی گئیں جن کو ہم اپنے رسالہ "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کھول کر شرح و بسط سے بیان کیا ہے امام جلیل القدر جلال الدین سیوطی نے التدریب میں فرمایا حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اھ امام نووی کی الاذکار، فتح المغیث اور نسیم الریاض میں ہے کہ احکام میں حدیث صحیح اور حسن کے بغیر عمل نہیں کیا جا سکتا الّا یہ کہ اس کے عمل کے سلسلہ میں مقام احتیاط ملحوظ ہو اھ باختصار، چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے الغنیہ میں فرمایا ہر نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے، اس کی وجہ جامع ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی النوع الثالث والعشرون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲
[2] الاذکار للنووی فصل فی الامر الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۰۷

وهو وان كانت ضعيفا لكن يجوز العمل به فى مثل هذا الحكم[1] اھ مختصرا، وقد اخرج ابو الفرج فى الموضوعات حديثا من ولد له ثلثة اولاد فلم يسم احدهم محمدا فقد جهل بطريق الليث عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم، و علله بان ليث ترکه احمد وغيره[2] فتعقبه خاتم الحفاظ فى اللاٰلى بان الحارث رواه عن النضر بن شفق موصولا والنضر قال ابن القطان مجهول قال وهذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله فى قسم المقبول[3]، وله نظائر جمة اوردنا جملة منها فى النهاد الكاف اما حديث الشفاء بنت عبدالله رضى الله تعالٰى عنها قالت دخل علىّ النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وانا عند حفصة

مروی ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے تاہم اس قسم کے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اھ مختصراً، ابو الفرج نے الموضوعات میں یہ حدیث تخریج کی جس کسی کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے پھر اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس نے جہالت کی۔ یہ حدیث بواسطہ لیث، مجاہد اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس نے حدیث مذکور میں تعلیل ذکر کی (یعنی اسے معلل قرار دیا) کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے اور خاتم الحفاظ نے لاٰلی میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حارث نے اس کو نضر بن شفق سے مرسل (یعنی بلا قید سند) روایت کیا ہے اور ابن قطان نے کہا کہ نضر مجہول ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا یہ مرسل حدیث ابن عباس کو تقویت پہنچاتی ہے اور اسے قسم مقبول میں داخل کرتی ہے اھ اس کے بہت سے نظائر ہیں ان سب کو ہم النهاد الکاف میں لائے ہیں۔ رہی حدیث شفاء دختر عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہوں نے کہا میرے پاس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۳۰۶

[2] الموضوعات لابن الجوزی کتاب المبتداء باب التسمیۃ بمحمد دار الفکر بیروت ۱/۱۵۴

[3] اللاٰلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المبتداء دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰۴

٣٢ فقال لی الا تعلمین هذه رقیة النملة كما علمتیه الكتابة رواه ابوداؤد فقال (حدثنا ابراهیم بن مهدی المصیصی) وثقه ابوحاتم وقال العقیلی حدث بمناكیر واسند عن یحیٰی بن معین قال ابراهیم بن مهدی جاء بمناكیر قال فی التقریب مقبول وهی درجة قاصرة عن یقال فیه صدوق سیئ الحفظ او یهم او یخطی او تغیر بآخره (نا علی بن مسهر) ثقة له غرائب بعد ما اضر (عن عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز) صدوق یخطی ضعفه ابو مسهر وحده (عن صالح بن كیسان) ثقة ثبت فقیه (عن ابی بكر بن سلیمٰن بن ابی حثمة) ثقة (عن الشفاء) رضی الله تعالٰی عنها فالحدیث لا ینزل عن الصالح وهو قضیة سكوت فهذا قد یقال انه یفهم من ظاهره الجواز كتاب رأینا

تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تو اسے لکھنا سکھانے کی طرح چیونٹی کا دم نہیں سکھاتی۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے[1] چنانچہ انھوں نے فرمایا ہم سے ابراہیم بن مہدی مصیصی نے بیان کیا۔ ابوحاتم نے اس کی توثیق کی۔ عقیلی نے کہا منکر روایات بیان کرتا ہے اور یحیٰی بن معین سے سند لایا اس نے کہا ابراہیم بن مہدی منکر حدیثیں لایا۔ تقریب میں کہا گیا وہ مقبول ہے اور یہ درجہ ہے اس سے کہ جس کے بارے میں کہا جائے صدوق سیئ الحفظ او یہم یعنی وہ سچا ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے یا وہ وہم کرتا ہے یا غلطیاں کرتا ہے یا آخر عمر میں اس میں تبدیلی آگئی تھی۔ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا کہ وہ ثقہ ہے البتہ اس کے لئے کچھ غرائب ہیں اس کے بعد کہ وہ نابینا ہوگیا تھا اس نے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی، وہ سچا ہے البتہ غلطی کرجاتا ہے صرف ابومسہر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس نے صالح بن کیسان سے روایت کی وہ ثقہ ثبت اور فقیہ ہے اس نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کی۔ وہ ثقہ ہے اس نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

پس حدیث صالح سے نیچے نہیں اترتی اور وہ قضیہ سکوت ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بظاہر

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطب باب فی الرقی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۶

العمل لايمشون عليه فمنهم من
يقول انما هو تعريض من النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
بحفصة قرره الذكي المغربي
واستحسنه الحافظ ابوموسى جدا
وقال التاويل ما ذهب اليه الامام
التوربشتي الحنفي في شرح المصابيح
ونقله عنه العلامة الطيبي الشافعي
في شرح المشكوٰة مقرا عليه وعنه
الفتني في مجمع البحار ونقل
مثله الامام السيوطي في مرقاة الصعود
عن النهاية مقتصرا عليه قال
الطيبي ويحتمل الحديث وجهين
آخرين احدهما الحض على
تعليم الرقية وانكار الكتابة اي
هلا علمتها ما ينفعها من الاجتناب
عن عصيان الزوج كما علمتها
ما يضرها من الكتابة وثانيهما
ان يتوجه الانكار الى الجملتين
جميعا والمراد بالنملة المتعارف
بينهم لانها منافية لحال
المتوكلين اھ وتارة يقولون لعل
هذا قبل النهي ذكره الشيخ المحقق

جواز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم نے علماء کرام کو دیکھا کہ وہ اس
روش پر نہیں چلتے لہٰذا ان میں سے بعض کہتے ہیں
کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ
پر تعریض ہے چنانچہ ذکی مغربی نے اس کو برقرار
رکھا ہے اور حافظ ابو موسیٰ نے یقیناً اس کو مستحسن
سمجھا اور کہا کہ اس کی تاویل وہ ہے جس کی طرف
امام توربشتی حنفی شرح مصابیح میں گئے ہیں اور
اس کو ان سے علامہ طیبی شافعی نے شرح
مشکوٰۃ میں نقل کرکے ثابت رکھا ہے اور ان سے
فتنی نے مجمع البحار میں نقل کیا ہے اور امام سیوطی
نے اسی کی مثل "مرقاۃ الصعود" میں نہایہ سے
نقل کرکے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ علامہ طیبی نے
فرمایا حدیث مذکور دو اور وجوہات کا احتمال رکھتی
ہے ان میں سے ایک رقیہ (دم کرنا) پر ابھارنا
اور اکسانا ہے جبکہ تعلیم کتابت کا انکار کرنا ہے یعنی
کیوں نہ تو نے اسے وہ چیز سکھائی جو اسے فائدہ
دیتی کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے بچنے کا ذریعہ ہے،
اور کتابت کیوں سکھائی جو موجب دکھ اور ضرر ہے۔
(دوسری وجہ) یہ ہے کہ انکار دونوں جملوں کی طرف
متوجہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ان کے
درمیان متعارف ہے کیونکہ رقیہ وغیرہ توکل کرنے والوں
کے حال کے منافی ہے اھ کبھی یہ کہتے ہیں کہ شاید
(یہ اجازت) نہی سے پہلے ہو۔ چنانچہ شیخ محقق

---

[1] شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۰۹

فی الاشعۃ واخری خصت بہ حفصۃ ۲۰
رضی اللہ تعالٰی عنہا لان نسائہ 45
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصصن باشیاء قال اللہ تعالٰی یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء[1] وخبر لاتعلمن الکتابۃ یحمل علی عامۃ النساء خوف الافتتان علیھن نقلہ القاری فی المرقاۃ عن بعضھم وکذا الشیخ المحقق واقر علیہ وقال القاری یحتمل ان یکون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان[2] فدلت کلماتھم ھذہ علی انھم یکرھون الکتابۃ لھن والاعتراض بان کل ذلک خلاف الظاھر فان تحققت الامر فانہ ادخل فی المقصود فما کانوا لیغفلوا عن ذلک فھل تراھم عدلوا الیہ الالداع ما الیہ عظیم ورأیتنی کتبت علی ھامش الاشعۃ عند ذکر انھا خصوصیۃ

نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ذکر فرمایا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ (یہ اجازت) سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خصوصیت ہے اور یہ ان کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بعض اشیاء سے مخصوص ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اے نبی کریم کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو" اور حدیث کہ "عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ" عام عورتوں پر محمول ہوگی ان کے حق میں فتنہ کے اندیشہ سے۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض سے نقل کیا ہے اور اسی طرح شیخ محقق نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سلف کیلئے جائز ہو لیکن پچھلے لوگوں کے لئے جائز نہ ہو اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں میں فساد پایا جاتا ہے اھ پھر ان کے یہ کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے کتابت (یعنی لکھائی کا عمل) مکروہ سمجھتے ہیں اور یہ اعتراض کہ یہ سب باتیں خلاف ظاہر ہیں، اگر یہ امر ثابت ہو جائے تو اس کا مقصود میں زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ ان باتوں سے بے خبر ہوں، کیا تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ کیوں اس طرف مڑ گئے مگر اس لئے کہ اس پر کوئی نہ کوئی بڑا داعی اور باعث ہے مجھے یاد ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۲
[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۲۶

لحفصة ما نصه هذا الجواب قد ابديته
من قبل ان اراه اقول ومع
ذلك لقائل ان يقول ان نفس
التشبيه ليس بنص صريح
فى الجواز بخلاف "لا تعلموهن"
فانه نص فى المنع، على انها
واقعة عين لا عموم لها بخلاف
النهى، على ان حديث
الشفاء ان تقدم فمنسوخ او
تأخر فلا نسلم الا تخصيص
حفصة كما رخص النبى
صلى الله تعالى عليه وسلم
للزبير وعبد الرحمن بن عوف
رضى الله تعالى عنهما فى
لبس الحرير ولنادبة سعد
رضى الله تعالى عنهما فى
النياحة بعد ما نهى عن
ذلك فلم يكن الا تخصيص
بعض بالترخيص لا نسخ الحكم
على الاطلاق، على ان
المقام مقام الاحتياط فيقدم
الحاظر على انه لو فرض
عدم ورود نهى اصلا لكان
حال الزمان حاكما
بالمنع وكم من حكم

میں نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر جو کچھ اس کی
تصریح بھی لکھ دی اس ذکر کے ساتھ کہ کتابت
سیدہ حفصہ کی خصوصیت ہے پس جواب دیکھنے
سے پہلے ہی میں نے اس کا اظہار کر دیا تھا **اقول**
(میں کہتا ہوں) اس کے باوجود کوئی کہنے والا یہ
کہہ دے کہ محض تشبیہ، جواز میں کوئی صریح نص
نہیں بخلاف لا تعلموھن یعنی عورتوں کو کتابت
نہ سکھاؤ، یہ ممانعت میں واضح نص ہے۔ علاوہ
اس کے یہ ایک معین واقعہ ہے جس میں کوئی عموم
نہیں بخلاف حدیث نہی کے۔ علاوہ ازیں حدیث
شفاء اگر مقدم ہو تو منسوخ ہے اور اگر مؤخر ہو تو
پھر ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ سیدہ حفصہ
کی خصوصیت قرار دی جائے جیسا کہ حضور اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور
حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ
کو ریشم پہننے کی رخصت اور اجازت دی تھی۔
اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نوحہ اور رونے
کی اجازت دی۔ اس کے بعد ان کاموں سے
منع فرما دیا تھا، تو پھر یہ رخصت دینے کی صورت
میں بعض کی تخصیص ہوئی لہذا علی الاطلاق
نسخ حکم نہیں علاوہ ازیں یہ مقام مقام احتیاط
ہے لہذا مانع کو مقدم کیا جائے گا، اس کے علاوہ
اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ نہی بالکل وارد نہیں
ہوئی تو پھر بھی حالِ زمانہ منع کے لئے حاکم
(یعنی حالاتِ زمانہ ہی ممانعت کے لئے کافی ہیں)

یختلف باختلاف الزمان، الا ترٰی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن للنساء ان یخرجن الی المساجد وقد کن یخرجن علی عہد الرسالۃ بل امر فی العیدین باخراج العواتق وذوات الخدور کما فی الصحیحین[1] بل قال لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ اخرجہ احمد[2] ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ومع ذلک اذا فسد الزمان نص الائمۃ بالمنع وقالت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لو رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء ما رأینا لمنعہن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[3]۔

بارہا اختلافِ زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور وہ زمانۂ رسالتمآب میں مساجد میں جایا کرتی تھیں بلکہ عیدین (چھوٹی، بڑی عید) میں پردہ نشین خواتین کو بھی آپ نے عیدگاہ میں جانے کا حکم صادر فرما رکھا تھا جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایات میں موجود ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ باندیوں کو اللہ تعالٰی کے گھروں (مساجد) میں جانے سے مت روکو۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج فرمائی۔ پس اس کے باوجود جب حالاتِ زمانہ خراب وفاسد ہوگئے تو ائمہ کرام نے صراحتًا عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے آج کے حالات دیکھتے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تو انھیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذا لم یکن لہا جلباب فی العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴
صحیح مسلم " " فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور " " " ۱/ ۲۹۰

[2] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب خروج النساء الی المساجد " " " ۱/ ۱۸۳
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶ و ۱۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰
صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ " " " " " " " " " ۱/ ۱۸۳

یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اگلے زمانے کی دو چار بیبیوں کے حالی فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورات کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر ہوں پردہ نشینیں اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں محض شرکت برکت دعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں۔ اب یہ احکام کیوں نہ رہے۔ حضرت ام المومنین حفصہ تو ام المومنین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا آج حضرت [illegible] بنت [illegible] رضی اللہ تعالٰی کے مثل کون سی بی بی ہے بلکہ بعد تلاش و تفحص صرف معدود و نساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتا دیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء و صلحاء پردہ نشین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود۔ بظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے اگر کتابت نساء میں حرج نہ ہوتا جمہور امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی، بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے، لہٰذا ان اجلّہ علمائے کرام امام حافظ الحدیث ابوموسٰی وامام علامہ تورپشتی وامام ابن الاثیر جزری وعلامہ طیبی و امام جلال الدین سیوطی وعلامہ طاہر فتنی وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے اسی طرف میل فرمایا، اللہ ہر عالم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا حال زمانہ سے غافل ہے یا امتِ مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔

ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1] فنسأل اللہ العفو والعافیۃ ثم رأیت بعد ذلک کلام الشیخ ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیۃ ذکر فیہ حدیث ام المؤمنین وحدیث ابن مسعود ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہما وزاد فقال واخرج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مر لقمان علی جاریۃ

(جو اپنے زمانے والوں کے حالات سے آگاہ نہ ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں پھر اس کے بعد میں نے شیخ ابن حجر کا فتاوٰی حدیثیہ میں کلام دیکھا جس میں انھوں نے ام المومنین کی روایت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ذکر فرمائی اور کچھ اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ت) یعنی نیز امام ترمذی الحکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۹

في الكتاب فقال لمن يصقل هذا السيف اى حتى يذبح به ... حينئذ فيكون فيه اشارة الى علة النهي عن الكتابة وهي ان المرأة اذا تعلمتها توصلت بها الى اغراض فاسدة وامكن توصل الفسقة اليها على وجه اسرع وابلغ واخدع من توصلهم اليها بدون ذلك لان الانسان يبلغ بكتبه في اغراضه الى غيره مالم يبلغه برسوله ولان الكتابة اخفى من الرسول فكانت ابلغ في الحيلة واسرع في الخداع والمكر فلاجل ذلك صارت المرأة بعد الكتابة كالسيف الصيقل الذي لا يمر على شيء الا قطعه بسرعة فكذلك هي بعد الكتابة تصير لا يطلب منه شيء الا كانت فيها قابلية الى اجابته اليه على ابلغ وجه اسرعه اهـ۔[1]

لڑکی کو دیکھا کہ کتب میں سکھائی جا رہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ و مکر کی سمت جلد راہ ملے گی لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے (وہ کسی چیز پر نہیں گزرتی مگر جلدی سے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے) یہی عورت لکھائی سیکھنے کے بعد اسی طرح ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ بڑی جلدی میں بروجہ بلیغ اس کے مطالبے کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اھ۔ (ت)

ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا کہ پوری کرائی ریت ہے جوانی ہتھیار"۔

وهذا كما ترى كلام متين مبين، اعلاه مورق واسفله مغدق وقول سيدنا لقمان الذي جاء في الحديث ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رواه سيف باليقين والقطع

جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ کلام نہایت پختہ اور واضح ہے جس کا اوپر والا حصہ ہرے بھرے خوبصورت پتوں والا ہے (اعلاہ مورق) اور نچلا حصہ جائے سیرابی ہے (اسفلہ مغدق) اور جناب سے آقا لقمان حکیم کا ارشاد ہے جو حدیث پاک میں وارد ہوا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] الفتاوی الحدیثیہ مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۹۳

ليس بعده لعتق الشبهة الا العجز والقطع اما ما ذكر الشيخ بعده جوابا عن حديث الشفاء بقوله ثلث ليس فيه دلالة على طلب تعليمهن الكتابة وانما فيه دليل على جواز الكتابة ونحن نقول به وانما غايته ان للنهي عنه تنزيها لما تقرر في المفاسد المرتبة عليه اھ فاقول مبنى على مذهبه فان الامام الشافعي رضى الله تعالى عنه لا يقول بسد الذرائع فلا يكون حجة علينا لاسيما مع ما نرى من فساد الزمان وما تصم بسماعه الآذان ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔ فنسأل الله العفو والعافية، والله تعالى اعلم۔

روایت فرمایا وہ صورت یقینی اور حتمی طور پر ثابت ہے کہ جس کے بعد گردن کٹنے اور الگ ہونے کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، رہی یہ بات کہ شیخ نے حدیث شفاء کا جواب اپنے اس قول سے ذکر فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کتابت کے مطالبے پر حدیث پاک میں کوئی دلالت نہیں بلکہ اس میں دلیل جواز ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں منکر نہیں، البتہ انتہائی بات یہ ہے کہ اس میں نہی تنزیہی ہے اس لئے کہ اس پر بہت سے مفاسد کا ترتب ثابت ہوچکا ہے اھ میں کہتا ہوں (صاحب فتاوٰی) کہ یہ انکے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی سد ذرائع کی روک تھام کے قائل نہیں لہذا یہ ہمارے خلاف حجت (دلیل) نہیں خصوصًا جبکہ ہم فساد زمانہ بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ خطرناک حالات کہ جن کی سماعت سے کان بہرے ہوں۔ پس گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی (کسی میں) ہمت و قوت نہیں سوائے خدائے عظیم وکبیر کے فضل وکرم کے۔ اللہ تعالٰی سے ہم مغفرت وعافیت چاہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بنا کر لکھ دئے جائیں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریف محرفین وانتحال مبطلین کو اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار ممکن نہیں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ؎ باطل اسکے آگے اور پیچھے

؎ القرآن الکریم ۴۱/۴۲

سے نہیں آسکتا۔ ت) محمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون[1] (ہم ہی نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ت)
توریت وانجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراض ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصدًا بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس خلط وخبط کی بنیاد دی، پھر بمرور زماں کے بعد وہ اصل وزیادات مل ملا کر سب ایک ہوگئیں کلام الٰہی وکلام بشر مختلط ہوکر تمیز نہ رہی۔ الحمدللہ نفس قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہوکر اس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود ان عوام کو معانی قرآن سمجھانا ہے جو فہم عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول و در نقول خصوصًا مطابع مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہوکر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعث ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاح مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انہیں کی چال چلنی چاہئے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱۱: ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے اور ان مضمونوں سے موصوف ہے،
اوّلاً مقولہ اس کا الصلوۃ علیک یارسول اللہ کہنا نہ چاہئے حاضر کے واسطے ہے۔
دوسرے بیان کیا روزہ دار کو چاہئے وقت استنجے کے اوپر کو سانس نہ لے اور آپ کو خوب سنبھالے پانی اوپر نہ جائے ورنہ روزہ اس کا تباہ ہوگا روزہ دار اور غیر روزہ دار کے استنجے میں بہت فرق ہے۔
تیسرے آمین کہنے آواز بلند سے شیطان کے برچھے لگتا ہے اگر بہت بلند آواز سے آدمی کہیں تو بہت برچھی لگتی ہیں، اور اس آدمی نے تقویۃ الایمان اور تنبیہ الغافلین اور کچھ آیات وحکایات و حدیث شریف کا ترجمہ بغیر استاد کے مطبوعہ دیکھ کر یاد کر لیا ہے بیان کرتا ہے اور علم ناسخ اور منسوخ آیات اور اقسام حدیث شریف اور صرف ونحو بھی نہ جانے بلکہ من وعن و واحد وتثنیہ میں فرق نہیں کرسکتا ہے ایسے آدمی کا وعظ سننے کو اجازت شریعت محمدیہ اہل شرع کے ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

الجواب

شخص مذکور زا جاہل اجہل و گمراہ و بدمذہب ہے اُسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام۔ الصلوٰۃ علیک یا رسول اللہ کہنا باجماعِ مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کے سوا صحاح کی حدیث میں یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ہٰذہٖ[1] (اے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنی اس حاجت (ضرورت) میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ت) موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے مگر ایسے جاہل اجہل کو احادیث سے کیا خبر جب اسے التحیات بھی یاد نہیں جو مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ تقویۃ الایمان سخت بددینی و ضلالت کی کتاب ہے۔ اس کا اور اسکے مصنف کا حال فتاوٰی و رسائل علماء عرب و عجم سے ظاہر۔ سردست فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوہابیۃ[عہ] جدید الطبع حاضر من شاء فلیطالعہا (حاضر ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت)

آمین آواز سے کہنے میں شیطان کے برچھی لگنا اور جس قدر زیادہ بلند آواز سے ہو اُسی قدر زیادہ زخم پہنچانا یہ بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

روزہ دار کو یہ بہتر تو ہے کہ استنجا کرنے میں اوپر سانس بقوت نہ لے مگر اس قدر سے روزہ نہ جائے گا نہ مطلقاً پانی چڑھنے سے جب تک پانی موضع حقنہ تک نہ پہنچے، اور ایسا ہوگا تو درد شدید پیدا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد الصوم وھذا قلما یکون ولو کان فیورث

استنجا کرنے میں اگر اس حد تک مبالغہ کیا کہ پانی حقنہ (محل دوا) تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا اور ایسا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۹۷

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث عثمان بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۸

سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰

المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع ۱/۳۱۳ و کتاب الدعاء ۱/۵۱۹ و ۵۲۶ دار الفکر بیروت

عہ رسالہ ہٰذا (الکوکبۃ الشہابیۃ) فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد نمبر ۱۵ میں مرقوم ہے۔

دواً عظیماً[۱] واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ بہت کم ہوتا ہے، اگر ہو تو بڑی بیماری پیدا ہوجائیگی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۲: از پیلی بھیت بازار ذرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب
۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں:

اگر کوئی عالم یہ دعوٰی کرتا ہو کہ میں یہاں کے اہلِ اسلام کا حاکم ہوں اور منہیات شرعی پر زجر وتوبیخ ذکر تا ہو بلکہ ایسے اشخاص سے کہ جو منہیات شرعی میں مبتلا ہوں ان کے یہاں دعوتیں کھاتا ہو نذرانہ لیتا ہو یعنی شراب خوار علی الاعلان ہوئے فروشش جو مسکرات کا ٹھیکیدار ہو رشوت علی الاعلان لیتا ہو داڑھی منڈاتا ہو علی الاعلان زنا کرتا ہو وغیرہ وغیرہ، پس ایسے شخصوں سے ملنے کو فخر جانتا ہو ایسے عالم کے واسطے شریعت عالی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

عالمِ دین سنی المذہب جو اپنے اہلِ بلاشہر میں اعلم ہو وہ ان کا حاکم شرعی ہے کما فی الحدیقۃ الندیۃ[۲] عن الفتاوی العتابیۃ (جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر وتوبیخ ہی میں منحصر نہیں ایسے مرتکبان کبائر کے ساتھ اختلاط میں نظرِ علماء مختلف رہی ہے اور قول فیصل یہ کہ اس کا فیصلہ عالم ماہر کی نظر پر ہے جو اصلح سمجھے اس پر عمل کرے کما بینہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء (جیسا کہ حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اس کو احیاء العلوم میں بیان فرمایا ہے۔ ت) دعوت کھانا فی نفسہٖ حلال ہے جب تک معلوم ومحقق نہ ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ حرام مال سے ہے کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد[۳] (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) بہرحال عوام کو علمائے دین سنیانِ مہتدین کی شان میں حسنِ ظن وحسنِ عقیدت لازم ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰے اعلم۔

---

[۱] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹
[۲] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث مکتبہ نوریہ فیصل آباد ۱/۳۵۱
[۳] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ۲۱۳: مسئولہ مولوی حامد علی صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت باشندہ الہ آباد ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۴: مرسلہ ڈاکٹر محمد احمد الحق سعد اللہ اودی ڈاکخانہ خسروپور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔

مسئلہ ۲۱۵: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

براہِ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کرکے علمائے کرام اور حتی کہ استادو معظم خود کو دھوکا دینا کیا حکم رکھتا ہے جو علم محقق اس مسئلہ میں ہو بیان فرمائیں وبحث مسئلہ عبارت کتب ہو۔

الجواب

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ۔ کلمات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ۔ علمائے کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا خصوصاً امورِ دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالٰی کی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون O[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶

[2] القرآن الکریم ۲/۴۲

وقال تعالٰی فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۱۶: از قاضی ٹولہ شہر کہنہ ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص جس نے سوائے کتب فارسی اور اردو کے جو کہ معمولی درس میں پڑھی ہوں اور اس نے کسی مدرسہ اسلامیہ یا علمائے کرام سے کوئی سندِ تحصیل علم نہ حاصل کی ہو اگر وہ شخص مفتی بننے یا بننے کا دعوٰی کرے اور آیات قرآنی اور احادیث کو پڑھ کر اس کا ترجمہ بیان کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ وہ مولوی ہے تو ایسے شخص کا قول یا فتوٰی و دیگر اقوال قابلِ تعمیل ہیں یا نہیں اور ایسے شخص کا کوئی دوسرا شخص حکم نہ مانے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی اُن کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہئے، اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماء کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے، پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذات خود خواہ بفیض صحبت علماء کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں اور اگر وہ نری وجوہ علم سے عاری ہے صرف بطور خود اردو فارسی کی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن و حدیث کا مطلب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو سخت اشد کبیرہ ہے اور اس کے فتوی پر عمل جائز نہیں اور نہ اسکا بیان حدیث و قرآن سننے کی اجازت۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار[1]

جو شخص فتوی دینے میں زیادہ جرأت رکھتا ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ دلیر ہے

اور ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے :

من قال فی القراٰن برایہ فاصاب فقد اخطاء[2]

جس نے قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کئے اس نے اگر ٹھیک کہے تو غلط کہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[3]

جو بغیر علم کے قرآن کے معنی کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ   واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۵ ۲۲۰۱ ازمرسلہ محمد اسحاق سکریٹری انجمن محمدیہ کوچین ملک ملیبار

(۱) آج کل مسلمان جو تکمیل یونیورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں ؟

(۲) آیا تکمیل یونیورسٹی دینی ضروریات سے ہے یا نہیں ؟

(۳) اس مد میں جو روپیہ دیا جائے وہ صدقہ جاریہ میں محسوب ہوگا یا نہیں ؟

(۴) اس یونیورسٹی میں اہلسنت شامل ہوسکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب

اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ اس کا حصہ دینیات صرف اہلسنت و جماعت کے متعلق رہے گا جن کے عقائد مطابق علمائے حرمین طیبین ہیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدارمی حدیث ۲۸۹۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۸۴
[2] 〃 〃 عن جندب 〃 ۲۹۵۸ 〃 〃 〃 ۲/۱۶
[3] 〃 بحوالہ ت عن ابن عباس 〃 ۲۲۵۸ 〃 〃 〃 ۲/۱۶

انھیں کی کتب نصاب میں ہوں گی، انھیں کے علماء مدرسین ہوں گے، انھیں کی تربیت میں طلباء رہیں گے، غیروں کی صحبت سے ان کو بچایا جائے گا، روپیہ جو اہلسنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں خرچ کیا جائے گا، اس وقت اہلسنت کو اس میں داخل ہونا جائز اور باعثِ ثواب ہوگا، اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقہ جاریہ ہوگا۔ رہا اس کی تکمیل میں کوشش اور چندہ فراہم کرنا وہ صرف اتنی بات پر بھی ثواب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں ہر مذہب کی تعلیم باقی ہے وہ روپیہ اس لئے جمع نہیں کرتے کہ دینِ حق کی تعلیم ہو بلکہ حق و ناحق دونوں کی تعلیم کو سنیوں کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم دخلِ بشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی ہوئی نہ ہو سکتی ہے کوئی غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں وہ جو چاہے کرے، ہمارا اور ہمارے افعالِ نیک و بد کا وہی ایک اکیلا خالق ہے اس کا دیدار روزِ قیامت حق ہے، خلفائے اربعہ کی امامت برحق ہے ان میں اللہ عزوجل کے یہاں سب سے زیادہ عزت و قربت والے صدیق اکبر ہیں پھر فاروقِ اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انھیں بلکہ صحابہ میں سے کسی کو برا کہنے والا جہنمی مردود ملعون ہے، اور شیعہ کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ یہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے اس میں سے کچھ آیتیں سورتیں صحابہ نے ضائع کر دیں بعض الفاظ کچھ کے کچھ کر دئیے جیسے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم کی جگہ امۃ ھی اربی من امۃ بنا دیا، مولا علی و ائمۂ اطہار اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں، تقدیر کی برائی خدا کی طرف سے نہیں، بندہ کے لئے اصلح کرنا لطف سے پیش آنا خدا پر واجب ہے خدا اس کے خلاف نہیں کر سکتا، اپنے اعمال کے ہم خود خالق ہیں، خدا کا دیدار حق نہیں، خلفائے اربعہ میں تین معاذ اللہ ظالم غاصب ہیں اُن کو سخت سے سخت برائی سے یاد کرنا گالیاں دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ خود اعلان کرتے ہیں کہ سب سے زائد اہتمام سائنس کی تعلیم کا ہوگا۔ سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقائدِ اسلام کے قطعاً خلاف ہیں بچوں کی تربیت دینے تہذیب و انسانیت سکھانے کے لئے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا عرب مصر روم شام حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء و مشائخ میں کوئی اس قابل نہیں ہاں کمال مہذب و شائستہ تربیت و پیرِ افادت بننے کے لائق یورپ کے عیسائی ہیں ان کو اس قدر بیش قرار تنخواہیں ان روپوں سے دی جائیں گی کہ وہ یہاں رہنے پر مجبور ہوں ان کی صحبت و تربیت میں مسلمانوں کے بچے رکھے جائیں گے اُنہی کے اخلاق و عادات سکھائے جائیں گے، ایسی صورت میں حال ظاہر ہے ابتداء میں کہ مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے کو بہت سنبھل سنبھل کر بنا بنا کر مقاصد دکھائے گئے ہیں ان میں تو یہ حالت ہے

آئندہ جو کارروائی ہوگی وہ لائقِ دید ہے حالش مپرس (اس کا چہرہ دیکھ لیکن اس کا حال نہ پوچھ۔ ت) سالہا سال سے جو علی گڑھ کالج انھیں مقاصد کے لئے قائم ہے اس کے ثمرات ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کرچھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام و عقائدِ اسلام پر ٹھٹھے اڑاتے ہیں ائمہ و علماء کو مسخرہ بناتے ہیں خود غرضی و خود پسندی و دنیا طلبی و دین فراموشی یہاں تک کہ داڑھی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے جب ادھورے کے یہ آثار ہیں تکمیل کے بعد جو ثمرات ہوں گے آشکار ہیں ع

قیاس کن زگلستانِ او بہارش را

(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کیجئے۔ ت)

وباللہ العصمۃ (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی یہ چاہتی ہے کہ مجھ کو کلام مجید کوئی ٹھیک صاف پڑھا دیا کرے، اور اس کو بہت شوق ہے اور منت عاجزی کرتی ہے کہ کلام الٰہی صحیح طور پر پڑھ جائے، اس صورت میں اس کو پڑھانا یا وہ کچھ نذر کرے اس کو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو شیطان کو دور بھگاتا ہے شیطان اس سے بہت قریب ہے، وہ مستحب چاہتی ہے اور حرام نہیں چھوڑتی یہ بھی شیطان کا مکر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مرادآباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم بے عمل جاہل باعمل سے فضیلت میں زیادہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جاہل عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالمِ دین ہو۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے علم والے اور بے علم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کرلیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انھیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ ۲۳
میں وہ حصہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اُسے جلد نجات بخشتا ہے، ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ
ربّ العزت کے دستِ قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے اُسے اٹھا لےگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳ مسئولہ بجت خاں طالب العلم مدرسہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان بچیوں کو ضروری دینی تعلیم
قرآن مجید کا ترجمہ، مسئلہ مسائل کی کتابیں اور بقدر حاجت حساب واصول حفظانِ صحت جس سے ان کو
اپنے بچوں کی داشت ونگہداشت میں مدد ملے پردہ کی سخت نگرانی کے ساتھ مسلمان دیندار پابند صوم وصلوٰۃ
معلم کے ذریعہ سے پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

عقائدِ اہلسنت ومسائل اہلسنت کی کتابیں پڑھائی جائیں، عقائد ومسائل ضروریہ کی تعلیم فرض ہے،
حساب وغیرہ بعض مفید باتیں بھی سکھانے میں حرج نہیں اصول حفظانِ صحت جہاں تک مسائل اسلامیہ کے
خلاف نہ ہوں ان کی تعلیم میں مضائقہ نہیں اور جو مخالف ہیں جیسے بیماری اڑکر لگنے کے وسوسے، ان کی تعلیم جائز
نہیں، تدبیر منزل بروجہ مطابق شرعی وحقوق شوہر واولاد ومذمت کذب وغیبت وضرورتِ پردہ وحجاب کی
تعلیم ہو، مگر عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے اس سے فتنہ کا چور دروازہ کھلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۴ مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہادری بریلی محلہ سوداگران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علم دین حاصل کرنا واجب ہے، فرض ہے یا
سنت؟ فقط۔

الجواب

فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب، مستحب کا مستحب۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵ ۳۲۶ مرسلہ فیض الحق ابوالاسعد مدرس مدرسہ اسلامیہ ضلع ایٹہ ڈاک خانہ گنج ڈونڈوارہ
موضع خروکہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں:
(۱) ایک شخص نے قاعدہ بغدادی نہ قرآن مجید فرقان حمید کسی سے پڑھا اور نہ استعداد وملکہ استخراج

حلدا

صحت الفاظ قرآن اور پھر وہ مسلمانوں کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ خود و دیگر دوست یاروں کو چارپائی و کرسی پر بٹھاتا ہے اور قرآن شریف نیچے رکھا ہوتا ہے، ایسے معلم اور پڑھانے والے کا اور متعلمین و پڑھنے والوں کا کیا حکم شرع شریف سے ہے؟ بینوا بالکتاب وتوجروا الی یوم الحساب (کتاب کے حوالہ سے بیان کرو اور روز حساب اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

(۲) غیر مقلدین نے آج کل اکثر قصبوں اور دیہاتوں میں مترجم فی السطور خطبے تقسیم کئے ہیں جو کہ اکثر جاہل حنفی پیش امام بھی عیدین میں ان کو پڑھا کرتے ہیں مع ترجمے کے۔ آیا یہ مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) قرآن مجید بے پڑھے کوئی شخص صحیح نہیں پڑھ سکتا، جس نے قرآن مجید نہ پڑھا اور استادوں سے صحیح نہ کیا اسے جائز نہیں کہ اوروں کو پڑھائے، نہ لوگوں کو جائز ہے کہ اس سے پڑھیں یا اپنی اولاد کو اس سے پڑھوائیں، وہ سب گنہگار ہوتے ہیں۔ جو معلم ایسا ہو کہ آپ اور اس کے یار دوست چارپائیوں اور کرسیوں پر بیٹھیں اور قرآن مجید نیچے زمین پر رکھا ہو اگر اس سے مراد حقیقۃً زمین پر رکھنا ہے اور وہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو ان کے اسلام میں کلام ہے مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا یہ وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت اصلاً نہ ہو اور جس کے دل میں قرآن مجید کی اصلاً عزت نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ پڑھنے والے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یا ان کے ہاتھوں یا گود میں ہے اور یہ معلم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار، نابکار، فساق، فجار، مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں، اور اگر قصداً بوجہ توہین استخفاف شان قرآن مجید ایسا کرتے ہیں تو آپ ہی کفار ہیں، بہرحال ایسے معلم سے پڑھنا پڑھوانا حرام ہے اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ والمولٰی تعالٰی اعلم

(۲) جمعہ وعیدین کے خطبوں میں ساتھ ساتھ اُن کا ترجمہ پڑھنا خلاف سنت ہے اس سے احتراز چاہئے والمولی تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۶: مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹنکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ تاریخ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو عالم ہے اس نے جمعہ کے روز وعظ کے اندر یہ بیان کیا کہ جن لوگوں نے جمعہ کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی وہ ناجائز ہے ہم نے فتوٰی غیر عالم سے منگوایا ہے جن کو ضرورت ہو ہمارے مکان پر آکر دیکھ لیں اور عام جمعہ میں فتوٰی نہیں دکھلایا اور جب مکان پر لوگوں نے طلب کیا

تو فتویٰ دکھلانے سے انکار کیا ایسا فتویٰ کہ جس سے ہر ایک مسلمان کو تعلق دینی ہے اُس کا چھپا رکھنا عالم کے حق میں کیسا ہے؟ ۲۳ 44

الجواب

اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو فتویٰ چھپانا بہت بیجا تھا اگرچہ اعلان کے ساتھ وعظ میں حکم شرعی بیان کر دینے کے بعد کتمانِ علم و اخفائے حق کی حد میں نہیں آسکتا کہ عالم پر زبانی بیان حکم فرض ہے خود لکھ کر دینا ضروری نہیں کما فی غمز العیون وغیرہ (جیسا کہ غمز العیون وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ کہ اور کا لکھا پیش کرنا مگر جبکہ اُس کے پیش کرنے میں عوام کی ہدایت کا ظن غالب ہو اور اسے بلا وجہ شرعی چھپائے تو اب البتہ جرم کی حد میں آجائے گا کہ اس نے مسلمانوں کا خلاف ہدایت پر رہنا پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کیلئے پسند کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۵: از کراچی بندر شاپ کیمپ صدر بازار بردکان سیٹھ حاجی نور محمد عبدالقادر مسئولہ عبداللہ حاجی روز چہار شنبہ بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین کہ یہاں ایک مدرسہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کھولا گیا ہے جس میں اس مدرسہ کی معلمہ مروجہ تعلیم جو فی زمانہ اسکولوں میں لڑکوں کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہی تعلیم لڑکیوں کو دی جاتی ہے یعنی لکھانا و پڑھانا اور حساب و نظمیں یاد کراتی اور سکھاتی ہے، یہ فعل فی زمانہ لڑکیوں کے لئے روا اور جائز ہے یا ممنوع اور ناجائز ہے؟ علاوہ اس کے لڑکیاں بارہ چودہ سال کی بے پردہ آیا کرتی ہیں اور اس مدرسہ کے خادم نوجوان لڑکے ہیں ان کے سامنے اور وقت امتحان کے غیر مردوں کے آگے الحان سے نظمیں پڑھتی ہیں کیا یہ فعل شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مشتہاۃ ہونے کے لئے شرعاً کتنی عمر ہونی چاہئے اور ایسے مدرسہ کی تائید کرنے والوں اور ان کے والدین کے لئے جو اپنی لڑکیاں ایسے مدرسہ میں بھیجا کرتے ہیں اور تعلیم مروجہ دلاتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶

الجواب

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے اور اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام، اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ، یونہی عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع، اور ایسے مدرسہ کو مردود شیطان کو اس کے مقاصد میں مدد دینی ہے اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں بے حیا بے غیرت ہیں ان پر اطلاق دیوث ہوسکتا ہے، نو برس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۳ از برکس گاساڈ مرا ایترس حال ویج ایسٹ بنگ مسئولہ عبدالغفور روز شنبہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر ایک شخص نے کہا کہ در مختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا جواب کیا ہوا؟

(۲) جاہل کو عالم مان لینا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص نے اپنے کو مولانا قرار دیا اور وہ شخص زید کو جانتا ہے کہ وہ وہابی ہے اور زید کہتا ہے کہ میں سنت جماعت ہوں اور در اصل میں زید کے اعتقاد میں کچھ فتور پایا جاتا ہے اور زید مناظرہ کے لئے سنی مولانا کو طلب کرتا ہے تو وہ مولوی زید سے مناظرہ کرنا لازم آتا ہے یا کہ نہیں اور سنی مولانا کا زید سے کہ در اصل وہ وہابی ہو مناظرہ نہ کرنا باعث ننگ مذہب سنت جماعت کے ہے یا کہ نہیں؟

الجواب

(۱) اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ:

سلٰمٌ علیکم لا نبتغی الجٰھلین[1] تم پر (الوداعی) سلام ہو ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت۔ حدیث میں ہے:

حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[2]۔ (قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے) یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ (بامر مجبوری) رئیس جاہلوں کو (دینی مقتدا) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/۵۵

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

بنائیں گے، پھر ان سے دینی مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) وجوب مناظرہ کے لئے شرائط ہیں اگر وہ سب پائے جاتے ہیں تو مناظرہ لازم ہے اور اس کا ترک مضر مذہب۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی منتفی ہے مثلاً فریق مقابل جاہل ہے یا متعصب معاند ہے جس سے قبول حق کی امید نہیں یا مناظرہ میں فتنہ ہو تو کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۲: مسئولہ معین الدین احمد ڈاکخانہ جنکلا ضلع میمن سنگھ چہار شنبہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر علم حدیث و تفسیر و اصول و فقہ کے فتوے دے یا لکھے تو کیسا ہے یعنی شرعاً وہ شخص مجرم و ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ضرور مجرم ہے، حدیث میں ہے، افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] بے علم کے فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوا اور ان کو بھی گمراہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۳: مسئولہ سیٹھ حاجی الٰہ صاحب از پور بندر کاٹھیاواڑ شنبہ ۹ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھنا اتالیقی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندو والی و آریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علم دینی کے جائز ہے یا نہیں یعنی اپنے دین حقہ کے مسائل اور دیگر مسائل روزمرہ مثل نماز و روزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اردو کی دینوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اس مدرسہ میں عربی اردو و گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لا تعلموھن الکتابۃ[2] (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۶۵

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[1] — فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

حضرت لقمان علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لڑکی کتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا:

لمن یصقل ھذا السیف[2] — یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔

یہ انہوں نے اپنے زمانہ کی نسبت فرمایا اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر ہے اسی لئے درمختار وغیرہ میں فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[3] — جو کوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے (ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذ اللہ خود خارجی ہوگیا اور دعوٰی کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت تو استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی ہیں جدھر پھیریں گے پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا اجنبی مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے سامنے کھلا ہونا جائز نہیں۔ درمختار وتنویر الابصار میں ہے:

والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ[4] — ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[2] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب یکرہ تعلیم النساء المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۹۳

[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس " " " ۲/ ۲۴۳

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ عرفان ایمان وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بددینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے) غرض سنی عالم کی اردو تصنیف صحیح العقیدہ نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ان ضروریات اور قرآن عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اردو یا گجراتی کی دنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق و عادات پر برا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سنی مسلمان پارسا حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳ تا ۲۳۶ از ملک گجرات علاقہ احمد آباد مقام برنگام جامع مسجد غلام محی الدین ۳ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

علمائے شرع متین کی خدمت میں چند سوالات عرض کئے جاتے ہیں،

(۱) ایک شخص نے مدرسہ فرقہ وحدہٗ قائم کیا ہے کہ سابق اس کے سے ایک مدرسہ جاری تھا جو محض للہ علوما استفادہ عباد اللہ کے لئے قائم کیا گیا تھا تو اس کے شکست و نیست و نابود کرنے کی غرض سے یہ ثانی مدرسہ بنایا کہ اس مدرسہ قدیمہ میں کوئی نہ پڑھے اور بند ہو جائے حالانکہ مدرسہ ثانیہ کی ضرورت نہ تھی، آیا اس طور سے اور اپنی اغراض نفسانی و حطام دنیوی سے مدرسہ قائم کرنا جائز ہے؟

(۲) ایک شخص منکر قیامت اور تارک الجماعت اور منکر تہجد ہے باوجود ان اعتقادات کے تعلیم و تعلم گجراتی اور انگریزی میں ترقی اور دینی علوم میں تنزل پسند کرنے والا شخص ہے تو اگر ایسا شخص مدرسہ قائم کرے تو اس میں دینی تعلیم و تعلم جائز ہے یا نہیں؟ اور اخلاق بگڑنے کے خوف سے احتراز لازم ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص شریر اور فتنہ انگیز اور فقہائے کرام کی کتابوں کا منکر اور قبل دو اعلت کا قائل بلکہ زانی بھی ہے تو ایسے مدرس کے پاس اپنی اولاد کو پڑھانا درست ہے یا نہ؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ اجیبوا بما ھو صواب۔

الجواب

(۱) اگر واقع یہی ہے کہ پہلا مدرسہ تعلیم دین مطابق مذہب اہلسنت وجماعت کے لئے کافی ووافی تھا اور اس پر عقدًا وعملاً کوئی اعتراض شرعی نہ تھا تو اس کے قرب میں دوسرا مدرسہ محض بلا حاجت

قائم کرنا جہت بلکہ تفریق قوت ہے لیکن اگر حالت یہ ہے جو سوال میں لکھی تو یہ مدرسہ اس مدرسہ کے توڑنے اور ضرر پہنچانے کے لئے قائم کیا گیا اور پہلا مدرسہ واقعی خالص مدرسہ اہلسنت و جماعت مطابق شریعت ہے، تو اس نیت نامحمود کے ساتھ یہ جدید مدرسہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا اور اس کے اہل پر اس کا بند کردینا واجب۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں ضرر اور ضرار دونوں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذ اللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیر تربیت ہو،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اگر تمہیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈالدے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور جب وہ دین کا تنزل چاہنے والا ہے تو تعلیم دین کی ترقی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہئے اور چھوڑ دیا جائے کہ اسی کے خیال والے اس میں پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) کتب فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حل رواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایۃ کتاب الدیات باب ما یحدث الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] ؍ ؍ ؍ ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ حکیم وجیہ الدین احمد صاحب از چھپرہ ضلع سارن محلہ بارہ دری ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

زبدۃ المحققین قبلہ نمائے آیات اولین عمدۃ الافاضل تسلیم بجائے تعظیم پذیرفتہ خدمت فیضدرجت ہو۔ مزاج شریف۔ کچھ عرض ہے، نظر فیض اثر اگر اس طرف متوجہ فرمائی جائے تو حکم العلماء ورثۃ الانبیاء سے مجھ عقیدت آور کو افادہ و امداد کامل پہنچے۔ اس علاقہ ملک شرقیہ کے شہر چھپرہ میں بہت لوگ مولوی وارث حسین بنارسی کے مریدان ہیں اور خود وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید و خلیفہ ہیں جو اپنا سلسلہ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کے ساتھ درست کرتے و صادق بتاتے اور مولوی اشرف علی دیوبندی جو مہتمم دا منھیں میں سے ہے۔ ت) ان کی تصانیف سند و شیوع میں لاتے، ہم لوگ صوفیان مستند و صادقان اکابران بے جرم و داغ رہ سلوک و عرفان کے مقتدی وجاہت یافتہ اور وہ لوگ تصرف غیر مقلدانہ آمیز سے علم افراشتہ، رموز قرآنیہ کا فہم ان کو آسان ہے مطالب حدیث غوامض ان کے کم علم کے بر نوک زبان ہے غرض جلیب عنوان عمل و ایقان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی کتاب حسام الحرمین ہے جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ارتداد بیعت از جانب مولانا امداد اللہ مہاجر مکی بمہر و سند درج ہے؛ آپ جناب اقدس نے اسے چھپوا دیا ہے پس یہ التماس خدمت شریف ہے کہ ایک جلد اس کی اس بندۂ ناچیز کو بھی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی رسالہ وغیرہ ان لوگوں کے عقائد یا تفساخ و نادرستی بیعت وغیرہ کے بارہ میں ہو وہ بھی مرحمت ہو۔ دوسری بات یہ کہ اس ہیچمدان کو شوق حصول علم جفر ہوا نقوش و اوعیات مرتبہ قاعدہ جفر زیادہ تر اثرات بروج و کواکب کے ساتھ مبنی و محتوی ہیں لہذا تھوڑا حصہ علم نجوم کا بھی معلوم کرنا لازمی ہوا اوقات و ساعات سبعہ سیارہ و منازل و بروج سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ٹھہرا، پس سلسلہ بندان گنگوہی نے یک دم سرے سے علم نجوم ہی کو کل کفر ٹھہرایا اور بوجوہ ایں کہ احوال مغیبات نجوم و جفر سے دریافت ہوتے لہذا علم جفر کو اس کا چھوٹا بھائی بتایا اور ایک حدیث مشکوٰۃ کی ثبوت کفر میں پیش کی کہ کاہن و ساحر و منجم یک حکم رکھتے اور علم نجوم سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی کفر۔ یہ کہا گیا کہ علم نجوم کل کفر ہو نہیں سکتا کیونکہ علماء، فضلاء و حکماء، مفسرین و محدثین کو تھوڑی واقفیت حقیقت اشیاء و جزئیات امور علم نجوم کی بھی ضرور ہے تا استدلال و تردید مذاہب باطلہ کی وہ بخوبی کرسکیں اور اس کی حقیقت و ماہیت و افعال و خواص سمجھیں اور بتائیں چنانچہ تمثیل و تطبیق میں مولانا روم علیہ الرحمۃ دفتر اول مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں: ؎

(۱) ہر کرا با اخترے پیوستگی ست — مر ورا با اخترے خود ہمتگی ست

(۲) طالعش گر زہرہ باشد با طرب — میل کلی دارد آں عشق و طلب

(۳) دربود مریخی و خونریز خو ۔۔۔ جنگ و بہتان و خصومت جوید او[1]

(ترجمہ: (۱) جس شخص کو ستاروں سے وابستگی ہے وہ ستاروں سے خود ہی ہمت لڑائی چاہیے۔

(۲) عیش و عشرت رکھتے ہوئے، جس کا طالع زہرہ ستارہ ہے وہ مکمل رجحان عشق کی جستجو کی طرف رکھتا ہے۔

(۳) اگر اس کا طالع ستارہ مریخ ہے تو وہ خونریزی کی عادت اور لڑائی جھگڑا اور بہتان تراشی ڈھونڈتا رہتا ہے)

اگر یہ وجود ہوتا اور ضلالت کی بات تھی تو مولانا نے اس پر کیوں واقفیت حاصل کی اور مزید برآں دوسرے مسلمانان کے واقفیت عامہ کے لئے کیوں رقم فرمایا۔ علم نجوم اور احکام نجوم جو نجمین پیشگوئیاں کہہ کر کماتے پھرتے یہ دونوں دو چیز ہے یہ البتہ ضرور ہے اور بیشک ہم اس پر عمل ہیں کہ احکام نجوم پر ہم ایمان نہیں رکھتے کہ بالیقین یہی ہوکے رہے گا ستاروں کو فاعل حقیقی ہم ہرگز نہیں کہتے، مصدر خیر و شر ستاروں کو ہم کبھی نہیں جانتے مگر ہاں تاثیرات ان کے بیشک مانتے، افعال اثر خوب یا خراب جو اللہ پاک نے ان میں دے کر شمسین بکار عالم نیا ہے وہ بیشک برسبیل اللہ پاک یوماً و لیلاً جاری ہوا کرتا۔

وسخر لکم الّیل والنھار والشمس والقمرؕ والنجوم مسخرات بامرہٖ ؕ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون[2] ۝	اللہ تعالیٰ نے رات، دن، سورج اور چاند تمہارے تابع کر دئے یعنی تمہاری خدمت میں لگا دئے، اور ستارے اس کے حکم کے پابند

ہیں، یقیناً ان باتوں میں عقلمند افراد کے لئے قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ (ت)

تفسیر مولانا عبدالحق حقانی میں بہ تفسیر سورہ فاتحہ آیۃ اھدنا الصراط المستقیم در بیان و تشریح افراط و تفریط فی العبادات و افراط و تفریط فی العلوم کے آخر عبارت میں صاف درج و مستنبط ہے کہ علم نجوم و طلسم و نیرنجات و کیمیا وغیرہ علوم و دیگر فنون کا افراط منع و یکدم تفریط بھی ناجائز حالت درمیانی بہتر اور اسی کو حکمت کہتے اور حکمت وجہ کمال انسان اور مصداق صراط مستقیم ہے۔[3]

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول باب حکایت بادشاہ جہود الخ ۔۔۔ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۲

[3] تفسیر حقانی تحت آیہ اھدنا الصراط المستقیم دار الاشاعت تفسیر حقانی منزل دہلی حصہ دوم ص۲۲

جلد اول فتاوی میں مولانا مفسر دہلوی شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کے درج ہے سوالات عشرہ جو شاہ بخارا نے ان کو لکھا تھا اس کے جواب سوال ہفتم میں علم منطق و علم انگریزی و علم فارسی و علم فقہ و علم نجوم و رمل و علم قیافہ و سحر کے بارہ میں یہ تحریر کہ جو حکم صاحب آلہ کا وہی حکم آلہ کا اور تحصیل علم کی وجہ سے گنہگار نہیں ہو سکتا الخ ۔ اور اسی دفتر اول فتاوی میں بصفحہ آخر مرقوم کہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو حفظ حرمت و دولت کے لئے انگشتری نقرئی پر اسم عزیز بقاعدہ تکسیر علم جفر کندہ کرانے کو بوقت شرف قمر فرمایا اور تحقیق ساعت شرف اہل نجوم سے کرنے کو فرمایا ۔ پس علم جفر اگر بحکم کفریہ تھا تو اس علم کے قاعدہ میں اسم الٰہی کا کیوں نقش بنایا اور علم نجوم بحکم کفریہ تھا تو اس کی ساعت اور اہل نجوم سے تحقیق کر لینے کو کیوں اجازت دیا اور بقول منکران سعد و نحس ستارگان کوئی چیز نہیں تو تخصیص شرف قمر کیا چیز ٹھہری اور مولانا محدث ہو کر خود ان دونوں علم کفریہ کو سیکھا و جانا اور دوسرے اہل اسلام کو کیوں بتایا ۔ اب آپ کی خدمت عالی میں جینزا تو جروا کی عرض و تصدیع ہے کہ در بارہ امر مذکورہ جو کچھ بحکم آیات و حدیث ثابت و مستنبط ہوتا ہو و بدستخط و مہر اپنے زیب قلم فرمائیں تا معترضان جاہل باعدیان کو دکھلایا جائے اور لیبا اکابران دین و ماطلان شریعت میں جو ان دونوں علم مذکورہ کو جانتے تھے انھوں پر الزام بدیہ جو عائد ہو رہا ہے بطریق احسن دفع کر دیا جائے و توثیق و تصدیق کے لئے زیب قلم فرمودہ آنجناب چوں حرز جاں بحفاظت رکھا جائے ۔

الجواب

حضرات علماء کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً نے بالاتفاق رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی و اعزا ابہما کی نسبت نام بنام فتوائے کفر و ارتداد دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے:

من شك فی عذابه و کفره فقد کفر [1] — جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بلا شک و شبہ کافر ہو گیا ۔ (ت)

یہاں سے ان کی بیعت کی حالت بھی ظاہر کہ مرتد ہو کر بیعت کیونکر قائم رہ سکتی ہے اس کے لئے حسام الحرمین کا ملاحظہ کافی ہے ۔ جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرض کتابت میں لائے ، کتاب

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۲

مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں، امام جعفر صادق نے جامع میں ماکان ومایکون تحریر فرمادیا۔[1]

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدر المکنون والجوہر المصون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم وسیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔[2]

عارف باللہ سیدی امام عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواب میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعصب۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم و فن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

الشمس والقمر بحسبان[3] والشمس تجری لمستقر لها ذلك تقدیر العلیم والقمر قدرنه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولا الیل سابق النهار وکل فی فلك یسبحون[4] وجعلنا الیل والنهار اٰیتین فمحونا اٰیة الیل وجعلنا اٰیة النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ یہ اس (اللہ تعالٰی) کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے۔ ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کار کھجور کی پرانی (اور سوکھی) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے اور نہ سورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے، یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم

---

[1] شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ٦/٢٢
[2] الدر المکنون والجوہر المصون
[3] القرآن الکریم ٥٥/٥
[4] القرآن الکریم ٣٦/٣٨ تا ٤٠

شیٔ فصلنٰہ تفصیلاً[1] والسماء ذات البروج[2] تبرک الذی جعل فی السماء بروجا[3] فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[4] ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار[5] الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا[6] الی غیر ذلک من اٰیات کثیرۃ۔

کر دیا) اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزق حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کر دیا۔ برجوں والے آسمان کی قسم۔ بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے آسمان میں برج رکھے۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھی رفتار والے رُک رہنے والے تاروں کی۔ اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان و زمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور و فکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تُو نے یہ سب کچھ بیکار اور بیفائدہ نہیں بنایا۔ لہٰذا تمام عیوب و نقائص سے تیری ذات پاک ہے لہٰذا ہمیں آتشِ دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرما دے۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بے شمار نشانات قدرت میں سے اِس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلا دیتا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے اس کے وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرا دیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اُسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں (جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)۔ (ت)

اور اس کا فن تاثیر باطل ہے کہ کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ اُن کے لئے کوئی تاثیر ہے غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالیٰ:

وعلمٰت وبالنجم ھم یھتدون[7]

(اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱۲

[2] القرآن الکریم ۸۵/۱

[3] " " ۲۵/۶۱

[4] " " ۸۱/۱۵ و ۱۶

[5] " " ۳/۱۹۱

[6] " " ۲۵/۴۵ و ۴۶

[7] " " ۱۶/۱۶

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم۱؎ (پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشبہہ بیمار ہوں۔ ت) زمانہ فاروقی میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کرو۔ امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے،

لاتسافروا والقمر فی العقرب۔ سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو۔ (ت)

اگرچہ علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابو العباس بونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں اس میں شرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز،

ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان الحکم الا للہ امران لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون۲؎

وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے، لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام، (حدیث میں ہے:)

۱؎ القرآن الکریم ۳۷/ ۸۸ و ۸۹

۲؎ " " ۱۲/ ۴۰

اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی۔ والمصورون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا کہ جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے کسی نبی نے مار ڈالا اور تصویریں بنانے والوں کو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از سلہ مولوی محمد بہاؤ الدین صاحب موضع سکندر پور ڈاکخانہ کرنڈہ ضلع غازی پور
۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں پر ایک وہابی رہتا ہے وہ شخص پیرو ہے علمائے دیوبند کا خاصکر مولوی اشرف علی و مولوی رشید احمد کا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پیر واستاد دینی سے مرتبہ زیادہ ہے ماں باپ کا کیونکہ ماں باپ کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ثابت ہوتا ہے فقیر نے حدیث پیش کی کہ فضیلت پیر واستاد کی ماں باپ سے زیادہ ہے، اس شخص نے کہا کہ ہم قرآن مجید کے مقابلہ میں حدیث کو نہ مانیں گے۔ تو سوال یہ کہ حدیث شریف کا انکار کرنے والا کیا ہوا اور ماں باپ سے مرتبہ زیادہ پیر واستاد کا ہے یا نہیں؟ بادلیل وہ بات قلم سے تحریر کردیجئے وہی تحریر سند کروں گا۔ والسلام

الجواب

پیر واستاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح، جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے،

کما نص علیہ العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام وقال فیہ ذاابو الروح لاابو النطف[2]۔

جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اس کی صراحت فرمائی چنانچہ اس میں ارشاد فرمایا یہ استاد انسان کے روح کا باپ ہے اس کے مادۂ تولید (نطفہ) سے بنے ہوئے جسم کا باپ نہیں۔ لہذا جو فرق جسم اور روح میں ہے وہی فرق استاد اور والدین میں ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں ماں باپ کا ذکر فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کے برابر کسی کا حق نہیں بلکہ وہ آیہ کریمہ جس میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو فرمایا مربیان دین کا مرتبہ ماں باپ سے بہت زائد

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۰ و ۲۶۶
[2] غنیۃ ذوی الاحکام

ہونے کی طرف اشارہ فرماتی ہے ظاہر ہے کہ تربیت دین نعمت عظمٰی ہے اور اس کا شکر قطعاً فرض، مگر اُن کا شکر بعینہٖ شکرِ الٰہی عزوجل ہے اسی واسطے انھیں نبی میں داخل فرمایا اُن کے بعد والدین کا ذکر ارشاد ہوا، ورنہ والدین کا حق نبی سے بھی بڑھ جائے گا کہ یہاں جس طرح استاد و پیر کا ذکر نہیں ویسے ہی نبی کا بھی ذکر نہیں۔ دیوبندیوں سے انکارِ حدیث کی شکایت کیا معنی رکھتی ہے۔ علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے کہ یہ لوگ خود حضور رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مخالف ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: مرسلہ شیخ محمد اکرام الدین طالب علم درجہ حفظ (د) چوک لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ
۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم وغیرہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے کیا زید بلا رضامندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا کر علم دین پڑھے درحالیکہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں ہے، جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

طلب علم دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اس کے باپ کا اس سے روکنا خلافِ حکمِ خدا ہے اور خلافِ حکمِ خدا میں کسی کی اطاعت نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (اور فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لوخرج فی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلا بأس بہ ولم یکن ھذا عقوقا۔[2]

اگر حصولِ علم کے لئے بغیر اجازتِ والدین باہر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ ان کی نافرمانی نہیں۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۰۸-۰۹
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعۂ قوت خواہ اس کے پاس ہو دیدیئے سکے تو اس کا روکنا بجا ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالىٰ في السير الكبير إذا أراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة وكره ذلك أبواه فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كانا معسرين ونفقتهما عليه وماله لا يفي بالزاد والراحلة ونفقتهما فإنه لا يخرج بغير إذنهما سواء كان سفرا يخاف على الولد الهلاك فيه كركوب السفينة في البحر أو دخول البادية ماشيا في البرد الشديد أو لا وإن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه إن كان سفرا لا يخاف على الولد الهلاك فيه كان له أن يخرج بغير إذنهما وإن كان يخاف على الولد لا يخرج إلا بإذنهما كذا في الذخيرة وكذا الجواب فيما إذا خرج للتفقه إلى بلدة أخرى إن كان لا يخاف عليه الهلاك بسبب هذا الخروج كان بمنزلة السفر للتجارة وإن كان يخاف عليه الهلاك كان بمنزلة الجهاد

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر میں فرمایا جب کوئی شخص جہاد کے بغیر کسی اور کام کے لئے سفر کرنے کا ارادہ کرے مثلاً کاروبار کرنے یا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے، لیکن والدین اس کے سفر کرنے کو ناپسند کریں، اگر اسے (اپنے باہر جانے کی وجہ سے) والدین کی ہلاکت (اور تلف ہونے) کا خطرہ ہو مثلاً اس طرح کہ وہ دونوں تنگدست اور نادار ہوں اور دونوں کے اخراجات کا یہ ذمہ دار ہو اور حالت یہ ہو کہ اس کا سرمایہ زادِ راہ، سواری اور اُن دونوں کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس صورت میں یہ شخص والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے، خواہ ایسا سفر ہو جس میں بیٹے کی ہلاکت کا خطرہ ہو جیسے سمندر میں کسی کشتی پر سوار ہونا یا کسی جنگل بیابان کو شدید سردی کے دنوں میں پیدل طے کرنا، یا ایسا نہ ہو۔ اگر اسے والدین کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مثلاً وہ دونوں (والدین) مالدار ہوں اور اُن کے اخراجات اس کے ذمے نہ ہوں۔ اگر سفر میں انھیں بیٹے کی ہلاکت کا کوئی خطرہ نہ ہو پس اس صورت میں یہ والدین کی اجازت کے بغیر باہر جا سکتا ہے۔ اور اگر انھیں اس کی جان کا اندیشہ ہو تو پھر بغیر اجازت لئے سفر نہ کرے۔ ذخیرہ میں یہی مذکور ہے۔ اور یہی جواب ہے، جب یہ حصولِ فقہ کے لئے کسی دوسرے شہر میں جائے، اگر

كذا فی المحیط[1] اھ باختصار، و رأیتنی کتبت علی قولہ لایخرج بغیر اذنھما مانصہ **اقول** ای حقیقۃ فانہ لایکون الا اذا کانت عندھما کفایۃ ولو من قبل غیرھما اما اذا استاذن وھو یعلم ان لاکفاف لھما دونہ فقالا غضبا سر علی برکۃ اللہ تعالٰی فھذا لیس من الاذن فی شیئ وان فرض فلا معتبر بہ لان اضاعتھما حرام والحرام لایحل باذن احد۔

اس سفر میں ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو پھر یہ سفر تجارت کی طرح ہے۔ اور اگر ہلاکت کا خوف ہو تو پھر بمنزلہ سفر جہاد ہے۔ محیط میں اسی طرح مذکور ہے اھ باختصار۔ تُو نے دیکھا کہ میں نے اس کے قول "لایخرج بغیر اذنھما" پر کچھ لکھا جس کی اس نے تصریح کی **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں "اذن" سے مراد حقیقۃً اذن ہے اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ اُن دونوں (والدین) کے پاس بقدرِ کفایت مال ہو اگرچہ کسی دوسرے کی طرف سے مہیا ہو۔ لیکن اگر یہ اُن سے اجازت مانگے جبکہ یہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر اُن کے بقدرِ ضرورت (کفاف) مال نہیں اور وہ غصہ کی بنا پر کہہ دیں اللہ تعالٰی کی برکت کے پیشِ نظر روانہ ہوجا تو یہ کسی حالت میں "اذن" نہیں اگرچہ فرض کرلیا جائے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے انہیں ضائع کردینا حرام ہے، اور حرام کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔ (ت)

اسی طرح اگر لڑکا امرد خوبصورت محلِ فتنہ ہے اور تنہا جاتا ہے تو کہا گیا کہ اس صورت میں بھی باپ روک سکتا ہے۔ خانیہ میں بعد عبارت سابقہ ہے:

قیل ھذا اذا کان ملتحیا فان کان امرد صبیح الوجہ فلابیہ ان یمنعہ من الخروج[2] اھ

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ باریش ہو لیکن اگر وہ لڑکا بے ریش خوبصورت ہو تو پھر دریں صورت والد اس کے باہر جانے سے یعنی سفر کرنے سے روک سکتا ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) تحقیقِ مقام یہ ہے کہ اگر وہاں جانے میں اندیشۂ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظنِ غالب کہ فقہیات میں ملتحق بہ یقین ہے تو بلاشبہہ باپ روک سکتا ہے بلکہ روکنا لازم ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

۲۳ فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ
45 ضرور کرے ۔ ت) اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے
نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنۂ مفسدہ و مصلحت ہے کما ھو قانون
الشرع والعقل فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق (جیسا کہ شرعی اور عقلی قانون کا تقاضا ہے پس
توفیق حاصل ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی حصولِ توفیق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و
تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از بریلی محلہ سوداگری مسئولہ محمد حسین طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمرو کو علم طب سکھایا اور عمرو نے زید کو علم حساب سکھایا مرتبہ استاد اور شاگرد ہونے میں دونوں برابر ہیں یا کسی کو ایک دوسرے پر افضلیت ہے؟

الجواب

جمع تفریق ضرب تقسیم جس قدر پر علم فرائض کا توقف ہے طب سے افضل ہے باقی حساب میں توغل سے طب افضل ہے جس نے افضل سکھایا وہ افضل استاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱: از بریلی مدرسہ اہلسنت مولوی شفیع احمد صاحب طالب علم مدرسہ ساکن بیسلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے ماں باپ اگر تحصیل علم فرض سے منع کریں تو اس میں ان کی تعمیل حکم ہرگز نہیں چاہئے اور اگر ان کی قربت میں تحصیل نہ ہوسکے تو سفر کرنا ضرور ہے اگرچہ ماں باپ کو اس کی خدمت کی طرف احتیاج ہو تو یہ قول زید صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل ولوکان القلیل توجروا من رب الجلیل (کسی قدر تفصیل سے بیان فرماؤ اگرچہ تھوڑی ہو اور جلیل القدر پروردگار سے اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

قول زید صحیح ہے مطلقاً جبکہ اس علم کی تحصیل چاہتا ہو جو فرض عین ہے یونہی صحیح ہے اگر بقدر فرض عین جانتا ہو اور فرض کفایہ کی تحصیل چاہے اور وہاں میسر نہ ہو اور اس کے سفر کرنے میں والدین کا ضائع چھوڑنا نہ ہو اور اگر ان کی اضاعت لازم آئے تو فرض عین کے بعد کفایہ کے لئے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ان کا ضائع نہ چھوڑنا اس پر فرض عین ہے ضائع چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قادر ہیں یہی کماتا ہے اور انہیں کھلاتا ہے اور اگر تحصیل کفایہ میں مشغول ہوگا

قرآن کے نفقہ سے عاجز ہوگا اور وہ نان شبینہ کو محتاج رہ جائیں گے یا وہ سخت مریض یا اپاہج یا مفلوج ہیں کہ حرکت سے عاجز ہیں اور ان کی خدمت اسی سے متعلق ہے اور وہ اجیر نہیں رکھ سکتے تو تحصیل کفایہ کو سفر ممنوع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: از سوائی مادھوپور قصبہ ستاگوڑ ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ اللہ خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

تعلیم انگریزی و ہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دین کو روکے مطلقاً حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی، نیز اُن باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجود آسمان کا انکار یا وجود جن و شیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل و نہار یا آسمانوں کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیر ذلک عقائد باطلہ کہ فلسفہ قدیمہ جدیدہ میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے کسی زبان میں ہو، نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے اُن کا اثر پڑے دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے، اور اگر ان جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و جبر اثقال وغیرہ ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین کہ یک شخص نزد کسے سبق خواندہ بعد معلوم کہ استاد او در دین خود مستقیم نیست وی گوید کہ امام صاحب نداشتہ و اجماع را غلط میداند و می گوید کہ قادیانی مجدد بود وغیرہ بے ادبی ہا از او دیدہ و او را ترک کردہ و او را بسیار ناراضی کردہ کہ آیا این شاگرد نزد شرعی ملامت است یا نہ و چنیں استاد حق بر سر شاگرد دارد یا نہ؟ بینوا توجروا۔

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے ایک استاد سے سبق پڑھا بعد میں اسکو معلوم ہوا کہ اس کا استاد ٹھیک دین نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اس کا کوئی امام نہیں (یعنی وہ کسی امام کا پیروکار نہیں) اور وہ اجماع امت کو غلط کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھا اور اس کے علاوہ اور کئی ناشائستہ اور بے ادبی کی باتیں (شاگرد نے) استاد سے دیکھیں اس لئے اسکو چھوڑ دیا اور اس کو سخت ناراض کیا، تو کیا یہ شاگرد اسلامی شریعت میں قابل ملامت ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا استاد شاگرد پر اپنا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر پائیے۔ (ت)

الجواب

ایں چنیں استاد را بر شاگرد خود چناں حق است کہ بر ملئکہ ابلیس لعین را کہ او را لعنت کنند و روز قیامت کشاں کشاں بدوزخ افگنند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس قسم کے استاد کا اپنے شاگرد پر وہی حق ہے جو شیطان لعین کا فرشتوں پر ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال دیگر برادر من مرا تعلیم کردہ و بر من ظلم و ستم بیحد کردہ در مال دنیاوی و من با او گفت گو بسیار کردہ ام دریں باب ایں حق وار است یا نہ و نزد شرع ملامت ست یا نہ؟

دوسرا سوال: میرے بھائی نے مجھے تعلیم دی لیکن اس نے دنیوی مال کے معاملہ میں مجھ پر بے حد ظلم وستم کیا، پھر میں نے اس سے بہت سی باتیں کیں اس باب میں یہ حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب

برادر کلاں را در حدیث بشابہ پدر شمردہ اند خاصہ کہ استاذ باشد استاذ علم دین خود اعظم از پدر است برائے مال با او ناحفاظتی نمی شاید کرد بایں ہمہ اگر در گفت گو تجاوز از حد نہ کردہ ست بزہ کار نیست و بوجہ عدم رعایت حق استاذ و برادر کلاں خالی از ملامت ہم نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بڑے بھائی کو حدیث پاک میں والد کے مشابہ شمار کیا ہے جبکہ وہ استاذ بھی ہو۔ علم دین کا استاذ (مرتبہ میں) والد سے بہت بڑا ہے۔ استاد دنیاوی مال کی وجہ سے اس کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے تھی اور ان سب باتوں کے باوجود اگر کلام کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو گنہگار نہیں۔ پس استاذ اور بڑے بھائی کے حق کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ملامت سے خالی بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۴: از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ زرگریاں بجانہ منشی چراغ ابراہیم بواسطہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی صاحب اہل علم جو کہ اپنے استاد مربی کا انکار کرے کہ ہمارا کوئی استاد نہیں باوجودیکہ گواہ موجود ہوں، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

استاد کا انکار کفران نعمت ہے، اور کفران نعمت موجب سزا وعقوبت۔

وھل نجزی الا الکفور[1] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوا اس کے ناشکر گزار ہیں۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

پیرلوگ جو مرید کرتے ہیں نائب رسول بھی کہلاتے ہیں ان کو پیروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اور اُن کے اصحاب اور امامان شریعت کی واجب ہے؟

الجواب

ضرور واجب ہے مگر کسی خاص شخص پر بدگمانی کہ یہ پیروی نہیں کرتا بے کسی ایسی دلیل کے جو آفتاب کی طرح روشن ہو جائز نہیں اور علماء پر عوام کو اعتراض نہیں پہنچتا اور جو مشہور بمعرفت ہو اس کا معاملہ زیادہ نازک ہے ہر عامی مسلمان کے لئے حکم ہے کہ اس کے ہر قول و فعل کے لئے ستر محل حسن تلاش کرو نہ کہ علماء و مشائخ جن پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں یہاں تک کہ کتب وغیرہ میں تصریح ہے اگر صراحۃً نماز کا وقت جارہا ہے اور عالم نہیں اٹھتا تو جاہل کا یہ کہنا گستاخی ہے کہ نماز کو چلئے وہ اس کے لئے ہادی بنایا گیا ہے نہ کہ یہ اس کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۴: از جونا گڑھ محلہ تیاہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نذیر احمد بی اے، ایل ایم، کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکر خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی داموں ہی کی غرض تھی اور نہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۵: از شہر محلہ قرولان مرسلہ مولوی حاجی منیر الدین بنگالی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

زید معلم ہے اور اپنے دوست احبابوں کو لے کر تخت پر بیٹھ کر حقہ پیتے ہیں اور اسکے شاگردان

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷

ایک ڈیڑھ گز کے فاصل زمین پر بیٹھ کر قرآن عظیم پڑھتے ہیں اسے ہر طرح کہا گیا مگر وہ اس فعل سے باز نہیں آتا معاذ اللہ اب زید پر کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ میل جول کرنا کیسا ہے؟

الجواب

وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے والے سب بے ادب گستاخ ہیں اس کو تنبیہ کی جائے اگر نہ مانے تو صاحبِ مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھائے اور اس پر بھی اسے متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اُسے موقوف کردے کہ بے ادب نہ کرشاگرد کو مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں،

از خدا جوئیم توفیق ادب | بے ادب محروم ماند از لطف رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد[1]

(ہم اللہ تعالٰی سے حصولِ ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب رب تعالٰی کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو بُرے حالات میں رکھتا ہے بلکہ اس کی بے ادبی کی آگ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از شکھر کا پور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مدرس دار العلوم

قرآن شریف میں عربی عبارت کے نیچے اردو میں ترجمہ اور انگریزی یا بنگلہ زبان میں مطالبِ شانِ نزول و قصص کا لکھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۵: از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

اس خیال سے انگریزی پڑھنا اور پڑھوانا بچوں کو کہ اس میں عزت وجاہ دنیوی ہے یا حصولِ دُنیا کا بڑا ذریعہ ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

سائنس وغیرہ وہ فنون وکتب پڑھنی جن میں انکار وجود آسمان وگردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے، اور وہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول در خواستن توفیق رعایت ادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص۲

بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لئے پڑھے تو جائز ہے جبکہ اس میں وہ انہماک نہ ہو کہ اپنے ضروریات دین و علوم فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے حرام ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین و اخلاق و وضع پر اثر نہ پڑے اسلامی عقائد و خیالات پر ثابت و مستقیم اور اسلامی وضع پر قائم رہے ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لئے حرج نہیں رہا اس سے عزت و جاہ دنیوی کی طلب طلب جاہ خود نا جائز ہے اگرچہ عربی زبان و اسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ جمع ہو۔

قال الله تعالیٰ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للّٰہ جمیعًا[1] واللّٰہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ سب عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۵ از چنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی پوراہ
دیوبندی کا وعظ سننا، ان سے فتویٰ لینا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا، کھانا، شادی کرنا کیسا ہے؟

الجواب

دیوبندی وہابیوں کی اخبث شاخ ہے، اس کا وعظ سننا حرام، اس سے فتویٰ لینا حرام، اس سے میل جول سخت حرام، بلکہ اسے مسلمان جان کر ہو تو کفر۔ علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[2] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۶ از شہر مسئولہ عبدالحمید صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی عالم باعمل کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ چند مسئلہ شرعیہ دریافت کرکے اس پر عمل کرے مگر عالم نے اس کے ساتھ اخلاق محمدی نہیں برتا اور سخت خفگی ظاہر کی کہ اس کی دہشت سے زید نے ناراض ہو کر اپنے اس ارادہ کو ترک کیا جس مسئلہ پر عمل کرنے والا تھا۔ چونکہ علمائے باعمل وارث انبیاء ہیں اخلاق محمدی نہ برتنے اور زید کو مسئلہ کی واقفیت نہ ہونے سے وہ عالم موجب عذاب خداوندی کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۹

[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

الجواب

سائل کا کلام متناقض ہے عالم باعمل بھی کہتا ہے اور اتنا شدید الزام بھی اس پر دھرتا ہے اگر واقعی عالم باعمل ہے تو اس کی خفگی اگر اس کی کسی معصیت یا بے ادبی شریعت کے سبب ہوگی اسے لازم تھا کہ توبہ کرے اور معافی چاہے نہ یہ کہ اُس کے سبب عالم سے کنارہ کش ہو اور مسئلہ پوچھنے کا فرض چھوڑ کر اپنی معصیت میں یہ دو گناہ اور اضافہ کرے اور تیسرا یہ کہ عالم پر الزام رکھنا چاہئے فلاح نہیں پاتا وہ جاہل جو خادمانِ شریعت کا ادب نہ کرے اور بالفرض اس کی خفگی اس پر کسی معصیت و بے ادبی شریعت کے سبب نہ ہو بعض وقت انسان کی طبیعت منغض ہوتی ہے اس کا سبب کچھ اور ہوتا ہے اور دوسرے کا بات کرنا بھی اُس وقت ناگوار ہوتا ہے اُس وقت وہ اسے جواب ترشی سے دیتا ہے جو اس پر ناراضی کے باعث نہیں ہوتا ایسے وقت کی ترشی اہل سعادت کے لئے قابل لحاظ نہیں، اکابر صدیقین نے فرمایا ہے،

ان لنا شیطانا لیقی بنا فاذا رأیتموہ فاعتزلوا۔ بے شک ہمارے لئے بھی شیطان ہے جو ہمارے قریب ہوتا ہے جب تم اسے دیکھو تو الگ ہٹ جاؤ (ت)

یعنی ہم بھی بشر ہیں بشر کا سا غصہ ہمیں بھی آتا ہے جب اسے دیکھو تو اس وقت ہمیں چھیڑو نہیں بلکہ الگ ہٹ جاؤ۔ اور بالفرض یہ بھی نہ سہی بلکہ بلا وجہ محض اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام اس عالم پر ہے مگر اسے اس کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادہ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے اُس کا کیا نقصان، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، عالم اگر اپنے علم پر عمل نہ کرے جب اس کی مثال شمع کی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی دے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ عالم حقیقۃً عالم دین سنی صحیح العقیدہ ہادی راہ یقین ہو ورنہ اگر سنی نہیں تو کتنا ہی خلیق کتنا ہی متواضع کتنا ہی خوش مزاج بنے نائب ابلیس ہے اس سے کنارہ کشی فرض ہے اور اس سے فتوی پوچھنا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵ از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افترا ہے اور شریعت پر

افترا اللہ عزوجل پر افترا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] وہ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[2] جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

ہاں اگر عالم سے اتفاقاً سہو واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افترا میں آجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ امیر اللہ صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضور والا! السلام علیکم! انجمن خدام المسلمین کو مولوی قطب الدین صاحب نے بغرض استقبال مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلوایا تھا ممبران انجمن نے ان کا استقبال بریلی جنکشن پر کیا اور وہاں سے ان کی سواری کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر حضور کے در دولت تک لا پہنچایا، پھر حضور کے در دولت سے مولوی قطب الدین کے مکان تک اسی شان و شوکت سے پہنچایا مسلمانوں کو ایک عالم دین کے استقبال و خدمت کرنے کی شرع مطہر روکتی ہے، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حضور کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور کی شان گھٹ گئی، مفصل طور پر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

وعلیکم السلام، استغفر اللہ، یہ جو سننے میں آیا محض کذب و افترا ہے اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سُنّی عالم کی کی باعث اجر عظیم و رضائے خدا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا،

من تواضع للہ رفعہ اللہ[3] واللہ تعالٰی اعلم جس نے اللہ کی خوشنودی کیلئے عاجزی اختیار کی اللہ اسکو بلند کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۶

مسئلہ ۳۵۵: از شہر محلہ چرخی ٹیپ مسئولہ عبدالرحیم صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتوٰی دینے کا ذمہ دار ہے یا وہ بھی جو فتوٰی پر عمل کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ مفتی قابلِ فتوٰی نہیں یا عام مسلمین شہر دربارۂ فتوٰی اس پر اعتماد نہیں کرتے یا فتوٰی ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پر ظاہر ہے یا عالم معتمد مستند نے اس کے اغلاط ظاہر کردئے یا فتوٰی واقعات پر نہیں ہے اور اس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اور غلط رُخ دکھایا تو مفتی اس پر عمل کرنے والا دونوں ماخوذ و گرفتار ہیں ورنہ جب تک حق واضح نہ ہو جاہل پر وبال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵۶: از احمد آباد گجرات محلہ چھیپیاں پانچ پیپلی مکان چھیپیہ سلطان جی علی جی کوٹھے والے مسئولہ غلام نبی صاحب پیرزادہ ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) جو لوگ کتب دینیات وغیرہ طالب علم کو تعلیم دینے سے مدرس اول کو منع کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور کسی نااہل کو اس کی قابلیت سے باہر علم سکھانا بغرض مباحثات ومجادلات کے کیسا ہے؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا (شافی بیان فرماؤ اور پورا اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) تعلیم دین اگر بوجہ دین ہے تو اس سے ممانعت منعِ خیر ہے مناع للخیر معتد اثیم[1] (بھلائی سے روکنے والا حد سے گزرنے والا اور گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہوتا ہے ایسے لوگوں کی بات ہرگز نہ سُنی جائے نہ انہیں مدرسہ میں دخل دیا جائے ہاں اگر مدرس اول بدمذہب ہو اور بنام دین اپنے مذہب فاسد کی اشاعت چاہتا ہو تو اسے روکنا فرض ہے اور یہ تعلیم دین کی ممانعت نہ ہوئی بلکہ تخریب دین کا انسداد ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

(۲) قابلیت سے بابرعلم سکھانا فتنہ میں ڈالنا ہے اور ناقابل کو مباحث و مجادل بنانا دین کو معاذ اللہ ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم — جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۵: از موضع گھاگرہ ڈاکخانہ پانیکوٹہ ضلع میمن سنگھ مسئولہ مولوی سعید الرحمٰن

۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع گھاگرہ میں لوگوں نے ایک نیا جلسہ قائم کیا ہے بنگلہ میں اس کا نام سمیتی ہے واسطے فیصلہ کرنے مقدمہ وغیرہ کے۔ لیکن اس میں چار پانچ شخص ناقابل علم شریعت سے ناواقف سردار ہوکر اپنی رائے کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور اگر کوئی ان کے خلاف شرع حکم کو نہ مانے تو اسکو امامت سے برخاست اور جمعہ وجماعت سے خارج کرتے ہیں لوگوں کو اسکی دعوت و نماز جنازہ غرض تمام دنیوی اُخروی کاموں سے منع کرتے ہیں علماء کی اہانت ظالموں کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور عالموں سے حسد بغض کینہ دل وجان سے کرتے ہیں حتی کہ اہل علم کو حقیر سمجھتے اور کبھی گالیاں بھی دیتے ہیں حسد کی وجہ سے عالموں کو پیچھے اور ان پڑھ کو آگے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں یعنی جاہل کو امامت کا حکم دیتے ہیں، موافق شریعت ان پر کیا حکم ہے اور جو ان کی مدد کرے ان پر کس قدر گناہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جاہلوں کو حاکم شرع بنانا حرام ہے، اور وہ جو خلاف شرع حکم دیتے ہیں اس کا ماننا حرام ہے، ایسے لوگوں کے لئے قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد فرمائے، ظالم، فاسق، کافر اور اپنے باطل احکام نہ ماننے والوں کو امامت وجمعہ وجماعت سے خارج کرنا اُن کا سخت ظلم ہے اور اُن کی نماز جنازہ سے روکنا اور اشد ظلم۔ ظالموں کی تعظیم حرام ہے اور عالمانِ دین کی اہانت کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال للعالم عویلم قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[2] — جس شخص نے کسی عالم کو بصیغہ تصغیر عُوَیْلِم ہلکا جان کر کہا تو وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

[2] مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اور عالمِ دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں بھی خوفِ کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے۔ فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من ابغض عالما بغیر وجہ ظاہر خیف علیہ الکفر[1]
جس نے کسی عالم سے بغیر کسی وجہ ظاہر کے دشمنی رکھی تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ (ت)

عالموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکمِ شریعت کا بدلنا ہے۔ غرض ایسے لوگ شیطان کے مسخرے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُن سے دور رہیں اور جو ان کی مدد کرتے ہیں وہ انھیں کے مثل ہیں۔ حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[2]۔
جو دانستہ ظالم کی مدد دینے چلے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰: از گورکھپور محلہ دھمال مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) عالم کا یہ کہہ دینا کہ میں نے مسئلہ صحیح بیان کیا تھا یا غلط مجھ کو یاد نہیں ہے دوسرے سے پوچھ لو، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کسی عالم سے پوچھا کہ آپ مسئلہ صحیح و غلط بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) صرف درست نہیں بلکہ واجب ہے اگر اس کو اپنے بیان میں شک ہو گیا ہو اور خود اس کی تنقیح نہ کر سکتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے تو درست ہے اور اگر یہ مراد کہ کبھی قصداً مسئلہ غلط بیان کر دیتا ہے تو سخت فسق کا اقرار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸
[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷

مسئلہ ۳۲۱ از اجمیر مقدس محلہ لاکھن کوٹھری اوپر گلی نزد پیرزادگان مسئولہ کمال الدین
۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے کو عوام پر مولوی ظاہر کرے جس نے نہ تو کسی مدرسہ میں تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہو اور نہ جس نے کوئی سند منشی عالم فاضل کی حاصل کی ہو اور خود ساختہ استفتار پر خود ہی جواب تحریر کرے اور طلباء و مدرسین سے دستخط کرائے اور جس سے اپنی ذات کا متبع ہونا مقصود ہو اور جو جید عالم و مولوی صاحبان و قاضی صاحب پر شہرت حاصل کرنے اور زر حاصل کرنے کی غرض سے جا و بیجا حملہ کرے اور جو مدت تک قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتا رہا ہو اور چند روز سے قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا ہے اور صدہا علما قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں، ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر، اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملا خطرۂ ایمان ہوگا ایسے شخص کو فتوٰی نویسی پر جرأت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض [1]	جو بے علم فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

اولئک لاخلاق لھم فی الاٰخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولاینظر الیھم یوم القیٰمۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم [2]	ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت کرے اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۷

ثلثۃ لایستخف بحقہم الا منافق بین النفاق ذوالعلم وذوالشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط[1]

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو، عالم اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور سلطان اسلام عادل۔

تحصیل زر کے لئے علماء و مسلمین پر بیجا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات، قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے، اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۲: از پوناور علاقہ پرای ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اسلام و ایمان و شرع شریعت کے احکام کو جانتا ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیت کے وسیلے فذکر ان نفعت الذکرٰی[2] کے کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۳: از بیجاں پورہ علاقہ اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پلس آفس ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد نے خلاف شرع کوئی مسئلہ بیان کیا اور بکر نے جس کے ذہن میں وہ غلط ہے بغرض اصلاح سوال کیا تو کیا بکر کا یہ سوال غلط ہے اور خالد نے یہ مسئلہ شرعیہ استفسار یہ کو نہیں سمجھایا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

بکر کے ذہن میں جبکہ خالد کا مسئلہ صحیح نہ تھا تو بکر کا اُس سے پوچھنا کچھ بیجا نہ ہوا اور خالد کا نہ بتانا سخت بیجا ہوا خصوصاً جبکہ خالد نے مسئلہ غلط بیان کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸
کنز العمال حدیث ۴۴۰۳۱ مؤسسۃ الرسالہ ۱۶/۳۲
[2] القرآن الکریم ۸۷/۹

مسئلہ ۳۶۴: از ملک آسام ضلع گربتی مرسلہ محمد طیب اللہ ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سیّد و عالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے و فرائض و امامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اُسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکرامًا یا امتیازًا ایک ہی دسترخوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعًا یہ درست ہے یا نادرست؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزۃ عزوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امرِ شرع کا امتثال اور صاحبِ حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تُو فرما کیا برابر ہوجائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء و جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجلس میں صدر مقام و مسندِ اکرام پر جگہ دینا کہ سلفًا و خلفًا شائع و ذائع اور شرعًا و عرفًا مندوب و مطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرمادیا، ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا، اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا، فرمایا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم و جاہل و سیّد و غیر سیّد کا امتیاز سائل و خوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننہ عن میمون بن ابی شبیب ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مربہا رجل علیہ ثیاب وھیأۃ فاقعدتہ

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

۲۳ فاکل فقیل لہ فی ذلک فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انزلوا الناس منازلہم[1]

بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مراتب سلوک کیا کرو (ت)

امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصر بالرجل العالی القدر عن درجتہ ولا یرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلتہ و یعطی کل ذی حق فیہ حقہ و ینزل منزلتہ، وقد ذکر عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننزل الناس منازلہم[2]

بلند مرتبہ شخص کی حسب مرتبہ عزت وقدر ہونی چاہیے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے اور پست درجہ والے کو اس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔ (ت)

ہاں علماء وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے، الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[3] کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگان بارگاہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما وسادات کا اعزاز وامتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹
[2] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴
[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

ع حلہ

لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب، پھر جب اہل اسلام اُن کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اُس کا قبول انھیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی کہیں تشریف فرما ہُوئے صاحبِ خانہ نے حضرت کے لئے مسندِ حاضر کی امیر المومنین اُس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننہ عن سفیٰن[1] بن عیینہ عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما قال القی لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وسادۃ فقعد علیہا وقال لایابی الکرامۃ الاحمار ورواہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انھوں نے عمرو بن دینار سے انھوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لئے وسادہ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزت و توقیر کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] المقاصد الحسنۃ بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص۴۲۹

مجالس و محافل

میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکرِ شہادت وغیرہ

مسئلہ ۳۶۵: از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہ صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجالسِ میلاد میں امردوں کو بازو بناکر پڑھنا درست ہے یا نہیں، اور وہ کون سی حالتیں ہیں جن کے سبب سے مولود کا پڑھنا سننا ناجائز ہوجاتا ہے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

امرد کہ اپنی خوبصورتی یا خوش آوازی سے محلِ اندیشۂ فتنہ ہو خوش الحانی میں اسے بازو بنانے سے ممانعت کی جائے گی فان ھذا الشرع المطہر جاء بسد الذرائع واللہ لایحب الفساد (کیونکہ یہ پاک شریعت (ناجائز) ذرائع کی روک تھام کرتی ہے اللہ تعالٰی فتنہ و فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ت) منقول ہے کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور امرد کے ساتھ اٹھارہ۔ علماء فرماتے ہیں امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔

فی ردالمحتار عن الھندیۃ عن الملتقط الغلام اذا بلغ مبلغ

ردالمحتار میں بحوالہ ہندیہ اس نے الملتقط سے نقل کیا ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچ جائے

جلد
6
6

الرجال ولم یکن صبیحا فحکمہ حکم الرجال وان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء۔[1]

اور خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کا حکم رکھتا ہے یعنی اس پر مردوں والے حکم کا اطلاق ہوگا اور اگر وہ خوبصورت ہو تو عورتوں کا حکم رکھتا ہے۔ (ت)

علماء نے اباحت سماع کے شرائط میں یہ بھی شمار فرمایا کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن التتارخانیۃ عن العیون ان لہ شرائط ستۃ ان لایکون فیھم امرد[2] الخ۔

فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے اس نے العیون سے روایت کی ہے کہ سماع کے لئے چھ شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں بے ریش لڑکا نہ ہو الخ۔ (ت)

وہ پڑھنا سننا جو منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو ناجائز ہے جیسے روایات باطلہ وحکایات موضوعہ واشعار خلاف شرع خصوصا جن میں توہین انبیاء وملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے حالانکہ وہ صریح کلمہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۶: کوہ نینی تال چھوٹا بازار مرسلہ شیخ علی الدین احمد صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

خدمت میں علمائے دین کی عرض ہے کہ جو مولود شریف چندہ اہل ہنود سے ہوا اس میں بدنی اور مالی شرکت اور اہتمام اہل ہنود رہا اور وقت شروع مولود شریف اہل ہنود کی اجازت سے ہی شروع ہوا اور انکی اجازت سے ہی ختم ہوا اور انکی اجازت سے ہی شیرینی تقسیم ہوئی اور نیچے عام سڑک بازار میں فرش ہو کر کتاب پڑھی جاتی تھی اور اوپر دکانوں کے چپ وراست بالاخانوں کے چھجوں پر اہل ہنود بیٹھے تھے اور ساتھ علم کے اہتمام کرا رہے تھے اور ہر ایک کام ان کی اجازت سے ہی ہوتا تھا اور یہ شخص ایسے لہجے سے آواز بنا کر پڑھتا ہے کہ راگنی وگوں کرامات کرتا ہے جو لوگ بے علم وناواقف ہیں وہ اسکی آواز اور لہجہ پر لوٹ ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس زید نے اپنے پانچ روپے فیس مولود شریف کی پڑھوائی مقرر کر رکھے ہیں بغیر پانچ روپیہ فیس کے کسی کے یہاں جاتا نہیں اور وقت نماز سب سے پہلے سبقت امامت کی کرتا ہے اور اپنے آپ کو مولوی صاحب کے لفظوں سے اپنے قلم سے لکھتا ہے اور کچھ معمولی روایتیں علمائے دین کی یاد کرلی ہیں اور جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۳
[2] " " " " " " " " " " ۵/۲۲۲

بیٹھ کر وعظ پڑھتا ہے اور پیرامریدی بھی کرتا ہے اور وقت ختم ہونے مولود شریف کے اعلان بآواز بلند اسی زید مولود خواں نے کہا کہ دیکھو ان اہل ہنود صاحبوں کی امداد اور شرکت سے میرے یہاں پر کیسی رونق روشنی وغیرہ کی تم مسلمانوں سے دس حصہ اور بیس حصہ زائد ہوئی۔ لہذا اب اس معاملہ میں استفتاء شرعی جو کچھ ہو وہ مشرح ہر فقرہ کا جواب تحریر فرمائیں۔ جملہ اہل اسلام کرونجی تال چھوٹا بازار

الجواب

سائلین کے بیان سابق سے واضح ہوا کہ یہ چندہ ہندوؤں نے خود نہ کیا بلکہ زید میلاد خواں نے مجلس کی اور مسلمانوں سے برخلاف ہو کر ہندوؤں سے چندہ لیا اور ان کی امداد سے یہ کام کیا یہ سراپا خلاف شرع ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لانستعین بمشرك۔ اخرجه احمد[1] و ابوداؤد[2] وابن ماجة[3] عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (اس کو صحیح سند کے ساتھ امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ت)

علمائے کرام تو امور دین میں کافر کتابی سے آتی مدد لینی بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ اپنی قربانی ذبح کرنے کو اس سے کہے حالانکہ وہ ایک کام خدمت لینا ہے نہ کہ معاذ اللہ دینی بات کے لئے مشرکوں سے مانگنا دینی کام کا دار و مدار سب انھیں کی اجازت پر ہونا اسے کوئی سچا مسلمان کامل الایمان گوارا نہیں کرسکتا۔ تنویر الابصار و رد المحتار وغیرہما میں ہے:

کرہ ذبح الکتابی ای بالامر لانہا قربة ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[4]۔

کسی مسلمان کے حکم دینے سے کتابی کا قربانی کے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ قربت ہے یعنی تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ دینی کاموں میں کسی کافر سے مدد لی جائے۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۶۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

[4] رد المحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۸

دوسرا امر ناجائز اس مجلس میں یہ تھا کہ عام سڑک پر خصوصاً بازار میں جہاں آمد و رفت کی زیادہ کثرت رہتی ہے فرش کرکے کتاب پڑھنا کہ حقوق عامہ میں دست اندازی ہوئی شریعت میں تو اسی لحاظ سے راستہ میں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوئی نہ کہ بازار کی سڑک پر مجلس۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے :

تکرہ الصلٰوۃ فی طریق لان فیہ شغلہ بمالیس لہ لانہا حق العامۃ للمرور[1] مختصراً۔

راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستہ اس کام کے لئے نہیں لہٰذا اس کام کا کرنا لوگوں کے گزرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے اھ مختصراً (ت)

تیسری سخت بیہودہ بات کتاب و قاری کا نیچے اور کافروں کا چوکی پر ہونا کہ سخت بے تعظیمی کتاب و ذکر شریف تھی، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو جب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنا ذکر شریف سُنتے تو مسجد اقدس میں ان کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت و مدحت اور حضور کے دشمنوں بدگویوں کی مذمت بیان کرتے کما رواہ الامام البخاری فی صحیحہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔ت) نہ کہ معاذ اللہ کتاب نیچے اور کافر اونچے ہوں۔

زید نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً رُتبے سے پڑھنے کی اُجرت مقرر رکھی ہے ناجائز و حرام ہے اس کا لینا اُسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحۃً حرام کھانا ہے اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کرکے سب کو واپس دے وہ نہ رہے ہوں ان کے وارثوں کو پھیرے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدق کرے اور آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو۔ اوّل تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات و اجل عبادات سے ہے اور طاعت و عبادت پر فیس لینی حرام، جبوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری میں ہے :

لایجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولایجب الاجر[2] اھ ملخصاً۔

نیک کاموں میں اجرت لینا جائز نہیں، جیسے وعظ کرنا۔ اور اجرت واجب نہیں ہوگی اھ ملخصاً (ت)

خلاصہ پھر تاتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے :

الواعظ اذا سأل الناس شیئا فی

جب وعظ کرنے والا مجلس میں اپنے لئے کچھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴۸

المجلس لنفسہ لا یحل لہ ذٰلک لانہ اکتساب الدنیا بالعلم[1]

مانگے تو اس کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں کیونکہ اس میں علم کے ساتھ دنیا کا حصول ہے۔ (ت)

قنیہ پھر اشباہ پھر درمختار میں ہے:

ونظم الدر اتم حیث یقول تسمی شرکۃ صنائع واعمالٍ وابدان ان اتفق صانعان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقھا ومنہ تعلیم کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ بخلاف دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعاز ووعاظ وسؤال[2] اھ۔

درمختار کی عبارت زیادہ تام اور مفصل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (شرکت تقبل) جس کو شرکت صنائع و اعمال و ابدان کہا جاتا ہے (صنائع صنعت کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پیشہ اور پیشہ ور کی کارکردگی۔ اعمال اور ابدان، عمل اور بدن کی جمع ہیں۔ چونکہ اس میں غالباً دونوں افراد کا جسمانی کام ہوتا ہے اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا) اگر دو پیشہ ور اس بات پر باہمی اتفاق کرلیں کہ وہ ایسا کام لیں گے جس میں استحقاق اجرت ممکن ہے اور اسی شعبہ سے کتابت سکھانا، قرآن مجید اور علم فقہ پڑھانا اس قول کے مطابق کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے بخلاف وہ دلالوں کی شرکت کے اور دو گویوں کی شرکت کے۔ فیصلے کے دو گواہوں، مجلس میں قرآن مجید پڑھنے والوں، تعزیت کرنے والوں، وعظ کرنے والوں اور اصرار کے ساتھ مانگنے والوں کی شرکت کے اھ (ت)

ثانیاً بیان سائل سے ظاہر کہ وہ اپنی شعرخوانی و زمزمہ سنجی کی فیس لیتا ہے یہ بھی محض حرام۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لا تجوز الاجارۃ علی شیئ من الغناء وقراءۃ الشعر ولا اجر فی ذٰلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان[3] اھ مختصرا۔

گانا اور اشعار پڑھنا (ایسے اعمال ہیں) ان میں سے کسی پر مزدوری اور اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ان میں اجرت ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تینوں کا یہ قول اور فتوٰی ہے، چنانچہ غایۃ البیان میں یونہی مذکور ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ امامت میں اس کا سبقت کرنا بھی گناہ ہے جبکہ حاضرین میں اس کے سوا کوئی اور شخص قرآن مجید صحیح پڑھنے والا سُنّی صحیح العقیدہ متقی موجود ہو کہ جب یہ علانیہ حرام کھاتا ہے تو کھلا فاسق ہے اور فاسق کو اور لوگ اگر آگے کریں تو گنہگار ہوں نہ کہ خود ہی آگے بڑھ جائے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یأثمون۔[۱]

اگر کسی فاسق کو لوگ امامت کے لئے آگے کریں تو گناہگار ہوں گے(ت)

یونہی اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالف حکم قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی هو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنة فی بطون امهٰتکم فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی٥[۲]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ تعالٰی تمھیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم تر الی الذین یزکون انفسهم بل اللہ یزکی من یشاء۔[۳]

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فهو جاهل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[۴] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما بسند حسن۔

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے(امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[۲] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[۳] " " ۴/ ۴۹

[۴] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۳۳۴

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: انّی حفیظ علیم[۱] (بیشک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی سچے عالموں کے لئے ہے۔

زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[۲]

(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انھیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اپنی تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انھیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول،

یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[۳]

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے اور اس پر کہ لوگ انھیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[۴]

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (اس کو امام ترمذی نے

---

[۱] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[۲] " " ۳/ ۱۸۸

[۳] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۱۸۸ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۶۵

[۴] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

وصححه عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے قرار دیا۔ ت)

احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یقل علیّ مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ البخاری[۱] فی صحیحہ عن سلمۃ بن اکوع رضی اللّٰه تعالٰی عنہ۔

جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام بخاری نے اپنی صحیح میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد والشیخان[۲] والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه تعالٰی عنہما۔

بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا (ائمہ کرام مثلاً امام احمد بخاری مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر[۳] عن امیر المؤمنین علی کرم اللّٰه وجہہ۔

جو بے علم فتوٰی دے اُسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں (ابن عساکر نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

یونہیں جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مُرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ایسی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱
[۲] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب " " " ۱/
جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم کتب خانہ رشیدیہ ۲/۹۰
[۳] الفقیہ والمتفقہ ماجاء من الوعید الخ ۱۰۴۳ دار ابن جوزیہ جدہ و ریاض ۲/۳۲۰

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت
(کیونکہ جاہل اللہ تعالٰی کو نہیں پہچان سکتا۔ ت)

زید[1] کا مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر پر ذکر شریف بیان کرنا خصوصاً انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزت جل وعلا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلك العرش۔ رواہ ابن ابی الدنیا[1] فی ذم الغیبۃ وابویعلی والبیھقی فی الشعب عن انس بن مالك وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی) میں ابویعلٰی اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک اور ابن عدی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسکو روایت کیا ہے۔ ت)

اس بیان سے تمام امور مسئولہ صاحب کا جواب ہوگیا، زید پر لازم کہ توبہ کرے۔ اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یا مباح؟ اور تارک کی اس قیام پر حرف زنی درست ہے یا نہ؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

مستحب ہے،

کما نص علیہ ائمۃ ذوروایۃ ودرایۃ کما فی عقد الجوھر[2] والدرر السنیۃ وغیرھما من الکتب البھیۃ ولنافیہ

جیسا کہ ائمہ روایت ودرایت نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ عقد الجوہر اور درر سنیہ وغیرہ قیمتی کتب میں مذکور ہے، اور اس موضوع پر ہمارا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰
[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر مطبوعہ جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

رسالۃ کافیۃ شافیۃ باذن اللہ تعالٰی سمیناھا اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ "صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ایک رسالہ بنام "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس شخص پر قیامت برپا کردینا جو نبی تہامہ کے لئے قیامِ تعظیم پر زبانِ طعن دراز کرے) لکھا ہے یہ اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنے موضوع پر کافی اور بیمار ذہنوں کو شفا بخشنے والا ہے۔ (ت)

یوں ترک کہ چند لوگ بیٹھے ہیں ذکرِ ولادتِ اقدس آیا تعظیم حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے انکار نہیں مگر اُس وقت بیٹھے رہے کہ آخر قیام واجب نہیں ویسے ترک پر طعن نہیں، اور اگر یوں ترک ہو کہ مجلس میں اہلِ اسلام نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام کیا یہ بلا عذر بیٹھا رہا تو قطعاً محلِ طعن و دلیلِ مرضِ قلب ہے، نظیر اس کی شاہدِ عین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگانِ سلطانی تعظیم سلطانی کیلئے سرو قد کھڑے ہوں اور ایک نامہذب بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا یونہی اگر ترک قیام بربنائے اصولِ باطلۂ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۵: از کانپور محلہ لاٹھی کی مسجد بی بی صاحب مرسلہ محمد سہول ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علماءِ کرام! تمہارا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ ذکرِ میلاد کے وقت جیسا کہ آجکل قیام کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قیام وقتِ ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والسلام مستحب و مقبول ائمہ کرام وعلماء اعلام و رائج ومعمول حرمین طیبین وعامہ بلاد و دار الاسلام ہے شرع مطہر سے اس کے منع پر اصلاً دلیل نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان اس مسئلہ کی تفصیل جلیل کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام (ان لوگوں کے گناہ جو میلاد اور قیام سے روکنے والے ہیں۔ ت) تصنیف لطیف حضرت خاتم المحققین امام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد ورسالہ اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ تالیفِ فقیر غفرلہ ودیگر کتب ورسائلِ علماء وافاضل میں ہے، علامہ سید جعفر برزنجی مدنی قدس سرہ السنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذو روایۃ و روِیّۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ذکرِ ولادت شریف کے وقت کھڑا ہونے کو ائمہ روایت و درایت نے مستحسن قرار دیا ہے لہٰذا اس کو خوش نصیب کہئے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ خاتمۃ المحدثین[1]

خوشخبری ہے جس کا غایت مقصد اور مرکز نگاہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ (ت)

علامہ سید احمد زینی دحلان مکی قدس سرہ الملکی الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد افردت مسألۃ المولد وما یتعلق بہا بالتالیف واعتنی بذلک کثیر من العلماء فالفوا فی ذلک مصنفات مشحونۃ بالادلۃ والبراہین فلاحاجۃ لنا الی الاطالۃ بذلک انتہی[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کی ولادت والی رات میں خوشی منائے، تذکرہ ولادت کرے اور بوقت ولادت قیام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان کے علاوہ دیگر امورِ خیر بھی انجام دے جن کے کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں شمار ہوتے ہیں اور میں نے میلادِ رسول اور اس سے متعلقہ مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور بے شمار علماء نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے، چنانچہ اس موضوع پر ان حضرات نے ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جو عقلی ونقلی دلائل سے بھری پڑی ہیں، لہٰذا ہمیں اس موضوع کو طویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۹: از کانپور پرانی سبزی منڈی کی مسجد مرسلہ مولوی احمد علی صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیارِ بنگالہ میں آج کل بعض بعض مولوی اور میاں جی دو تین چھوکروں کو جو لحن دلکش و دلآویز رکھتا ہو اردو فارسی غزل کا وزن گشکری کا ساتھ تعلیم دیتے ہیں جب کہیں مولود شریف کی دعوت ہوتی ہے تو ان چھوکروں کو ہمراہ لے کر جاتے ہیں اور محفل میلاد شریف ہوگا کرکے عوام وخواص کو اطلاع واعلان کرتے ہیں جب سامعین مجتمع ہوجاتے ہیں تو فارسی واردو غزل اور قصائد واشعار

---

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] الدرر السنیہ

گنا گوں کو ان چھوکروں کے سور سے اپنی سورۃ ملا کر اس طور پڑھتے کہ بجال کیا ہے کسی کو جو اس میں اور رنڈیوں کے گانے میں کچھ بھی فرق کچھ سکے سامعین میں سے اکثر تو ایسے ہیں کہ فارسی وارود تو بالکل نہیں سمجھتے محض دوزن اور آواز ہی پر فریفتہ و مفتون ہو کر سماعت کرتے ہیں اور گاہ بگاہ عبارت مخترعہ سے اپنی زبان میں سمجھا دیتے ہیں وہ بھی اکثر بے اصل ہے اس طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسا پڑھنا ممنوع ہے، یہ پڑھنا نہیں گانا ہے، اور امرد کے گانے میں فتنہ ہے، اور فتنے کا بند کرنا واجب۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن العیون سماع غناء حرام ومن اباحہ فلمن تخلی عن اللھو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلک احتیاج المریض الی الدواء ولہ شرائط ستۃ ان لایکون فیھم امرد الخ[1] ملخصا وفی الخیریۃ عن التتارخانیۃ عن نصاب الاحتساب التغنی واستماع الغناء حرام ومن اباحہ فلمن تخلی عن الھوی ولہ شرائط لایکون فیھم امرد ولاامرأۃ الخ[2] ملتقطا۔

فتاوٰی شامی میں بحوالہ تاتارخانیہ "العیون" سے روایت ہے کہ گانا سننا حرام غذا ہے پس جس کسی نے اسے مباح قرار دیا تو یہ اس کے لئے اس صورت میں ہے کہ کھیل وغیرہ سے خالی ہو اور پرہیزگاری سے آراستہ ہو اور اسے اس کی طرف کچھ اس طرح کی احتیاج اور ضرورت ہو جس طرح مریض کو دوا کی احتیاج ہوتی ہے اور اس کے لئے چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا شریک نہ ہو، الخ ملخصا، اور فتاوٰی خیریہ میں تتارخانیہ کے حوالے نصاب الاحتساب سے منقول ہے کہ گانا گانا اور سننا حرام ہے اور جس نے اسے مباح کہا تو اس کے لئے ہے جو نفسانی خواہش سے خالی ہو اور اس کے جواز کی چند شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا اور کوئی عورت شریک نہ ہو اھ ملتقطا (ت)

یونہی بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام و گناہ ہے، نص علیہ علماء القدیم والحدیث فی کتب الفقہ واصول الحدیث (چنانچہ قدیم علماء کرام نے فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶۹

اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر و حدیث بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ برسر بازار و مسجد وغیرہ بطور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لئے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]، والعیاذ باللہ العزیز الغفار، والحدیث رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص نے قرآن مجید میں بغیر علم کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ تعالٰی کی پناہ جو سب پر غالب اور سب کچھ بخش دینے والا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دے کر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے ذکر فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۱ از بدایوں ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر ہو مثلًا تارک صلوٰۃ شارب خمر ہو داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا پڑھاتا ہو اور اگر کوئی مسئلہ بتاکے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے بلکہ اپنے معتقدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے اُن کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی اُن کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے، ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیمًا بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ما جاء یفسر القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۹

خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہٗ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش؟ اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ بانیان اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟ بیّنوا من الکتاب توجروا عند رب الارباب (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ رب الارباب کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب یزداں وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت وہوان، خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر ومسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق وفتح المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے:

فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا۔[1] فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے۔ (ت)

روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام، ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ اس پر علاوہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو گناہ، ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو، وقس علی ہذا، رسول اللہ

---

[1] فتح المعین کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸
تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴ وغنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

۲۳ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذلک من اثامھم شیئا۔[1] رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ۔

جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اسکے جتنے پیروکار ہونگے ان سب کے اجر و ثواب کے برابر اس داعی کو بھی ثواب ہوگا اور پیروکاروں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی؛ اور جس کسی شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ اس کا اتباع کریں گے ان سب کے برابر دعوت دینے والوں کو گناہ ہوگا لیکن گمراہی میں اتباع کرنے والوں کے گناہوں میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ ائمہ کرام امام احمد، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔(ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو، حدیث صحیح میں ہے،

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔[2] رواہ الائمۃ احمد و

نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷
جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲ و سنن ابی ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ الخ ص ۱۹
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالٰی فی حال الجنابۃ الخ " " " ۱/۱۶۲
صحیح البخاری ۱/۴۴ " " " و سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الرجل یذکر اللہ الخ ۱/۴
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ذکر اللہ تعالٰی علی الخلاء ص ۲۶
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۰ و ۱۵۳

وسلم والاربعۃ الا النسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ رواہ البخاری تعلیقا۔

مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (سوائے نسائی کے) سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے اسکو روایت کیا البتہ امام بخاری نے بطور تعلیق اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر عیاذاً باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یوہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی قل اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ۰ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالٰی اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء اور مذاق کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم ایمان کا انکار کرنے والے ہو۔ (ت)

یوہیں وہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے دکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صراحت سنت متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے پاک، برتر، سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس عزت وتوقیر کے مالک کا علم کامل اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ ت) فقط۔

مسئلہ ۲۷۲: از اترولی ضلع اعظم گڈھ محلہ مغلان مرسلہ اکرام اعظم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی محفل میں شریک ہونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مجلس میلاد شریف نیک کام ہے اور نیک کام میں شرکت بری نہیں، ہاں اگر اس کی تنبیہ کے لئے اس سے میل جول یک لخت چھوڑ دیا ہو تو نہ شریک ہونا ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے اور حرام سے توبہ کرتا ہے اور بعد مولود پڑھنے کے پھر حرام کرنے پر کمر باندھے ہے تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے اور وہ شخص مجلس میں مولود پڑھنے کے اور جلانے کے قابل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

۲۳

الجواب

47 جس شخص کی نسبت معروف ومشہور ہے کہ معاذ اللہ وہ حرام کار ہے اس سے میلاد شریف پڑھوانا اور اسے چوکی پر بٹھانا منع ہے،

کما فی تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وغیرھما فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[1]

جیسا کہ تبیین الحقائق، فتح اللہ المعین اور دیگر کتب میں مذکور ہے کہ فاسق کو (امامت کیلئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

مگر شہرت صحیح ہو نہ جھوٹی بے معنی تہمت، جیسے آج کل بہت نااہل جاہل خدا ناترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگا دیتے ہیں اس سے وہ خود سخت حرام وکبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحتِ دینی پر ہے اگر جانے کہ نرمی سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یہی کرے اور اگر جانے کہ ترک کرنے اور سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کیلئے اعراض اور بچتے ہوئے اپنے عیبوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق ورحمت کے لئے تخفیف نرمی اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۴: از محمد صابر علی علیہ العلیم ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہنود میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا خود اہل ہنود انفرادًا میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندو سے مسلمان امرِ دین میں مدد نہ لے۔ حدیث شریف میں ہے،

انا لانستعین بمشرک۔[2]

ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (ت)

اور اگر وہ خود شرکت چاہیں تو بطور چندہ شریک نہ کیا جائے کہ اس کے مال سے قربت قائم نہیں ہوسکتی ہاں اگر وہ کسی مسلمان کو تملیک کردے پھر مسلمان چندے میں دے دے مضائقہ نہیں جبکہ اس طور پر لینے میں ہندو کے لئے وجہِ استعلاء نہ ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ مسلمانوں نے مجھ سے استمداد کی میری مدد کے محتاج ہوئے بلکہ احسان مانے کہ میرا مال قبول کرلیا، ہندو اپنے مال سے کوئی کارِ خیر کرے مقبول نہیں،

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸
تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/۱۳۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۲/۱۹ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص۲۰۸ ومسند احمد بن حنبل عن عائشہ ۶/۶۸

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کافروں نے جو کام کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انھیں بکھرے ہوئے ذرات کی طرح کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جلد
7
7

مسئلہ ۳۲۵ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

گیارھویں شریف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام مولود جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

گیارھویں شریف اور مجلس مبارک میلاد کا قیام جس طرح مکہ معظمہ و مدینہ معظمہ کے علمائے کرام اور بلاد دارالاسلام کے خاص و عام میں شائع ہے ضرور جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ بعد نماز جمعہ ذکر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوگا، چنانچہ عمرو نے مسجد میں بعد نماز جمعہ اس کا اعلان اور اشتہار کردیا، زید نے درمیان اذکار تعریف و فضائل و ذکر شہادت شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم و گریہ و زاری اہلبیت اطہار اور اہلبیت مطہرات کا اونٹوں پر بے پردہ جانا اور قید خانہ میں مقید ہونا اور یزید پلید کا سر دربار میں لانا اور گفتگو ہونا جہاں تک کہ زید کو کتب معتبرۂ اہلسنت وجماعت سے یاد تھا بیان کردیا اور اہل سماع کو رقت طاری ہونا اور اس رقت ہونے کی وجہ سے کچھ پڑھنے والے اور سننے والے کو اجر ملنا اور نیز اسی قسم کا جلسہ اپنے مکانوں میں بنظر ثواب منعقد کرنا بخلاف طریقۂ روافض کے یعنی تعزیہ و علم وغیرہ سے اس مکان کو معرا رکھنا مذہب اہلسنت والجماعت میں درست ہے یا نہیں اور بعد ختم مجلس شیرینی و شربت و چاء پر فاتحہ و پنج آیت پڑھ کر ثواب شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پہنچانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حضرات کرام کے فضائل و مناقب و مراتب و مناصب روایات صحیحہ معتبرہ سے بیان کرنا سننا عین ثواب و سعادت ہے اور ذکر شہادت شریف بھی جبکہ مقصود ان کی اس فضیلت اور ان کے صبر و استقامت کا بیان ہو مگر غم پروری کا شرع شریف میں حکم نہیں، نہ غم و ماتم کی مجلس بنانے کی اجازت، نہ ایسی باتیں کی جائیں جس میں ان کی بے قدری یا توہین نکلتی ہو، ماہ ربیع الاول شریف میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ ہے اور وہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا مہینہ، پھر ائمہ دین و علماء کاملین نے ولادت اقدس کی عید منایا وفات شریف کا ماتم نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

مسئلہ ۷۹۲ تا ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) بطریق روافض بغیر ذکر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کے واسطے واقعاتِ کربلا بیان کرنا اور بوجہ ہمنامی خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان فرزندان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ منجملہ شہدائے دشت کربلا ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن مقامات پر آریہ سماج حضرت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور روافض صحابہ عظام سے بدظنی پھیلاتے ہیں شبانہ روز دورے قدرے سخنے غرضیکہ ہر طرح سے بے حد کوشاں رہتے ہیں وہاں ہر امکانی طریقہ سے عوام کو حفظاً للعقائد ان حضرات کے مناقب اور محامد سے واقف کرنا مذہباً واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو شخص بپاسِ مخالفین امور مذکورہ سے یہ کہہ کر باز رکھے کہ "اگر تم تعریف کروگے تو وہ دل میں برا کہیں گے" تو ایسے شخص کی اقتدا کرکے مقاصد مخالفین کی تکمیل ہونے دیں یا اس سے قطع تعلق کرلیں۔ جواب مدلل اور مفصل ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب

(۱) افضل اذکار ذکر الٰہی عزوجلالہ ہے اور ذکر الٰہی میں سب سے افضل نماز، اگر نماز بھی بطور روافض پڑھی جائے گی ناجائز وممنوع ہے ذکر اور اذکار مجالس محرم شریف میں ذکر شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج ہے جس سے تجدید حزن ونوحہ باطلہ مقصود اور اکاذیب وموضوعات سے تلویث موجود خود حرام ہے، صواعق محرقہ پھر ماثبت بالسنۃ میں ہے:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذٰلک من اخلاق المؤمنین[1] الخ۔

رافضیوں کی بدعات مثلاً رونا پیٹنا، گریہ وزاری کرنا اور سوگ منانا وغیرہ میں مشغول ہونے سے بچو اس لئے یہ کام مومنوں کی عادات واخلاق میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ہاں ذکر فضائل شریف حضرت سیدنا امام حسین ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروجہ جائز روایات صحیحہ معتمدہ معتبرہ سے ضرور قرین وعین نور ہے مگر صرف اسی پر اقتصار اور ذکر خلفائے کرام رضی اللہ

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

تعالی عنہم سے دامن کشی خصوصاً لکھنؤ جیسے محل حاجت میں کہ کذا ہند ہے ضرور قابل اعتراض و احتراز ہے۔ قسم اوّل کی نسبت امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسین[1]

واعظ وغیرہ پر یہ حرام ہے کہ وہ شہادت حسین علیہ السلام کی روایات (بے سند اور بلاتحقیق) بیان کرے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وبراءتہم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانھم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولایبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصھم[2]۔

امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی روایات کے متعلق جو حرام ہونے کا ذکر کیا گیا وہ اس کے منافی نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں بیان کیا، کیونکہ یہ بیان وہ حق ہے کہ جس پر (ایک مردِ مومن کا) اعتقاد رکھنا واجب ہے، جو کہ عظمت شان صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ہر کمی و کوتاہی سے ان کی براءت ہے بخلاف جاہل واعظوں کے (مقصود گو افراد کے) کہ وہ جھوٹی اور موضوع روایات لوگوں کی مجالس میں بیان کرتے ہیں لیکن ان کا محمل اور وہ حق بیان نہیں (یعنی سچی اور واقعی بات کو ظاہر نہیں کرتے) کہ جس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے (پھر اس پردہ پوشی سے) عوام کو بغض صحابہ اور ان کی تنقیص و توہین میں ڈال دیتے ہیں۔ (ت)

اور قسم دوم کی نسبت کتاب العون پھر شرح نقایہ علامہ قہستانی اواخر کتاب الکراہیۃ میں ہے:

لوارادذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلایشابہ الروافض[3]۔

اگر کوئی واعظ شہادت حسین علیہ السلام کو بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے باقی صحابہ کرام کی شہادت کے واقعات لوگوں کو

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الغزالی الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] " " " " " " " " " ۲۲۳

[3] جامع الرموز شرح النقایۃ للقہستانی کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۲۲۲

ستائے تاکہ روافض سے مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ صرف شہادت حسین علیہ السلام پر اکتفا کرتے جبکہ اہل سنت صحابہ اور اہلبیت دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں (ت)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

اذا ذکر الصالحون فحیھلا بعمر[1] — جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کرو (ت)

اور ذکر شہادت میں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ذکر اس لئے ترک کرنا کہ ان کے اسماء حضرات عالیہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک ہیں محض رفض و اوہام زمانہ روافض خذلہم اللہ کا اتباع ہے کہ تسمی کے باعث اسم سے عداوت ہاتھ باندھ لیتے ہیں اگرچہ وہ نام کسی محبوب کا ہو قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[2] (اللہ تعالٰی انہیں مارے کہ وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اسی لئے یہ بے پیرے دوشنبہ کو پیر کہنے سے احتراز کرتے ہیں مسجد کے تین درنہ بنائیں گے کہ خلفائے ثلٰثہ کا عدد ہے ایسے ہی اوہام پر تو امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامۃ۔ — رافضی اس امت کی مادہ ہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سبّ اصحابی وظھرت الفتن او قال البدع ولم یظھر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔[3] — جب میرے صحابہ کو برا کہا جائے اور فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اس وقت عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۸

[2] القرآن ۹/ ۳۰

[3] کنز العمال حدیث ۲۹۱۴۵ ۱۱/ ۵۴۳ و فیض القدیر بحوالہ الدیلمی تحت حدیث ۷۱۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰۲

الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۱

ف: حدیث کے یہ الفاظ دو حدیثوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کتب احادیث میں ان الفاظ کا مجموعہ کسی جگہ نہیں مل سکا۔ نذیر احمد سعیدی

(۳) وہ شخص جو اس عذر بارد و باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا در پردہ اُن کفار و اشقیا کا مدد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شق ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1]

اُن سے دُور بھاگو اُن کو اپنے سے دور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شق اول ہو تو اُسے سمجھائیں کہ پرائی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[2]

اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو، جو بہک گیا وہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں کہ:

لاتترک سنۃ لاقترانہا مع بدعۃ من غیرہ۔

کسی ایسی سنّت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو۔ (ت)

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ اُن کی خباثتیں فاش و آشکار رہیں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار رہیں آج وہ دل میں بُرا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ بُرا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانا ہے، یُوں تو اذان بھی حرام ہوجائے گی کہ اُسے سُن کر بھی اعدائے دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور غیظ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں، اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہوگا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]۔

اگر شیطان تمھیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[3] " " ۶/۶۸

فسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت چاہتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بلند و بالا اور بڑی شان رکھنے والا (کسی کو) توفیق دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۶: از مرہنیا تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) اکثر دیکھا ہے کہ میلاد شریف میں مردوں کو دو حصے اور لڑکوں کو ایک حصہ دیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چھوٹے بتاسے مٹھی بھر دئے جاتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ پہنچتے ہیں اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۳) اگر بتاسے ختم ہوگئے اور کچھ آدمی رہ گئے تو کچھ حرج ہوا یا نہیں؟

(۴) اگر میلاد شریف بغیر شیرینی کے پڑھا جائے؟

(۵) میلاد شریف ختم ہونے پر مرد کسی کام کے سبب چلا گیا تو کچھ گناہ ہوا؟

(۶) میلاد شریف جس کے مکان ہو اس سے کچھ رنج ہو یہ سننے جائے اور شیرینی نہ لے تو کیا گناہ ہے؟

(۷) اگر شیرینی تقسیم سے بعد بچ رہے؟

الجواب

(۱) حسبِ رواج مردوں کو دو حصے لڑکوں کو ایک دینے میں حرج نہیں کہ بوجہ رواج کسی کو ناگوار نہیں ہوتا۔

(۲) مٹھی سے کم بیش پہنچنے میں بھی حرج نہیں مگر اتنی کمی نہ ہو کہ اُسے ناگوار گزرے اس کی ذلت سمجھی جائے۔

(۳) کچھ آدمی رہ گئے تو اگر ہوسکے تو اور منگا کر اُن کو بھی دے انکار کردینا مناسب نہیں اور نہ ہو سکے تو ان سے معذرت کرلے۔

(۴) میلاد شریف بغیر شیرینی بھی ہوسکتا ہے اصل مراد تو ذکر شریف ہے۔

(۵) ختم کے بعد جو چلا گیا اس پر کچھ الزام نہیں۔

(۶) میلاد شریف سننے کو حاضر ہو اور شیرینی نہ لے تو حرج نہیں جبکہ اس میں صاحبِ خانہ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ بلا وجہ شرعی مسلمان کی دل آزاری کی اجازت نہیں۔

(۷) تقسیم کے بعد شیرینی بچ رہے تو وہ اس کا مال ہے جو چاہے کرے اور بہتر یہ ہے کہ اسے بھی عزیزوں

قریبوں ہمسایوں دوستوں مسکینوں پر بانٹ دے کہ جتنی چیز اللہ عزوجل کے لئے نکالی اس میں سے کچھ بچالینا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۵ از کمیلہ ضلع بنگالہ مرسلہ عبد العظیم صاحب ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں حلوہ وغیرہ بناتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور روز مقرر کرکے کرنا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ بدعت کہتے ہیں اور وہ کس وقت سے ہے؟ آیا یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور تسبیح و تہلیل و قرآن مجید پڑھ کر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مردہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور مولود شریف میں اشعار وغیرہ راگ سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ گاتے ہیں ملک بنگالہ میں کہ جہاں لوگ اردو نہیں سمجھتے ہیں فقط خوش الحانی کو سنتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ مولود شریف اور قیام کے منکر ہیں آیا مولود شریف حدیث و قرآن سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قدمبوسی کتنے آدمیوں کی کرنا جائز ہے اور جلسہ میں کوئی خوشی وغیرہ کی بات اگر لوگ سنتے تو ہاتھ کی تالی دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

حلوہ وغیرہ پکانا فقراء پر تقسیم کرنا احباب کو بھیجنا جائز ہے اللہ کے فضل و نعمت پر خوشی کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے جائز خوشی ناجائز نہیں۔ آتشبازی اسراف و گناہ ہے۔ دن کی تعیین میں جرم نہیں جبکہ کسی غیر واجب شرعی کو واجب شرعی نہ جانے۔ بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ قرآن و حدیث نے منع نہ فرمایا اس سے منع کرنے والا بدعتی ہے۔ تسبیح و تہلیل و تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا حرام ہے۔ مردہ کو اس کا کچھ ثواب نہیں مل سکتا۔ خوش الحانی جائز ہے جبکہ مزامیر و فتنہ ساتھ نہ ہو۔ میلاد مبارک و قیام کے آجکل منکر وہابیہ ہیں اور وہابیہ گمراہ بے دین۔ میلاد شریف قرآن عظیم کی متعدد آیات کریمہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کی تفصیل اذاقۃ الاثام میں ہے۔ قدمبوسی سلطان دینی شل پیر و عالم دین و سادات و سلطان عادل و والدین کی جائز ہے۔ تالی بجانا نصارٰی کی سنت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۶ از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی بڑی مسجد مرسلہ محمد خاں فوجدار یعنی باقی والا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مجلس وعظ یا میلاد شریف میں لوگوں کو وجد آجاتے ہیں اس میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں چلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہے یہ کیا بات ہے بعض آدمی سرہلاتے تو بیہوش ہوتے ہیں یہ کیا بات ہے یہ کیا علامت عشق ہے یا کیا ہے؟ تحریر فرماکر سرفراز فرمائیں۔ زیادہ والسلام

الجواب

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہو جائے اس پر تو مطالبہ کے کوئی معنی نہیں،
دوسرے تواجد یعنی باختیار خود وجد کی سی حالت بنانا یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرک خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبیہ اور بہ تکلف اُن کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2] — گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

جسے وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے اور اگر تم پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیار خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورت دوم پر محمول نہ کرو جو مذموم ہے بلکہ صورت سوم پر جو محمود ہے یعنی محض اللہ کے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کو، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے اور نیت امر باطن جس پر اطلاع اللہ و رسول کو ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو اپنی طرف سے بُری نیت قرار دے لینا بُرے ہی دل کا کام ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث[3] — خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱: مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

مجلس ذکر شہادت جائز یا ناروا، ایک صاحب نے کہا کہ تجدید سرور مختلف فیہ اور تجدید غم بالاتفاق ناجائز۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] فیض القدیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

الجواب

مجلس ذکرِ شہادت اگر روایاتِ باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا، اور روایاتِ صحیحہ سے ہو تو اگر تجدیدِ غم و جلبِ بکا مقصود ہے بیشک نامحمود ہے اور اگر ذکرِ فضائلِ محبوبانِ خدا مراد ہے تو محمود و رحمت جواد ہے۔
وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔
کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی وہی پائے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۰: از شہر لاہور لنڈا بازار دکان عطاران مرسلہ محمد حسین عطار ریلی الا ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارھویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ رباعی یہ ہے:

سیدٌ سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب ... بادشاہ و شیخ و درویش و ولی و مولانہ

اور اگر یہ رباعی پڑھنا ناجائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہِ مہربانی تحریر فرمادیجئے۔

الجواب

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلافِ شانِ اقدس ہیں، فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہوسکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی پھر سات بار سورۂ اخلاص، پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے: اللّٰھم صل علٰی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وعلٰی اٰلہ وبارک وسلم۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے: وعلٰی اٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ وبارک وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱: بتاریخ ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مجلس میلاد شریف میں ذکرِ حضرات امام حسنین علیہم السلام کا بغیر ذکرِ فضائل حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول زید کا یہ ہے کہ مجلس میلاد مبارک میں ذکرِ حضرات امام حسنین علیہم السلام کا قطعی جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں اقوال زید کے کہاں تک صحیح ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

الجواب

مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت وسرور ہے اس میں علمائے کرام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات شریف کا تذکرہ بھی پسند نہ فرمایا اور ذکر شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقہ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے فضائل ومناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر، وہ نور ایمان وراحت جان ہے۔ اس سے کسی وقت ممانعت نہیں ہوسکتی جبکہ وجہ صحیح پر بقصد صحیح ہو۔ یہ شرط نہ صرف اس میں بلکہ ہر عمل صالح میں ہے۔ اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ ذکر حضرات حسنین بعد ذکر حضرات صحابہ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہو۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ ان کا ذکر کریم بے ذکر صحابہ ناجائز ہے۔ وہ ہر ایک مستقل عبادت ہے کہ ترک ذکر صحابہ عظام بالقصد جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۲: مرسلہ جناب سید احمد صاحب بن حاجی سید امام حکیم صاحب از اکوٹ ضلع اکولہ
یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

جناب حضرت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فضلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب عالی سے عرض ہے کہ یہاں برار میں دو برس سے مجلس کانفرنس کی ہونا شروع ہوئی ہے اور میرے کو بھی نامہ آیا میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر مذہب کا شخص ممبر ہوسکتا ہے کرکے تحریر ہے اب اس مجلس میں جانا ثواب ہے یا کہ حرام ہے۔ چند کلمہ شرح حالات سے مسرور فرمایئے، زیادہ چہ مزید توجہ۔

الجواب

بملاحظہ حضرت سید صاحب مکرم ذی المجد والکرم دام کرمہم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین ۱؎ وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۲؎ وفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ اور نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "لوگو! ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔" اور حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

۲؎ القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم۔ رواہ ابویعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ والخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فھو منھم[۳]۔

سے روایت ہے کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے تو وہ انھی میں شامل ہے۔ ابویعلٰی نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا۔ اور علی بن معبد کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، اور عبداللہ ابن مبارک "الزہد" میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور خطیب بغدادی تاریخ میں انس بن مالک کے حوالے سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں، "جو کوئی لوگوں کے ساتھ ہوکر جماعت میں اضافہ کرے تو وہ انھی میں سے ہے۔ (ت)

پندرہ سال ہوئے کہ اس بارہ میں فتوٰی علمائے کرام حرمین شریفین مسمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (حرمین شریفین کے فیصلے ندوہ کے جھوٹ بولنے پر زلزلہ برپا کرنے کے بارے میں۔ ت) طبع ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۲: از ماندلے برما سورتی مسجد ۶ رجب ۱۳۳۲ھ

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے لعدم المانع بلکہ اس کا عمل زیادہ باعث اجتماع وحضور ذکر واستماع ہوگا وسیلہ خیر خیر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۳: مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل مولود شریف

---

[۱] کشف الخفاء بحوالہ ابی یعلی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۴۳

نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الجنایات من کثر سواد الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۴/ ۳۴۶

[۳] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۷۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰

تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰

میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور وقت پیدائش کے قیام کرنا مستحب ہے یا بدعت؟ بحوالہ کتاب فقہ یا حدیث بیان فرمائیے۔

الجواب

مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری اکابر اولیاء نے مشاہدہ فرمائی اور بیان کیا،

کما فی بھجۃ الاسرار للامام الاوحد ابی الحسن نور الدین الخمی الشطنوفی وتنویر الحوالک للامام جلال الملۃ والدین السیوطی وغیرھما لغیرھما رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم۔

جیسا کہ بہجۃ الاسرار (مصنّفہ) امام یکتائے زمانہ ابوالحسن نورالدین علی لخمی شطنوفی نے اور تنویر الحوالک میں امام جلال الدین سیوطی نے اور ان دو کے علاوہ دوسرے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا، ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو (ت)

مگر یہ کوئی کلیہ نہیں سرکار کا کرم ہے جس پر ہو جب ہو۔ ؎

(۱) اگر بادشہ بردر پیرزن ... بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(۲) ہمیں کرد مورے دعا بر سحر ... کہ مہمانش آید سلیمان مگر

(۳) چہ خوش گفت یک مرغ زیرک بدو ... سلیمان بیاید ولے جائے کو

(۱۔ اگر بادشاہ بڑھیا عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرمائے تو اے خواجہ (سردار)! تو مونچھوں کو تاؤ نہ دے۔

۲۔ سحری کے وقت ایک چیونٹی نے یہی دُعا مانگی شاید اس کے ہاں حضرت سلیمان مہمان بن کر تشریف لائیں۔

۳۔ ایک دانا پرندے نے اس سے کیا خوب کہا، حضرت سلیمان تو ضرور جلوہ افروز ہوں مگر کون سی جگہ ہو، ذرا یہ تو کہہ دے۔ ت)

مجلس میلاد مبارک میں وقتِ ذکر ولادت مقدسہ قیام جس طرح حرمین شریفین وجمیع بلاد دارالاسلام میں دائر و معمول ہے مستحب و مستحسن ہے۔

قال اللہ عزوجل وتعزروہ وتوقروہ۔[1] اللہ عزوجل نے فرمایا: اور نبی (یعنی حضور اکرم) کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۹

وقال الله تعالٰی ومن یعظم شعائر الله فانہا من تقوی القلوب[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقوٰی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ورویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بے شک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کرنے کے موقع پر ائمہ صاحب روایت اور صاحب مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہذا اس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرارگاہ کا محل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۰: مسئولہ بنے خاں سوداگر پارچہ بریلی محلہ ناؤ متصل گڑھ ماندرا ستہ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں مجلس میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان مولود شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) رافضیوں کے محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہدا بیان کرنا سوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس ودبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ترجمہ وحاشیہ نور بخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۶، ۲۵

ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تصریح کی گئی۔ ت) بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خریدکر وہی حرام روپیہ دیا ہو تو مذہب مفتٰی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خاص اجرتِ زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مالِ حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے، یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا مگر ان کے یہاں جانا اگرچہ میلاد شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا مظنۂ معصیت یا تہمت یا مظنۂ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن موقف التھم[1] — جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔

تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انھیں احتمالاتِ خباثت پر ہے پھر جو اہلِ تقوٰی نہیں اسے ان کے ساتھ قربِ آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہلِ تقوٰی ہے اس کے لئے وہ قربِ ارکی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن رتع حول الحمٰی اوشک ان یقع فیہ[2] جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ ہی جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکرِ شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکرِ حزن اس میں مناسب نہیں کما فی مجمع البحار (جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) حرام ہے عٰہ

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

(ہم جنس اپنے جیسے ہم جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ ت)

حدیث میں ارشاد ہوا: لاتجالسوھم[3] ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا: من کثر سواد قوم فھو منھم[4] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۴۹
[2] کنز العمال حدیث ۲۳۲۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹
[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۹۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۳۰
[4] کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

مسئلہ ۲۹۰: مرسلہ مولوی محمد واحد صاحب ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد مبارک بہ تعیین ایام وتخصیص ربیع الاول شریف یا بہ تقرر یازدہم ودیگر تواریخ اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اپنے گھروں میں مسجدوں میں درود شریف یا قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا یا دوازدہم شریف تک ہر روز مجلس ذکر میلاد کرنا اور حاضرین سامعین ذکر اقدس کو مٹھائی دینا یا کھانا کھلانا یعنی فرحت وسرور ولادت اقدس یا ایام وصال ارباب کمال میں زیادتی عبادت وصدقہ وخیرات اور نظم میں نعت حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بحرش الحانی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ذکر حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ایمان وسرور جان ہے ان کا ذکر بعینہٖ ذکر رحمٰن ہے۔ قال تعالٰی: ورفعنا لک ذکرک[1] (اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا ہے۔ ت) حدیث میں ہے: اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے:

اتدری کیف رفعت لک ذکرک۔ کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت) ارشاد ہوا:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی[2] اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔

اور ماہ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دور قرآن وختم قرآن کیلئے ماہ رمضان کہ اسی مہینے میں اترا:

شہر رمضان الذی انزل ماہ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ مصر ۱/۱۵

۲۳ فیہ القرآن[1] (قرآن مجید اتارا گیا۔ ت)

48 یہاں اس عالم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہ ربیع الاول میں ہوا ولہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جہاں افروز دوشنبہ کو روزہ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اس کی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ[2] اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں قرآن پڑھنا جمل ہے بلا مناسبت تخصیص کو توڑ دیا گیا صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[3] یعنی روزہ کے لئے روز شنبہ کی تخصیص نہ تجھے نافع نہ مضر، تو مناسبات جلیلہ کے باعث تخصیص پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ہاں تخصیص بمعنی توقف کہ اور دن ہو ہی نہ سکے یا بمعنی وجوب شرعی کہ اسی دن ہونا شرعاً لازم اور دوسرے دن ناجائز ہو ضرور باطل ہے مگر وہ ہرگز کسی کے ذہن میں نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرتا ولکن الوھابیۃ قوم لایعلمون (وہابی ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ ت) یہی حال یازدہم و دوازدہم و تواریخ وصال محبوبان ذوالجلال کا ہے اور اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ بلاشبہہ مطلوب و مندوب ہے جس پر قرآن عظیم و احادیث کثیرہ ناطق ان من افضل ایامکم الجمعۃ فاکثروا علیّ فیہ من الصلوۃ[4] (بلاشبہ تمہارے ہفتہ کے تمام دنوں میں سے سب سے افضل دن روز جمعہ ہے لہذا اس دن سب دنوں سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھو۔ ت) درود خوانی و تلاوت قرآن مجید و اطعام طعام و صدقات و خیرات کی خوبیاں ضروریات دین سے ہیں محتاج بیان نہیں اور شیرینی کی تخصیص میں فوائد عدیدہ ہیں، ایک تو یہ کہ قلب المؤمن حلو یحب الحلو مسلمان کا دل میٹھا ہے مٹھاس کو دوست رکھتا ہے۔

دوم وہ روزانہ عام لوگوں کے استعمال میں نہیں آتی و کل جدید لذیذ و من وافق من اخیہ شہوۃ غفرلہ (ہر نئی چیز ذائقہ دار ہوتی ہے اور جو کوئی اپنے بھائی سے اس کی چاہت میں موافقت کرے تو اس کے گناہ بخش دیے گئے۔ ت)

سوم حسب عرف اغنیا کو بھی اس کے لینے میں باک نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ روٹی بانٹی جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۵
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۹۶ و ۲۹۹
[3] " " " الصماء بنت بسر " " ۶/۳۶۸
[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰

چہارم جو چیز محبوبانِ خدا سے منتسب ہوجاتی ہے سزاوارِ تعظیم ہوجاتی ہے، شیرینی اس کے لئے زیادہ مناسب کہ اس میں چیز پھینکنے کی نہیں ہوتی۔ نعت شریف ذکرِ اقدس ہے اور اس کا خوش الحانی سے ہونا مورثِ زیادتِ شوق ومحبت۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح شریف الحانِ خوش کے ساتھ سننا محبتِ حضور کو ترقی دیتا ہے[1]۔ اور ولادتِ اقدس پر اظہارِ فرحت وسرور بنصِ قرآن سے مامور۔ قال اللہ تعالٰی:

قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[2]۔ تم فرماؤ کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت چاہئے کہ اسی پر فرحت وسرور کریں۔

انسان العیون میں ہے: بعض صالحین خواب میں زیارتِ جمالِ اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! یہ جو لوگ ولادتِ حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا: من فرح بنا فرحنا بہ[3] جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹: از رائے بریلی محلہ تھان متصل مکان سید علی حسین انسپکٹر مرسلہ حافظ قمر الحسن صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۲۵ھ وارد حال بریلی شہامت گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سُنّی مسلمان از سرتا پا معصیت میں مبتلا ہے اس نے محض اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرکے مجلسِ میلاد شریف منعقد کی ہو اور نہایت وفورِ شوق سے ذکر رحمۃ للعالمین سرکار دو عالم اپنے آقائے نامدار کا بکثرت سننا اختیار کیا ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو اور سچ بھی بولتا ہو اور حلال کی کمائی مجلس میں صرف کرتا ہو، مسکین الطبع رقیق القلب شریف ابن شریف ہو اور اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں اور بدباطن لوگ اُسے بُرا سمجھتے ہوں اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور جاکر سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کو محفلِ میلاد مقرر کرنا اور ذکر سرورِ عالم سننا چاہئے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد خواں اپنی بدباطنی سے اس کے یہاں مجلس پڑھنے نہ جائے اور دوسروں کو روکے اور اس کی برائی ناکردہ کی تہمت لگائے وہ گنہگار ہے یا نہیں؟

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبۃ ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[3] انسان العیون

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بدباطنوں کے برا سمجھنے سے برا نہیں ہو سکتا، دو لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار رہوں۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحق عذاب ہے اور اس بنا پر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا مناع للخیر ہونا ہے، ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲

از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹبل ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کوئی پیشگوئی قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حوالہ کتاب و سطر و صفحہ سے ہو۔

(۲) اگر مجلس کہ جس میں ذکر شہادت حضرت امام زمان علیہ السلام ہو اور واقعات صحیح ذکر کئے جائیں اور وہ ماہ محرم میں ہو علاوہ ازیں اپنے دوستوں اور سامعین کو کچھ از قسم شیرینی ختم مجلس پر تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) قرآن مجید میں تمام ماکان و مایکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی نزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ[2] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ (ت)

اور حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ روایات صحیحہ بروجہ صحیح بیان کی جائیں اور غم پروری وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

باعث نزول رحمتِ الٰہی ہے اور تقسیم شیرینی ایک سلوک حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۲ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا اُن کی نیاز کی چیز کا لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ اُن کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) محرم میں بعض مسلمان ہرے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، اُن کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم اُن کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

(۲) محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کا شعار رافضیان لیام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳ از کاشمیری دروازہ متصل نزد کا سو نہ علی خیلیاں مسئولہ امیر حسن بیڑی والے ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانے میں جو میلاد شریف مروج ہے اور اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے اور حضرات سیدان اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جو نذر و نیاز وغیرہ محرم میں یا غیر محرم شریف میں ہوتی ہے اس میں جا کر شرکت کرنا اور کھانا اور پینا کیسا ہے چاہے کسی قوم میں ہو خواہ شیعہ میں ہو اس کا کھانا پینا یا شرکت دینا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس میں شرکت دینے سے یا شریک ہونے پر منع کرتے ہیں اُن کے واسطے مولوی لوگ کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب

مجلس مبارک اور نیاز شریف کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہیں سب خوب و مستحسن ہیں اور اُن میں شرکت باعث ثواب اور اُن کا کھانا بھی جائز، اور جو اُن کو بلا وجہ شرعی منع کرے باطل پر ہے یہ وہابیہ کا کام ہے لیکن رافضی کے یہاں کی مجالس میں شرکت جائز نہیں نہ اس کے یہاں کا کھانا کھایا جائے اس سے سبیل جول ہی جائز نہیں، اور اگر اس کے یہاں کے کھانے میں گوشت ہے جب تو وہ قطعی حرام و مردار ہے مگر یہ کہ ذبح ہونا اور پکنا اور اس کے سامنے لانا سب مسلمانوں کے زیر نظر ہوا ہو کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ روافض کے یہاں شرکت جو لوگ منع کرتے ہیں حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید اصغر علی صاحب ۹ شعبان چہارشنبہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو شخص شیعہ ہو اور اپنے مذہب میں سخت ہو اس سے مسلمان حنفیوں کو محفل میلاد شریف پڑھانا چاہئے یا نہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ ایسی روایات پڑھتا ہے جس سے صحابہ اور سُنّی مذہب کی توہین ہوتی ہے۔

(۲) جو مسلمان سنّی مذہب حنفی کا پابند ہو وہ شیعوں کی مجلسوں میں شرکت کرے اور ان کے جلوس کا انتظام (مثل تاشہ، ڈھول، روشنی، جلوس گھوڑی کا جس کو دلدل تابوت کہتے ہیں) کرے اور اس شرکت کو مذہب حنفی کی رُو سے جائز سمجھے بالخصوص ایسی مجالس میں شرکت کرنا کہ جس میں روایات خلاف مذہب حنفی پڑھی جاتی ہیں وہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا کما فی تبیین[1] الحقائق وغیرھا۔

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل ضروری ہے، جیسا کہ تبیین الحقائق وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے کہ وہ کوئی بات کسی صحابی یا مذہب اہلسنّت کی توہین کی ذکر کرے اور اگر ایسا کرتا ہے تو جو دانستہ اُس سے پڑھوائے فقط مرتکب حرام نہیں بلکہ اُسی کی طرح گمراہ رافضی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مجالسِ روافض اور ان خرافات میں شرکت حرام ہے اور اس کے جائز سمجھنے پر سخت حکم ہے اگر اُن مجالس میں مذہب اہلسنّت پر حملہ ہوتا ہو تو ان میں شرکت پر راضی نہ ہوگا مگر گمراہ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از سورت محلہ سگرامپورہ محلہ مولوی اسمٰعیل مرحوم مسئولہ غلام رسول بن عبدالرحیم ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ چند اشخاص نے گیارھویں شب ہر مہینہ میں مجتمع ہو کر بغرض ایصال ثواب

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

روح پر فتوح حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درود شریف کی تسبیح و کلمہ تہلیل و سورۂ اخلاص شریف کے بعد یاغوث یاغوث یاغوث کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت جائز ہونے کے بجائے اس کے درود شریف یا کلمۂ تہلیل وغیرہ اذکار پڑھیں تو کیسا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جائز ہے کوئی حرج نہیں، اور درود شریف یا تسبیح وتہلیل کا اس سے افضل ہونا وجہ منع نہیں ورنہ سوا افضل الاذکار لا الٰہ الا اللہ ہر دعا وذکر و درود شریف سب ممنوع ہو جائیں بلکہ تمام اذکار کہ قرآن خوانی اُن سب سے افضل ہے بلکہ غیر اوقات کراہت نفل میں قرآن خوانی بھی کہ نماز نفل اس سے افضل ہے۔ یہاں ایک نکتہ اور قابل لحاظ ہے سائل نے وقت حاجت ومصیبت ندائے غیر اللہ کا جواز اپنا معتقد بتایا انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے کہ وہی نسبت ملحوظ ومناط ندا ہے جس طرح کہ ملتقط و درمختار و عالمگیریہ میں ہے:

التواضع لغیر اللہ حرام[1] غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔

حالانکہ انبیاء واولیاء اور ماں باپ اور اساتذہ وغیرہم کے لئے تواضع کے حکم سے قرآن وحدیث اور خود یہ کتابیں مالامال ہیں تو وجہ وہی کہ ان کے لئے تواضع غیر اللہ کی تواضع نہیں اللہ ہی کے لئے ہے کہ اُسی کی نسبت ملحوظ ہے اسی نکتے سے غفلت کے سبب وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی شرک جلی میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو مشرک کہنے لگے انہیں انبیاء واولیاء وجود الٰہی کے مقابل مستقل وجود نظر آئے اور اُن کی ندا غیر خدا کی ندا جانی، یونہی ان سے استمداد اُن کی تعظیم ہر بات میں وہی غیریت واستقلال کا لحاظ رکھا اور یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ[2] (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کریں۔ ت) کے مصداق ہوئے، اس کا زیادہ بیان ہمارے رسالہ الاستمداد وکشف ضلال دیوبند میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۸: از دو ٹنگر واپیر کانہ گجرات گاڑی کے دروازہ متصل مکان چاندا رسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سید الاولین والآخرین کی مجلس مبارک سے اہل محلہ کو منع کرنا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰

بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر وہ مجلس شریف منکرات شرعیہ سے خالی ہو اور اس وقت منع کرنے کے لئے کوئی ضرورت خاصہ شرعیہ داعی نہ ہو بلکہ صرف اس بنا پر منع کرتا ہے کہ وہابی ہے اور مجلس مبارک کو برا جانتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلۂ میلاد سے متعلق

اعلٰحضرت کا ایک اہم اور مدلّل فتوٰی

جو پہلے اس جلد میں شامل نہ تھا فتوٰی کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے اسے اس مقام پر شامل کردیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل میلاد شریف وقیام بوقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا ہے بعض لوگ اس قیام سے انکار کرتے ہیں بدیں وجہ کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا اور ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثقات علماء سے خاص اس بارے میں منع وارد ہے، چنانچہ سیرت شامی میں ہے: وھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا[1] (یہ قیام بدعت ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ت) ان کے اقوال کا کیا حال ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کا بیان واظہار اور اپنے فضل ورحمت کے ساتھ مطلق خوشی منانے کا حکم دیا ہے، قال اللہ تعالٰی:

واما بنعمۃ ربک فحدث[2] — اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۴

[2] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

وقال اللہ تعالٰی :

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔[۱]

(اے محبوب ! آپ) فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں۔ (ت)

ولادتِ حضور صاحبِ لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔[۲]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین۔[۳]

(اے محبوب !) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

تو آپ کی خوبیوں کے بیان و اظہار کا نصِ قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کارِ خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادتِ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس و محفلِ میلاد ہے۔ امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں :

ثم لازال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شھر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم بعمل الولائم البدیعۃ المشتملۃ علی الامور البھجۃ الرفیعۃ ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظھرون السرور ویزیدون فی المبرات ویھتمون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم اھ۔[۴]

یعنی پھر اہلِ اسلام تمام اطراف و اقطار اور شہروں میں ماہِ ولادتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہِ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہارِ سرور و کثرتِ حسنات و اہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضلِ عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/۵۸ [۲] القرآن الکریم ۳/۱۶۴ [۳] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۷
[۴] انسان العیون بحوالہ السخاوی باب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا و احمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۳
اعانۃ الطالبین فصل فی اصداق مطلب فی فضل عمل المولد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیروت ۳/۳۶۴-۳۶۵

اور قول بعض کا کہ میلاد بایں حیثیت کہ اذانی قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا ناجائز ہے، باطل اور پراگندہ ہے، اس لئے کہ قرون و زمانہ کو حاکمِ شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلاں زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعاً و عقلاً زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو بُرا ہے۔

ففی الحدیث الشریف من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا[1] ومن ھذا النوع قول سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی التراویح نعمت البدعۃ۔[2]

پس حدیث شریف میں ہے: جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی دربارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ہر امر مستحدث در دین خواہ قرونِ ثلٰثہ میں ہو یا بعد بمقتضائے عموم من کہ حدیث میں "من سن سنۃ" میں مذکور ہے اگر موافق اصول شرعی کے ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور محمود و مقبول ہوگا اور اگر مخالف اصولِ شرعی ہو تو مذموم اور مردود ہوگا۔ قال عیاض المالکی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:)

ماحدث بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو بدعۃ والبدعۃ فعل مالا سبق الیہ فما وافق اصلا من السنۃ ویقاس علیہ فھو محمود وما خالف اصول السنن فھو ضلالۃ ومنہ قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام نکالا گیا وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو، جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ ضلالہ، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول مبارک

---

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
مسند احمد بن حنبل عن جریر بن عبداللہ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۴/۳۵۷ - ۳۶۱
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸
[2] صحیح البخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹
انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۹۳

كل بدعة ضلالة[1] الخ۔

ہر بدعت گمراہی ہے الخ اسی قبیل سے ہے۔ (ت)

اور سیرت شامی میں ہے:

تعرض البدعة على القواعد الشرعية فاذا دخلت فی الايجاب فهی واجبة اوفی قواعد التحريم فهی محرمة او المندوب فهی مندوبة او المكروه فهی مكروهة او المباح فهی مباحة[1]

بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو وہ جب وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب، یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہوگی۔ (ت)

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان كانت مما يندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة وان كانت مما يندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة[2] انتہی

اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی انتہی۔ (ت)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر ماننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجب ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہو چکا ہے کہ ذکر ولادت شریف واما بنعمة ربك فحدث[3] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب ومشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعة الحسنة متفق على ندبها وعلى المولد واجتماع

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا

---

[1]

[1] الحاوی للفتاوی باب الولیمۃ حسن المقصد فی عمل المولد دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۹۲

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان بیروت ۱۱/۱۲۶

[3] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

الناس کذلک[1]

لیجئے اس میں مجیئ کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر[2]

شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف و اخلاف میں بلاانکار مشہور و معروف ہے۔ (ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]

مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے (ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ماصدق علیہ المطلق[4]

اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[5]

یعنی اللہ تعالٰی کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے، حق سبحانہ وتعالٰی اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ورفعنا لک ذکرک[6]

بلند کیا ہم نے تمھارے ذکر کو تمھارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی[7]

یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکروں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمھاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

---

[1] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۲

[2] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ العموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳

[3] مسلم الثبوت فصل المطلق مادل علی فرد منتشر مطبع الانصاری دہلی ص ۱۱۹

[4] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثر ان منتہی التخصیص جمع یزید علی نصفہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۲۶-۳۲۵

[5] القرآن الکریم ۸/ ۴۵

[6] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس بحکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی ایسا ہی قیام بوقتِ ذکرِ ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوّلاً اس کے جواز ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلّت ہے، جو کوئی عدمِ جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل و بینہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے،

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]۔ اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کردیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عینِ ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[2]۔ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[3]۔ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ[4]۔ اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جُداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی طریقہ کی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲ [4] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔ امام ابن حجر مکی جوہر منظم[1] میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم انتھٰی۔ سواء ورد الشرع بخصوصہ او لم یرد ذٰلک لان مطلق التعظیم وما حث علیہ والیہ فلیعم کل مایسمّٰی باسمہ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جس سے الوہیت الٰہیہ میں شرکت لازم نہ آئے ہر طرح امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں انتہی۔ خواہ شریعت کا ورود خاص اس امر میں ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ مطلق تعظیم جس کی طرف اور جس پر توجہ کی گئی تو اسم کے ہر مسمّٰی کو شامل ہوسکے (ت)

جن کی آنکھوں میں اللہ تعالٰی نے نور بصارت بخشا ہے اُن کے نزدیک یہ قیام بوقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محض بنظر تعظیم واکرام حضور اقدس بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ہے تاوقتیکہ منکرین خاص اس صورت کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت نہ کریں اور ان شاء اللہ تا قیامت اس کی ممانعت ثابت نہ کرسکیں گے۔

رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف ہی کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اور واضح ہے۔

اوّلاً صدہا سال سے علمائے کرام اور بلادِ اسلام میں یونہی معمول ہے۔

ثانیاً ائمہ دین کی تصریح ہے کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورتِ تعظیم میں سے ایک صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔

ثالثاً وقت ولادت شریف حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ملائکہ تعظیم کے واسطے کھڑے ہوئے تھے شرف الانام تصنیف علامہ شیخ قاسم بخاری میں یہ روایت موجود ہے اس لئے ہم بھی جب ذکر ولادت شریف کرتے ہیں تو ان ملائکہ کا تشکل پیدا کرتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک واقعہ مرویہ کی صورت اور تشکل پیدا کرنا مستحب ہے چنانچہ بخاری شریف کے صحو تین میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ دل میں پڑھتے اور لبوں کو

---

[1] الجوہر المنظم　　الفصل الاول　　مکتبہ قادریہ لاہور　　ص ۱۲

ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جس وقت یہ حدیث روایت کرتے تو اپنے لبوں کو ہلا دیتے جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاتے تھے، اور حضرت ابن جبیر بھی ہلاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہلاتے دیکھا۔[1] پس جبکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے واقعہ مرویہ کا تشکل اور تمثل ثابت ہے تو ہم بھی واقعہ میلاد میں قیام ملائکہ کا تشکل اور تمثل پیدا کرتے ہیں، باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قیام ملائکہ کا تشکل نہ بنانا اور محفل میلاد شریف کو ہیئت کذائی کے ساتھ آراستہ نہ کرنا مستلزم منع شرعی نہیں۔ امام احمد بن محمد بن قسطلانی بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں،

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[2] الخ۔

کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا منع کرنے کی دلیل نہیں الخ۔ (ت)

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں،

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرامہ ومرماہ[3] الخ۔

بیشک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت و درایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد و مقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو الخ۔ (ت)

علی الخصوص حرمین شریفین کہ معظمہ و مدینہ طیبہ میداء و مرجع دین و ایمان کے اکابر علماء و مفتیان فضلائے مذاہب اربعہ مدتوں سے میلاد مع قیام کرتے آئے اور اس کے جواز کا فتوٰی دیتے آئے، پھر ان پر ضلالت اور گمراہی کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

رہا عبارت سیرت شامی سے استدلال سو وہ سب باطل، کیونکہ علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرت الامین المامون عبارت مذکورہ کو نقل کرکے شرح فرماتے ہیں،

ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ

یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ

---

[1] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳
[2] المواہب اللدنیہ
[3] عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵

ليس كل بدعة مذمومة۔[۱]

ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔(ت)

اور اسی میں ہے:

قد وجد القيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم الامة ومقتداء الائمة دينا وورعا الامام تقي الدين السبكي وتابعه على ذلك مشائخ الاسلام في عصره[۲] انتهى۔ والله تعالٰی اعلم بالصواب واليه مرجع الوهاب۔

دین وتقوٰی میں امت کے عالم اور اماموں کے مقتدا امام تقی الدین سبکی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے وقت قیام ثابت ہے اور آپ کے زمانہ کے مشائخ نے اس معاملہ میں آپ کی پیروی کی ہے انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ مرجع الوہاب۔(ت)

کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمد المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفٰی احمد رضا خان

نوٹ

جلد ۲۳ مجالس ومحافل کے بیان پر ختم ہوئی
جلد ۲۴ ان شاء اللہ لہو ولعب کے عنوان سے
شروع ہوگی۔

[۱] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/۸۳
[۲] " " " " " " " " " " " " " " " "